(الف)

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر اوّل لغایت ہشتم جلد نوزدہم

بابت سنہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۲ ع

شرح قیمت رسالہ

اس رسالہ کی قیمت عموماً بعہ ۱؎ رسالانہ ہے۔ خاص قیمت (جو روسائے اسلام سے بیجاتی ہے) چوبیس روپیہ جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سے چھ روپیہ۔ جن کی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سے رعایتاً تین روپیہ جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے پر بضاعت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں انکو بلا قیمت [illegible] فیل ہونا چاہئیے۔

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور

واجب العرض تین امر

(۱) اِس رسالہ کا اکثر حصہ جس میں مضمون سود و قمار لاٹری اور انجمن ہائے اسلامیہ داخل ہے۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ کا چھپا ہوا مطبع میں پڑا رہا۔ باقی حصہ مضمون اور اُس کی کاپیاں کاتب رسالہ اور کارکنان مطبع کے پاس پھنسا رہا۔ خاکسار اور کام میں مصروف رہا جسکا ذکر اِس رسالہ میں ہوا ہے۔ اور اِس وجہ سے اُن حضرات کو تقاضا نہ کر سکا جس کے سوائے آجکل غالباً کوئی کام نہیں چل سکتا۔ اِس لئے اشاعت رسالہ میں غیر معمولی توقف ہو گیا۔ اس اثناء میں مولوی محمد حسن صاحب ساکن بھین (خدا اُن کو غریق رحمت کرے) جو اس مضمون میں مخاطب کئے گئے تھے فوت ہو گئے۔ اور وہ انجمنیں بھی جن کی نسبت یہ مضمون تھا نیست و نابود ہو گئیں۔ ان اشخاص اور جماعتوں کے گذر جانے کے بعد اِس مضمون کی اشاعت کو کوئی "مشت بعد از جنگ" یا "تریاق از عراق" کا مصداق سمجھے کیونکہ جن مسایل کی اس مضمون میں تحقیق و تدقیق ہوئی ہے وہ اس تفصیل سے کسی

فہرست مضامین

کتاب میں یکجا دیکھی نہیں گئی -) وہ کسی شخص یا جماعت سے . یا کسی وقت
وزمانہ سے خصوصیت نہیں رکھتی - بلکہ وہ عام مسلمانوں کے لئے ہر وقت
کارآمد اور واجب العلم ہے - وہ اشخاص اور جماعتیں گذر گئی ہیں تو کیا ہوا -
اِس زمانہ تاریکی علوم دینی - اور روشنی و ترقی لامذہبی یورُپ و بیدینی میں مسلمانوں
کے لئے آئے دن - اور نئے سورج ایسے معاملات درپیش ہوتے اور ہونے والے
ہیں - جوان انجمنوں کو پیش آئے تھے - آجکل فروخت گھڑیوں کیلئے کسی یورپین
عیار نے ایک قمار یا لاٹری کی صورت نکالی ہے - کہ تین روپیہ سردست خرچ
کرو - اور تیس بتیسا روپیہ کی گھڑی لو - اور باقی قیمت اور لوگوں سے وصول کرکے دو
اور اُس میں سے اپنے دیئے ہوئے تین روپیہ رکھ لو - اور واپس لو - اِس صورت
سے گھڑی [illegible] آ جائیگی [illegible] قیمت [illegible] پڑیگی [illegible] پر
ڈالیں گے تو اُن کو گھڑی مفت میں پڑیگی - وہ لوگ اِس طمع میں پھنس کر سردست تین
تین روپیہ خرچ کرکے گھڑی لے کر باقی روپیہ دوسروں کے ذمہ ڈالتے چلے جاتے ہیں
جس کا آخری نتیجہ شائد یہ نکلے گا کہ جن لوگوں نے اخیر پر روپیہ دیا ہوگا ان کو کچھ نہ
ملے گا - جس میں بعض اہل علم مُبتلا ہوگئے ہیں - جیسے اُن انجمنوں کے پھندے میں
پھنس گئے تھے - اس مضمون کو پڑھ کر مسلمان خصوصًا انگریزی مولوی (جو
انگریزی پڑھانے والے سکولوں وکالجوں میں عربی لٹریچر کے مدرس ہیں - اور
علوم حدیث وفقہ واصول میں مہارت نہیں رکھتے) بہت سی بلاؤں سے بچ جائینگے
انشاءاللہ تعالے - اور اگر سچ صریح پوچھو تو یہ مضمون اُن ہی انگریزی مولویوں
کی آگاہی و رہنمائی کے لئے لکھا گیا ہے - جو ہنوز زندہ ہیں - لہٰذا یہ مضمون "مُشت
بعد جنگ" یا "تریاق ازعراق" کا مصداق نہیں ہے -

(۲) یہ رسالہ چونکہ مدّت سے دیر کے بعد نکلتا ہے جس کا گذشتہ سالوں کے

[illegible] (د) [illegible]

متفق علیہ - (مشکوۃ صفحہ ۲۵۷)	حالت کے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی

اُس کے پاس ہو۔

اِس وصیت نبوی کے مطابق یہ خاکسار ہمیشہ اپنی وصیت کو کاغذات [illegible]
لکھ رکھتا ہے۔ مگر اب خیال آیا ہے۔ کہ حیات مُستعار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور متفرق کاغذ اور
بیاض اکثر متعلقین کی نظر سے نہیں گذرتے۔ لہذا مناسب سمجھا کہ میں اپنی وصیت کو اپنے
رسالے میں مشتہر کروں۔ جو کس و ناکس کے ملاحظہ سے گذرتا ہے۔ اور اُسکی تعمیل پر ہر ایک
مسلمان میرے وارثوں کو مجبور کر سکتا ہے۔ اگر کوئی وارث اس سے انحراف کرے تو
تو اس تعمیل کے واسطے گورنمنٹ کا حکم ایک قوی و مؤثر سبب موجود ہے۔
میرے انتقال کے بعد [illegible]
ادائے دَین (جو میرے ذمہ ہو۔ اور وہ میرے کاغذات و رجسٹروں میں موجود ہو یا
میرے قرضخواہوں کی دست آویزات میں لکھا نہ یا میرے دستخطی رقعات میں پایا جائے)
مطابق حکم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بطور وراثت تقسیم کیا جائے۔
اور جو جائداد غیر منقولہ اسوقت تک میرے قبض و تصرف میں ہے وہ بطور وراثت تقسیم نہ ہو
بلکہ وہ میری اولاد و متعلقین پر جنکا نفقہ میرے ذمہ واجب ہے وقف ہو۔ اسمیں نہ کسی
وارث کو بیع کا اختیار ہو نہ رہن کا نہ ہبہ کا۔ بلکہ سکونتی مکانات میں صرف اُن کو سکونت
کا اختیار ہے۔ اور اراضی کی آمدنی سے بقدر گزارہ خرچ لینے کا (خرچ کی تفصیل و تشر[illegible]
میں ایک مفصل تحریر میں کرونگا۔ اور سرکار میں اس کی رجسٹری کرا دونگا) اختیار و [illegible]
ہے۔ اور جو اُن کے اخراجات سے بچے وہ کسی مدرسہ اسلامیہ صرف تعلیم [illegible] کے لئے
سکونتی مکان میری اپنی خداداد زر سے خریدے ہوئے تین ہیں۔ ایک
قدیم۔ دوسرا دیوان خانہ۔ تیسرا مکان منہدم جسکا صرف ملبہ (خشت و چوب) و [illegible]
[illegible] دونو عیال کی سکونت کے واسطے وقف ہو

[illegible] ان کو پورا کرنا اب مشکل نظر آتا ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ درمیانی سالوں کو جبکہ رسالہ نہیں نکل سکا نکال کر اس جلد کو اس سال ۱۹۰۲ء کی بابت شمار کیا جائے۔

جن لوگوں کا سنہ ۱۸۹۶ء سے چندہ پیشگی وصول ہو چکا ہے اُن کا چندہ اس سال سے محسوب کیا جاوے اور جن لوگوں کے ذمہ چندہ سنہ ۱۸۹۵ء تک باقی چلا آتا ہے وہ وصول شدہ پرچوں کا (جو اخیر سنہ ۱۸۹۵ء تک اُن کو وصول ہو چکے ہیں) چندہ ادا کر کے پھر ابتدائے سنہ ۱۹۰۲ء سے چندہ واجب الادا سمجھیں۔ اور درمیانی سالوں (سنہ ۱۸۹۶ء لغایت اخیر سنہ ۱۹۰۱ء) کو نکال دیں۔ [illegible] و نو فریق کو بذریعہ رقعات اُن کا حساب بتایا جائیگا۔ اور اگر دونو فریق بذریعہ رقعات اجازت دیں تو ایک ایک کا حساب نام بنام رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا۔

([illegible]) جن معاونوں کا چندہ سال حال تک آتا رہا ہے اُن کا دلی شکریہ ہے۔ جو حضرات [illegible] بقایا دار ہیں [illegible] [illegible] نام بنام فہرست باقیات چھاپنے کی نوبت نہ آنے دیں۔

وصیّت ابی سعید محمد حسین

وَصَّى اِلٰهُهُ وَصَّتْ رُسُلُهُ فَلِذَا

خدا تعالےٰ نے وصیت کی اور اس کے رسولوں نے بھی کی

كَانَ التَّأَسِّيْ بِهِمْ مِنْ اَفْضَلِ الْعَمَلِ

اس امر میں اُن کی پیروی افضل اعمال سے ہے

[illegible]نحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مروی ہے کہ کسی مسلمان کا جس کے پاس وصیت کے لائق مال ہو۔ [illegible] [illegible]

[illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] امرءٍ مسلم له شئ يوصي فيه

[illegible] ... مكتوبة عنده

میں والدہ حافظ عبد الشکور و ابو اسحٰق و عبد الباسط وغیرہم سکونت رہے ۔ حویلی قدیم میں والدہ عبد السلام و عبد الرشید و محمد اطہر و احمد حسین و عبد النور وغیرہم رہے ۔ منہدم مکان کو میری زندگی ہی میں اسکا ملبہ خشت و چوب کو اپنے تصرف میں لاکر میری بیٹی امۃ السلام جو صاحب اولاد ہے اپنے خرچ سے تعمیر کرے ۔ یہ مکان اُس کے اور اس کی اولاد کے لئے وقف ہے ۔ میرے کسی وارث کا حق نہ ہوگا کہ وہ اس مکان سے اُس کو بے دخل کرے ۔ یا سکونت میں اُن کی مزاحمت یا مشارکت چاہے ۔ ہاں وہ اپنی رضامندی سے جس کو چاہے ساتھ رکھے ۔

اراضی جو خدا تعالےٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلوائی ہے ۔ چار مربع ہے ۔ ازانجملہ دو مربعوں کی کاشت زمین و انتظام کا اختیار حافظ عبد الشکور ۔ اور اُس کے بھائیوں کے سپرد ہے ۔ دو مربعوں کی کاشت وغیرہ انتظام کا اختیار عبد الرشید اور اُس کے بھائیوں کے سپرد ہے ۔ [illegible] انتظام میں ایک فریق دوسرے فریق کی مزاحمت نہ کرسکے ۔ ہاں بہ تراضی طرفین جو چاہے دوسرے کا شریک بنے ۔

اس دخل و اختیار و استحقاق گزارہ کیلئے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ میری نرینہ اولاد نماز و روزہ وغیرہ احکام دین کی پابند اور دین کے خادم رہیں ۔ اور علم دین کم سے کم قرآن و حدیث پڑھے ہوئے ہوں اور سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت اختیار نہ کریں جسمیں پڑھنا پڑھانا اُن سے چھوٹ جائے ۔ جو شخص اس شرط کا خلاف کریگا اُسکا کوئی استحقاق نہ ہوگا کہ وہ اسکے انتظام میں دخل دے یا اس سے گزارہ لے ۔ میری اس وصیت میں میرے کسی وارث کو کوئی شرعی یا قانونی عذر ہو تو وہ اسکو بذریعہ تحریر ظاہر کرے اس تحریر کو کسی اخبار میں چھپوائے یا میرے پاس بھیجدے ۔ تاکہ میں اس کو اس رسالہ میں مشتہر کرکے اسکا جواب دوں ۔ اور اگر کسی نے کوئی عذر نہ کیا اُسکے سکوت کو اُسکی رضا سمجھا جائیگا اور بحکم حدیث نبوی اُس کی رضامندی سے اس وصیت کو جائز تصور کیا جائیگا ۔ وہ حدیث یہ ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز وصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ یعنی وصیت کسی وارث کیلئے جائز نہیں ۔ ہاں اسصورت میں جائز ہے کہ باقی ورثہ اُسکو مان لیں ؁

(ابو سعید محمد حسین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

سود۔ قمار۔ لاٹری وغیرہ

اور

انجمن ہائے اسلامیہ

مضمون سود۔ قمار۔ لاٹری وغیرہ رسالہ نمبر ۱۰ جلد ۱۲ میں بہ ۱۸۹۶ء شروع ہوا تھا اسی سال سے طاعون عقاید میرزائی شروع ہو گیا۔ تو مسلمانوں کا روحانی حکیم اور دینی خادم اشاعۃ السنہ اور سب کاروبار چھوڑ کر اسی طاعون کے معالجہ و مدافعت میں لگ گیا۔ اور جلد ۱۸ رسالہ تک (جو ۱۸۹۶ء میں ختم ہوئی ہے) اس مرض مہلک کے اثر سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش میں مصروف رہا۔ اس سال خدا تعالیٰ نے اس مرض کے تعدیہ عام کو روک لیا ہے۔ اور اس مرض کے متعفن مادہ الہامات منتنہ منذرہ قادیانی کو زور حکومت سے بند کرا دیا ہے چنانچہ مضمون شکست قادیانی میں بضمن نمبر ۹ جلد ۱۸ ابیان ہوا ہے۔ تو اب پھر وہ وقت آگیا ہے کہ وہ پچھلے ناتمام مضامین کو پورا کرے۔ اور پھر تفسیر القرآن (جسکا اشتہار نمبر ۱۲ و ۱۳ میں دیا گیا ہے) شروع ہو۔ لہذا سب سے پہلے اس مضمون کو شروع کیا جاتا ہے جس پر ایک باعث یہ بھی ہوا ہے کہ پنجاب کے بعض اسلامی انجمنوں نے مسلمانوں کی شادی و وفات کے متعلق ایسے فنڈ (مدات) کھول دیئے ہیں جو سود و

قمار یا لاٹری سے خالی نہیں ہیں۔ اور ان انجمنوں کی ایسی کارروائیوں کی نسبت چاروں طرف سے استفتا آتے ہیں جنکے قلمی جوابات لکھنے میں بہت اوقات صرف ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ بھی صرف ہوتے نظر آتے ہیں۔ از انجملہ بعض استفتا حضرت شیخنا و شیخ الکل جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی خدمت عالی میں دہلی پہنچے۔ اور وہاں سے جواب لکھنے کا حکم لیکر خاکسار کے پاس آئے ہیں اور اکثر براہ راست خاکسار کے پاس پہنچے ہیں اس قسم کے پرانے استفتاؤں کو ہم ذکر نہیں کر سکتے تازہ استفتا جو سال حال میں پہنچے ہیں بطور تمثیل نقل کئے جاتے ہیں۔ پس از انجملہ ایک استفتا متعلق انجمن مسلم تنبول فنڈ گورداسپور ہے جس کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شمولیت ایسے فنڈوں میں جیسے کہ آجکل جاری ہیں مثلاً مسلم تنبول فنڈ گورداسپور میں جسمیں ہر شخصکو باوقات مختلف اور شادیوں پر ۲ روپیہ کے تنبول دینا پڑتا ہے۔ اور اپنی شادی کے موقعہ پر اس رقم اداکردہ سے اسکو زیادہ تنبول ملجاتا ہے۔ اس قسم کی زیادتی میں اور ایسے فنڈ میں شامل ہونا۔ اور امداد دینا۔ اور امداد حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بتینوا و توجروا قواعد کی کاپی بغرض ملاحظہ حاضر ہے۔"

راقم شیر محمد امام مسجد حجامان گورداسپور۔

اس استفتاء کے راقم میاں شیر محمد صاحب اپنے خط ۸ مئی ۱۸۹۶ء میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ استفتا مینے لاہور، امرتسر، دہلی۔ ملتان۔ پشاور۔ راولپنڈی۔ کانپور۔ آگرہ۔ وغیرہ شہروں کے علماء کے پاس روانہ کیا ہے کہیں سے جواب نہیں آیا۔ اور اس سے پہلے وہ صاحب بٹالہ میں خاکسار کو ملے تو مظہر ہوئے کہ لاہور امرتسر کے جن علماء کے پاس مینے یہ سوال پیش کیا۔ ان سبھوں نے آپ ہی کا نام لیا۔ اور کہا کہ انکے پاس پہنچاؤ۔ وہی اسکا جواب دینگے۔

دوسرا استفتاء اسی انجمن کے متعلق بالاگھاٹ ممالک متوسط سے آیا ہے جس کی نقل یہ ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی نبیہ الکریم

۱۹۶　　۲۸۔ اپریل ۱۸۹۸ء

از ابو محمد جمال الدین بخدمت جناب مولانا و مرشدنا مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو انجمن گورداسپور میں شادی کے واسطے مسمّٰے بہ مسلم تنبول گورداسپور قائم ہوئی ہے۔ شرعاً ہمیں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ اور دنیوی طور پر شریک ہونا فائدہ مند ہے یا نہیں مطلع فرمایئے گا

(دستخط جمال الدین ڈاکٹر بالاگھاٹ جیل و پولیس۔)

تیسرا استفتاء جو اسی انجمن کے متعلق موضع سوہل ضلع گورداسپور سے آیا ہے یہ ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible] بخدمت شریف مولوی صاحب ابو سعید محمد حسین [illegible] السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عرض یہ ہے کہ حال میں مسلم تنبول فنڈ نکلا ہے گورداسپور میں۔ اسکا بیان مفصل اپنی کتاب میں جلد ۱۹ میں لکھیں خاکسار نے بعض علماء سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو جواب ملا کہ درست ہے۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ نادرست ہے۔ اب میں سکوت کر گیا ہوں۔ جب آپ کی کتاب چھپ جاویگی تو بعد مطالعہ کے میں منادی کردونگا۔ مورخہ ۱۸۔ مئی ۱۸۹۸ء۔

چوتھا استفتاء متعلق انجمن معین المسلمین لاہور ہے۔ جو گھیانہ ضلع جھنگ سے آیا ہے :۔

جناب مولوی صاحب جی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد واضح ہوئے کہ کمترین فرزند مولوی رحیم بخش ہکنہ بٹالہ محلہ قاضیاں ہٹیاں کا ہے شائد جناب کو معلوم ہوگا۔ میرا نام حبیب اللہ ولد مولوی رحیم بخش ہے متصدی حلوائی میری دکان میں دکاندار ہے۔ ایک مسئلہ کی بابت عرض ہے۔ کہ بواپسی ڈاک مطلع فرماویں۔ جو انجمن معین المسلمین لاہور میں مقرر ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اس میں داخل ہونا یا اِس کو تنبول وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ بہت جلد جواب سے ممتاز فرماویں۔ چنانچہ ۱۲ روپے پانصد برادران سے لیوے۔

راقم حبیب اللہ خان چٹھی رسان مگھیانہ ضلع جھنگ سیال - ۲۴ مارچ ۱۸۹۸ء

پانچواں استفتاء - اسی انجمن معین المسلمین کے متعلق ہے جو دہلی میں حضرت شیخ الکل کے حضور میں پہنچا اور وہاں سے خاکسار کے پاس جواب لکھنے کے لئے حکم لے کر آیا -

۷۸۶ از دفتر انجمن معین المسلمین لاہور ۱۵ - مارچ ۱۸۹۸ء

سراج امت احمدی قدوہ طریقت محمدی حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب دام اللہ فیوضکم پس از سلام سنت الاسلام کہ طریقۂ اہل اسلام است معروض خدمت فیض درجت آنکہ اگرچہ مجکو جناب سے ظاہرا نیاز حاصل نہیں - مگر آں ذات ملکی صفات کے فیض عام کے شہرہ نے جو ضیائے آفتاب کی طرح تمام عالم میں روشن ہے اس خاکسار کو بھی اس قدر جرأت دلائی کہ جناب کو ایک مسئلہ شرعی کے لئے تکلیف دوں - امید کہ از راہ خلق محمدی و ہمدردی اسلام گوارا فرما کر احکام مناسبہ سے سرفراز فرمایئے [illegible] وھو ھذا

کچھ عرصہ سے لاہور میں چند مسلمانوں نے ملکر ایک ایسی انجمن قائم کی ہے جو شادی کے موقعہ پر اپنے ممبر کو ایک معقول رقم سے امداد دیتی ہے - اس وقت اس انجمن میں قریبًا ۱۱۰۰ ممبر ہیں یعنے ۱۱۰۰ شخص شامل ہیں - انہیں سے جب کسی ممبر کے شادی ہوتی ہے تو باقی تنبول جمع کر کے بطور امداد اسکو دیتے ہیں - تنبول یعنے نوتہ دینے والوں میں تین قسم کے ممبر ہیں - ایک وہ جو ایک روپیہ دینے والے ہیں - دوم وہ جو ۸ دیتے ہیں - سوم وہ جو کم مایہ غریب لوگ ہیں ۴ دیتے ہیں - اسطرح عہ ۸ ۴ کے مختلف چندوں سے تنبول جمع کر کے ان ممبروں کو جنکے ہاں شادی ہونیوالی ہے - روپیہ حسب حصص دیا جاتا ہے - یعنے اگر کبھی بجائے ایک ممبر کے دو یا اس سے زیادہ ممبروں کے ہاں شادی درپیش ہو تو کل جمع شدہ تنبول میں سے اس نہج پر تقسیم کیا جاتا ہے کہ ۸ دینے والے ممبر کو ۸ آنہ کا درجہ اور ۴ والے کو ۴ کا درجہ - اور ایک روپیہ والے کو ایک روپیہ کے حساب سے لحاظ رکھ کر روپیہ تقسیم کیا جاتا ہے - میں اس سوال کو شرعی طور پر یوں پیش کرتا ہوں -

زید - عمرو - بکر - خالد - وغیرہ چند صد یا چند ہزار آدمیوں نے ملکر یہ معاہدہ کیا کہ ہم میں سے

جس شخص کے ہاں شادی ہوویگی ہم سب اُسکو ایک خاص رقم شادی کے موقعہ پر بطور تنبول دیا کرینگے۔ کیا یہ صورت اسلام کی رو سے جائز ہے۔ انمیں سے ایک شخص جس نے ابھی ۴ یا ۵ تنبول پر روپیہ دیا ہے۔ اور کل رقم جو اسکی طرف سے وصول ہوئی ہے۔ مقدار میں صرف ۴ یا ۵ روپیہ ہیں۔ اور جب اُسکے ہاں شادی ہوئی تو اسوقت ممبروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے تو کیا وہ شخص شرعاً ایک ہزار روپیہ پانے کا مستحق ہے۔ حالانکہ خود اُسنے ابھی چار یا پانچ روپیہ تنبول دیا ہے۔ کیا اسکا یہ چندہ تنبول بطور احسان کے ہے۔ اور کیا احسان جسکے عوض احسان کی امید یقینی ہو جائز ہے۔ یا کیا اُسکا چندہ بطور قرض کے ہے۔ اور کیا ایسا قرض جسکے عوض اُسے چند صد یا چند ہزار لینے کی امید ہو جائز ہے۔

قواعد انجمن ہذا جسکی نسبت یہ سوال ہیں لف ہذا ہے۔ المرسلہ منشی محمد فیروز الدین جنرل سکرٹری انجمن ہذا (دستخط انگریزی محمد فیروز الدین جنرل سکرٹری۔) جواب کے لئے دو ٹکٹ ارکے ارسال ہیں۔

اسی مضمون کا ایک استفتاء انجمن محمد محمدی برادران لاہور کی طرف سے قاضی ظفر الدین صاحب مدرس عربی یونیورسٹی کالج لاہور کے ذریعہ سے مولوی محمد حسن صاحب ساکن ہبین ضلع جہلم سابق مدرس راولپنڈی اسلامیہ سکول کے پاس پہنچا۔ اور وہ معہ اس جواب کے جو مولوی محمد حسن صاحب نے دیا ہے۔ اس انجمن کے قواعد مشتہرہ کے ساتھ شامل ہو کر چھپا اُسکا پرچہ انجمن کیطرف سے ہمارے پاس پہنچا ہے۔ جس کے ارسال سے انجمن کا یہ مقصود مفہوم ہوتا ہے کہ اگر اس استفتاء کا وہ جواب صحیح ہے تو مؤلف اشاعۃ السنہ اس جواب کی تصدیق کرے اور مقاصد انجمن کی تائید اور اگر وہ جواب صحیح نہیں تو وہ خود جواب صحیح لکھے۔ اس مقصود کی نظر سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم انجمن کے استفتاء اور اُس کے جواب کو جو مولوی محمد حسن صاحب نے دیا ہے اس مقام میں بلفظہ نقل کریں۔

نقل فتویٰ مولوی محمد حسین صاحب ساکن بھیں بجواب استفتاء انجمن محمدی برادران لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زید و عمرو و بکر و خالد چند صد یا چند ہزار آدمیوں نے یہ معاہدہ کیا کہ ہم میں سے جو شخص فوت ہوگا ہم اسکے ورثائے متعینہ کو ایک خاص رقم بعد اسکی وفات کے عطا کرینگے۔ کیا یہ صورت اسلام کی رو سے جائز ہے۔ ان میں سے ایک شخص جس نے ابھی چار پانچ اموات کا چندہ دیا ہے۔ اور کل رقم جو اسکی طرف سے وصول ہوئی ہے۔ اسکی تعداد صرف پانچ سات روپیہ ہے اور جب وہ خود مرا ہے اسوقت ممبروں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ کیا وہ شخص شرعاً ایک ہزار روپیہ کا مستحق ہے۔ حالانکہ اس نے خود صرف چھ سات روپیہ دیئے ہیں۔ کیا اسکا چندہ دینا بطور احسان کے ہے۔ اور کیا ایسا احسان جس کے عوض احسان کی امید یقینی ہو جائز ہے یا کیا اسکا چندہ دینا بطور قرض کے ہے اور کیا ایسا قرض جس کے عوض اُسے صد یا چند ہزار چندہ لینے کی امید ہے شرعاً جائز ہے۔

قواعد انجمن محمد محمدی برادران جس کی نسبت یہ سوال ہے لف ہے۔

الجواب

الحمد للہ جل مجدہ واصلی علی محمد کثر حمدہ وآلہ واہدائہ۔ مندرجہ

ل؁ یہ سوال اور اسکا جواب دونوں صورت واقعہ کی مخالف ہیں۔ نہ سوال مطابق واقعہ ہے نہ اسکا جواب۔ ہم اس سوال اور جواب کی غلطیوں کو جنہوں نے یہ تو گو واقعہ کے بعد ہوئی ہیں اس مقام میں چند مجمل نوٹوں کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔ بعد اختتام فتویٰ ہم اس اجمال کی تفصیل کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(پہلا نوٹ) اس سوال میں یہ فروگذاشت ہوئی ہے کہ اسمیں شرط عطاء اور اسکے معاوضہ کو (جس سے یہ عطاء محض تبرع و احسان ہونے سے خارج ہو کر ہبہ بالعوض ہو جاتا ہے۔ اور اس انجمن کے قواعد میں اسکا کھلم کھلا ذکر و ثبوت پایا جاتا ہے) ذکر نہیں کیا۔ اس اجمال کی تفصیل اس جواب کے شرح میں ہوگی جو ہماری طرف سے لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

صدر استفتاء اس خاکسار عفے اللہ عنہ کو اس کے مخدوم مکرم حضرت قاضی ظفر الدین احمد صاحب امت افاضاتہ نے ارسال فرما کر اس کے جواب لکھنے کا ارشاد فرمایا حسب فقرہ الامر فوق الادب گذارش کرتا ہوں کہ چندہ مذکور ہدیہ اور احسان ہے میرے ناقص خیال میں اس پر کوئی بحث[1] نہیں ہو سکتی کہ یہ چندہ کیوں ہدیہ ہے - کیونکہ عرف عام میں ہدیہ کا معنے جو مشہور ہے وہ اس پر ناطق ہے - البتہ یہ امر قابل بحث ہے کہ ایسا ہدیہ جس کے دینے سے ہدیہ دینے والے کو زیادہ لینے کی امید ہو تو کیونکر جائز ہے اس کے تصفیہ کرنیکے واسطے کتاب اللہ سے اس وقت دو آیتیں میرے حافظہ میں[2] ہیں (سورہ روم پارہ نمبر ۲۱)[3] وما اٰتیتم من ربو لیربو فی اموال النّاس فلا یربو عند اللہ یہ آیت شریفہ سرسری نگاہ میں محرمین کی دلیل ہو سکتی ہے - الا مفسرین علیہم الرحمۃ جہاں تک کہ مجھے معلوم ہے بالاتفاق[4] اسکی تفسیر میں یہی لکھتے ہیں کہ وہ ہدیہ جسکے عوض میں زیادت کی امید ہو حلال ہے میرے پاس اس وقت کشاف - معالم - مدارک - جامع البیان - اکلیل موجود ہے - کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں ہر ایک تفسیر کا جدا جدا لفظ لکھوں صرف معالم التنزیل کا لفظ لکھدیا ہوں - اور بقیہ تفاسیر کا مضمون بالکل اُسمیں آجاویگا واختلفوا فی معنے الاٰیۃ فقال سعید بن جبیر ومجاھد وطاؤس وقتادہ والضّحاک واکثر المفسرین ھو الرّجل یعطی غیرہ العطیۃ لیثیب

دوسرا نوٹ [1] آپکے اس دعوی سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب فقہ میں آپکی نظر نہیں - اور اگر ہے تو آپکی قوت حافظہ میں قصور ہے - اس چندہ کو ہدیہ کہنا کتب فقہ کے برخلاف ہے اے صاحب! یہ تو بیع ہے جسکو ہبہ بالعوض بھی کہتے ہیں یا قرض مشروط بشرط ناجائز یا لاٹری - وقمار اُسکے ہدیہ ہونے کو آپ محل بحث نہیں سمجھتے یہی تو محل بحث ہے -

تیسرا نوٹ - [2] آپکا حافظہ آپکو دھوکا دیتا ہے اور نکما ہو گیا ہے - آیات محرمہ ربوا - اور احادیث اور اقوال فقہاء بکثرت اسمعاملہ کا فیصلہ کرتے ہیں - نہ صرف یہی دو آیتیں جو آپ کو یاد آئی ہیں -

[3] ایسا ہی اصل میں ہے ولیکن مطلبش در بطن قائل -

چوتھا نوٹ - [4] اتفاق مفسرین کا دعوے کرنا غلط ہے تفسیر کبیر - اور بیضاوی میں اسکا خلاف بھی موجود ہے - بلکہ ہر ایک تفسیر سے جن سے آپ متمسک ہوئے ہیں خلاف مفہوم ہوتا ہے -

اکثر منہا فھذا جائز حلال ولکن لا ثواب علیہ فی القیمۃ وھو معنے قولہ عزو جل فلا یربوا عند اللہ (معالم صفحہ ۱۳۳ جلد ۲) فلا یربو عند اللہ۔ اگرچہ سرسری نگاہ میں اس سے وہم حرمت پیدا ہوتا ہو۔ مگر تحقیقی نگاہ سے دیکھا جاوے تو اسکا مطلب اسکی بغیر کچھ ہی نہیں ہو سکتا۔ کہ عند اللہ سے ثواب اخروی مراد ہے۔ فتح البیان صفحہ ۵۳۸۔ آیت مذکور کی تفسیر میں لکھتا ہے۔ قال السدی الربو فی ھذا الموضع الھدیۃ یھدیھا الرجل لاخیہ یطلب المکافاۃ فان ذلک لا یربوا عند اللہ ای لا یوجر علیہ صاحبہ ولا اثم علیہ وھکذا قال قتادۃ والضحاک قال الواحدی وھذا قول جماعۃ من المفسرین قال الزجاج یعنے دفع الرجل الشئے لیعوض اکثر منہ وذلک لیس بحرام۔ ولکنہ لا ثواب فیہ [illegible] زفربی حلال وربوا حرام فاما الربو الحلال فھو الذی یھدی یلتمس ما ھو افضل منہ یعنے کما فی ھذہ الآیۃ (۲) سورہ مدثر پارہ نمبر (۲۹) آیت ولا تمنن تستکثر اس آیت کے معانی سے ایک معنی یہ بھی ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسا احسان نہ کر جسمیں تجھے زیادتی کی نیت ہو۔ اور یہ معنے بھی مجوزین کا استدلال ہو سکتا تھا۔ اگر اسکی نسبت حضرات مفسرین کا یہ قول نہ ہوتا کہ یہ آپ کا خاصہ ہے۔ فتح البیان صفحہ ۷۰۳ پر لکھتا ہے قال الضحاک ھذا حرمہ اللہ علی رسولہ لانہ مامور باشرف الآداب واجل الاخلاق۔ واباحہ لامتہ۔ کشاف اور معالم التنزیل اور جامع البیان اور مدارک۔ جو اسوقت میرے سامنے ہیں ان میں بھی یہی مضمون ہے۔ احادیث میں اگر نظر کیجاوے تو بہت

پانچواں نوٹ + غلط اور محض غلط اور معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ بلکہ غور کرو تو ان ہی تفسیروں سے جنسے آپ استدلال کرتے ہیں وہ معنے مفہوم ہوتے ہیں۔

چھٹا نوٹ + تفسیر کبیر و بیضاوی کیوں سامنے نہیں رکھتے۔ کیا وہ ملتی نہیں یا ان میں اپنے برخلاف مضمون نظر آتا ہے۔

سے شواہد اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ احسان جس کے عوض میں محسن کو محسن الیہ سے اپنے احسان سے چند گونہ امید ہو جائز ہے۔ علامہ جار اللہ زمخشری اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا دونوں آیتوں کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کرتا ہے اور ہدیہ مذکور کے جواز پر اسکو شاہد پیش کرتا ہے۔ المستغزر مثاب بھبتہ۔ مستغزر عرب کی عرف میں اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے کے پاس ہدیہ لیجاوے۔ اور اُس سے صد گونہ کی امید رکھتا ہو۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابوہریرہ سے روائیت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جوان اونٹ ہدیہ کیا۔ آپ نے اسکے عوض میں چھ جوان اونٹ مرحمت فرمائے۔ اعرابی نے اس مرحمت کو قلیل سمجھا۔ اور غصہ ہوا حضرت نے عہد کیا کہ آج کے بعد میں قریشی۔ انصاری۔ ثقفی۔ دوسی۔ کے بغیر کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرونگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی ھریرۃ ان اعرابیا اھدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکرۃ فعوضہ منہا ست بکرات فسخط فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان فلانا اھدی الی ناقۃ فعوضۃ منہا ست بکرات فظل ساخطا ولقد ھممت ان لا اقبل ھدیۃ الا من قریشی او انصاری او ثقفی او دوسی ایک دوسری حدیث کا یہ مضمون ہے جس کو کوئی شخص عطا کرے اگر معطی لہ کو کچھ بہم پہنچے تو وہ بھی معطی کو کچھ عوض دیوے ورنہ کفران نعمت

ساتواں نوٹ ؔ ایک حدیث ہدیہ شتر یا ہدیہ مستغزر آپکو نظر آئی باقی احادیث پر جو ہبہ بالعوض نقود میں فضل اور نسیہ دونو کو حرام کرنے میں نگاہ نہ پڑی ؎ حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء ٭

آٹھواں نوٹ ؔ اولاً اسحدیث کی صحت محل بحث ہے ثانیاً اسحدیث کے مطلب کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں آپ اسحدیث کا محل اور مطلب نہیں سمجھے ہبہ بالعوض نقود کا اسمیں داخل نہیں کتب فقہ دیکھئے اور کتب حدیث بھی ملاحظہ فرمایئے جنمیں ہبہ بالعوض نقود میں نسیہ اور فضل کو حرام کہا ہے۔

نواں نوٹ ؔ۔ اسحدیث کو بھی آپ نہیں سمجھے چندیں مدت فتوے نویسی کرائی ہنوز رہ دو شتر رانشناختی۔

دسواں نوٹ ؔ اسحدیث کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ اسحدیث میں ہدیہ لینے والے کو ہدائیت مکافات ہے ہدیہ دینے والے کو اجازت طلب عوض نہیں ہے۔ افسوس یہ فہم اور حرص فتویٰ نویسی۔ طرفہ یہ کہ اپنی غلط فہمی سے سلف پر آپ نے افترا کیا کہ عوض لینے کی نیت سے احسان کرنا انکا معمول بتایا۔

ہو گا یہ حدیث بھی ترمذی اور ابو داؤد میں ہے - اور اسکے الفاظ یہ ہیں - من اعطی عطاء فلیجز بہ ومن لم یجد فلیثن من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر الخ یہ حدیث تہادوا تحابوا یہ بھی - دیگر ہدیہ کرنا سکھاتی ہے - آثار اور احادیث کے واقف پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ احسان عوض کی نیت پر سلف کرام کا معمول تھا - خود حضور علیہ السلام اعرابی کو اسکے احسان سے زیادہ احسان کرتے ہیں - اگر اسکا فعل حرام ہوتا تو آپ اسکی عملی تصدیق نہ کرتے - اور اعرابی کی نیت تو اسکی خفگی سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ زیادت در زیادت کا طالب تھا - بھس معاہدہ کے حرام کہنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے - معاہدہ کو فی نفسہٖ اگر دیکھا جاوے تو اس پر کوئی حکم نہیں قائم ہوتا - اور جس کی نسبت معاہدہ ہے وہ چیز حلال ہے تو وہ معاہدہ بھی حلال ہے - اور اگر وہ چیز حرام ہے [illegible] یہ وصف ہے کہ وہ ایک مباح یا مستحب چیز کو واجب بنا دیتا ہے - اور اسمیں کسی کو بحث نہیں ہے سلسلہ فیہ میں جس چیز پر معاہدہ ہے وہ چیز کیا ہے مغموم مصیبت زدہ کی دستگیری کون کہتا ہے کہ یہ حرام ہے - اسلام نے تو ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ - تعاونوا تناصروا - ہمدردی کو حرام کہہ دینا خدا جانے کس قاعدہ پر مبنی ہے - اگر وہم ہو سکتا ہے تو صرف یہی کہ ہمدردی کی نیوالی

گیارہواں نوٹ + نظر کیونکر آوے نہ آپ خود فقیہ ہیں - اور نہ فقہاء کی تقلید اختیار کر کے انکی کتب کیطرف رجعت کرتے ہیں - آپ مقلد نہ اور بن بیٹھے ہیں مجتہد اقوال صریحہ فقہاء کو چھوڑ کر بے سمجھے بن سوچے احادیث سے جا لپٹے پھر نظر کیا آوے - ایسے لوگوں کو اجتہاد سے منع کرنے میں فقہاء و اصولین مصیب ہیں - ہم بھی متفق ہیں کہ ایسے لوگوں کو تقلید فقہاء لازم ہے - اور اجتہاد منع -

بارہواں نوٹ + ہمدردی کہاں ہے یہ تو خود غرضی و بدنیتی ہے جسکو آپ بھی خوب سمجھے ہوئے ہیں در حقیقت نوٹ آئندہ میں بتایا جائیگا، مگر بے سمجھی سے اسکی تصحیح کے درپے ہیں جو ہو بھی نہیں سکتی -

تیرہواں نوٹ - + یہی الٹا وہم تمہارا ، اور شیخ جی کی داڑھی میں تنکا یاد دلاتا ہو کہ آپکے خیال میں بھی یہاں ہمدردی نہیں خود غرضی ہے پھر جو اس وہم کا ازالہ آپنے کیا ہے وہ کافی نہیں ہوا -

کو دوسرے موقع پر اپنی یا اپنے وارث کی ہمدردی مقصود ہے۔ اور یہ معونت لوجہ اللہ نہیں ہے مگر اس بحث کو میں کافی طور پر لکھ چکا ہوں۔ کہ ہدیہ یا احسان غریدمال کی نیت پر بھی جائز ہے تو پھر اس معاہدہ بھی جائز ہے۔ ابن ماجہ کی یہ حدیث† کہ اصنعوا لآل جعفر طعاماً۔ کوئی آل جعفر سے اور ان مخاطبین سے مخصوص نہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ میّت کے وارثوں کی دستگیری اچھا کام ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ زید مر گیا ہے اور اس کے وارثوں کے لئے عمر نے اس حدیث کے موافق ایک روپیہ بھیج دیا۔ کیونکہ طعام پکانے سے انکی معونت مراد ہے۔ یا معونت ثابت ہے۔ اب عمرو کے مرنے پر اگر زید کے وارثوں نے بھی عمرو کے وارثوں کی دستگیری کی تو کیا اُنکے حق میں یہ حدیث منسوخ† ہو گئی ہے۔ انہوں نے بھی تو اس حدیث پر عمل کیا۔ اب قباحت کیا ہے۔ اگر غور سے سوچا جاوے تو یہ انجمن ایک ہی قسم کے چند در چند معاہدات کا نام ہے۔ صرف دو شخصوں کا یہ معاہدہ کہ ہم میں سے جو پہلے مرے اسکے وارثوں کو ہم میں سے جو زندہ ہوگا۔ بنا بر اس معاہدہ کے فلاں چیز سے امداد دیگا۔ ہزار یا ہزار آدمی [illegible] ہے۔ صرف زید عمرو کے درمیان اس معاہدہ کا قایم ہونا اگر جائز ثابت ہو گیا تو ہزاروں کروڑں کے درمیان بھی جائز رہیگا کیونکہ اس جگہ یعنے ہزاروں کے درمیان کوئی محرم پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جس شخص نے ایک روپیہ زید کے وارثوں کو ہدیہ کیا تو اسکو زید کے وارثوں سے تو کوئی کثرت کی امید نہیں ہے۔ اگر اسکو کثرت کی امید ہے تو کثیر التعداد معاہدوں سے ہے۔ تو ایک معاہدہ میں نفع اور نقصان کی امید مساوی ہے۔ کثرت نفع کثرت معاہدوں کا نتیجہ ہے۔ اور کثرت معاہدون کی احادوں کی حلت کی علت سے حلال ہے۔ کتاب الروضتین فے اخبار الدولتین مطبوعہ مصر

چوتھویں نوٹ†: اس حدیث کو بھی مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ طعام آل جعفر کے عوض کچھ دیا جانا مشروط ہوتا تو

ہر کجا تمسک اینجا بست صحیح ہو تا مے سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است

پندرہواں نوٹ†: حدیث منسوخ نہیں ہے۔ آپکی تجویز منسوخ ہونے کے لایق ہے

سولہواں نوٹ†: اس مقام میں جو کچھ آپنے کہا ہے میں غور سے مطلقاً کام نہیں لیا۔ اسکی تفصیل اس فتوے کے جواب میں ہے گی

ص ۱۳۷ میں ہے کہ وزیر جمال الدین محمد بن علی بن ابی منصور اصفہانی اور سعد الدین شیر کوہ جرنیل سلطان نور الدین کے فیمابین یہ معاہدہ# تھا کہ ہم میں سے جو پہلے مرے اسکو جو ہم میں سے زندہ ہوگا اپنی گرہ سے مال خرچ کر کے حرمین شریفین میں پہنچا کر دفن کریگا۔ اور اس معاہدہ کے مابعد جمال الدین مر گیا۔ پھر شیخ ابو القاسم کی معرفت اس معاہدہ کا ایفا ہوا۔ شیر کوہ سے اتنا مال لیا گیا کہ جمال الدین کی نعش حرمین شریفین کو پہنچائی گئی۔ اور اُس مال سے قرآن شریف کے پڑھنے والے صوفی مقرر کئے گئے۔ یہ معاہدہ ایک فاضل کی معرفت تکمیل کو پہنچا۔ اور قریباً اس معاہدہ کے ہم شکل++ ہے۔ کیونکہ اس میں بھی وارثوں کو دستگیری تھی۔ سہولت اور کثرت امداد صرف ہیئت اجتماعی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ معاہدہ بجنسہا صرف ایک ہی ہے جو بہت سے اشخاص کے فیمابین قرار پاکر انجمن کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ میری رائے میں یہ معاہدہ جائز معاہدہ ہے۔ اور تمام شروع ہے۔ اسکی ماہیت صرف یہی ہے کہ ممبروں کی جتنی تعداد ہوگی اسیقدر ہدیہ جات کے باہم معاہدات ہونگے۔ اور کسی معاہدہ میں بھی کسی معاہدہ کرنے والے کو اپنے دوسرے حلیف سے اپنے ہدیہ سے ملنے کی امید نہیں ہے۔ اور اگر ہوتی تب بھی جائز تھی۔ البتہ کثرت کی امید بہت سی حلیفوں سے پیدا ہوئی ہے۔ اور جب ایک سے بھی یہ امید جائز تھی تو بہتوں سے بطور اولےٰ جائز ہے۔ کیونکہ دونوں طرفوں سے برابری موجود ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔+

ابو الفیض محمد حسن فیضی متوطن بھین علاقہ چکوال ضلع جہلم۔+

سترہواں نوٹ# وزیر اور جرنیل میں جو معاہدہ ہوا تھا۔ اسمیں کوئی معاوضہ نہ تھا۔ افسوس آپ ایسی ٹی بات کو نہ سمجھے۔ فقہ وحدیث کی دقیق بات کیا سمجھیں گے۔ پھر مفتی بننے کی حرص؟ لاحول ولا قوۃ

اٹھارہواں نوٹ++ غلط ومغالطہ دہی ہے۔ اسمیں کوئی مناسبت نہیں۔ وہاں محض احسان بلا بدل ہے۔ یہاں معاملہ بالعوض اور بدل کی شرط سے ہے اور جب یہاں احاد کا یہ معاہدہ بالعوض ناجائز ہے تو مجموعہ معاہدات داگر انکو فرض کیا جاوے) کب جائز ہوگا۔

سابق الذکر تین انجمنوں کے علاوہ اسی قسم کی ایک انجمن خیر اندیش اہل اسلام ہندوستان لاہور ہے جس کا رسالہ شادی فنڈ ہمارے پاس لاہور سے پہنچا ہے۔ ہر چند اسکے متعلق استفتاء نہیں آیا۔ مگر چونکہ اسکا اور باقی تین انجمنوں کا اصل اصول ایک ہے مقصود ایک ہے۔ مذہب ایک۔ بعض ممبر و ڈائرکٹر مشترک۔ لہذا وہ انجمن اور اسکا رسالہ بزبان حال استفتا کر رہا ہے۔ اس قسم کے استفتا اور بہت ہیں۔ مگر سب کا بالاستیعاب نقل کرنا مزید تطویل کا موجب ہے۔ یہ جسقدر تفصیل یا تطویل عمل میں آئی ہے۔ یہ بھی صرف اس امر کے جتانے کی غرض سے ہوئی ہے کہ انجمنوں کے متعلق شرعی فتوے شائع کرنے سے اشاعۃ السنہ کا مقصود خود نمائی یا کسی شخص سے معرکہ آرائی یا کسی شخص یا جماعت کو نقصان رسانی یا کسی شخص یا جماعت کی عیب بیانی ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود صرف ان انجمنوں کو اور دیگر مسلمانان طالبان حق کو صرف حکم شرعی بتانا اور اخوان دین مسلمین کو ایک گناہ سے بچانا جسپر تازہ باعث وہ استفتا ہوئے ہیں۔ ان استفتاؤں کا جواب تحریر کرنے سے پہلے چند مسائل شرعیہ فقہیہ کا بطور تمہید بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ جواب میں صرف ان مسائل کا حوالہ دینا کافی ہو [illegible] تفصیل ان امور کی [illegible] ہے۔

(پہلا مسئلہ)

حنفی مذہب اور دیگر مذاہب میں قرض کا نفع اٹھانا مثلاً سو روپیہ قرض دیکر ایک سو روپیہ پر ایک پیسہ لینا یا خراب چیز قرض دیکر اچھی چیز لینے کی شرط کر لینا حرام ہے۔ اور یہ سود میں داخل ہے۔

درمختار میں ہے کہ اگر کوئی اس شرط کہ ناقص دراہم قرض لے کہ اسکے بدلے اچھی چیز ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہوگی۔ اگر کسی اناج قرض دے اس شرط سے کہ وہ اسکو دوسری جگہ لیجا کر ادا کرے تو یہ شرط بھی باطل ہے اور مدیون پر ویسی ہی چیز کا ادا کرنا واجب ہے جیسے اُسنے لی تھی۔ ہاں بلا شرط بری

القرض لا يتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا يبطل ولكنه يلغو شرط رد شيء آخر فلو استقرض الدراهم مكسورة على ان يؤدي صحيحا كان باطلا وكذا لو اقرضه طعاما بشرط رده

فی مکان اٰخر وکان علیہ مثل ما قبض فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا (یجبر) وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ وفی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام یکرہ للمرتھن السکنٰی فی المرھون باذن الراھن (درمختار صفحہ ۴۵۳)

چیز کے بدلے اچھی دیدے تو جائز ہے۔ قرضخواہ اس لینے سے انکار کرے تو وہ مجبور کیا جائیگا۔ خلاصہ میں ہے کہ شرط کے ساتھ قرض حرام ہو اور وہ شرط لغو ہوگی جیسے کوئی کسی کو قرض دے اس شرط سے کہ وہ دوسرے شہر اسکے ادا کرنے کے لئے چٹھی (یا ہنڈی) لکھدی تاکہ وہ اس ذریعہ سے اپنا قرض اس شہر میں ادا کرے (جس سے وہ اس شہر میں خود جانے سے یا منی آرڈر یا ہنڈوی کی فیس ادا کرنے سے بچ جائے)

اشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ جو قرض نفع دے وہ حرام ہے (یہانتک کہ) مرہون مکان میں مرتہن کو سکونت کرنا گو باذن مالک ہو جائز نہیں ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ ہنڈوی کرانا جسکی

ویکرہ السفـ... وھی قرض استفاد بہ المقرض سقوط خطر الطریق وھذا نوع نفع استفید بہ وقد نہی الرسول علیہ السلام علی کل قرض جر نفعا (ہدایہ صفحہ ۱۱۴ جلد ۳)

صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مہاجن کو کچھ روپیہ بطور قرض دے اور اسکا ادا کرنا دوسرے شہر میں ٹھہرالے تاکہ راستہ کے نقصان کا خطرہ جاتا رہے۔ تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا قرض سے نفع اٹھانا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے قرض سے جو نفع لائے منع کیا ہے۔

مرہون سے مرتہن کے نفع اٹھانے میں جو اور ائمہ شافعی وغیرہ کا اختلاف ہے۔ یا جو ہنڈوی منی آرڈر کے متعلق بحث وکلام ہے۔ اسکی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۹ و ۹ جلد ۱۲ میں ہو چکی ہے۔ اسمقام میں صرف یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ حنفی مذہب میں سود کا نفع خواہ کسی قسم کا ہو حرام ہے۔ اور یہ اصل سود۔ جو عبارات مذکورہ سے حاصل ہوا۔

(دوسرا مسئلہ)

روپیہ کا مبادلہ روپیہ کے (یا غیر مضروب چاندی) یا سونے سے بیع صرف کہلاتی ہے جسمیں دونو عوض کا دم نقد اور دست بدست دینا شرط ہوتا ہے۔ اور اگر ایک طرف اودہار ہو مثلاً آج روپیہ دیا اور اُسکے بدلے دوسرا روپیہ یا چاندی یا سونا ایک ساعت کے بعد (چہ جائیکہ سال دو سال کو) لیں تو شرعاً ربو کہلاتا ہے۔ اور اسکو ربا النسیہ (یعنے اودہار کی وجہ سے سود) کہتے ہیں۔ اس سود کے حرام ہونے میں کسی مذہب کا اختلاف نہیں ہے۔ اس باب میں جو احادیث صحیحہ نبویہ وارد ہیں۔ اسکی تفصیل اور اودہار کے سود ہونے کی عقلی دلیل اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ کے نمبر ۷ میں بصفحہ ۲۰۳ و ۲۰۵ - بیان ہو چکی ہے۔ اس مقام پر صرف ان حنفی بہائیوں کے جو اسوقت ہمارے مخاطب ہیں اطمینان کے لئے کتب حنفی فقہ کی عبارات نقل کیجاتی ہے۔

برہان شرح مراتب الرحمن میں ہے کہ صرف اس بیع کا نام ہے جسمیں داموں کا داموں سے مبادلہ ہو ایک چیز کا اپنی جنس سے (جیسے چاندی کا چاندی یا سونے کا سونے سے) یا غیر جنس سے جیسے سونے کا چاندی سے یا چاندی کا سونے سے) اس میں دونوں عوض کا مبادلہ کرنے والوں کے جدا ہونے سے پہلے قبضہ میں آجانا شرط ہے اس میں سبھی کا اتفاق ہے۔ اور اس کتاب کے باب الربوٰ میں لکھا ہے کہ جس مبادلہ کے عوضین میں دونو صفتیں قدر و جنس کا ایک ہونا پایا جاتا ہے جیسے چاندی کی بیع چاندی سے وہاں بڑہوتری اور اودہار دونو حرام ہیں۔ اور

الصرف بیع الثمن ای الذهب والفضة بالثمن جنسا بجنس کذهب بذهب او فضة بفضة او جنسا بغیر جنس کذهب بفضة او فضة بذهب ویشترط فی الصرف سواء کان بالجنس او بغیره التقابض قبل الافتراق باجماع العلماء (برهان باب الصرف) وقال قبله فی باب الربو۔ فان وجد الوصفان ای القدر والجنس حرم الفضل والنساء و ان عدما حلا وان وجد احدهما ای احد الوصفین بان وجد القدر دون

الجنس کالحنطة بالشعیر او الجنس دون القدر کثوب بجنسہ حرم النساء فقط ای دون الفضل فحرمة ابو الفضل بالوصفین وحرمة ابو النسیئة باحدھما (برہان)

جہاں دونو صفتیں معدوم ہوں - (جیسے روپیہ کی بیع غلہ سے) وہاں بڑھوتری اور ادھار دونو حلال ہیں۔ اور جہاں صرف ایک صفت موجود ہو جیسے گندم کی بیع جو سے یا سونے کی بیع چاندی سے وہاں ادھار حرام ہے۔ بڑھوتری حرام نہیں ہے۔ ایسا ہی ھدایہ اور در مختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے (تفسیر المسئلہ)

جو ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ بالعوض ہو یعنے اس ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ سے بدلہ لینا شرط ٹھرایا گیا ہو۔ یا اسی بدلہ کے مقابلہ میں اور اسکا نام لیکر ہبہ کیا گیا ہو۔ یا ہدیہ یا صدقہ دیا گیا ہو وہ ہبہ اور ہدیہ اور صدقہ نہیں رہتا۔ بلکہ وہ بیع ہو جاتا ہے۔ اسپر بیع کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

الھبة ھی تملیک العین بلا عوض [illegible] البیع لانہ تملیک عین بعوض (برہان)

برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے کہ کسی چیز کا کسی کو بلاعوض مالک [illegible] کا نام ہے۔ بلاعوض کہنے سے بیع ہبہ سے جدا ہو گئی۔ کیونکہ وہ بھی کسی چیز کا مالک بنا دینا ہے۔ مگر بالعوض۔

در مختار میں ہے ہبہ مفت کسی چیز کا دوسرے کو مالک بنا دینا ہے۔ کیونکہ ہبہ میں عوض کا نہ ہونا شرط کیا گیا ہے۔

ھو تملیک العین مجانا ای بلا عوض لان عدم العوض شرط فیہ (در مختار ص۶) والصدقة کالھبة بجامع التبرع وح لا تصح غیر مقبوضة ولا فی مشاع تقسم ولا رجوع فیھا ولو علی غنی لان المقصود فیھا الثواب لا العوض (در مختار ص۶۰۸)

اور در مختار میں کہا ہے کہ صدقہ بھی ہبہ کی مانند ہے اسمیں اسمیں وصف مشترک تبرع احسان ہے۔ لہذا وہ صدقہ بھی غیر مقبوضہ اور قابل قسمت چیز کا صدقہ بلا تقسیم صحیح نہ ہوگا۔ اور اسمیں رجوع بھی جائز نہ ہوگا اگرچہ وہ صدقہ غنی پر ہو۔ کیونکہ صدقہ سے

مقصود ثواب آخرت ہوتا ہے۔ نہ عوض دنیا۔

شیخ عبد الحق صاحب حنفی محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ

والصدقة ما ينفق على الفقراء ويراد ثواب الاٰخرة ولا يكافي وفيه ذل للمعطى له والهدية يراد بها الاكرام ينفق على الاغنياء (لمعات)	میں کہا ہے کہ صدقہ فقیروں پر کیا جاتا ہے جس سے ثواب آخرت مقصود ہوتا ہے۔ نہ اس کا کوئی دنیاوی بدلہ۔ اس سے فقیر کی ذلت مقصود ہے۔ اور ہدیہ سے دوسرے کا اعزاز مقصود ہوتا ہے

اور وہ غنیوں پر کیا جاتا ہے۔

ان تصریحات فقہاء سے جو ہبہ و ہدیہ کی تعریفات میں منقول ہوئی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ ہبہ ہدیہ اور صدقہ ایک ہی چیز ہیں جسکی حقیقت یہ ہے کہ وہ بلا عوض دنیاوی ہو اور جس ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ کا عوض دنیا میں لینا شرط ٹھرایا جائے یا اسی کے عوض میں وہ وقوع میں آوے وہ ہبہ ہدیہ صدقہ نہیں رہتا بیع ہو جاتا ہے۔ ومعہذا فقہاء نے اس مسئلہ کو جدا گانہ اور مستقل طور بھی بیان کیا ہے [illegible] ہے۔

درمختار میں اس مسئلہ میں دو قیدیں لگا دی ہیں۔ اول یہ کہ ہبہ کا عوض متعین

واذا وقعت الهبة بشرط العوض المعين فهو هبة ابتداء وهذا اذا قال وهبتك على ان تعوضني كذا اما اذا قال وهبتك بكذا فهو بيع ابتداء وانتهاء وقيد العوض بكونه معينا لانه لو كان مجهولا بطل اشتراطه (درمختار ص ٦٠) ونقل في المجتبى انه يشترط في العوض ان يكون مشروطا في عقد الهبة واما اذا عوضه بعده فلا (درمختار ص ٦٠)	چیز ہو مجہول نہ ہو۔ دوسری یہ کہ وہ عوض پہلے مشروط ہو۔ بلا شرط کوئی ہبہ کا عوض دیدے تو اس سے ہبہ بیع نہیں ہو جاتا اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہبہ کے وقت یوں کہا جاوے کہ میں نے فلاں چیز فلاں چیز کے بدلے دیدی تو شروع سے ہی بیع ہو جاتی ہے۔

(چوتھا مسئلہ)

ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ بالعوض اگر روپیہ یا چاندی یا سونا ہو تو

اسکے عوض کا دم نقد اور اسی مجلس ہدیہ یا صدقہ میں دیا جانا شرط ہے۔ اور اگر آج کوئی بطور ہدیہ یا ہبہ یا صدقہ روپیہ کسی کو دے۔ اور اسکا عوض یا بدلہ ایک ساعت کے بعد دوسرے جلسہ میں لینا ٹھہرا لے (چہ جائیکہ ایک سال یا کئی سال کے بعد لینا مقرر کرلے) تو یہ سود ہو جائیگا۔ اگرچہ ایک روپیہ کے بدلے ایک ہی روپیہ لے۔ **اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے** کہ ہبہ بالعوض بیع کا حکم رکھتا ہے (چنانچہ مسئلہ سوم میں ثابت ہوا) اور روپیہ کی بیع روپیہ سے ہو تو اسمیں ادھار سے سود لازم آتا ہے۔ (چنانچہ مسئلہ دوم میں بیان ہوا۔)

حنفی مذہب میں روپیہ کے عوض میں روپیہ دینے میں تاخیر کو ناجائز کہتے ہیں یہاں تک تشدد و مبالغہ کیا جاتا ہے کہ اسمیں قرض کی (جو بنظر ابتدائی حالت صرف عاریت ہوتا ہے۔ اور تبرع واحسان کہلاتا ہے۔ اور اسکا بیع ہونا صرف آخری حالت کی نظر سے ہوتا ہے جب وہ قرض ادا کیا جاتا ہے) ادا کرنے میں تاخیر کرنی اور مطالبہ قرضخواہ کے وقت کوئی میعاد مقرر کرنیکو جائز نہیں رکھا جاتا۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہم رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۲ میں کر چکے ہیں۔ اس مقام میں صرف حنفی مذہب کا [illegible] صاحب الرحمن نقل کیجاتی ہے جسمیں یہ تصریح ہے کہ دراہم کے مبادلہ میں ادھار حرام ہے۔ جو اصل رسالہ نمبر ۱ جلد ۱۲ میں ہے برہان میں کہا ہے کہ ہر ایک دَین کو جو نقد واجب الاداء ہو میعادی کر دینا درست ہے۔ بجز قرض کے کہ اسمیں میعاد صحیح نہیں یعنی اسمیں میعاد مقرر ہو تو بھی قرضخواہ جب چاہے اپنے قرض کو وصول کر سکتا ہے۔ ہمارے (حنفیوں کی) دلیل عدم صحت میعاد قرض یہ ہے کہ قرض ابتدائی حالت کی نظر سے تو ایک احسان اور ایک چیز کا عاریۃً دینا ہے۔ اور آخری حالت ادائی کی نظر سے وہ ایک معاوضہ ہے۔ پس اگر اسکو

> وصح تاجيل كل دين الا القرض حتى لو اجله لا يثبت وله المطالبة في الحال ولنا ان القرض اعارة وتبرع ابتداءً ومعاوضة انتهاءً فعلى اعتبار الابتداء لا يلزم التاجيل فيه كالاعارة فله ان يسترد ها من ساعته اذ لا جبر في التبرع وعلى اعتبار الانتهاء لا يصح التاجيل فيه لانه مبادلة الدراهم بمثلها

نستۃ وھو حرام (برہان مختصر اوشلہ فی الہدایہ صفحہ ۶ جلد ۳)	ابتدائی حالت کی نظر سے دیکھا جائے تو اسمیں میعاد کا واجب اللحاظ ہونا ضروری نہیں

جیسا کہ عاریت کی چیز میں یہ امر لازمی نہیں۔ جو شخص اپنی چیز کسی کو عاریت دے وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ کیونکہ احسان میں جبر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اسکو آخری حالت کی نظر سے دیکھا جائے تو اسمیں میعاد جائز ہی نہیں۔ کیونکہ اسحالت میں یہ کی رو سے بیع ہے جسمیں ایک جانب سے اودھار کرنے سے ربا لازم آتا ہے جو حرام ہے۔

(پانچواں مسئلہ)

زمانہ جاہلیت میں قمار کی کئی صورتیں مروج تہیں۔ جنکو خدا تعالے اور اسکے رسول نے منع کیا۔ اور علماء اسلام نے انکی ممانعت پر اتفاق کیا ہے۔ از انجملہ ایک صورت معمولہ مشرکین جاہلیت وہ تھی جسکو تفسیر کشاف۔ کبیر۔ معالم وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ مشرکین عرب چند آدمی ملکر ایک اونٹ اودھار خریدتے۔ اور اسکے گوشت کے دس حصے کرتے [illegible] انکو بانٹتے انمیں کسی تیر یا قلم یا پانسے کا ایک حصہ مقرر کرتے کسی کے دو کسی کے تین کسی کے چار کسی کے پانچ کسی کے چھ کسی کے سات پھر وہ تیر یا پانسے ایک تھیلی میں ڈالکر ایک اور آدمی کے ہاتھ میں دیتے وہ انکو ہلا کر ملا دیتا پھر ایک ایک کے نام سے ایک ایک تیر یا پانسہ نکالتا پھر جسکے نام کا جو تیر یا پانسہ نکلتا وہ اسکا مقرری حصہ لے لیتا تین تیر یا پانسے انمیں سے حصے سے خالی ہوتے جسکے نام کوئی تیر یا پانسہ خالی نکلتا اُس کو

قال صاحب الکشاف کانت لھم عشرۃ اقداح وھی الازلام والاقلام الفذ والتوام والرقیب والحلس والمسبل والمعلی والنافس والمنیح والسفیح والوغد لکل واحد منھا نصیب معلوم من جزور ینحرونھا عشرۃ اجزاء وقیل ثمانیۃ وعشرین جزأً الا ثلثۃ وھی المنیح والسفیح والوغد فللفذ سھم وللتوام سھمان وللرقیب ثلثۃ وللحلس اربعۃ وللنافس خمسۃ وللمسبل ستۃ وللمعلی سبعۃ یجعلونھا فی الربابۃ وھی الخریطۃ و یضعونھا علی ید عدل ثم یجلجلھا و یدخل یدہ فیخرج باسم رجل رجل

قدحاً منہا فمن خرج لہ قدح من ذات الانصباء اخذ النصیب الموسوم بذلک القدح ومن خرج لہ قدح لا نصیب لہ لا یأخذ شیئاً وغرم ثمن الجزور کلہ + (تفسیر کبیر صفحہ ۳۳۱ جلد ۳۔ ومثلہ فی المعالم صفحہ ۹۳)

وھو اصل القمار الذی کان تفعلہ العرب و المراد فی الآیۃ انواع القمار کلھا قال طاؤس وعطاء ومجاھد کل شیٔ فیہ قمار فھو المیسر حتی لعب الصبیان بالجوز والکعاب وروی عن علی فی النرد و الشطرنج انھما من المیسر (معالم صفحہ ۹۵)

المسئلۃ الرابعۃ اختلفوا فی ان المیسر ھل ھو اسم لذلک القمار المعین او ھو اسم لجمیع انواع القمار وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم وھاتین الکعبتین فانھما من میسر العجم وعن ابن سیرین و مجاھد کل شیٔ فیہ خطر فھو من المیسر حتی لعب الصبیان بالجوز واما الشطرنج فروی عن علی انہ قال النرد و الشطرنج من المیسر وقال الشافعی الخ (تفسیر کبیر صفحہ ۳۳۱ جلد ۲)

کوئی حصّہ نہ ملتا۔ اور اونٹ کی ساری قیمت اسکو دینی پڑتی۔

تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے کہ اصل قمار کی صورت یہی ہے جو عرب میں مروج تھی اور اس آیت میں سبھی صورتیں قمار کی مراد ہیں۔ طاؤس وعطاء ومجاہد تابعین امام کہتے ہیں جس چیز میں جُوا یعنی (ہار جیت) ہو وہ قمار ہے۔ یہانتک کہ جو بچے اخروٹ اور نردوں سے شرط لگا کر کھیلتے ہیں وہ بھی قمار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے شطرنج بھی قمار ہے۔ دیئے شرط لگا کر کھیلنا۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ **تفسیر کبیر** میں نقل کیا ہے۔

از انجملہ ایک صورت یہ تھی کہ جاہلیت کے لوگ زندہ حیوان کے گوشت کو اٹکل سے اندازہ کرتے کہ یہ دس سیر یا بیس سیر ہوگا۔ اور اسکے عوض میں کٹا ہوا گوشت دیدیتے۔ یہ سمجھکر کہ اس زندہ حیوان کا گوشت کاٹنے کے بعد بڑھ گیا تو ہمارا رہا۔ گھٹ گیا تو ہمارا گیا۔

از انجملہ ایک صورت یہ تھی کہ اسیطرح اور اسی شرط سے درخت کے پھل کا اندازہ کرتے اور اسکے عوض میں کٹا ہوا پھل دیدیتے اور کہتے کہ گھٹ گیا تو ہمارا گیا۔ بڑھ کر نکلا تو ہمارا نکلا۔ آنحضرت

-20

صلے اللہ علیہ وسلم نے اس صورت کی بیع سے منع کردیا۔ اور اکابر ائمہ نے اس نظر سے کہ اس مبادلہ میں
معاملہ کرنے والا ہار جیت میں متردد رہتا ہے اور اسکو ایک جانب نفع یا نقصان کا علم نہیں ہوتا۔ ایسے
معاملات کو قمار قرار دیا ہے۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں سعید بن المسیب تابعی امام سے روایت

مالک عن زید بن اسلم عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی علی بیع الحیوان باللحم

مالک عن داؤد بن الحصین انہ سمع سعید بن المسیب یقول من میسرۃ اہل الجاہلیۃ بیع اللحم بالشاۃ والشاتین (مؤطا مالک صـ ۲۷۱)

مالک نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المزابنۃ وتفسیر المزابنۃ ان کل شی من [illegible] عددہ ابتیع بشیء مسمی من الکیل او الوزن او العدد الی ان فصلہ ومثل قال فیقول لمانقص من ذلک فعلی غرمہ وما زاد فہو لی اضمن بالنقص لک من ذلک علی ان یکون لی ما زاد فلیس ذلک بیعا ولا کنہ المخاطرۃ والغرر والقمار یدخل ہذا + (مؤطا مالک صـ ۲۵۷)

والمزابنۃ وہی بیع الرطب علی النخل بتمر

ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے ساتھ حیوان کی بیع کرنے سے منع کیا ہے۔ اور سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ ایک بکری یا دو بکریوں سے گوشت کا بیچنا زمانہ جاہلیت کا قمار تھا۔ امام مالک نے آنحضرت سے روائت کیا ہے کہ آپ نے مزابنۃ سے منع فرمایا ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ اس مزابنۃ کی تفسیر یہ ہے کہ ایک چیز کی جسکا وزن ماپ عدد معلوم نہ ہو کسی معین وزن یا ماپ یا عدد سے بیع کریں۔ مشتری کہدے [illegible] جو بڑھا میرا ہوا۔ میں اس شرط سے ذمہ دار ہوں کہ کمی بیشی میری رہی۔ امام مالک نے فرمایا کہ یہ بیع نہ ہوئی جوا ہوا۔

ایسا ہی نیل الاوطار اور فتح الباری میں مزابنۃ کو قمار میں داخل کیا ہے۔ اور دُرِ مختار میں لکھا ہے۔ مزابنۃ یعنے درخت پر کھجوروں کی بیع توڑی ہوئی خرما سے انکے ماپ سے اور انکے اندازہ سے۔ ایسے ہی درخت

مقطوع مثل کیلۃ تقدیرًا ومثلہ العنب بالزبیب و للملامسۃ للسلعۃ والمنابذۃ و وھی نبذھا للمشتری او القاء الحجر علیھا من بیوع الجاھلیۃ منھی عنھا کلھا (عینی) لوجود القمار (درمختار صـ۲۳۶ ج۴)

پر انگوروں کی بیع خشک منقی سے اور بیع ملامسہ (جو صرف مشتری کے ہاتھ لگا دینے سے بیع ہو جائے) اور بیع منابذہ (جو کسی چیز کو مشتری کی طرف پھینک دینے سے یا اسپر کوئی چیز ڈال دینے سے بیع قرار پاوی) یہ سب فاسد بیوع ہیں جو زمانہ جاہلیت میں تھیں انسے ممانعت ہو چکی ہے کیونکہ انمیں قمار پایا جاتا ہے۔

از انجملہ ایک صورت قمار یہ تھی (جو آجکل بھی انگریزی دَوڑ میں یہی مروج ہے) کہ لوگ گھوڑ دوڑ میں دونو طرف سے شرطیں مقرر کر کے گھوڑے دوڑاتے۔ جو بڑھ جاتا وہ شرط کا مال لیجاتا بعض وقت تیسرا سوار ایسا نکلتا جو دونو سے بڑھ جاتا۔ اور وہ دونو کا مال شرطی لیجاتا۔ آنحضرت نے اسکو بھی قمار قرار دیا ہے۔ اور تیسرے شخص کے حق میں فرمایا کہ اگر اسکو اپنے بڑھ جانیکا اور اسوجہ سے مال لے لینے کا یقین ہو تو اسکا فعل بھی داخل قمار ہے۔

شرح السنہ میں روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص دو گھوڑوں میں اپنا گھوڑا داخل

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادخل فرسًا بین فرسین فان کان یومن ان یسبق فلا خیر فیہ وان کان لا یومن ان یسبق فلا باس بہ رواہ فی شرح السنۃ وفی روایۃ ابی داؤد قال من ادخل فرسًا بین فرسین یعنی وھو لا یؤمن من ان یسبق فلیس بقمار ومن ادخل فرسًا بین فرسین وقد امن ان یسبق فھو قمار (مشکوۃ صـ۲۳۹)

وشامل کرے وہ دوسرے گھوڑوں کے بڑھ جانے سے امن میں ہو (یعنے وہ یہ سمجھتا ہو کہ اسی کا گھوڑا بڑھ جائیگا اور وہی شرط لیگا) تو اسمیں خیر نہیں (یعنے یہ قمار ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں لفظ قمار صریح آگیا ہے) اور اگر وہ اس سے بے امن ہو یعنے اسکو خوف ہو۔ کہ دوسرے گھوڑے بڑھ جائینگے تو پھر اس کے شامل ہونیکا کوئی ڈر نہیں یعنے پھر وہ قمار نہیں چنانچہ دوسری روائت میں صریح یہ لفظ وارد ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ اور مجمع البحار میں اسحدیث کے یہی معنے کئے ہیں۔ اور سید جمال الدین۔ صاحب روضۃ الاحباب شارح مشکوۃ نے اور معنے کئے ہیں مگر صاحب مجمع البحار اور سید جمال الدین صاحب وغیرہ علماء نے بالاتفاق بیان کیا ہے۔ کہ

ثم ان كان المال من جهة واحد فجائز ولا يجوز ان كان من كل منهما الا بمحلل۔ ان سبق المحلل احد المستبقين وان سبق فلا شئ عليه وبالمحلل يخرج من القمار لانه كون الرجل مترددا بين الغرم والغنم وذا ينتفي بالمحلل (مجمع البحار ص ۱۹۱ جلد ۲)

تیسرے شخص کے ذمہ بصورت پیچھے رہجانیکے کچھ دینا مقرر نہیں ہوتا اس لئے اسکے شامل ہو جانے سے گھوڑدوڑ قمار ہونے سے نکلجاتی ہے۔ کیونکہ قمار کی تعریف اور حد یہ ہے۔ کہ آدمی اس تردد اور شک میں ہو کہ وہ کچھ لیتا ہے یا اسکو کچھ دینا پڑتا ہے۔ تیسرے شخص کو جو محلل کہلاتا ہے کچھ دینا نہیں پڑتا۔ تو اسکی وجہ سے یہ گھوڑدوڑ قمار ہونے سے نکلجاتی ہے۔

قسطلانی نے شرح بخاری اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم اور شوکانی نے نیل الاوطار میں اور زرقانی نے مؤطا [illegible] کی شرح میں کہا ہے دونو طرف سے گھوڑدوڑ میں شرط ہو تو وہ ناجائز اور قمار ہے۔ اور اگر شرط ایک طرف سے ہو اور بصورت دونو طرفی شرط ہونیکے انکے ساتھ تیسرا شخص محلل ایسا ہو جسکی طرف سے بصورت پیچھے رہجانیکے مال دینا شرط نہ ہو تو قمار نہیں ہے۔ کیونکہ قمار وہی ہے جسمیں آدمی کو ہار جیت اور کچھ لینے یا دینے دونو میں تردد ہو۔ ایک صورت لینے یا جیت کا علم و یقین نہ ہو۔

اتفقوا على جواز المسابقة بغير عوض [illegible] بعوض بشرط ان يكون العوض من غير المتسابقين ام الامام او غيره من الرعية فان اخرج كل منهما مالا على ان سبقه الاخر فله لم يجز لان كلا بينهما مترددين ان يغنم او يغرم وهو صورة القمار الا ان يكون بينهما محلل فيجوز (قسطلانی ص ۹۱ جلد ۵)

وان كان الجعل من المتسابقين جاز وكذا اذا كان بينهما ثالث محلل بشرط ان لا

لایخرج من عندہ شیئاً لیخرج العقد من صورۃ القمار وھو ان یخرج کل منھما سبقا فمن غلب اخذ السبقین فان ھذا ممّا وقع الاتفاق علی منعہ وقد حکی فی البحر عن ابی حنیفۃ رح ان عقد المسابقۃ علی مال باطل (نیل الاوطار صفحہ ۲۹۶ جلد ۷)

یشترط ان یکون العوض من غیر المتسابقین او یکون بینھما ویکون معھما محلل وھو ثالث علی فرس مکافیٔ لفرسیھما ولا یخرج المحلل من عندہ شیئاً لیخرج العقد عن صورۃ القمار (شرح مسلم صفحہ ۱۳۳ جلد ۲)

یشترط ان لایخرج المحلل من عندہ شیئاً لیخرج العقد من صورۃ القمار وھو ان یخرج سبقا فمن غلب اخذہ وھذا ممنوع اتفاقاً (زرقانی صفحہ ۳۲۶ جلد ۲)

دخل الجعل ان شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد وحرم لو شرط فیھما من الجانبین لانہ یصیر قماراً الا اذا ادخلا ثالثاً محللاً بینھما الفرس کفی لفرسیھما یتوھم ان یسبقھما والا لم یجز ثم ان سبقھما اخذ منھما وان سبقاہ لم یعطھما وفیما بینھما ایھما سبق اخذ من صاحبہ (درمختار صفحہ ۷۴۲)

نیل الاوطار اور فتح الباری۔ اور زرقانی میں لکھا ہے کہ دونو طرف سے شرط ہونی صورت میں گھوڑدوڑ کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے۔ نیل الاوطار میں امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ مال کی شرط سے گھوڑ دوڑ باطل ہے ✦

اور دُرِّ مختار میں ہے کہ انعام گھوڑدوڑ اسی صورت میں حلال ہے۔ کہ ایک طرف سے ہو۔ اور اگر دونو طرف سے ہو تو وہ حرام ہے کیونکہ اِس صورت میں قمار ہو جائے گا ہاں اگر وہ دونوں تیسرے سوار کو بھی شامل کر لیں جو اپنے گھوڑے سے دونو کی برابری یا مقابلہ کرے۔ اس وہم و گمان سے کہ وہی بڑھے گا تو اس صورت میں ان دونو کی طرف سے انعام مقرر ہونا حلال ہے وہ بڑھ گیا تو اِن دونو سے انعام لے لیگا۔ اور اگر وہ دونو بڑھ گئے اور وہ پہلا پیچھے رہ گیا تو وہ اُن کو کچھ نہ دیگا۔ پھر ان دونو سے آگے بڑھنے والا دوسرے سے مال لیگا ✦

اِن احادیث نبویہ اور اقوال فقہیہ میں صاف بیان ہوا ہے کہ گھوڑدوڑ جس میں دونو

جانب سے شرط ہو قمار ہے۔ اور قمار کی تعریف و حد و حقیقت یہ ہے کہ اسکا عمل کرنے والا۔ ہار جیت اور مال لینے یا بھر دینے میں ترد اور شک میں ہو۔ اسکو معلوم نہ ہو کہ میں کچھ لیتا ہوں۔ یا ہاتھ سے دے بیٹھتا ہوں۔ اور یہی شک و تردد تینوں صورتوں میں قمار کے پایا جاتا ہے اس سے یہ عام اصول قایم ہوتا ہے کہ جس معاملہ میں معاملہ کرنے والے کو بوقت معاملہ کچھ خبر نہ ہو کہ وہ ہارتا ہے یا جیتتا ہے۔ اُس کو کچھ ہاتھ آتا ہے یا کچھ دینا پڑتا ہے۔ وہ معاملہ قمار میں داخل ہے۔

اس اصول سے اِن سب لاٹریوں کا حکم شرعی یہی معلوم ہوتا ہے

جنکا آجکل رواج عام ہے رسم لاٹری انگریزوں سے نکلی ہے۔ اور بعض ناواقف مسلمانوں نے بھی اختیار کرلی ہے جس کی مختلف صورتیں دیکھی اور سُنی جاتی ہیں۔ کبھی کوئی شخص ایک چیز کی قیمت سو پچاس روپیہ مقرر کرکے اتنے ہی آدمیوں سے ایک ایک روپیہ وصول کرکے جمع کرلیتا ہے۔ پھر اُن سب کے نام کی چٹھیاں لکھ کر ایک صندوق میں ڈال دیتا ہے پھر ان کو ملا جلا کر ہاتھ سے ایک چٹھی نکال لیتا ہے جسکے نام کی وہ چٹھی ہو اسکو وہ چیز دیدیتا ہے، اور باقی سب اپنا ایک ایک روپیہ کھو کر محروم رہتے ہیں۔ روپیہ دینے کے وقت وہ سبھی اس شک و تردد میں ہوتے ہیں کہ دیکھئے ہم ہارتے ہیں یا جیتتے ہیں ہمارے نام کی چٹھی نکل آئی تو پچاس روپیہ ملتا آئے ورنہ ایک روپیہ بھی گیا اور کبھی[1] لاٹری والے بھی ایسا کرتے ہیں کہ بغیر بیع کسی چیز کے ایک یا دو یا پانچ یا دس روپیہ کی چٹھی یا حصہ مقرر کرکے فی کس سے اس چٹھی یا حصہ کا روپیہ وصول کرکے صدہا بلکہ ہزارہا جمع کرتے ہیں۔ اس شرط سے کہ ان سب کے نام و چٹھیاں ایک صندوق میں ڈالینگے پھر جس کا نام سب سے پہلے نکلا اُسکو منجملہ جمع شدہ رقم تیس ہزار روپیہ دینگے جسکا نام دوسرے نمبر پر نکلا اُسکو بیس[2] ہزار جس کا نام تیسرے نمبر نکلا اُسکو دس ہزار و علے ہذاالقیاس چند نمبروں تک کے نام نکال کر اُسکو مقرری رقم دینگے۔ اسکے بعد جسکا نام نکلا وہ محروم رہیگا۔ اور باقی کل روپیہ ان لوگوں کا جنہوں نے اس لاٹری کی تجویز نکالی تھی۔ اس صورت میں بھی روپیہ دینے والے

[1] ایک صورت لاٹری کی وہ بھی ہے جو حکیم امام الدین صاحب امرتسری نے نکالی ہے جسکا ذکر صفحہ ۶ میں مفصل ذکر ہوا ہے۔

شک و تردد میں ہوتے ہیں کہ اگر ہمارا نام نکلا تو پانچ یا دس روپیہ دیکر دس بیس ہزار روپیہ مل جائینگے اور اگر نام نہ نکلا تو دس پانچ روپیہ بھی جائینگے۔ لاٹری کی ان صورتوں اور اس قسم کی اور صورتوں کا جنمیں شکی ہار جیت پائی جاتی ہے۔ اور لاٹری والوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ ہم تھوڑا روپیہ دیکر بہت سا روپیہ لیتے ہیں یا دیا ہوا بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ حکم نصوص شرعیہ مسطورہ اور اقوال فقہیہ مذکورہ سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قمار ہے۔ اور حرام ہے۔ **بعض دین دار** مگر مسائل دین سے ناواقف مسلمان ایسے معاملے نہ اپنے نفسانی اور شخصی اغراض کے لئے بلکہ حسبتہً للہ اور قوم کے لئے کرنے یا کرنا چاہتے۔ اور وہ صورت دوم اور اس قسم کی اور صورتوں سے روپیہ جمع کر کے قومی کاموں میں (جیسے مدارس تعلیم و مساجد عبادت وغیرہ) میں صرف کرنیکا ارادہ رکھتے تھے چنانچہ اسی مضمون کا استفتا ریاست حیدرآباد کے ایک عہدہ دار **ملا عبد القیوم صاحب ڈپٹی کمشنر انعام** نے **گلبرگہ** سے متداول کیا تھا جسکا ایک پرچہ ہمارے پاس بھی انہوں نے بغرض جواب بھیجا تھا۔ ہم نے اس قسم کے سوال کا جواب لکھنے کے لئے اپنا مضمون سود قمار لاٹری وغیرہ جلد ۱۸ میں لکھنا شروع کیا تھا کہ ناگاہ قادیانی سے ہمارا مقابلہ شروع ہو گیا۔ اور وہ مضمون ناتمام رہا۔ اب اس مقابلہ قادیانی سے فراغت ہوئی ہے تو یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ وہ صاحب ہمارے اس مضمون کو اپنے استفتار کا جواب سمجھیں[1]۔ اور نصوص و اقوال مذکورہ میں لاٹری کا حکم دیکھ لیں۔ کہ وہ ناجائز ہے۔ اور قمار میں داخل ہے **کسی کی یہ نیت** کہ ہم اس مال کو ذاتی مصارف میں لائیں گے۔ بلکہ دینی اور قومی کاموں میں صرف کرینگے۔ اس قمار کو جائز نہیں کر سکتی **اس نیت کی مثال** بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی شراب کی تجارت کرے۔ یا گانے ناچنے والی کسبیاں خرید کر انسے ناچنے بجانے کا کام کراوے۔ یا اُن کو زنا پر لگاوے اور اس تجارت کی کمائی صرف مساجد کرے جسکو امید ہے کہ کوئی مسلمان خواہ کیسا ہی ناواقف ہو جائز نہ سمجھیگا۔ اور ان کاموں میں نیک نیتی کا کوئی لحاظ نہ کریگا۔ جو کام بجائے خود بد ہے اس میں کسی کی نیک نیتی کیا اثر کر سکتی ہے۔ یہ **قاعدہ کلیہ مسلمہ** کل ہے کہ پہلے ایک کام کے جواز اور

[1] ملا صاحب کے استفہام کو ہم اس مضمون کے ضمیمہ میں بالفاظ نقل کر کے اسکا مستقل جواب بھی دینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ صفحہ ۱۶ دیکھو۔

- 23

درستی کو دیکھیں۔ پھر اُسکے کرنے میں نیک نیت کریں ✦

تمہیدی مسائل ختم ہوئے اب ہم جواب استفتاؤں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:۔

واضح ہو کہ تمبنول یا نوتہ شادی پر ہو یا موت پر اسلام میں اس کا کہیں اثر پایا نہیں جاتا اور کتب حدیث و فقہ میں اس کا نام و نشان نہیں دیکھا جاتا۔ اور نہ اسلامی بلاد میں جو ہندوستان کے اختلاط و اثر سے محفوظ ہیں یہ رسم جاری ہے۔ بلکہ یہ رسم صرف ہندوستان کی پرانی رسم ہے۔ اور ہندوستان ہی میں اسکا رواج ہے۔ ہندوستان کے ناواقف مسلمانان قدیم نے اس رسم کو ہندؤں سے اخذ کیا ہوا تھا۔ اسوقت کی اسلامی انجمنوں نے اُسکو ترقی و رونق دیکر پہلی حالت سے بھی بدتر بنا دیا ہے۔ اس میں اُنہوں نے ہندؤں کی ایک رسم کو رونق دی ہے۔ کوئی اسلامی مردہ رسم زندہ نہیں کی۔ منجملہ اسکے بانیان مسلم تمبنول گورداسپورہ نے تو اپنے قواعد کے پرچہ میں اقرار کیا ہے۔ کہ اس فنڈ کو قایم کرنے میں ہندؤں نے سبقت کی تھی۔ اُنہوں نے اُن ہی کی پیروی و تقلید اختیار کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ایہا[1] المسلمین۔ بعد ادائے ہدایا [illegible] آپ کو معلوم ہوگا کہ گورداسپورہ میں کوئی دو سال سے اہل ہنود نے ایک فنڈ بنام شادی فنڈ قایم کر رکھا ہے۔ اس میں بانیان فنڈ کو اسقدر کامیابی ہوئی کہ وہ مسلمان ممبروں کی طرف سے بے نیاز ہوگئے اور اُنہوں نے دسمبر ۱۸۹۶ء میں مسلمانوں کی شمولیت قطعاً بند کردی۔ چونکہ تجربہ نے اس فنڈ کا مفید ہونا ثابت کردیا ہے اور مسلمانوں کو بوجہ افلاس اس فنڈ کی زیادہ ضرورت معلوم ہوئی۔ اس لئے گورداسپورہ کے چند ہمدرد مسلمانوں نے خود ایک فنڈ بنام مسلم تمبنول فنڈ گورداسپورہ میں قایم کیا ہے "

[1] ایہا المسلمین غلط ہے صحیح ایہا المسلمون ہے ڈاکٹران فنڈ سے دو صاحبوں کے ساتھ لفظ مولوی بھی لگا یا ہوا ہے۔ وہ اتنی غلطی سمجھ کر اس کی تصحیح نہیں کر سکے تو وہ اس فنڈ کے شرعی حکم کو کیا سمجھتے ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مولوی کہلا کر اس فنڈ میں شامل ہوگئے۔ عام مسلمان ان کو مولوی سمجھ کر دھوکہ نہ کھائیں ✦

یہ صاف وصریح اقرار ہے کہ مسلم تنبول فنڈ نے شادی فنڈ والے ہندوؤں کی تقلید کی ہے۔ باقی انجمنوں کا گو یہ اقرار نہیں۔ مگر وہ بھی ہندوؤں کے ہی پیرو ہیں اس رسم کے اختیار کرنے میں اسلام میں اُنکا کوئی مقتدا نہیں۔

ان انجمنوں نے گو بظاہر بڑی ترقی کی اور تھوڑے عرصہ میں ان انجمنوں کے ممبرں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ اور بظاہر بعض لوگوں کو اس رسم کے ذریعہ دم نقد اور دُنیاوی مال۔ فایدہ یہ ہوا ہے کہ تین تین روپیہ دیکر اڑھائی اڑھائی سو روپیہ وصول کرلیا ہے۔ چنانچہ مسلم تنبول فنڈ مندرجہ رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۸ اسے ناظرین کو معلوم ہوا۔ مگر حقیقت اور دین کی طرف نظر کرنے سے یہ ترقی تنزل سے بدتر ہے۔ اور انجام کی نظر سے اس میں دنیاوی اور مالی بھی نقصان ہے۔ پرانے دستور تنبول یا نوتہ حیات ممات کے مطابق کسی کی شادی یا ماتم پر اگر وا د ا تنبول یا نوتہ دیتا تھا تو اسکے پوتا اُس کو وصول کرتا تھا۔ اور کوئی قید یا شرط اسکے وصول سے مانع نہ تھے۔ مگر ان انجمنوں نے اس رسم کو ایسے شروط و قیود سے مقید کردیا ہے کہ ان کی خلاف ورزی سے [illegible] تنبول دیا ہوا بھی اپنا دیا ہوا بھی ضبط ہوجاتا ہے جس کی نظر سے یہ معاملہ قمار یا لاٹری بن جاتا ہے کہ اگر شروط انجمن کا وفا ہو تو تین روپیہ دے کر اڑھائی سو ہاتھ آگئے۔ اور اگر کسی شرط کے خلاف ہوا تو وہ بھی اور اسکے ساتھ اور پینتالیس کُل پینتالیس ہی گئے۔ اور جو دینی نقصان گناہ ہونے کا بوجھ پڑا وہ اس معاملہ کا سود ملا جو سیدھا جہنم میں لیجائیگا۔ عیاذاً باللہ من ذالک۔ یہ اجمالی جواب استفتاءات و بیان نقصانات ہے۔ اب ہم اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں۔ اور سب سے پہلے استفتاء متعلق مسلم تنبول فنڈ گوردا سپورہ کا جواب تفصیلی دیتے ہیں۔

جواب استفتاء متعلق مسلم تنبول فنڈ گوردا سپورہ

اِس فنڈ کے قواعد کا جو ۱۵ صفحہ۔ اور ۸۰ دفعات میں بیان ہوئے ہیں۔ خلاصہ متعلق فتوائے پانچ امور ہیں :-

امر اوّل ممبر کے ذمہ چندہ

اِس فنڈ میں شامل ہونے والے ممبر (رکن) بوقت داخلہ (شمولیت) للعہ (دو روپیہ) فیس داخلہ عہ/ چندہ سالانہ پیشگی عہ/ قیمت سرٹیفکٹ (سند ممبری) ۸ر قیمت رسالہ ماہوار ۵ار قیمت پرچہ قواعد ار ۔ اور پھر ہر سال ختم ہونے سے ۱۵ دن پہلے چندہ سالانہ عہ/ ۔ اور چندہ امدادی یعنے تنبول حسب شرح مقررہ خود ماہوار ہے یا ۱۲/ یا عہ/ یا ۱۲ ار یا ۱۰ ار یا ۸ر ۔ اور چندہ زائد جو بوقت ضرورت طلب ہو بھیجتے رہیں (دفعہ ۵ لغایت ۱۰ ۔ اور دفعہ ۱۵ ۔ اور دفعہ ۲۲ ۔)

امر دوم چندہ ادا نہ کرنے بلکہ کسی قسم کی حکم عدولی کرنے پر ممبر کا اپنے حقوق سے محروم رہنا

جو ممبر امدادی اور سالانہ چندوں کو وقت مقررہ پر ادا کرنے میں قصور کریگا اِس سے وہ چندہ وصول کیا جائیگا ۔ اور اگر اُس کے ادا کرنے میں بھی اور پندرہ دن تک قاصر رہیگا تو اس کا سابق وصول شدہ چندہ ضبط ہوگا ۔ اور اُسکے حقوق ممبری استحقاق تنبول وغیرہ سب باطل و زائل ہونگے ۔ اور جو روپیہ وہ فنڈ سے لے چکا ہو وہ اس سے واپس لیا جائے گا (اور وہ آیت خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران المبین کا مصداق ہوگا) دفعہ ۱۲ ۔ ۲۴ ۔ و ۲۹) اور نقشہ نمبر اوّل جس کے ذریعہ سے درخواست ممبری ہوتی ہے ۔ اور اس میں صاف اقرار کرایا جاتا ہے کہ ممبر اگر اس کے کسی قاعدہ فنڈ کا خلاف کرے گا تو اِس سے وہ مستوجب تعزیر متذکرہ قواعد ہوگا ۔ یعنے حقوق ممبری سے محروم کیا جائیگا)

امر سوم اِس فنڈ کا معاوضہ اور اُس کے شرائط

چندہ سالانہ و امدادی وغیرہ (جس کی تعداد للعہ روپیہ ہوگی) کے عوض میں ممبر کو جو کچھ بطور تنبول دیا جائیگا اُسکی تعداد ایک ہزار روپیہ سے زاید نہ ہوگی اور اِس ممبر کے دیئے ہوئے امدادی چندہ (ستے لغایت للعہ) سے کم نہ ہوگی اِس رقم تنبول سے فیصدی ۹عہ/ کاٹ کر

انجمن حمایت اسلام لاہور کو دیا جائیگا۔ اس تنبول لینے کی ایک شرط یہ ہے کہ ۴۵ روز شادی سے پہلے اطلاع مینیجر فنڈ کے پاس پہنچ جائے دوسری شرط یہ کہ وہ اپنی مقرر کردہ میعاد سرٹیفکٹ ایک سال لغایت چھ سال سے پہلے طلب نہ کرے۔ اگر پہلے طلب کریگا تو اس کو سرٹیفکٹ بدلانا پڑیگا۔ اور اس کے عوض میں ایک روپیہ فیس تبادلہ دینا پڑیگا مگر پھر بھی سارٹیفکٹ یک سالا نہ بدلا نہ جائے گا۔ یعنے میعاد ایک سال سے پہلے کسیکو تنبول نہ ملے گا (دفعہ ۱۶ و ۱۷ و ۲۶ و ۲۷۔)

امر چہارم عوض چندہ امدادی نہ ملنے کی صورت میں چندہ کا واپس ہونا

جو ممبر نہ بوجہ تقصیر (جسکا حکم امر دوم میں بیان ہو چکا ہے) بلکہ بوجہ مجبوری و قدرتی اسباب تنبول نہ لے سکیگا۔ اسکا صرف چندہ امدادی واپس کیا جائیگا جو دو شخصوں کو جمع شدہ رقم تنبول سے اور باقی اشخاص کو ممبروں سے بنام نہاد زاید چندہ وصول کرکے دیا جائیگا۔ اور جو روپیہ وضع ہو کر داخل چندہ سالانہ و قیمت سرٹیفکٹ اور قیمت رسالہ وغیرہ میں دیچکا ہوگا۔ اس سے وہ ایسا ہی محروم رہیگا جیسے ہارے ہوئے لاٹری یا قمار والے محروم رہتے ہیں۔ (دفعہ ۱۵)

امر پنجم ایک دفعہ عوض چندہ وصول کرکے ممبر کا خارج ہونا

جو ممبر تنبول وصول کرلیگا وہ ممبری سے علیحدہ ہو جائیگا یعنے نہ اسکا کوئی حق فنڈ میں رہیگا اور نہ اس سے چندہ کسی قسم کا مطالبہ کیا جائیگا جب تک کہ وہ حسب قرارداد امر اول دوبارہ چندہ دیگر داخل فنڈ نہ ہوگا۔ (دفعہ ۱۴)

ان **اُمور خمسہ** کے قواعد فنڈ میں پائے جانے سے **معلوم ہوتا ہے** کہ یہ معاملہ شرعاً کسی صورت سے جائز نہیں ہو سکتا۔ ان امور خمسہ کو دیکھکر کس و ناکس کو یقین ہو سکتا ہے کہ یہ معاملہ محض تبرع و احسان بلا عوض تو نہیں ہے۔ جو معاملہ ہے بالعوض ہے اور معہذا انواع

- 25

شروط سے مقید و مشروط - اور معاملات بالعوض یا بیع ہوتی ہے - یا ہبہ بالعوض (جو بیع کے حکم میں ہوتا ہے) یا قرض اور یہ معاملہ ان تینوں صورتوں میں سے کوئی جایز صورت نہیں رکھتا بعض صورتوں کے فرض و تجویز سے اسمیں ربا نسیہ پایا جاتا ہے بعض صورتوں کے فرض سے ربا فضل (بڑہ ہوتری) بعض صورتوں میں ربا فضل اور ربا نسیہ دونو اور یہ بعض حالتوں میں قمار یا لاٹری بن جاتا ہے - غرض اس معاملہ کے جواز کی کوئی صورت بن نہیں پڑتی - اس میں **ممکنۃ الفرض** صورتوں میں **ایک صورت** یہ ہے کہ ممبر (مجموعہ اقسام کا چندہ دینے والے) کو دائن (قرض دہندہ) فرض کریں - اور اس کمیٹی کو جو بواسطہ منیجر یا سکرٹری ہر قسم کا چندہ وصول کرتی ہے - اسکا مدیون قرار دیں - اس صورت میں پنتالیس روپیہ یا کچھ زیادہ دیکر سینکڑوں روپیہ وصول کرنا قرض کا سود ہے جس کی حُرمت مسئلہ **اوّل** میں ثابت ہو چکی ہے -

دوسری صورت یہ ہے - کہ اس میں چندہ دینے والے کو صرف چندہ امدادی یعنے تنبول کی نظر سے دائن فرض کریں - اور مدیون فرادی فرادی اُن جملہ اشخاص کو جنکے لیے کیلئے تنبول [illegible] کمیٹی [illegible] بواسطہ [illegible] محض فرض کرلیں تو اس صورت میں اگر دائن ایک روپیہ تنبول کے بدلے اپنے اُن ہی مدیونوں سے جنکو وہ ایک ایک روپیہ دے چکا تھا ایک ایک روپیہ لے جیسا کہ پُرانی رسم دستور ہنود میں ہوتا تھا کہ جس کو ایک روپیہ دیا اُس سے ایک روپیہ لے لیا - تو اسصورت میں کو سود قرض پایا نہیں جاتا مگر اس میں دو خرابیاں اور لازم آتی ہیں - **اوّل** یہ کہ اس فنڈ میں اس صورت کا فرض کرنا واقع کے برخلاف ہے - کیونکہ اس فنڈ میں صرف ان لوگوں سے ایک ایک روپیہ وصول نہیں کیا جاتا جنکو دائن نے ایک ایک روپیہ دیا تھا - اور نہ بحکم قانون کمیٹی فرادی فرادی اُن لوگوں سے روپیہ دینے والا اپنے روپیہ کا مطالبہ کرسکتا ہے بلکہ یہاں تو وہ نقشہ ہے کہ کرے مونچھوں والا پکڑا جائے ڈاڑھی والا آئے کوئی اور دے کوئی - اور کیونکر ممکن ہے بلکہ وقوع میں آتا ہے کہ جن جن اوقات میں دائن نے روپیہ دیا تھا ان اوقات میں ممبر اور ہوں - اور

جب اسکے تنبول لینے کے دن آئے تو ممبر اور ہو گئے۔ پہلے مر گئے یا باقاعدہ نکل گئے۔ یا امردوم کے اڑنگے یا شکنجہ میں آ کر خارج کئے گئے۔ یا پہلوں کے ساتھ اور شامل ہو گئے۔ لہٰذا اس فنڈ میں اس صورت کا فرض کرنا کہ جن اشخاص کو دائن نے روپیہ دیا تھا ان ہی سے وہ تنبول لینے کے وقت اپنا روپیہ واپس لیتا ہے۔ ایک فرض خلاف واقعہ ہے۔ یہاں تو مجموعہ ممبران موجودہ کمیٹی سے لین دین ہوتا ہے۔ جو بحیثیت مجموعی وحدانی بالاستقلال چندہ لیتے اور اسکے عوض تنبول دیتے ہیں جس میں سود قرض پایا جاتا ہے۔ اور اگر واقعہ سے آنکھ کو بند کر لیں اور قواعد و شروط فنڈ سے بھی نظر اٹھا لیں اور بطور فرض محال فرض کر لیں کہ اس دائن کے مدیون صرف وہی لوگ ہیں جن لوگوں کو اُسنے ایک ایک روپیہ دیا تھا جو اب اُسنے لیا ہے یا یہ فرض کر لیں (جو بالکل خلاف واقعہ فرض ہے) کہ ممبران فنڈ صرف پینتالیس اشخاص تھے اور پینتالیس ہی رہیں گے جنکو اسکا ایک ایک روپیہ پہنچا۔ اور ایک ہی ایک وصول ہو کر کل تنبول پینتالیس ہی ہوگا۔ تو اس صورت میں **دوسری خرابی** یہ لازم آتی ہے کہ اس قرض کو ممبران فنڈ نے ناجائز شروط سے مقید کر رکھا ہے جسکا بیان امر اول دوم و سوم و چہارم میں ہو چکا ہے۔ اور حنفی مذہب میں قرض میں میعاد مقرر کرنا بھی جائز نہیں ہے جسوقت دائن مطالبہ کرے اسیوقت مدیون کو اسکا ادا کرنا لازم ہے چنانچہ مسئلہ چہارم میں گذرا۔ اور یہاں مدت ایک سال پہلے سے ممبر کو حق نہیں دیا گیا۔ کہ وہ اپنے قرض کا مطالبہ کرے۔ اور قرض میں جائز شروط بھی ہوں تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مسئلہ اول میں ذکر و بیان ہوا ہے پھر وہ ناجائز شروط سے کیونکر جائز ہو سکے۔

اس قسم کی شروط کی وجہ سے پرانی رسم و سابق دستور کا تنبول شرعاً جائز نہیں سمجھا۔ کیونکہ اسمیں بھی اس قسم کی شروط پائی جاتی تھیں۔ کہ تنبول دینے والوں کو کھانا کھلایا جائے۔ یا خشک بھاجی دیجاوے اور اسکے عوض کا مطالبہ وقت شادی یا مرگ سے پہلے نہ ہو وعلیٰ ہذا القیاس۔ ان شروط کی وجہ سے پرانا تنبول ناجائز ہوا تو پھر انجمنوں کا مجوزہ تنبول جسمیں

ناجائز شروط کا اضافہ ہوا ہے کیونکر جائز ہو۔ ہاں اگر تنبول صرف بہ نیت تبرع و احسان بلا شرط وصول عوض ہو یا اگر وہ بطور حسنہ قرض ہو تو اسکے ساتھ کھانا لینے کی۔ یا اور شرط نہ ہو۔ اور اس کے مطالبہ کا حق بھی ہر وقت تنبول دہندہ کو دیا جائے تو اسصورت میں تنبول جائز ہو۔ بلکہ داخل احسان و معاونت خیر ہو کر موجب اجر و ثواب ہو۔ مگر ایسا نہ قدیم دستور ہندو و مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اور نہ اب اسلامی انجمنوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تنبول اگر برابر کا برابر بھی ہو۔ اور سود قرض سے خالی ہو تب بھی بوجہ شروط زائدہ (جائز ہوں خواہ ناجائز) ناجائز ہے۔

کتب فقہ میں لکھا ہے (چنانچہ مسئلہ اول سے بیان ہوا۔) کہ قرض میں فاسد شروط کرنے سے خود شروط لغو ہو جاتی ہیں۔ وہ عقد قرض کو باطل نہیں کرتیں۔ اور عوض قرض برابر کا برابر بالالحاظ شرط واپس کرنا جائز ہوتا ہے۔ مگر تنبول مروجہ پرانے طریق پر ہو خواہ انجمنوں کے طریق جدید پر اس مسئلہ سے فائدہ اٹھا کر صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تنبول والے اپنی فاسد شرطوں کو پورا کرتے ہیں۔ انکو لغو قرار دیکر رد مثل بلا شروط عمل میں نہیں لاتے۔ لہٰذا وہ اس مسئلہ سے تمسک نہیں کر سکتے اور مستفید نہیں ہو سکتے۔

تیسری صورت اس تنبول میں یہ فرض کیجا سکتی ہے کہ مجموعہ اس چندہ کو جو ممبر اس فنڈ میں وقتاً فوقتاً دیتے ہیں ہبہ بالعوض قرار دیں۔ اور ممبر چندہ دہندہ کو واہب اور کمیٹی کو موہوب لہ ٹھراویں تو اسصورت میں پینتالیس روپیہ اور کچھ زیادہ مختلف اوقات میں بطور ہبہ دیکر سینکڑوں روپیہ دوسرے وقت میں وصول کرنا ربا فضل اور ربا نسیہ دونوں کو ثابت کرتا ہے کیونکہ ہبہ بالعوض بیع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور شرعاً بیع کہلاتا ہے چنانچہ مسئلہ (سوم) میں ثابت ہوا۔ ازانجا کہ یہاں ہبہ روپیہ بعوض روپیہ ہے لہٰذا یہ بیع صرف قرار پاتی ہے جسمیں کمی و بیشی ربا فضل کہلاتا ہے۔ اور ادھار سے ربو نسیہ لازم آتا ہے۔ جس کی ممانعت مسئلہ (دوم) میں ثابت ہو چکی ہے۔

چوتھی صورت اس تنبول میں یہ فرض کیجا سکتی ہے کہ چندہ دینے والے ممبرونکو صرف امدادی چندہ کی نظر سے واہب قرار دیں۔ اور تنبول لینے والے کو موہوب لہٗ ٹھرادیں۔ اور کمیٹی کو صرف وکیل و واسطہ ہبہ فرض کرلیں تو اس صورت میں (باوجودیکہ اسکا فرض کرنا واقعہ کے مخالف ہے یہاں لینے والا کوئی ہوتا ہے دینے والا کوئی اور بن جاتا ہے جسکا بیان صورت دوم میں گذرا) گو ربا فضل پایا نہیں جاتا۔ ہر ایک ممبر سے ایک روپیہ کے بدلے ایک ایک روپیہ ملتا ہے، مگر اسمیں ربا نسیہ لازم آتا ہے یعنے روپیہ کا ہبہ اَور وقت میں ہوتا ہے اور اسکا بدل تنبول ایک مدت کے بعد دوسرے وقت میں پایا جاتا ہے اور اس ربا نسیہ کی ممانعت مسئلہ **دوم** میں ثابت ہوچکی ہیں۔

یہ چارون صورتیں اسوقت فرض کی جاسکتی ہیں جبکہ چندہ دینے والوں کو اُسکے عوض میں تنبول وصول ہو۔ اور وہ کسی قانونی لپیٹ میں آکر مارا نہ جائے۔ مگر یہ وصولی یقینی نہیں کیونکہ بشہادت امر دوم ممکن ہے چندہ دینے والوں سے انجمن کی شروط و قواعد و ہدایات کا خلاف ہو اور اسکی سزا و تعزیر میں یا اسکا روپیہ ضبط ہوجاوے اور حقوق تنبول وغیرہ باطل اس حالت کی نظر سے اس تنبول کی نسبت یہ پانچویں صورت بھی فرض کیجا سکتی ہے۔ کہ یہ عقد ایک قمار یا لاٹری (جسکا حکم مسئلہ پنجم میں ہوچکا ہے۔) بنجاوے۔ اور امید وصولی صدہا روپیہ کی ہو اور ہاتھ میں خاک بھی نہ آوے۔ بلکہ دیا ہوا روپیہ بھی ہاتھ سے جاوے۔

یہ تو بہ نیت حصول تنبول **چندہ والے** کے لئے اسکے قمار یا لاٹری ہوجانے **کی صورت** ہے۔ اب اسکے **مقابلہ میں** انجمن یا یوں کہو کہ بانی ممبران انجمن کے حق میں (جو صدہا روپیہ تنبول اکٹھا کرکے اس نیت سے دیتے ہیں کہ ہم بھی ایک ایک دن اسیطرح ملکہ دیگر صدہا وصول کرینگے) اس کے قمار یا لاٹری ہوجانے کی صورت بیان کیجاتی ہے کہ انمیں سے بھی ہر ایک کا اس سزا و تعزیر کا (جسکا بیان امر دوم میں گذرا) محل ہونا اور اسوجہ سے اُسکا تنبول سے محروم ہوجانا ممکن ہے۔ اور اگر بالفرض انمیں سے کوئی محل تعزیر و سزا ہوکر

۲۷ الف

خارج نہو تو پہر بھی ممکن ہے کہ اکثر ممبر (کیونکہ اس فنڈ میں تنبول کی درخواستوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی) تنبول لیکر بحکم دفعہ ۱۴ قواعد خارج ہو جائیں - اور پہر وہ ممبر نہ بنیں - لہذا باقیماندہ ممبروں کی قلت کی وجہ سے تنبول دینے والوں کو اپنے وقت ضرورت پر اسقدر رقم وصول نہ ہو جسکی امید پر وہ تنبول دیتے رہے ہوں - چنانچہ حال ۱۸۹۸ء میں ایسا ہی اتفاق ہوا ہے - کہ درخواستیں شادی و تنبول کی زیادہ آگئیں - اور ممبر امید سے کم نکلے - لہذا فی کس ۲۰۸ روپیہ تنبول حاصل ہوا - جس سے ان ممبروں کی جو سینکڑوں کی آس و امید میں بیٹھے تھے آنکھ کھل گئی - اور بعض ارکان انجمن نے ہمارے سامنے (جبکہ ۱۰ جون ۱۸۹۸ء کو ہمکو گوردسپورہ پہنچنے کا اتفاق ہوا -) صاف یہ بات کہدی کہ واقعی یہ تنبول ایک لاٹری کا قسم ہے - اور اسی جگہ ہمنے یہ بھی سنا تھا کہ تنبول کی اسقدر کمی دیکھ کر اب اسکے ممبر کم ہو گئے ہیں جس سے ہمارے اس خیال و مقال کی پوری تصدیق ہوئی - اور یہ بھی ممکن ہو کہ جائز یا ناجائز وجوہات سے فنڈ ہی ٹوٹ جائے - اور کسی تنبول دینے والے کو کچھ بھی وصول نہو

بہرحال اس فنڈ کا ہر ایک ممبر تنبول دینے والا ہو خواہ لینے والا معرض خطرہ اور خوف و تردد میں ہے کہ دیکھو حسب [illegible] ہوا -

جواب استفتاء انجمن معین المسلمین لاہور

اس انجمن کا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو دوسری اس قسم کی اسلامی انجمنوں پر ۱۲ وجہ سے فضیلت و فوقیت ہے - از انجملہ اسکی دوم - سوم - و ہفتم وجوہات یہ ہیں :-

(۲) سوا اس انجمن کے ہندوستان بہر میں اور کوئی انجمن قرضہ اتار نے خرچ کرنے جائیداد خریدنے وغیرہ دیگر ضروریات کیلئے روپیہ نہیں دیتی - (۳) سوا اس انجمن کے آجتک کسی دیسی اسلامی انجمن نے ممبروں کو پنشن (وظیفہ) دینے کا کوئی ڈہنگ نہیں نکالا - (۷) امداد طلب درخواستوں کی تعداد کسی انجمن نے سوچ سمجھ کر مقرر نہیں کی کسی انجمن نے تو یہ شرط لگادی کہ فی ماہ چار یا زیادہ درخواستیں منظور نہیں کیجاوینگی جس کل ممبروں کو وقت پر روپیہ ملنا سخت مشکل ہو گیا اور چونکہ اس حساب سے سال بھر میں صرف (۴۸) ممبر مدد لے سکتے ہیں اسلئے (۵۰۰) ممبروں کیلئے (۱۰۰) سال چاہئیں حالانکہ آجکل بحساب اوسط (۳۰) سال زیادہ کوئی جی نہیں سکتا - اور کسی انجمن نے کوئی حد ہی نہیں ٹھرائی بلکہ یہ لکہدیا کہ فلاں تاریخ تک جسقدر درخواستیں آوینگی

منظور کیجاوینگی کسقدر دہوکا ہی کہ ایکطرف تو ہزاروں کی امید دلائی جاتی ہی اور دوسریطرف ایسی کارروائی کیجاتی ہی کہ سو بھی پلے نہیں پڑے فرض کرو (۵۰۰) نمبر موجو ہیں اور تاریخ مقررتک (۶) درخواستیں یا اس سے بھی زیادہ آگئیں تو فی کس بمشکل نوبھی ملے اب فرمائیے کہ فائدہ کیا ہوا اگر اس انجمن کے بیدار مغز کارکنوں نے دونوپہلو سوچکر وہ طریق اختیار کیا جس سے یہ دونو نقص دور ہوگئے دیکھو قاعدہ (۷۲)

مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ انجمن بھی دہوکہ کا محل یا اُسکا موجب ہونے میں دوسری اس قسم کی انجمنوں سے کم نہیں ہے - چنانچہ بضمن امر سوم امور مندرجہ قواعد انجمن ظاہر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی اور گناہ کے نمبروں میں اوروں سے بڑھ گئی ہی اور انجمنیں تو صرف شادی مرگ پر ربا یا قمار کے معاملات کی مجوز ہیں یہ انجمن علاوہ برآن حج بھی (جو ایک عبادت ہے) مال رباء سے تجویز کرتی ہی - اور اس رباء سے عمر بسر کرنی یعنے پنشن لینی بھی تجویز کر چکی ہے - اس انجمن نے علماء سے استفتا پیچھے کیا - مگر پہلی ان سب معاملات کو اپنی تجویز سے جائز کر لیا -+

اس انجمن کے سوال کا جو صفحہ ۵۰ میں بلفظہ منقول ہوا ہے حاصل یہ ہے کہ چند صد یا ہزار آدمیوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم میں سے جس شخص کے ہاں شادی ہوگی ہم سب اُس کو ایک خاطر [illegible] ایک ایک روپیہ بطور تنبول [illegible] سے ایک شخص جس نے اس معاہدہ کے موافق ہنوز چار یا پانچ اشخاص ممبران کو صرف چار یا پانچ روپیہ دیئے ہیں - اپنی شادی کے موقع پر ہزار ممبران انجمن سے ایک ہزار لیتا ہے - اُسکے وہ چار یا پانچ روپیہ بطور احسان ہیں - یا قرض - اور چار یا پانچ روپیہ احسان یا قرض کے بدلے اسکو ایک ہزار روپیہ لینا جائز ہے - یا نہیں -؟

اس سوال کے ساتھ جو پرچہ قواعد انجمن آیا اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال ناتمام ہے - اسمیں یہ لکھنا بھول یا چھوٹ گیا ہے یا یوں کہو کہ وہ انڈرسٹڈ (یعنے مفہوم ہوتا) تھا اسلئے عمداً چھوڑا گیا ہے - کہ تنبول دینے کے معاہدہ کے ساتھ یہ بھی عہد ہوا تھا کہ جسقدر روپیہ ہم دینگے - اسکے عوض میں اس سے ہزار درجہ یا سو درجہ بڑھ کر یا برابر کا برابر لینگے - بلا عوض کچھ نہ دینگے -" سوال کی صورت واقعی یہی ہے اور عوض لینا بھی اس معاہدہ میں

داخل ہیں تو پھر اُسکا حکم شرعی بیان ماسبق سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معاہدہ شرعاً کسی صورت سے جائز نہیں ہے پہلی صورت قرض کی فرض کیجائے تو جائز نہیں۔ اور اس میں پانچ روپیہ دیکر ایک ہزار لینا صاف سود قرض ہے۔ اور اگر بلحاظ فرادی فرادی ممبروں کے دوسری صورت (ایک روپیہ قرض کے بدلے ایک روپیہ لیاجانا) فرض کی جائے تو (باوجودیکہ اس صورت کا فرض کرنا خلاف واقعہ ہے خصوصاً اس انجمن کے اصول میں جس نے اپنے قواعد کی دفعہ ۵۴ میں صاف کہدیا ہے "کہ جو روپیہ بطور تنبول ممبر کو دیا جاتا ہے وہ بنظر امداد انجمن کی طرف سے دیا جاتا ہے") وہ شروط کے سبب ناجائز ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسمیں تیسری صورت (اسکو ہبہ بالعوض) فرض کیا جائے تو اس نظر سے جائز نہیں کہ اسمیں پانچ روپیہ کا ہزار روپیہ سے بطور اوہار مبادلہ ہوتا ہے اور اسمیں ربا فضل اور ربا نسیہ دونو پائے جاتے ہیں۔ اور اگر اسمیں چوتھی صورت فرض کیجئے۔ (جسکا فرض کرنا خلاف واقعہ ہے۔) کہ اسمیں ہر ایک ممبر کو فرادی فرادی ایک روپیہ بعوض ایک روپیہ ہبہ ہوتا ہے۔ تو اسمیں گو ربا فضل نہ ہو مگر ربا نسیہ پھر بھی موجود ہے۔ اور اگر اسمیں پانچویں صورت کا خیال ہیں اور اس انجمن کے ممبروں کے ان حالات کو جنمیں وہ بارتکاب تقصیرات تنبول سے محروم کئے جائیں۔ یا وہ جائز طور پر انجمن سے نکل جائیں۔ اور انکی تعداد بہت کم ہو جائے۔ یا یہ انجمن ٹوٹ ہی جائے تو ہر صورت میں انجمن کا معاملہ ایک قمار یا لاٹری بن جاتا ہے۔ اس انجمن کی نسبت یہ شرعی حکم بیان ماسبق سے اسلئے ظاہر ہوتا ہے کہ اس انجمن کے اصول و قواعد سے بھی وہی پانچوں امور بلکہ کچھ اُنسے بڑھ کر ثابت ہوتے جو قواعد مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور وہ اس حکم کا مدار ہیں۔ لہذا یہ انجمن بھی اس حکم کا محل ہے جس حکم کا محل مسلم تنبول گورداسپورہ ہے۔

امر اوّل (چندہ بذمہ ممبر) اسکی دفعات ۳۷ و ۶۰ و ۸۳ و ۸۹ و ۹۳ میں ہے کہ ہر راسکا بابت داخلہ و چندہ سالانہ و قیمت اسٹامپ اور دو سال کے لئے چندہ سالم

للعہ نصف یعنی عہ چہارم سے بابت امدادی شادی فنڈ - اور دو سال کے لئے للعہ چندہ ریلیف فنڈ (امداد عام) اور ایک روپیہ فی حصہ منجملہ حصص پنشن فنڈ **امر دوم (چندہ نہ دینے یا اور حکم عدولی پر محرومی)** اس کی دفعہ ۴۴ و ۶۶ و ۸۹ و ۹۳ میں پایا جاتا ہے کہ جو شخص چندہ امدادی وغیرہ مطابق ۳۷ - ۶۰ و ۸۳ وقت مقررہ پر نہ دیگا وہ جملہ حقوق سے محروم ہوگا - اور ایسا ہی نمبر سے درخواست داخلہ نقشہ الف میں جسکے ذریعے وہ ممبر ہوتا ہے - اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ فنڈ کے کسی قاعدہ کا خلاف کریگا - تو اسکے جملہ حقوق زائل ہونگے - اور اُسکی دفعہ ۷۴ میں یہ بھی حکم لگایا گیا ہے کہ جو ممبر اپنا دیا روپیہ میعاد مقررہ سال یا دو سال سے پہلے واپس طلب کریگا - تو اسکا روپیہ ضبط اور اُسکے جملہ حقوق زائل ہونگے - **امر سوم (معاوضہ چندہ اور اسکے شروط)** اسکی دفعات ۶۰ و ۶۱ و ۶۴ و ۶۵ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۴ و ۷۶ و ۷۹ و ۸۴ میں ہے کہ ممبر شادی فنڈ کوئی ممبر ایک روپیہ یا ۸ یا ۴ رکھیگے لیکر اسکی مقرری چندہ للعہ یا عہ رکھنے کے مطابق دیا جائیگا - زیادہ سے زیادہ نمبر اول کو ایک [illegible] اور اس معاوضہ لینے کی شرط یہ ہیں - (۱) میعاد شادی مقرر کرنا (۲) میعاد ختم ہونے پر سرٹیفکیٹ اور تمغہ انجمن میں واپس بھیجنا (۳) ایک سال کے پہلے درخواست امداد نہ کرنا (۴) ایک مہینے میں چار درخواستوں سے زیادہ منظور نہ کیجائے گی - ہاں بصورت گنجائش زیادہ بھی ہونگی - مگر اس گنجائش کی اس انجمن نے کوئی حد اور معنے بیان نہیں کئے - اور نہ یہ نہیں بتایا کہ کم از کم کس قدر روپیہ ایک درخواست والے کو دیا جائیگا - اپریل ۱۸۹۸ء میں جو اُسنے تنبول اما للعہ پانچ اشخاص میں تقسیم کیا ہے اسمیں ایک سو دو روپیہ فی کس آئی ہیں - یہی روپیہ دس بلکہ بیس اشخاص کو بھی تقسیم ہو سکتا تھا - اور ان سب کی اسمیں گنجائش تھی - انجمن کا اسے حد مقرر نہ کرنے اور گنجائش کی شرح نہ کرنے سے اس انجمن کے قواعد میں دہوکا پایا جاتا ہے سینکڑوں کے امیدوار کو ہوائیاں بھی پلے نہیں پڑتیں - اور یہ اس دہوکہ سے زیادہ ہے - جسکا الزام اس انجمن نے دوسری انجمنوں کو دیا ہے - (چنانچہ

28

بصفحہ ۳۷ - اسکا ذکر ہو چکا ہی -) اور اسوجہ سے مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ کو جسنے اونے حد مقرر کردی اور کہدیا ہی کہ وہ تنبول مقدار چندہ ممبر سے کم نہ ہوگا - اور اگر کم ہوگا تو ممبران از خود زائد چندہ دیکر پورا کردینگے - اس انجمن پر ترجیح ثابت ہوتی ہے -

امر چہارم (چندہ کا عوض نہ ملنے پر اسکا واپس نہ ملنا) اسکی دفعہ (۵۶) و ۷۹ میں ہی جنمیں لکہا ہے کہ جو ممبر امداد حاصل کرنے سے فوت ہوجائے تو اسکی جگہ اسکے وارث کو تنبول ملیگا - اگر وہ بجائے اسکے ممبر بنا رہے اور چندہ معمولی دیتا رہے یا اسکے یتیم بچہ کو دیا جائیگا - اگر انجمن حمایت اسلام اسکے مربّی بن جائے ورنہ اسکا چندہ واپس دیا جائیگا -

امر پنجم (وصول تنبول کے بعد ممبر سے خارج ہوجانا) ہر چند اس انجمن میں کوئی ایسی دفعہ قائم نہیں کیگئی جسکی رو سے ممبر بعد وصول تنبول ممبری انجمن سے خارج ہوجائے مگر وصول تنبول کے بعد اسکا خارج ہونا آسانی سے اور بلا تاوان و تکلیف یوں ممکن ہے کہ وہ آئندہ چندہ سالانہ نہ دے یا کسی اور قاعدہ انجمن کا خلاف کرے اور بحکم دفعہ ۴۴ وغیرہ خارج کیا جائے - اس طور سے خارج ہوجانے پر اسپر واپسی تنبول وصول شدہ کی سزا نہیں لگائی گئی جیسے کہ دفعہ ۴۸ میں غلط بیانی اور دہوکہ دہی پر یہ سزا تجویز کی ہے -

امور خمسہ کا تفصیل مسطورہ سے اس انجمن میں پایا نا یقین دلاتا ہے کہ اس انجمن کا شادی فنڈ اور ریلیف فنڈ بھی **اسی حکم شرعی کا مورد و محل ہے** - جو مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ کی نسبت بیان ہوا ہے - رہا اس انجمن کا پنشن فنڈ سو اسکو بھی انجمن نے تو شادی فنڈ و ریلیف فنڈ کی مانند ایک معاوضہ و تبادلہ بنا کر ان ہی کے حکم کا مورد بنا دیا ہے - اور انکے بیان و قرار کے موافق وہ کوئی صورت جواز شرعی نہیں رکھتا - ہاں اگر ممبران انجمن اس فنڈ کو عقد شراکت کی صورت میں کرنا چاہیں اور اپنی شروط فاسدہ سے اسکو بری کر کے شرعی شروط شراکت اس میں لگا دیں تو وہ عقد جائز ہوسکتا ہے - ممبران انجمن اس امر کی خواہش کرینگے تو ہم اسکی شرعی صورت اور اسکے شروط کو بیان کرینگے انشاء اللہ تعالی -

شادی فنڈ انجمن خیر اندیش لاہور کے متعلق استفتاء کا جواب

اس انجمن کے قواعد وشروط بھی تقریباً وہی ہیں جو انجمن معین المسلمین لاہور کے ہیں۔ اور ان قواعد میں وہی امور خمسہ پائے جاتے ہیں۔ جو اس انجمن کے قواعد میں پائے جاتے ہیں۔

امر اوّل (چندہ بذمہ ممبر) فیس داخلہ و چندہ سالانہ قیمت سٹامپ پیپر (اسکی دفعہ ۲۲ میں ہے) علاوہ ازاں چندہ امدادی دو سال کے لئے [illegible] میں دفعہ ۳۱ میں۔

امر دوم (چندہ ادا نہ کرنے یا اور حکم عدولی کرنے جملہ حقوق سے محرومی) اسکی دفعہ ۴۷ و ۷۱ میں ہے۔ اور نیز اس اقرار نامہ میں جسکی رو سے ممبر داخل انجمن ہوتا ہے۔

امر سوم (چندہ کا معاوضہ اور اُسکے شروط) اسکی دفعہ ۲۸ و ۵۰ میں ہے۔ کہ ہر ایک ممبر سے ایک ایک روپیہ وصول کرکے ایک ہزار روپیہ تک تنبول ملیگا۔ اس شرط سے کہ دو سال کے بعد درخواست ہو۔ (۲) تمغہ تقرری ممبری اور سارٹیفکٹ درخواست کے ساتھ واپس آوے۔ (۳) [illegible]

امر چہارم۔ (ممبر کو عوض چندہ تنبول نہ ملنے پر واپسی چندہ) اسکی دفعہ ۱۶ وغیرہ میں ہے کہ اگر ممبر حصول تنبول سے پہلے فوت ہو جائے۔ اور اسکا قایم مقام اُسکا وارث نہ ہو تو اسکا صرف چندہ امدادی اُسکے وارث کو واپس دیا جائے۔ باقی چندہ سالانہ وغیرہ انجمن کا رہا۔

امر پنجم (وصولی تنبول کے بعد ممبری سے خارج ہونا) گو اس انجمن کے قواعد میں بھی درج نہیں ہے۔ مگر وہ اسکی دفعہ ۴۶ کے نوٹ سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ تنبول وصول کرنے کے بعد چندہ سالانہ سے انکار کریگا یا کوئی اور حکم عدولی کریگا تو وہ ممبری انجمن سے خارج ہوگا۔ اور اسپر کوئی تاوان بھی عائد نہ ہوگا۔ جیسا کہ جھوٹے بیان پر امداد حاصل کرنے سے بموجب دفعہ ۸۰ عائد ہوتا ہے۔

لہٰذا اس انجمن کی نسبت بھی وہ حکم شرعی اور وہی فتوےٰ ہے۔ جو انجمن

معین المسلمین لاہور کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اگر اسکو قرض فرض کریں تو اسکے جواز کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ یہ قرض اصل سے بڑھ کر وصول کیا جاتا ہے۔ اور اسمیں ناجائز شروط کا بھی انضمام ہی ہبہ قرض کریں تو بھی ہبہ جائز نہیں۔ کیونکہ ہبہ روپیہ بعوض روپیہ بیع صرف کے حکم میں ہے۔ جسمیں بڑھوتری اور ادھار دونو حرام ہیں۔ اور بعض حالات اور صور تونمیں یہہ قمار یا لاٹری ہو جاتا ہی اگر انجمن اسکو کسی قصور پر ممبری سے خارج کردے یا یہہ خود قواعد انجمن کا خلاف کرکے خارج ہو جاوے۔

انجمن محمد محمدی برادران لاہور کے استفتا کا جواب

اس انجمن کے سوال واستفتا میں بھی وہی فروگذاشت ہوئی ہے جو انجمن معین المسلمین لاہور کے استفتا میں ہوئی ہے۔ کہ معاہدہ کے مضمون میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ جو رقم ہر ایک ممبر کسی ممبر کے فوت ہونے پر دیگا۔ وہ اس رقم کے عوض میں اور اسکے وصولی کی شرط پر ہوگی۔ جو اسکی وفات پر اُسکے وارثوں کو انجمن دیگی۔ اسی شرط معاوضہ سے یہ معاملہ شرعًا ناجائز و فاسد ہوا ہے۔ پھر اُسکی سوال میں فروگذاشت ہوئی۔ تو انجمن نے سوال ہی [illegible] مولوی محمد حسن صاحب بھی نے اسکا جواب دیا تو وہ جواب ہی کیا ہوا۔ شاید انجمن تو یہ کہہ سکتی ہے کہ یہ شرط معاوضہ انڈرسٹنڈ (مفہوم) ہوتی ہے۔ اسلئے ہمنے اسکا ذکر چھوڑ دیا۔ مجیب اول مولویصاحب بھی کیا عذر کرینگے۔؟ اور اس شرط عوض کا لحاظ فروگذاشت کرنیکا کیا جواب دینگے؟ کچھ نہ دینگے اور کبھی نہ دیسکیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اس استفتا کے جواب میں یہہ شرط معاوضہ اور چار امور اور واجب اللحاظ ہیں جن کو ہم بہ ترتیب سابق بیان کرکے اسکا جواب دیتے ہیں۔ امور مذکورہ مندرجہ قواعد انجمن ہاروئے دیگر سے صرف امر چہارم (واپسی چندہ) کا ہمیں ذکر نہیں ہی۔

امر اوّل۔ ذمہ ممبر کے ذمہ چندہ، اس انجمن کا چندہ سالانہ داخلہ فیس سٹامپ ۱۲؍ ہے۔ اور چندہ امدادی ایک روپیہ ماہوار۔ (دفعہ ۴ و ۵ و ۶ و ۱۳)۔

امر دوم۔ (چندہ نہ دینے کا تاوان) تین دفعہ چندہ مانگنے اور تین مہینے تک چندہ امدادی نہ بھیجنے یا درخواست داخلہ نقشہ ب میں دروغ بیانی کرنے پر جملہ حقوق زائل ہونگے (دفعہ ۱۴ و ۲۳)۔ ۹۔

ان ہی دفعات ۱۴ و ۲۳ سے امر پنجم یعنے ممبری انجمن سے علیحدہ ہو جانا ثابت ہوتا ہے گو یہ علیحدہ ہونا حصول امداد کے بعد ہو۔

امر سوم۔ (اس چندہ کا معاوضہ اور اسکی شروط) چندہ کا معاوضہ چندہ دہندہ کو تا حین حیات کچھ نہ ملیگا۔ بعد وفات انجمن ہر ایک ممبر سے ایک روپیہ وصول کرکے اسمیں سے اپنا حق فیصدی پانچ روپیہ کاٹ کر باقی اس متوفی ممبر کے وارث کو دیگی اس قسم کے طالب کئی جمع ہو گئے۔ تو وہی روپیہ انکو بحصہ مساوی تقسیم کر دیگی۔ بہر دو صورت اس روپیہ کی تعداد پانچہزار سے زیادہ نہ ہوگی جو روپیہ زیادہ وصول ہوگا وہ انجمن کا ہوگا۔ (دفعہ ۲-۵-۷-۱۳-۱۵)۔

اس معاوضہ ملنے کی ایک شرط یہ ہے کہ اطلاع وفات ممبر ایک مہینے کے اندر انجمن میں پہنچے۔ باوجود [illegible] (دفعہ ۱۹)

دوسری شرط یہ ہے کہ عرصہ تین مہینے کے بعد امداد ملے گی۔ (دفعہ ۴۹)

اس انجمن کے قواعد میں نمبر ۲ و ۵ میں امداد حیات کا ذکر بھی ہوا ہے۔ مگر تمام قواعد میں اس امداد حیات کے کوئی تشریح اور حد اور شرط بیان نہیں ہوئی۔ لہذا ہم اسکی نسبت کوئی حکم شرعی بیان نہیں کر سکتے۔ صرف امداد وفات کا حکم بیان کرتے ہیں۔ اور اسی کی نسبت استفتاء میں سوال ہے۔

اس چندہ اور اسکے معاوضہ امداد کی نسبت دو ہی صورتیں فرض کیجا سکتی ہیں۔ جو اس سوال استفتاء میں درج ہیں۔ باقیماندہ دو صورتیں جو دوسری انجمنوں کی نسبت فرض کیگئی تہیں (یعنے فرادی فرادی ممبروں سے معاملہ قرض یا معاملہ ہبہ فرض کرنا اسلئے فرض نہیں کیجا سکتیں کہ ایسے چندہ دینے والے زندہ ممبر کا چندہ لینے والے متوفی ممبر یا اسکے وارثوں سے نہ ہبہ کا معاملہ ہو سکتا ہے

- 30

نہ قرض کا۔ متوفی سے اسلیے نہیں ہوسکتا کہ بعد موت وہ اس معاملہ ہبہ یا قرض کا اہل نہیں رہتا اسکے وارثوں سے اسلئے کہ وہ ممبر نہیں ہوتے۔ لہٰذا اسمیں چندہ دہندہ زندہ ممبر اور انجمن ہی سے معاملہ ہوسکتا ہی جسکی حسب بیان سوال دو صورتیں ہیں۔

اوّل صورت یہ ہے کہ یہ ہبہ ہو اسمیں چندہ دہندہ واہب ہو۔ اور انجمن موہوب لہ۔ اور داخلہ و چندہ سالانہ و امدادی مال موہوب۔ اور اسکا بدل جو وفات ممبر کے بعد اسکے وارث کو ملتا ہے۔ عوض ہبہ یہ صورت شرعاً ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ روپیہ کا ہبہ روپیہ کے عوض میں ہے جسمیں ادھار۔ اور بڑھوتری دونو پائے جاتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہیں چنانچہ مسئلہ دوم ثابت ہوچکا ہے۔

دوسری صورت کہ یہ اس معاملہ کو قرض قرار دیں چندہ دہندہ دائن۔ اور انجمن مدیون اور چندہ زر قرض۔ اور اسکے عوض ہیں جو وارثان دائن کو امداد ملتی ہے وہ عوض قرض یہہ صورت بھی یہاں ناجائز ہے۔ کیونکہ اسمیں دس یا پانچ کے بدلے سینکڑوں روپیہ دیا جاتا ہی جو کھلا سود قرض ہے اور [illegible] ہے۔

اس معاملہ میں تیسری صورت (جو دوسری انجمنوں میں پانچوین صورت بنی تھی) قمار یا لاٹری کی بھی متصور ہے۔ گو وہ ایک ہی جانب (چندہ دہندہ کے حقمیں) ہے۔ نہ انجمن کے حق میں وہ یہ ہے کہ چندہ دہندہ سے کسی موقعہ پر چندہ سالانہ یا امدادی ارسال کرنے میں قصور ہو جائے اور اسکی سزا میں وہ اپنے حقوق سے محروم کیا جائے۔ اسصورت میں اس معاملہ کے قمار یا لاٹری ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ دس یا پانچ روپیہ اسنے اس نیت سے دئیے تھے کہ میرے مرنے کے بعد میرے وارثوں کو اسکے بدلے صدہا ملینگے۔ اور اس قصور سے وہ دس یا پانچ بھی ہاتھ سے گئے۔ اور چونکہ اس انجمن نے درخواست امداد وفات کو کسی عدد میں محصور نہیں کیا۔ بلکہ اسکی دفعہ ۵ و ۱۵ میں اسکی توسیع کی گئی ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ موجودہ ممبروں کی تعداد سے زیادہ درخواستیں آوین۔ اسصورت میں باوجود ممبر رہنے اور صدور قصور سے سزایاب ہونے

کے اپنے دیئے ہوئے روپیہ سے کم روپیہ ملے مثلاً دیئے ہوں چارسال میں اٹھتالیس روپیہ ۔ اور ملیں صرف آٹھ روپیہ جو بعینہ لاٹری وقمار کی ایک صورت ہے ۔ اور اگر اختیاری یا غیر اسباب سے انجمن ہی ٹوٹ جائے تو سبھی لوگوں کے روپے بلاقصور ہاتھ سے گئے ۔ اس انجمن نے اپنے قواعد میں جائز طور پر واپسی روپیہ کا کوئی قاعدہ نہیں رکھا جس سے قمار یا لاٹری کا مظنہ پختہ ہوگیا مسلمان ان باتوں کو سوچیں ۔ اور بطمع خام مال کثیر آپنے دئے ہوئے تھوڑی روپیہ کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالیں ۔

یہ استفتار انجمن محمد محمدی برادران کا جواب ہے ۔ اب ہم اس سوال کے پہلے جواب کی طرف (جو ہمارے جواب کا مخالف ہے) اور وہ ص ۹۲ نمبر ۹ میں منقول ہوا ۔ توجہ کرتے ہیں اور اس جواب کے مجیب مولویصاحب بھینی سے مخاطب ہوتے ہیں ۔

وہ جواب من اولہ الٰی آخرہ غلط ہے ۔ اسکا ایک فقرہ ایک جملہ صحیح نہیں ہے ۔ مجیب صاحب (مولوی محمد حسن) نے نہ صورت واقعہ سوال کو سمجھا ہے اور نہ اسکا صحیح [illegible] دیا ۔

یہ امر ہم اس جواب کی ذیل میں (جہاں اُسکو نقل کر چکے ہیں) چند نوٹوں کے ضمن میں جتلا چکے ہیں ۔ اس مقام میں اسی اجمال کی تفصیل کرتے ہیں ۔ وباللہ التوفیق ۔

اوّلاً ۔ آپنے سوال کی فروگذاشت کو نہیں سمجھا ۔ اور اس غلط سوال کو فتوے میں بلا نکتہ چینی نقل کر دیا ۔ اور اُسی غلط سوال کے مطابق جواب دے گئے ۔ اس سوال میں شرط معاوضہ کو ذکر نہیں کیا ۔ آپ نے بھی پرچہ قواعد انجمن کو جو ہم لف سوال خدمت میں پہنچا تا تھا ۔ بغور ملاحظہ فرما کر اس شرط کا لحاظ نہ کیا ۔ اور اس معاملہ کو تبرع و احسان محض بنا دیا ۔ خود دہوکہ کھایا ۔ اور اپنے مستفتیوں خصوصاً اپنے مخدوم قاضی ظفرالدین صاحب کو دہوکہ دیا ۔ (قاضی ظفرالدین صاحب مدرس یونیورسٹی کالج لاہور ہمارے پرانے دوست اور اہل تعلق ہو کر ہمکو چھوڑ کر آپ سے مستفتی ہوئے باوجودیکہ دو دفعہ لاہور میں (دوکان ملک ہیرا صاحب پر ۔ اور مکان

میر ممتاز علی صاحب مہتمم مطبع رفاہ عام پر) ہمنے اپنے رائے کا اُن پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ اور اُنکی رائے کا تخطیہ[1] کر کے انکو کہدیا تھا کہ ایسے فنڈوں میں شراکت کے جواز پر کچھ دلایل وہ رکھتے ہیں تو انکو ہمارے پاس پیش کر کے انکا جواب ہمسے لیں۔ اُنہوں نے ہماری جگہ مولوی محمد حسن صاحب کیطرف رجوع کیا۔ جسکا صلہ یہ پایا۔

پھر آپ (۲) فرماتے ہیں "چندہ مذکور ہدیہ و احسان ہے۔ میرے خیال ناقص میں اسپر کوئی بحث نہیں ہوسکتی۔ کہ یہ چندہ کیوں ہدیہ ہے۔ کیونکہ عرف عام میں ہدیہ کا معنے جو مشہور ہے وہ اسپر ناطق ہے"۔

آپکے اس فقرہ پر جو دوسرا نوٹ ہمنے (صفحہ ۸) رسالہ کیا ہے۔ وہ بہت درست ہے۔ جس شخص کی کتب فقہ میں نظر ہو اس سے کبھی ممکن و متوقع نہیں کہ وہ احکام فقہیہ شرعیہ کو صرف محاورات عرفیہ اور عوام کی بول چال سے ثابت کرے۔ اور پھر دعوے کرے کہ یہ امر طے شدہ ہے۔ محل بحث نہیں۔ اس سوال میں صرف یہی امر بحث طلب تھا جسکو اپنے عرف عام کے سپرد کیا

[illegible] ہبہ یا [illegible] ہے جو بیع کہلاتا ہے۔ یا قرض یا لاٹری کی صورت ہے۔ ہمارا فتوے ملاحظہ ہو۔

پھر آپ (۳) فرماتے ہیں۔ "ہاں البتہ یہ امر قابل بحث ہے کہ ایسا ہدیہ جسکے دینے سے ہدیہ دینے والے کو زیادہ لینے کی امید ہو کیونکر جائز ہے۔ اسکے تصفیہ کرنے کے واسطے کتاب اللہ سے اسوقت دو آیتیں میرے حافظہ میں ہیں۔ (۱) آیت سورہ روم وما اٰتیتم من ربا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ۔ (۲) آیت سورہ مدثر۔ ولا تمنن تستکثر۔ اس فقرہ کے متعلق بھی جو کچھ تیسرے نوٹ میں کہا گیا ہے بہت درست ہے۔

---

[1] جن الفاظ سے انکا تخطیہ کیا گیا تھا۔ ان الفاظ کا نقل کرنا یہاں ضروری نہیں۔ قاضی صاحب کو وہ الفاظ یاد ہونگے۔ قاضی صاحب بھول گئے۔ اور یاد دلانا چاہینگے تو ہم وہ الفاظ بیان کرینگے۔ وہ الفاظ لطف سے خالی نہیں ہیں

آپ کے حافظ نے آپکو ہدیہ و ہبہ کی تعریف بھلادی - اور یہ بات آپ کے خیال اور سمجھ میں نہ آئی کہ صورت واقعہ سوال میں تو اس تنبول کا عوض لینا شرط ٹھرایا گیا ہے - جسکی نظر سے یہ تنبول ہبہ و ہدیہ نہیں رہتا - بلکہ بیع ہو جاتا ہے - یا قرض اور اس معاملہ کی بیع یا قرض ہونے کی صورت میں بہت سی آیات محرمہ ربا و احادیث و اقوال فقہا اس معاملہ کے ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں - پھر ہم کیوں کہہ رہے ہیں کہ اس معاملہ میں زیادہ ملنے کی صرف امید ہے یعنے شرط نہیں - اور اُسکے تصفیہ کے لئے یہی دو آیتیں دلیل ہیں -

پھر آپ (۴) فرماتے ہیں مفسرین بالاتفاق اس کی (یعنے آیت سورہ روم) کی تفسیر میں یہی لکھتے ہیں - کہ وہ ہدیہ جسکے عوض میں زیادت کی امید ہو حلال ہے - پھر آپ نے معالم سے نقل کیا ہے کہ اکثر مفسرین اس ہدیہ کو حلال کہتے ہیں - اور فتح البیان سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک جماعت مفسرین کا قول ہے - اور عکرمہ تابعی کا قول ہے - کہ ربا دو قسم ہوتا ہے - ربا حلال اور ربا حرام اور یہ ہدیہ ربا حلال ہے - اور دوسری آیت کی تفسیر میں فتح البیان سے ضحاک تابعی کا قول نقل کیا ہے کہ ربا [illegible] کیونکہ آپ اشرف آداب و اجل اخلاق سے مامور تھے - امت کیلئے حلال ہے "

حضرات ناظرین - آپ صاحبوں نے فتوی میں ملاحظہ فرمالیا ہے - کہ اُس معاملہ کے ناجائز ہونے پر ہمنے آیت سورہ روم یا سورہ مدثر سے استدلال نہیں کیا - اور جو حکم اس معاملہ کا ہمنے بیان کیا ہے وہ ان آیات سے استدلال پر موقوف نہیں - کیونکہ ہمارے نزدیک یہ معاملہ ہبہ بالعوض ہے - یا قرض ہے مشروط بشرائط ناجائز یا قمار و لاٹری اور اسکا عدم جواز آیات قرآنیہ محرمہ ربو و احادیث نبویہ و اقوال فقہیہ سے ایسا ثابت کر دیا ہے - کہ اسمیں کسی کو مجال دم زنی نہیں ہے - لہذا ہمکو کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے کہ آیت سورہ روم و سورہ مدثر سے اس معاملہ کا عدم جواز ثابت کریں - اور جو مولوی محمد حسن صاحب نے ان آیات سے جواز نکالا ہے اسکا جواب دیں ولیکن چونکہ مولوی محمد حسن صاحب نے ان آیات اور انکی تفسیر

- 32

کے متعلق سخت غلط بیانی کی ہے اور اُنکے بیان میں کمال درجہ کی دھوکہ دہی پائی جاتی ہے۔ اور ان آیات کا مطلب بیان کرنے میں اُنہوں نے اپنے مذہب حنفی کا بھی خلاف کیا۔ اور بلا ضرورت و بلا دلیل بعض شافعی وغیرہ علما کی تقلید کو اختیار کیا ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہو کہ اُنکے دھوکہ دہی اور غلط بیانی کا اظہار کریں اور ان آیات کی صحیح تفسیر جو حنفی مذہب کے مطابق ہے۔ اپنے کل ناظرین خصوصاً حنفی مذہب کے تابعین کو سناویں۔ اور مولوی صاحب کی دھوکہ دہی سے اون کو بچاویں۔

مولویصاحب کا یہ دعوے کہ مفسرین بالاتفاق یہی لکھتے ہیں۔ کہ وہ ہدیہ جسکے عوض میں زیادت کی امید ہو حلال ہے۔ دو غلط گوئیوں پر مشتمل ہے جو لفظ **بالاتفاق** اور لفظ **یہی** کہہ کر آپنے کی ہیں۔ جنکا دوسرے عنوان سے یوں بیان ہو سکتا ہے۔ (۱) اسمقدمہ کے جواز میں مفسرین کا اختلاف نہیں۔ (۲) اس جواز کے سوا تمام تفسیروں میں اور کچھ نہیں لکھا۔ اور یہ دونو باتیں ایسی غلط و خلاف واقعہ ہیں کہ اُن ہی کی متمسک بہا عبارات سے انکا غلط ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ تفسیر معالم کا لفظ اکثر المفسرین خود بتا رہا ہے کہ بعض مفسرین اکثر کے برخلاف عدم جواز کے قائل ہیں۔ ایسا ہی فتح البیان کا لفظ جماعت مفسرین اس اختلاف کی طرف مشعر ہے۔ علاوہ بریں **تفسیر بیضاوی** اور **تفسیر کبیر** میں صریح الفاظ کے ساتھ بھی اس ہدیہ کے جواز میں اختلاف ظاہر کیا ہے۔ ہم اسمقام میں ان آیات کا مطلب صحیح بیان کرکے اُسکی تائید میں تفسیر بیضاوی و تفسیر کبیر سے اختلاف نقل کرتے ہیں اور اُسکے ساتھ یہ بھی بیان کرینگے کہ حنفی مذہب (جس کی پابندی و تقلید کا مولویصاحب کو زبانی دعوے ہے) بھی اس مطلب کے مطابق و موافق ہے جو ہمنے بیان کیا ہے۔ اور اُسکے برخلاف مطلب کا جو دوسرے مفسرین نے بیان کیا ہے مخالف مولوی محمد حسن صاحب نے ان مفسرین کی تقلید میں اپنے مذہب حنفی کا خلاف کیا ہے۔

سورہ روم میں ارشاد ہوا ہے کہ جو تم بیاج (کے طور پر) دیتے ہو تاکہ وہ (بیاج) لوگوں کے مال میں بڑھے۔ سو اللہ کے

وما آتیتم من ربوا لیربوا فی اموال الناس

فلا یربوا عند اللہ (روم ع ۴)

وما اٰتیتم من ربا۔ زیادۃ محرمۃ فی المعاملۃ او عطیۃ یتوقع بھا مزید مکافاۃ فلا یربوا عند اللہ فلا یزکو عندہ ولا یبارک فیہ (بیضاوی ص۱۶۱ ج ۲)

ولا تمنن تستکثر (مدثر ع ۱)

ولا تمنن تستکثر۔ ولا تعط مستکثرا نھی عن الاستغزار وھو ان یھب شیئًا فی عوض اکثر نھی تنزیہ او نھیا خاصًا بہ لقولہ علیہ السلام المستغزر یثاب من ھبتہ (بیضاوی ص۳۹۶ ج ۲)

نھی تنزیہ فالنھی عام وان کان الخطاب بہ صلی اللہ علیہ وسلم وامثالہ کثیر فانہ اسلوب شائع فی القرآن وھو للمذھب فان الاوامر والنواھی تکون عامۃ و ان کان الخطاب خاصًا مالم یدل دلیل علی التخصیص (حاشیہ بیضاوی ص۳۹۶)

ہاں نہیں بڑھتا دیسے خدا اسمیں برکت نہیں کرتا۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ ناجائز بڑھوتری ہے جو معاملہ بیع یا قرض میں ہو یا وہ عطیہ جسکے بدلے زیادہ لینے کی امید رکھی ہو۔ خدا اسکو نہیں بڑھاتا اور اسمیں برکت نہیں کرتا۔ اور سورہ مدثر میں ارشاد ہے تو کسی پر اس نیت سے احسان نہ کرے کہ اس سے زیادہ لے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اس قول سے مراد یہ ہے کہ بہت لینے کی نیت سے کچھ نہ دو۔ یہ استغزار (دھوکہ دیکر لوگوں کا مال مارنا) کی ممانعت ہے جسکی صورت یہ ہے کہ کوئی چیز اسکا عوض زیادہ لینے کے لئے ہبہ کرے۔ یہ ممانعت عام مسلمانوں کے لئے نہی تنزیہی ہے۔ یا یہ خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ممانعت ہے۔

بیضاوی کے حاشیہ میں ممانعت کو نہی تنزیہی ٹھرانے کی صورت میں یہ حکم عام ٹھرایا ہے۔ اگرچہ اس آیت میں خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے خطاب ہے۔ اسکی مثالیں قرآن میں بہت ہیں۔ اور یہ قرآن کا عدم دستور ہے۔ کہ اس میں خطاب خاص لوگوں سے ہوتا ہے۔ اور حکم عام ہوتا ہے اور مذہب بھی یہی ہے۔

اور تفسیر کبیر میں بھی یہی دونوں قول نقل کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ حکم خاص آنحضرت

> والسوال الثانی هذا النهی مختص بالرسول ام یتناول الامة ظاهر اللفظ لا یقتضی العموم وقرینة الحال لا تقتضی العموم لانه علیه السلام انما نهی عن ذلك تنزیها لمنصب النبوة اذ هذا المعنی غیر موجود فی الامة ومن الناس من قال هذا المعنی فی حق الامة هو الربا والله منع الكل من ذلك - السوال الثالث بتقدیر ان یكون هذا النهی مختصا بالنبی صلی الله علیه وسلم هو نهی تحریم او تنزیه الجواب ظاهر النهی التحریم [illegible] تفسیر کبیر [illegible] جلد ۲

صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔ آنحضرت کو اس فعل سے اسلئے منع کیا گیا ہے کہ آپکا منصب نبوت اس سے منزہ رہے۔ دوسرا قول یہ کہ امت کے حق میں بھی یہ امر منع ہے۔ اور یہ اسکے حق میں ربا کہلاتا ہے۔ اور اللہ تعالے نے سب کو اس فعل سے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس فعل کی نہی بطور تحریم ہے۔

عبارت فتح البیان متمسکہ مولوی محمد حسن صاحب میں بھی بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشرف آداب اور احسن اخلاق سے مامور تھے اسلئے آپ پر یہ فعل حرام ہوا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ فعل بد ہے۔ شان آنحضرت کے لائق نہیں ہے۔ پس اگر یہ فعل امت کیلئے حرام نہ ہوگا تو مکروہ و ناپسند ضرور ہوگا۔ جیسا کہ بیضاوی نے کہا ہے۔ اس نقل و تفصیل سے ثابت ہوا کہ ان آیات سے جو زیادہ لینے کی امید سے ہدیہ یا احسان کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض مفسرین اسکو ایک عام حکم ٹھراتے اور اس نہی کو تنزیہی لکھتے ہیں بعض اسکو آنحضرت سے مخصوص کرتے ہیں۔ اور وہ اس نہی کو تحریمی قرار دیتے ہیں۔ امت کے لئے اسکے حلال ہونے پر مفسرین کا اتفاق نہیں ہے۔ اس سے مولوی محمد حسن صاحب کے ان دو نو دعوو نکا کہ مفسرین بالاتفاق اس فعل کو حلال لکھتے ہیں۔ (۲) اور تمام تفسیروں میں بجز اسکی حلت کے کچھ نہیں لکھا۔ غلط و خلاف واقعہ ہونا ثابت ہوا۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور علماء حنفیہ نے ان آیات کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ اور اس ہدیہ کی نسبت جسکا مطلق عوض لینا (چہ جائے زیادہ) مقصود ہو انہوں نے کیا فرمایا ہے۔

اسی تفسیر فتح البیان میں (جسکی عبارت سے مولوی محمد حسن صاحب نے استشہاد کر کے آیت سورہ روم سے حلت ہدیہ مذکور نکالی ہے) اس آیت سورہ روم کی تفسیر میں لکھا ہے

قال المهلب اختلف العلماء فيمن وهب هبة يطلب بها الثواب فقال مالك ينظر فيه فان كان مثله ممن يطلب الثواب من الموهوب له فله مثل ذلك مثل هبة الفقير للغني - و هبة الخادم للمخدوم وهبة الرجل لاميره وهو احد قول الشافعي رح - و قال ابو حنيفة رح لا يكون له ثواب [illegible] وهو [illegible] قول الشافعي [illegible] (فتح البیان صـ ۵۳۹)

مہلب نے کہا ہے اس شخص کے ہبہ کی نسبت جو اپنے ہبہ سے اُسکا عوض لینا چاہیئے۔ علماء کا اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں ہدیہ کو دیکھنا چاہیئے اگر وہ ایسے شخص کی طرف سے ہے کہ ایسے لوگ اپنے ہدیہ سے اُسکا بدلہ لینا ہے چاہتے ہیں۔ جیسے فقیر کا ہدیہ غنی کو یا خادم کا ہدیہ اُس کے [illegible] یا کسی آدمی کا ہدیہ اس کے امیر کے حضور میں تو اُسکو ویسا ہی بدلہ ملنا چاہیئے اور یہی امام شافعی کا قول ہے **امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں** کہ اگر ہدیہ دینے والے نے عوض لینے کی شرط بوقت ہدیہ نہیں کی تو اُسکو بدلہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور یہی امام شافعی کا آخری قول ہے " (عوض و بدلہ لینے کی شرط ہو تو پھر وہ (حنفی مذہب میں) بیع ہے۔ جس کا حکم سابقاً بیان ہو چکا ہے۔

عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يقبل الهدية ويثيب عليها رواه البخاري * والمراد بالثواب المجازاة و اقله ما يساوي قيمة الهدية * * وقد

نیل الاوطار میں یہ حدیث حضرت عائشہ رض سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اسکا بدلہ دیتے پھر اُس بدلہ کی یہ تشریح کی ہے کہ وہ قیمت ہدیہ سے

استدل بعض المالكية بهذا الحديث على
وجوب المكافاة على الهدية اذا اطلق
المهدى وكان ممن يطلب الثواب كالفقير
للغني بخلاف ما يهبه الاعلى للادنى ووجه
الدلالة منه مواظبته صلى الله عليه وسلم ومن
حيث المعنى ان الذي اهدى قصد ان
يعطى اكثر مما اهدى فلا اقل ان يعوض
بنظير هديته وبه قال الشافعي رح في القديم
والهادوية ويجاب بان مجرد الفعل
لا يدل على الوجوب ولو وقعت المواظبة
كما تقرر في الاصول وذهبت الحنفية
والشافعي في الجديد الى ان الهبة للثواب
باطلة لا تنعقد لانه بيع مجهول ولان
موضع الهبة للتبرع + + + وقد
كان بعض اهل العلم والفضل يمتنع هو
واصحابه من قبول الهدية من احد اصلاً
لا من صديق ولا من قريب ولا غيرهما
وذلك لفساد النيات في هذا الزمان
حكى ذلك ابن رسلان (نيل الاوطار
ص ۳۴۰ جلد ۵-)

کم نہ ہو۔ یعنے زیادہ ہو تو ہو۔ اور پھر کہا ہے
اس حدیث سے بعضے مالکی علماء نے اسبات
پر استدلال کیا ہے۔ کہ ہدیہ کا بدلہ دینا واجب
ہے۔ جب ہدیہ دینے والا کچھ بے قید بولا ہو
اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے ہدیہ سے
بدلہ لینے کی نیت رکھتے ہیں۔ جیسے فقیر جو غنی کو
کچھ ہدیہ دے۔ بخلاف اس صورت کے
کہ اعلے شخص ادنے کو کچھ بخشے اس استدلال
کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے۔ کہ جسنے آپ کو ہدیہ دیا اسکو
آپ نے بدلہ دیا۔ اور ایسا ہدیہ دینے والے کی
حالت بھی یہی ہے کہ وہ عوض زیادہ لینے
کی نیت سے ہدیہ دیتا ہے۔ لہذا ضروری ہے
کہ اسکو قیمت ہدیہ سے کم نہ دیا جائے۔ اس
بات کے امام شافعی پرانے قول میں قائل
تھے۔ مگر حنفیہ قائل نہیں۔ اور اسی قول کے
امام شافعی آخر قائل ہوگئے۔ کہ بدلہ کی نیت
سے ہبہ باطل ہے۔ اور وہ درست ہی نہیں
ہوتا۔ کیونکہ وہ ایک مجہول و نامعلوم بیع ہے
اور نیز ہبہ محل تبرع و احسان ہے۔ نہ محل مبادلہ

پھر نیل الاوطار میں کہا ہے۔ کہ بعض اہل علم و صاحب فضل اور انکے صحبتی کسی کا ہدیہ

قبول نہ کرتے نہ دوست کا نہ قرابتی کا - اور نہ کسی اور کا - کیونکہ اس زمانہ (جسمیں وہ تھے) کے لوگوں کی نیت فاسد (یعنے عوض لینے کی) ہوتی ہے - ایسا ہی ابن رسلان نے نقل کیا ہے -

ان عبارات میں صاف صریح ہے کہ امام ابو حنیفہ اور انکے اتباع وغیرہ علماء اس ہدیہ کو جسکا عوض لینا مقصود ہو جایز نہیں رکھتے اور اسکے عوض کو حلال نہیں سمجھتے - اور وہ ان آیات قرآن کا وہی مطلب سمجھے جو ہمنے بیان کیا ہے - اور انکے ظاہری الفاظ سے ثابت ہوتا ہے -

مولوی محمد حسن صاحب نے ان اکابر مذہب حنفیہ کے اقوال کو چھوڑ کر بعض شافعی مفسرین اور عکرمہ و ضحاک وغیرہ تابعین کی تقلید اختیار کر کے اس ہدیہ کو جسکے بدلہ زیادہ لینا مقصود ہو حلال کہا ہے - اور آیات قرآن کا جنسے اس ہدیہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے) صرف ان ہی علماء کی تقلید بلا دلیل سے مطلب بگاڑ کر بیان کیا ہے - اور اپنے مذہب کا صریح خلاف کیا ہے -

مولوی محمد حسن صاحب نے اتنا نہ سوچا کہ ہم حنفی المذہب کہلاتے ہیں - پھر صرف ان شافعیوں یا بعض تابعیوں کی تقلید سے اس ہدیہ کو جو زیادہ لینے کی نیت سے دیا جاوے - باوجود اسکی ربا تسلیم کرنے کے کس دلیل سے حلال کہتے ہیں - اور ربا کی تقسیم دو قسموں (رباء حلال و رباء حرام) میں کس دلیل سے کرتے ہیں - اور اس ہدیہ کو حلال کہنے سے اپنے امام مذہب کی تقلید کیوں چھوڑ جاتے ہیں -

افسوس مولوی صاحب نے اس فتوے کے پانچ صفحوں میں نہ تو کہیں حنفی مذہب کے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ یا انکے اتباع علماء کا کوئی قول پیش کیا - اور نہ کسی کتاب فقہ مذہب حنفی کا کوئی حوالہ دیا آیات قرآن سے اجتہاد کیا تو اسمیں شافعی علماء کی تقلید سے اپنے اصول مذہب حنفی کا خلاف کر کے آیات کا مطلب بگاڑا - احادیث سے استدلال کیا تو اسمیں اصل معانی احادیث کا خلاف کیا - اور صرف اپنی نافہمی کا اظہار کیا جسکا بیان و ثبوت عنقریب آتا ہے - اس استدلال میں بھی حنفی مذہب کو خیر باد کہا پھر بھی آپ حنفیوں کے بھائی حنفی اور انکے مفتی بنے ہوئے ہیں - تعجب ہے اور کمال تعجب ہے -

پھر آپ (۵) فرماتے ہیں کہ تحقیقی نگاہ سے دیکھا جاوے تو اسکا مطلب اُسکے بغیر کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ کہ عند اللہ ثواب اخروی مراد ہے۔

یہ بھی غلط اور محض غلط چنانچہ پانچویں نوٹ میں معروض ہوا۔ اس آیت کا یہ مطلب کیوں نہیں ہو سکتا کہ وہ مال ربو ہے۔ خدا تعالےٰ اسمیں برکت نہیں دیگا۔ یعنے دنیا میں بھی اسمیں برکت نہ کریگا جیسے وہ آخرت میں موجب مواخذہ ہوگا چنانچہ بیضاوی وغیرہ سے نقل ہو چکا ہے۔

پھر آپ (۶) فرماتے ہیں۔ کشاف معالم وغیرہ میں بھی یہی مطلب ہے۔ اسپر جو صفحہ ۹۹ میں نوٹ کیا گیا ہے کافی ہے۔

پھر آپ (۷) فرماتے ہیں۔ احادیث میں اگر نظر کیجائے تو بہت سے شواہد اس قسم کے پائے جاتے ہیں۔ اسپر جو ساتواں نوٹ صفحہ ۱۰۰ میں کیا گیا ہے کافی ہے۔ علاوہ بر آں یہ گذارش بھی ضروری ہے کہ آپنے بزعم خود آیات (انکے معنے بگاڑ کر) پیش کیں۔ اور احادیث (انکے معانی میں غلط فہمی کا اظہار کرکے) بھی دکھائیں مگر فقہ کی کوئی روایت پیش نہ کی۔ اسمیں کیا سر ہے کیا یہی کہ فقہ مذہب حنفی آپ کی رائے کے مخالف ہے یا کوئی اور [illegible] تو جواب

پھر آپ (۸) فرماتے ہیں۔ جار اللہ زمخشری حدیث نقل کرتا ہے۔

صاحب پہلے تو فرمایا ہوتا کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔ اور اُسکی تصحیح کس محدث امام نے کی ہے۔ مفسرین امثال زمخشری کی نقل روایت حدیث بلا تخریج و تصحیح ائمہ لایق اعتماد نہیں ہے۔ یہ لوگ تو اپنی تفاسیر میں موضوعات لانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور ایسی احادیث موضوعہ اپنی تفاسیر میں لائے ہیں۔ جنکے وضع کرنیکا واضعین نے اقرار کیا ہے۔ (رسائل اصول احادیث ملاحظہ ہوں۔)

پھر آپ یہ غور فرماتے کہ ہدیہ بالعوض نقود کا ہو تو وہ بیع صرف کے حکم میں ہے۔ اور اسمیں عوضین کا دست بدست اور بصورت ہم جنس ہونیکے برابر کا برابر ہونا باتفاق فقہ و حدیث واجب و لازم ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح بھی ہو تو علے الاطلاق لایق تسلیم نہیں۔ بلکہ یہ اس ہدیہ سے مخصوص ہے۔ جو

ربوی مال سے نہ ہو۔ جیسے ہدیہ شتر ہے جسکو معاملہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں اسکی تشریح نمبر ۹ میں ہو چکی ہے۔

پھر آپ (۹) فرماتے ہیں۔ ایک اعرابی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹ ہدیہ کیا اسکے عوض میں چھ اونٹ مرحمت فرمائے۔ اعرابی غصہ ہوا۔ اور اسکو تھوڑا سمجھا۔

اسپر جو نوٹ نمبر ۹ میں مجملاً معروض ہوا اسکی تفصیل یہ ہے کہ اونٹ وغیرہ حیوانات ربوی اموال سے نہیں ہیں۔ لہذا انکی تبادلہ میں تفاضل باتفاق مجتہدین اور نسیہ بقول جمہور مجتہدین جائز ہے (چنانچہ نیل الاوطار میں بصفحہ ۵۹ جلد ۵ نقل کیا ہے) اور احادیث وآثار صحیحہ میں آچکا ہے۔ کہ آنحضرت کی اجازت سے صحابہ نے بلکہ خود آنحضرت نے ایک حیوان کے بدلے کئی حیوانات دیئے ہیں۔ ذیل الاول ص ۶۵ وص ۶۶ جلد ۵ ملاحظہ ہو۔) لہذا اگر آنحضرت نے اس اعرابی کے ہدیہ کو جو عوض کا طالب تھا اور وہ چھ اونٹ لیکر بھی راضی نہ ہوا تھا جائز رکھا۔ تو اس سے زیادہ لینے کی نیت سے روپیہ کے ہدیہ کا (جو آپکے خیال میں قبول میں پایا جاتا ہے۔) جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ روپیہ بالاتفاق ربوی اموال سے ہے جسکا ہدیہ بالعوض بیع صرف کہلاتی ہے جسمیں تفاضل اور نسیہ دونو ناجائز [illegible] ہی جو نوٹ نمبر ۹ میں نقل ہوئی ہے۔ "چندیں مدت فتوےٰ نویسی کردی ہنوز زر و شتر را نشناختی"۔

پھر آپ (۱۰) کہتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جسکو کچھ ملجائے وہ بھی دے۔ یہ حدیث بہ یکدیگر بدلہ کرنا سکھاتی ہے۔ اور احسان عوض کی نیت سے سلف کرام کا معمول تھا۔

کمال افسوس کی بات ہے کہ نہ آپ حدیث کا مطلب سمجھتے ہیں اور نہ سلف صالحین کے حالات سے واقف ہیں۔ بااینہمہ مفتی بن بیٹھے ہیں۔ اور کمال دلیری سے من گھڑت خیالات کو آنحضرت اور سلف صالحین کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ اس حدیث میں تو ہدیہ لینے والے کو ہدایت ہوئی ہے کہ وہ ہدیہ کے بدلے کچھ دے اور اس حکم قرآن پر کہ هل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنے نیکی کی بدلہ نیکی ہے کرنا ہے عمل کرے۔ اسمیں ہدیہ دینے والے کو یہ اجازت نہیں دی گئی۔ کہ وہ کسی شخص پر احسان کرکے اسکے بدلے کا طالب ہو۔ اور اس آیت قرآن کا خلاف کرے۔

لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا ۔ یعنے ہم اپنے احسان سے نہ بدلہ لینا چاہتے ہیں نہ اسکی شکرگذاری کے طالب ہیں۔ ہدیہ لینے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ترغیب کہ وہ اُسکا بدلہ دے۔ ایسے ہی جیسے قرضدار کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوقت ادائے قرض اصل قرض سے زیادہ دینے کی ترغیب دی ہے۔ اور یہ بات فرمائی ہے کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے کہ ادائے قرض میں احسان ان خیرکم احسن قضاءً (بخاری ومسلم) کرنے والا ہو یعنے اسمیں زیادتی کرے۔ لئے ہوئے سے بہتر دے چنانچہ اسحدیث کے مورد ترول میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس حکم نبوی سے کوئی شخص نہیں نکال سکتا کہ قرض خواہ کو بھی اپنے قرض سے بہتر لینا اور اس نیت سے قرض دینا جائز ہے۔ جو شخص اس شرط یا نیت سے قرض دے کہ اپنے دیئے ہوئے سے بہتر لے۔ وہ عاق مجتہدین وشہادت فقہ وحدیث بدکار و سود خوار کہلاتا ہے۔ ایسا ہی وہ ہدیہ دینے والا ہے۔ جو اپنے دیئے ہوئے سے بہتر لینا چاہے۔ اور اس نیت سے ہدیہ دے۔ افسوس آپنے سلف صالحین کو بھی ایسا ہی سمجھا۔ اور اس وصیت کا خلاف کیا۔ [illegible]

[illegible] اس قول میں آپنے سلف صالحین پر محض افترا کیا ہے۔ اور اُن کو بدکار و بدنیت ٹھہرایا ہے۔ اور طرفہ یہ طرہ کہ آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس فعل بد کا مصوب و مجوز قرار دیا۔ اور یہ سمجھ لیا ہے کہ عوض لینے کی نیت سے احسان کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود سکھایا ہے۔ اور یہ تعلیم آپ کی اس عمل سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے احسان کے عوض احسان کیا ہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو قرض کے ادا کرنے میں بھی احسان کیا۔ اور لئے ہوئے سے زیادہ دیا۔ پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسان بمقابلہ ہدیہ سے احسان بہ نیت عوض کی تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ تو چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ادائے قرض میں زیادتی کرنے سے قرضخواہ کو دیئے ہوئے سے زیادہ لینے کی نیت سے قرض دینا اور زیادہ لینا آپ جائز کر دیں۔ اور

سود کا دروازہ اچھی طرح سے کھول دیں۔ عیاذاً باللہ من ذالک۔

پھر آپ (۱۱) کہتے ہیں ۔ اس معاہدہ کو حرام کہنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔ اس کا جواب گیارہویں نوٹ میں کافی دیا گیا ہے۔ صفحہ (۱۱) ملاحظہ ہو۔

پھر آپ (۱۲) کہتے ہیں ۔ کہ ہمدردی کو حرام کہنا خدا جانے کس قاعدہ میں ہے۔
اور اگر وہ (۱۳) ہو سکتا ہے تو صرف یہ کہ ہمدردی کرنے والے کو دوسرے موقعہ پر اپنی ہمدردی مقصود ہے۔

ان باتوں کا جواب بھی کافی شافی دیا گیا ہے ص (۱۱) ملاحظہ ہو۔

پھر آپ (۱۴) لکھتے ہیں ۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ جعفر کے جو شہید ہو گئے تھے اہلبیت کو کھانا کھلانا۔

اجی جناب حدیث کا مطلب آپ سمجھتے نہیں۔ پھر بار بار حدیث حدیث کیوں بولتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت جعفر کی وفات پر اہل بیت جعفر کو کھانا کھلانے کی ترغیب میں یہ بھی کہیں شرط یا ذکر ہے (جیسا کہ آپ کے حلال کردہ تنبول وفات میں بذریعہ رسائل و اشتہارات شرط کیا گیا ہے) کہ جو شخص اہل بیت جعفر کو کھانا کھلاوے وہ اپنی وفات کے بعد ویسا یا اس سے بڑھ کر اہل بیت جعفر سے یا اُن کی جگہ اُن کے وکیلوں سے اپنے وارثوں کے لئے کھانا ٹھہرالے۔ اگر اس حدیث میں یہ ذکر ہے تو اُسکا پتہ دیں کہ کہاں ہے۔ اور اگر نہیں تو پھر آپ نے یوں ہی بے سمجھے بے سوچے اس حدیث سے تمسک کیوں کیا۔ اور اس حدیث کو آپکے تنبول وفات سے کیا نسبت ہے۔

پھر آپ (۱۵) بزعم خود آپنے تنبول وفات کو اس حدیث کے مضمون مطابق ٹھہرا کر بڑی دلیری سے فرماتے ہیں کہ کیا حدیث منسوخ ہو گی۔

آسکا جواب بھی کافی شافی دیا گیا ہے۔ کہ حدیث منسوخ نہیں۔ آپ کی سمجھ منسوخ ہونے کے لائق ہے۔

اسمقام میں اسکی کسیقدر تفصیل کیجاتی ہے۔ آپنے **اوّلاً** تنبول وفات کو (جسکا عوض لینا مشروط ہے۔) اس طعام آل جعفر کی (جسکا کوئی عوض دنیاوی بجز ثواب آخرت مشروط ومقصود نہ تھا۔) مانند قرار دینے سے نافہمی کا اظہار کیا۔ **ثانیاً**۔ اس کہنے سے کہ تنبول وفات کے عوض میں متوفی کے وارثوں نے تنبول دہندہ کے وارثوں کی دستگیری کے یہ جتایا کہ آپ صورت واقعہ سوال ہی کو نہیں سمجھے۔ اور اسکا جواب دیتے ہیں۔ اس شخص کے قول پر چلے ہیں۔ جسنے اپنے مخاطب سائل کو کہا تھا۔ کہ میں تیرا سوال تو سمجھا نہیں۔ مگر اسکے جواب کو دیتا ہوں۔ بلکہ اس شخص سے بھی بڑھ گئے ہیں کہ اپنی کلام کو بھی جو جواب میں بولے ہیں نہیں سمجھتے۔ پھر آپ حدیث کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔

صورت واقعہ سوال میں تنبول وفات یا چندہ دینے والے زندہ ممبر ہیں اور لینے والی انجمن جو اُنسے چندہ لیکر اپنا حصہ اسمیں سے رکھ کر باقی اپنی طرف سے متوفی ممبر کے وارثوں کو دیتی ہے ان وارثوں کو بطور الاستقلال و براہ راست کچھ دینا ہوتا ہے۔ اور نہ اُنسے کچھ لینا۔ وارث تو ممبر نہیں ہوتے۔ وہ تو ممبر کے حقیقۃ اشخاص کہلاتے ہیں۔ جو وفات ممبر کے بعد انجمن سے (نہ کسی ممبر سے) مال لیتے ہیں اور وہ دیتے کچھ بھی نہیں۔ جب تک کہ وہ خود ممبر نہ بنائے جاویں۔ پھر آپکا ممبر متوفی کے وارثوں کو لینے اور دینے والا قرار دینا صورت واقعہ کو نہ سمجھنا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اپنی کلام کو آپکا نہ سمجھنا یوں ہے کہ قول آئندہ ص۱۶ میں آپ مجموعی ہیئت کو انجمن ٹھہرا کر اُسکو معاہد اور چندہ لینے دینے والی کو قرار دیچکے ہیں۔ اور صاف لکھ چکے ہیں کہ "**وارثوں سے تو کثرت کی امید نہیں کثرت کی امید ہے تو کثیر التعداد معاہدوں** سے امید ہے" باایںہمہ آپ اس قول ص۱۵ وارثوں کو لینے و دینے والے قرار دیتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی کلام کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔

پھر آپ (۱۶) **کہتے ہیں**۔ غور سے سوچا جاوے۔ الخ

غور کجا۔ ادنے فکر سوچ سے آپ کام لیتے تو یہ بات قلم سے نہ نکالتے۔ آپنے ایک ممبر کے اس ایک معاہدہ کو جو بوقت ممبر ہونے کے انجمن سے وہ کرتا ہے۔ (اسکی شرط معاوضہ سے انکھ بند کر کے) جائز بنالیا۔ اور پہر اس قسم کے صدہا معاہدات کے مجموعہ کو انجمن قرار دیکر اس دلیل سے جائز کرلیا کہ اس مجموعہ کی احاد کی حلت ثابت ہے۔ تو اس سے مجموعہ کی حلت بھی ثابت ہوئی۔ احاد کی حلت مجموعہ کی حلت کی علت ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ اور بے معنے تک بندی۔ **اوّلاً** انجمن مجموعہ ممبروں کا نام ہے۔ نہ اُسکے معاہدات کا۔ آپ کی اس لفظی غلطی سے چشم پوشی کی جائے۔ اور آپ کے مطلب کی طرف (جو آپکے ان الفاظ سے نہیں نکلتا۔) نظر کی جائے تو ثانیاً آپکا یہ کہنا غلط ہے کہ احاد معاہدات فرداً فرداً جائز ہیں تو انکا مجموعہ بہی جائز ہوا۔

آجی جناب فرداً فرداً اُن معاہدات کو جو ہر ایک ممبر اور انجمن میں ہوتے ہیں کون جائز کہہ سکتا ہے۔ جبکہ خدا تعالے۔ اور اُسکا رسول اور ائمہ مجتہدین بالاتفاق ان کو ناجائز [illegible] ناجائز کر دیا ہے۔ اور خدا و رسول نے اُنکے عدم جواز کا حکم صادر کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمارے جواب میں تشریح بیان ہوا آپنے اُن معاہدات کے شرط کی طرف خیال نہیں کیا اسلئے اُنکی حلت کا آپ کو وہم ہوگیا ہے اور جب وہ احاد ناجائز ٹہرے تو بقول آپکے انکا مجموعہ بہی ناجائز ہوا۔ اور بشہادت دلیل و اصول مقرر کردہ آپکے احاد کی عدم حلت مجموعہ کی عدم حلت کی علت ٹہرے۔ پہلے آپ ایک معاہدہ کو جو ممبر اور انجمن میں ہوتا ہے کسی دلیل کتاب اللہ یا سنت یا اقوال مجتہدین امت خصوصاً مذہب حنفی سے جائز ثابت کریں۔ پہر اس قسم کے مجموعہ معاہدات کی حلت کا نام نہیں۔ ورنہ ایسے اجتہاد سے سکوت کرنا مناسب سمجہیں۔ ۵

آنانکہ چشم بر گل تحقیق واکنند + از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مسئلے کہ غیر خموشی علاج نیست + پر ہرزہ است تکیہ بچون وچرا کنند

-38

پھر آپ(۱۷) نے ایک جرنیل اور وزیر کا معاہدہ نقل کیا۔ اور پھر دعوے(۱۸) کیا ہے کہ وہ معاہدہ اس معاہدہ انجمن کا ہمشکل ہے۔ اسکا جواب نوٹ نمبر ۱۷ و ۱۸ میں کافی وشافی دیا گیا ہے۔ اخیر میں آپنے اپنے اس قول نمبر ۱۰ کا اعادہ کیا۔ اسکا جواب بھی قول نمبر ۱۰ کے جواب میں ادا ہوا۔ آپکا اعادہ تکرار بلافائدہ ہے۔

اس بیان سے آپ کے فتوے کا جواب ادا ہوگیا۔ اور کوئی فقرہ کوئی جملہ اسکا صحیح باقی نہ رہا۔ اب آپ انصاف سے کام لیں۔ ہمارے فتوے کو مان لیں۔ یا ہمارے دلائل کا جواب دیں۔ اور حنفی مذہب کے رو سے ثابت کردیں کہ یہ تنبول وفات جسکے عوض میں زیادہ لینا مشروط ہو جائز ہے +

فٹ نوٹ متعلق صفحہ ایک صورت لاٹری کی وہ بھی ہے جو حکیم امام الدین صاحب سفر فروش امرتسر نے نکالی ہے اور وہ انکی اشتہار انعام ایکسو پانچ روپیہ ایک کارڈ پر لفظ "قیصر ہند" کثرت سے لکھنے والے کیلئے مندرجہ پیسہ اخبار ۱۶ جولائے سنہ ۱۸۹۸ء وغیرہ میں مشتہر ہوئی ہے کہ جو شخص ایک روپیہ پیشگی بھیجد ہے اسکو ایک کارڈ ملیگا جسپر وہ لفظ مذکور کثرت سے لکھے۔ ایسے [illegible] نمبر پنجم کو صہ جسکا نمبر اس سے کم رہیگا اسکا روپیہ داخل خزانہ حکیم صاحب ہوگا۔ بہت سے عقلمند اس خیال سے کہ اگر آگئے تو پچاس روپیہ یا عہ یا عہ یا صہ آئینگے۔ گیا تو ایک روپیہ جائیگا۔ اس لاٹری میں شریک ہونگے۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنینگے جسکا اجر حکیم صاحب کے اور ان اخبار والونکے جنہوں نے اس اشتہار کو درج اخبار کیا ہے نامہ اعمال میں داخل ہوگا۔ افسوس مسلمانونکی ناواقفی کس حد تک پہنچگئی ہے؟ اور اقوام غیر کی تقلید انمیں کیسی سرایت کرگئی ہے۔؟ مسلمان اخبار نویس مسلمانونکے لیڈر درہنما کہلاتے ہیں۔ مگر وہ شرعی جواز و عدم جواز کی کچھ پروا نہیں کرتے جو اشتہار کوئی اجرت دیکر چھپوانا چاہے وہ اسکو اخبار میں چھاپ دیتے ہیں۔ +

ملا عبد القیوم صاحب ڈپٹی کمشنر انعام ریاست حیدرآباد کی لاٹری جسکا بیان مفصل صفحہ آیندہ سے شروع ہے اسی قسم کی لاٹری ہے۔

اگر مولویصاحب ایسا نہ کریں (اور یہی اُنسے امید ہے) تو اسلامی انجمنیں خصوصاً اُنکے مستفتی (انجمن محمدی برادران لاہور) اُنکے فتوے اور ہمارے جواب کو (جو اصل سوال کا جواب ہے۔ یا جو ان کے فتوے کے ردّ میں لکھا گیا ہے) حنفی علماء وقت کے سامنے (جو نئی روشنی کی جھلک میں نہ آئے ہوئے ہوں) پیش کریں۔ پھر اگر وہ حضرات حنفی علماء ہمارے جواب کو حق اور حنفی مذہب کے مطابق قرار دیں تو وہ اسلامی انجمنیں خدا سے ڈر کر اس جواب پر کاربند ہوں۔ اور مسلمانوں کو سود خواری اور قمار بازی سے بچا دیں۔

ضمیمہ مضمون

(جس میں ایک سوال متعلق لاٹری کا جواب ہے)

اس ضمیمہ میں حسب وعدہ صـ۲۷ نمبر ا جلد ہذا ملا عبد القیوم صاحب ڈپٹی کمشنر انعام ریاست حیدر آباد کا استفتاء فارسی بالفاظہ نقل کرکے پھر اسکا خلاصہ اُردو میں بیان کرکے [illegible] جو ڈپٹی صاحب [illegible] اسکا جواب دیا جاتا ہے۔

سوال

شخصے برائے کار خیرے مثل بنائے مسجد یا مدرسہ یا آشخانہ مساکین وایم۔ یا بارستانے یا کتب خانہ عموی وغیرہم من امور المصالح العمومیہ میخواہد سرمایۂ معتد بہ جمع سود و برائے اجتماع آں این حیلہ مے تراشد کہ از ہر یکے کہ اعانت شود بنام آنہا از جملہ راس المال بر نصف تلثے کہ منقسم بحصص متساوی یا غیر مساوی باشد قرعہ مے اندازد و بخششی کہ بنام ہر کسے از معاونی کار خیر آید بدو بخشد و باقی را بآں کار صرف میکند آیا از روئے شرع جمع کردن مال بدین وجہ درست خواہد بود۔ یا خیر۔ وصرف آن مال مجتمعہ بدین وجہ درآں کار خیر جائز ہست یا نہ وگرفتن بخششیکہ بنام ہر کسی کہ از معاونین خیر بروی قرعہ برآمدہ باشد بدو جائز ست یا نہ وبظاہر مبادر و مباشر این عمل ازاین حیلہ ہم اہتمام آں کار خیر وہم اعانت معاونین خیر نمودہ است و

مال مجتمعہ مالیت کہ برضائے کل مفدی بہ بعض آنہاست وچوں ہر یکے ز معاونین در نفس اعانت
مساوی اند لابد برائے ترجیح قرعہ انداختہ وحق بعض را بر بعض راجح ساختہ کہ در تساوی حقوق
برائے ترجیح ایں عمل مسنون و مشروع است و گیرندہ بخش بقرعہ برآمدہ چوں راجح بصدقہ خودش
نیست کہ مالیکہ بدو رسیدہ ظاہر ست کہ از دیگراں ست نہ از وے وہم نیت وقصد او را
در آں دخلے نیست تا رجوع لازم آید وہم از تبدیل قبضہ صدقہ نماندہ بلکہ ہدیہ است۔ لہذا
ممنوع نخواہد بود ونیز ربائے تواند شد زیراکہ در آں عین مقدار نزائد و گرفتن آں ہر دو
معین ولازمی میباشد بر وجہ دین و معاہدہ۔ دریں جا ہر دو نیست بلکہ محض اتفاق ست کہ گیر بیاید
یا نہ۔ واگر بیاید ہم معلوم ومعین نیست کہ چہ بیاید وہیچ شئے شرط مفضی الی النزاع وفاسد نیست
تا ابطال عمل لازم آید و یا محذور شرعی داشتہ باشد وہم ایں صورت میسر و قمار و ازلام نیست
کہ بر آں حکمش مترتب گردد چنانکہ ظاہر است بلکہ ازیں عمل تحریص معاونین خیر بسبل تر و جیہے صورت
شدہ باجمال اعمال ممنوعہ شرعیہ ہماں تواند بود کہ مفضی الی النزاع شود یا طریق اعم ازینکہ
نفسے باشد یا الی غرض نفس خود یا بدیگرے رسانند و یا مخالف اخلاق بودہ باشند
یا مبائن معنی نص صریح و بظاہر در ایں امر ہیچ چیزے ازیں یافتہ نمے شود۔ پس جوابیکہ حاوی
ایں جملہ نب باشد تحریر گردد۔

جواب بدیں نام ونشان لطف شود۔ گلبرگہ۔ ملا عبد القیوم ڈپٹی کمشنر انعام سمت
جب ریاست نظام۔

اس کا خلاصہ۔ یہ کہ ایک شخص مسجد یا مدرسہ بنانے کے لئے لاٹری کے ذریعہ سے
چندہ جمع کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ مثلاً اس مضمون کا اشتہار دیتا ہے کہ جو لوگ اس کارِ خیر کے
لئے پانچ۔ یا دس یا پچاس روپیہ چندہ بطور ہدیہ یا صدقہ اُسکو دینگے۔ ان سب کے نام
لکھ کر وہ ایک صندوق میں ڈال دیگا۔ پھر انمیں سے بطور قرعہ اندازی (جو امر مسنون ہے)
دس یا بیس یا پچاس اشخاص کے نام نکال کر اُن سب اشخاص کو کل جمع شدہ سرمایہ کا

نصف یا ثلث بحصہ مساوی (اگر ان سب کا چندہ متساوی ہوا) یا غیر مساوی (اگر بعض کا چندہ زیادہ بعض کا کم ہوا۔) حسب حیثیت اُن کے چندہ کی تقسیم کردے گا۔ اور باقی نصف یا دو ثلث اس کار خیر میں صرف کرے گا۔

ڈپٹی صاحب فرماتے ہیں کہ اسصورت کی لاٹری کی شرعی وجہ ممانعت کوئی معلوم نہیں ہوتی۔

(۱) اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس صورت میں روپیہ دینے والے اپنے دیئے ہوئے صدقہ میں رجوع کرتے ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اوّلاً۔ اسلئے کہ جو روپیہ کوئی لیتا ہے وہ اس کا دیا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسروں کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ جو اسکے دیئے ہوئے روپیہ سے بمراتب بڑھ کر ہوتا ہے۔

ثانیاً۔ اسلئے کہ اس کی نیت اپنا صدقہ لینے کی نہیں ہوتی۔

ثالثاً۔ اسلئے کہ وہ صدقہ متصدق علیہ (لاٹری انداز) کے ہاتھ میں پہنچکر صدقہ نہیں رہتا۔ بلکہ وہ تبدل قبضہ کی وجہ سے ہدیہ ہوتا ہے۔

(۲) اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ ربا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے

اوّلاً۔ اسلئے۔ ربا قرض میں ہوتا ہے۔ (نہ ہدیہ یا صدقہ میں۔)

ثانیاً۔ اسلئے کہ ربا میں تعین مقدار و یقین حصول ضروری ہے۔ اور یہاں جو ملتا ہے محض اتفاق سے ملتا ہے۔ پہلے سے کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کچھ ملیگا یا نہ ملیگا۔ اور اگر ملے گا تو کیا ملیگا۔

(۳) اور اگر اسمیں کوئی نزاع یا جھگڑا پیدا ہونے کا خیال ہو یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لاٹری میں کوئی نزاع پیدا نہیں ہوتی سب لوگ اتفاق کے ساتھ مان لیتے ہیں۔ کہ جنکے نام قرعہ نکلے وہی روپیہ لے لیں۔ باقی سب لوگوں نے اپنا اپنا حق اُن ہی لوگوں کو دے دیا۔

(۴) اسمیں صورت قمار و ازلام بھی پائی نہیں ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے۔ (ڈپٹی صاحب وجہ ظہور کو بیان نہیں فرمایا۔ گویا اسکو بدیہی امر قرار دیا۔ تعجب ہے)

(۵) اسمیں کوئی اخلاقی برائی بھی نہیں ہے۔

(۶) یہ نصوص صریحہ شرعیہ کی بھی مخالف نہیں (ان دونو وجوہات کو بھی ڈپٹی صاحب نے بدیہی سمجھ کر مدلل نہیں فرمایا۔ اور ہم کو تعجب و افسوس کرنے کا موقعہ دیا۔) ڈپٹی صاحب فرماتے ہیں کہ جب ان وجوہات محرمہ سے یہ لاٹری پاک اور بری ہے۔ تو پھر کیوں ناجائز ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس سے مقصود کسی کی ذاتی غرض نہ ہو۔ بلکہ عام کار خیر ہو۔

الجواب

اول تو اس لاٹری میں وہ وجوہات بتمامہا پائی جاتی ہیں جنکے پائے نہ جانیکا ڈپٹی صاحب نے دعوے کیا ہے۔ اور ان سب وجوہات سے یہ لاٹری ناجائز ہے۔

(۱) رجوع فی الصدقہ اسمیں موجود ہے۔ اسکے موجود ہونے پر جو پہلی دلیل ڈپٹی صاحب ضعیف سی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو روپیہ بطور صدقات کے آتا ہے وہ بظاہر ایک ہی جگہ رکھا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ہر شخص کا روپیہ ایک جدا ٹوی میں جسپر اسکا نام مکتوب ہو رکھا جاتا ہو۔ لہذا قرعہ کے ذریعہ سے روپیہ لینے والے جو روپیہ لیتے ہیں اپنا دیا ہوا لیتے ہیں۔ گو اسکے ساتھ اوروں کا دیا ہوا روپیہ بھی ملا ہوتا ہے۔ جس سے رجوع فے الصدقہ حلال نہیں ہو سکتا جیسے زید نے عمرو کو ایک روپیہ بطور صدقہ دیا۔ پھر اس سے وہ ایک روپیہ اس کے ساتھ۔ اور دس روپیہ ملا کر لے لئے جس کی نسبت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ رجوع فی الصدقہ نہیں۔ اور جائز ہے۔ ہاں اگر ہر شخص کا روپیہ جُدا جُدا رکھا جائے اور ایک کو دوسرے کا روپیہ دیا جاوے تو پھر رجوع فے الصدقہ لازم نہ آئیگا۔ مگر ایسا وقوع میں نہیں آتا۔

دوسری دلیل۔ ڈپٹی صاحب کا جواب یہ ہے کہ اس صدقہ دینے کے وقت

صدقہ دینے والے کی پختہ نیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے صدقہ کا بدلہ اس مجموعہ صدقات سے جس میں اس کا صدقہ بھی ملا ہوا ہوتا ہے معہ شئے زائد لے لیگا۔ اگر قسمت وتقدیر (قرعہ اندازی) اس کو اس سے محروم نہ کر دے۔ یہ نیت لینے کی نہ ہو تو کوئی لاٹری میں شریک نہو۔

تیسری دلیل۔ ڈپٹی صاحب کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل مصدق (صدقہ دینے والے) کے لئے رجوع فی الصدقہ کے حلال ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس امر کی کامل اور قطعی دلیل ہو کہ ڈپٹی صاحب کو مسائل شرعیہ فقہیہ سے پوری واقفیت نہیں ہو۔ صدقہ متصدق علیہ کے قبضہ میں آکر اور فقد بلغت محلها کا مصداق بنکر ہدیہ ہو جاتا ہے۔ تو صرف غیر متصدق (جو صدقہ دینے والا نہو۔) کے لئے ہدیہ ہو جاتا ہے۔ (جیسے بریرہ کا صدقہ (گوشت) اس کے ملک میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جو اس گوشت کے صدقہ کرنے والے نہ تھے ہدیہ ہوگیا تھا۔ اس صدقہ کا متصدق علیہ کے ہاتھ میں آکر خود متصدق (خیرات کرنے والے) کے لئے ہدیہ ہو جانا کسی مذہب کی رو سے ممکن و جائز نہیں ہے۔ بلکہ صدقہ کرنے والا اگر اسکو ارزاں قیمت دیکر بھی خرید لے تو اسکو وہ صدقہ حلال نہیں ہوتا اور اس صدقہ میں اسکا رجوع کرنا ایسا ہے جیسا کُتا قے کرے۔ پھر اُسکو چاٹ لے۔ یہ حکم خاص اور صریح طور پر ایک حدیث میں آچکا ہے

عن عمر بن خطاب قال حملت علی فرس فی سبیل اللہ فاضاعه الذی کان عندہ فاردت ان اشتریه وظننت انه یبیعه برخص فسئلت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال لا تشتره ولا تعد فی صدقتك وان اعطاك بدرهم۔ فان العائد فی صدقته کالکلب یعود فی قیئه

(متفق علیہ)

جسمیں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو فی سبیل اللہ گھوڑی پر سوار کیا تھا وہ اسکی (خبر گیری نہ کرنے سے) ضائع ہونے لگا۔ تو حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کو خرید لیں۔ اور یہ خیال کیا کہ وہ ارزاں قیمت سے بیع کر دے گا پھر اس کی بابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو اُسے مت خرید۔ اگرچہ ایک درہم کو وہ دیدے

اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کر کہ صدقہ میں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسا کُتا قے کر کے چاٹنے والا۔

افسوس ڈپٹی صاحب ایسے مشہور حدیث سے ناواقف ہیں۔ اور مصدق علیہ کے قبضہ سے مصدق پر صدقہ کو ہدیہ ٹہراتے اور حلال قرار دیتے ہیں۔

(۲) ربا تو اس صورت لاٹری میں کُھلم کُھلا پایا جاتا ہے۔ اُسکے پائے نہ جانے پر ڈپٹی صاحب نے **جو پہلی دلیل** پیش کی ہے وہ بھی ڈپٹی صاحب کے مسائل دین سے ناواقف ہونے پر دلیل ہے۔ نہ اس لاٹری میں ربا نہ پائے جانے پر اسلیئے کہ ربا کو صرف قرض سے مخصوص کہنا مسایل شرعی فقہی سے اپنی ناواقفی ظاہر کرنا ہے۔ اور درحقیقت ربا قرض سے مخصوص نہیں ہوتا۔ بلکہ جیسا کہ ربا قرض میں پایا جاتا ہے ویسا ہی بیع میں پایا جاتا ہے۔ اور ویسا ہی ہدیہ یا صدقہ بالعوض میں پایا جاتا ہے۔ جو شرعًا بیع کا حکم رکھتا ہے چنانچہ تفصیل و تشریح کے ساتھ اصل جواب میں مذکور ہوا۔

دوسری دلیل۔ ڈپٹی صاحب کی بھی اُن کی ناواقفی پر دلیل ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو ربا کسی خاص مقدار سے معین نہ ہو اور اسکا حصول یقینی نہ ہو وہ جایز و حلال ہے۔ ربا کے ربا ہونے کے لئے اسقدر تعیین مقدار کافی ہے (جو اس لاٹری میں پائی جاتی ہے۔) کہ نصف یا ثلث سرمایہ جملہ قرعہ والے اشخاص کو بحصّہ مساوی یا غیر مساوی دیا جاویگا۔ جو اُنکے دیئے ہوئے روپیہ سے بمراتب زائد ہوگا۔ اور اسی مقدار کی طمع و امید سے لوگ اسمیں شریک ہوتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ اگر ہمارے نام قرعہ نکل آیا تو ہم کو اپنے دیئے ہوئے روپیہ سے کئی حصّہ زائد ملجائیگا۔

ان کی اس شرط او رشک و تردد کی وجہ سے وہ ربا سود ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سود ہونے کے ساتھ قمار بھی بن جاتا ہے۔ اور اس کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی سودخوار کسی ایسے شخص کو جس کے ہاتھ میں کسی کی وراثت سے یا کسی کے مقدمہ میں

فتحیاب ہو جانے سے روپیہ آنے والا ہو۔ ایک سو روپیہ قرض دے اور اُسکے بدلے اس سے ایک ہزار لینا ٹہرا لے۔ مگر اُسکو اس ایک ہزار کی وصولی کا یقین نہ ہو۔ بلکہ یہ تردد و خوف بھی ہو کہ شائد اس وراثت یا مقدمہ سے اُسکو روپیہ نہ ملے۔ وہ اپنے مورث سے پہلے مرجائے یا مقدمہ کو ہار بیٹھے۔ اس شخص کے اس خوف و تردد کی وجہ سے اسکا وہ سود ایک ہزار سود ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ سود ہونے کے ساتھ قمار بھی کہلاتا ہے۔ جسکے سود اور قمار ہونے میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے۔

(۳) اسمیں جھگڑا نزاع کا پیدا نہ ہوتا اگرچہ مسلمانوں کے مسائل اسلام سے ناواقفی اور زمانہ جہالت (جو شجاعت اور مداہنت کی ماں ہے) تک ممکن ہے۔ مگر جب مسلمانوں کو یہ علم ہوگا کہ یہ عقد شرعاً کوئی صورت جواز نہیں رکھتا۔ اور جو قرعہ اسمیں ڈالا جاتا ہے۔ وہ بعینہ جاہلیت کی قرعہ اندازی ازلام کی مانند ہے۔ اور جو لوگ اس قرعہ کے ذریعہ سے مال لے گئے ہیں وہ ناحق و بلا استحقاق لوگوں کا مال لے گئے ہیں۔ اور جو نصف یا ثلث مال قرعہ زاز کے پاس رہا ہے وہ بھی ناحق و بلا استحقاق اس نے رکھا ہے تو وہ ضرور اس لاٹری کے سے نزاع و جھگڑا اکھڑا کرینگے۔ اور اپنا دیا ہوا روپیہ واپس طلب کرینگے۔

(۴) قمار و ازلام جاہلیت کی صورت بھی اس میں صاف اور صریح پائی جاتی ہے جسکا ذکر و بیان صفحہ ۲ وغیرہ نمبر ۱ میں ہو چکا ہے۔ یہاں گو وہ پانسی جاہلیت کی نہیں لاٹی جاتی۔ مگر کام وہی کیا جاتا ہے جو پانسی کرتے تھے۔ (یعنے غیر مستحق کو مستحق بنانا۔ اور مستحق کو محروم کرنا۔)

لہذا اس لاٹری کی قرعہ اندازی۔ ازلام جاہلیت کی قرعہ اندازی کی مانند ہے۔ قرعہ اندازی مسنون سے اسکی کوئی نسبت و مناسبت نہیں ہے۔

قرعہ اندازی مسنون میں دو امر پائے جاتے ہیں۔ (جو اسکے اصل اصول ہیں۔) اوّل جملہ اشخاص متعلقین قرعہ کا استحقاق میں مساوی ہونا۔ **دوسرا** ہر ایک مستحق کا اپنے

حق کو اپنی خواہش و استحقاق کے مطابق بلا حرج و نقصان نہ پہنچ سکنا۔ ان دونوں امور کی نظر سے شارع سلام نے قرعہ اندازی کو جائز رکھا ہے۔ جسکا نتیجہ بھی عمدہ نکلتا ہے۔ اور اس میں قدرتی انصاف پایا جاتا ہے۔ ہر ایک حق دار کو بقدر امکان برابر حق مل جاتا ہے نہ اپنے حق سے کوئی مطلق محروم رہتا ہے۔ اور نہ کوئی بلا استحقاق کچھ زیادہ لیجاتا ہے۔

اس کی ایک مثال اس مقام میں پیش کیجاتی ہے۔ دو شخصوں یا چند اشخاص نے ایک ناقابل قیمت مکان یا ایک گھوڑا ملکر خریدا۔ پھر انہوں نے اسکو باہم تقسیم کرنا چاہا۔ اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوئی کہ اصل مکان یا گھوڑا اسکے ہاتھ آوے۔ اور دوسرا شریک اپنے حصہ کی قیمت لے لے وا ظاہر کہ اس مکان یا گھوڑے کی نسبت ہر ایک مساوی درجہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور ہر ایک کو بلا نقصان اس کا پہنچنا ناممکن ہے۔ لہذا ہر ایک اسپر راضی ہو جاتا ہے کہ جسکے نام پر قرعہ نکلے وہ اصل گھوڑا یا مکان لے لے۔ اور باقی شرکاء لہذا اپنے حصہ کی قیمت اس سے وصول کریں۔ اس قرعہ اندازی میں کوئی شخص اپنے حق سے محروم [illegible] گھوڑا یا مکان [illegible] اسکے حصہ کی قیمت ہاتھ آئی۔

یہ دونوں امر اور اسکا نتیجہ قدرتی انصاف نہ زمانہ جاہلیت کے قمار و ازلام پائے جاتے تھے اور نہ زمانۂ حال کی لاٹری میں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ان میں ان امور کا خلاف پایا جاتا ہے۔ غیر مستحق کو مستحق بنایا جاتا ہے۔ اور حقدار کو اسکے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور انصاف کا خون ہوتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کی بے انصافی کی صورت ناظرین صنہ۲ میں پڑھ چکے ہیں کہ منجملہ ان دس اشخاص کے جو ایک اونٹ اور ہار خرید کرتے تھے۔ تین اشخاص کو جنکے نام پر خالی تین پانسے (منیح ۔ سفیح ۔ وغد ۔) نکلتے تھے صاف اور قطعی محروم کیا جاتا تھا۔ اور باقی ماندہ سات اشخاص کو انکے استحقاق سے بڑھ کر غیر مساوی حصہ دیئے جاتے تھے (جو قرعہ مسنونہ کے بالکل برخلاف امر تھا۔) ایسا ہی بعینہ اس لاٹری میں ہوتا ہے

کہ منجملہ ہزارہا مستحقین کے صرف دس ۱۰ یا بیس ۲۰ یا پچاس ۵۰ اشخاص کو جنکے نام کا قرعہ نکلے جاہلیت کی مانند صاف محروم رکھا جاتا ہے۔

ان لوگوں کا اپنی محرومی پر راضی ہو جانا۔ اور یہ مان لینا کہ جن دس ۱۰ یا بیس ۲۰ یا پچاس ۵۰ اشخاص کے نام کا قرعہ نکلیگا ان ہی کو ہمنے اپنا حق دیدیا۔ **اس عقد کو قمار جاہلیت** کی مانند ہونے سے **نہیں نکالتا** بلکہ وہ اُسکو اچھا طرح اس کی مانند بناتا ہے۔ کیونکہ قمار جاہلیت میں بھی اسیطرح تسلیم کیا جاتا۔ اور اُسپر اظہار رضا ہوتا تھا کہ جن اشخاص کے نام تین پانسی خالی (منیح۔ سفیح۔ وغد۔) نکلینگے وہ اونٹ کے حصول سے محروم رہینگے۔ بلکہ اونٹ کی قیمت بطور تاوان بھر دینگے۔ انکی اسی رضا و تسلیم نے اس عقد جاہلیت کو قمار بنایا تھا۔ پھر وہ رضا و تسلیم اس لاٹری کو کیوں قمار نہ بنائے گی۔ اس رضا و تسلیم کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور یہ رضا و تسلیم ایک ناجائز عقد۔ زنا۔ شراب وغیرہ۔ بیع باطل۔ اجارہ فاسد۔ وغیرہ میں پائی جاتی ہے جسکے پائے جانے کے ساتھ شرعاً ان عقود ناجائز باطلہ سے مشابہت و مماثلت اس لاٹری کی قمار جاہلیت سے اس لاٹری کی ظاہری صورت و شرط کی نظر سے ہے۔ کہ اسمیں سبھی چندہ دینے والے چندہ کی وجہ سے مساوی درجہ کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ **اور اگر اس لاٹری کی** اصل حقیقت اور حکم شرعی **کی طرف نظر کی جائے** کہ اس میں ہر شخص اس قصد اور بدنیت سے چندہ دیتا ہے۔ کہ اگر اُسکے نام پر قرعہ نکل آیا تو وہ ایک روپیہ کے بدلے سو یا ہزار روپیہ لے گا تو اس حقیقت کی نظر سے یہ لاٹری قمار جاہلیت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے اس میں کوئی ایک بھی نہ چندہ دینے کا مجاز ہے۔ اور نہ اسکا عوض لینے کا مستحق کیونکہ اس نیت سے چندہ دینا اور پھر اُسکا عوض ایدیا برابر کا برابر لینا شرعاً جائز نہیں۔ چنانچہ ہمارے جواب میں مفصل و مدلل مذکور ہو چکا ہے۔

اس نظر سے اس لاٹری میں ہر شخص کی قرعہ اندازی بلا استحقاق ہے۔ اور وہ قمار جاہلیت

سے جسمیں جملہ اہل قرعہ حقدار ہوتے ہیں۔ بدتر ہو جاتی ہے۔ اور قرعہ مسنونہ سے جسمیں سب کے سب استحقاق رکھتے ہیں۔ اسکی کوئی مناسبت و مشابہت نہیں رہتی۔

اس تفصیل و تشریح کو پڑھکر ناظرین کو یقین ہو گا کہ یہ لاٹری قمار جاہلیت کی پوری نظیر ہے یا اس سے بھی بدتر۔ ڈپٹی صاحب کا اُسکی نسبت یہ دعویٰ کرنا کہ یہ صورت قمار و ازلام نہیں ہے اور پھر اس دعوے کے ظہور و بداہت کا مدعی بننا حقیقت قمار جاہلیت اور مسایل شرعیہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ جو کمال افسوس کا محل ہے۔

(۵) اس لاٹری میں اخلاقی برائی بھی صریح و صاف طور پر پائی جاتی ہے۔ پانچ روپیہ چندہ اس نیت سے دینا کہ ہمارے نام پر قرعہ نکلا تو ہم پانچ سو یا پانچہزار لینگے۔ اور پھر جب قرعہ نکل آوے پانچ روپیہ کے بدلے پانچسو یا پانچہزار روپیہ لوگوں کا بٹور کر گھر میں لیجانا۔ یہ وہی تو بداخلاقی بےمروتی ناہمدردی بےرحمی ہے جس نے سود کو حرام کیا ہوا ہے۔ یہ ناہمدردی اور بےرحمی اخلاقی برائی نہیں تو پھر معلوم نہیں دنیا میں اس سے بڑھ کر بداخلاقی و مال مردم خوری کیونکر متصور ہے۔

(۶) نصوص شرعیہ جو [illegible] کو حلال کرتے ہیں اور [illegible] میں کمی و بیشی کو سود قرار دیتے ہیں۔ اور روپیہ کے صدقہ یا ہبہ بالعوض میں کمی و بیشی اور ادہار دونو کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور عقود منجر بہ نزاع کو فاسد ٹھہراتے ہیں۔ اور جمیع اقسام قمار کو حرام کرتے ہیں (وازانجملہ بعض کی تفصیل ہمارے جواب اصل مسئلہ میں ہو چکی ہے۔) سب کے سب اس عقد کے ناجائز ہونے پر نصوص صریحہ ہیں ڈپٹی صاحب کو وہ نصوص نظر نہ آویں تو کسکا قصور ہے۔

اور اگر ان جملہ وجوہات محرمہ عقد لاٹری کو ڈپٹی صاحب سمجھ نہ سکیں اور ہمارے بیان و دلایل مذکورہ کے غوامض کی تہ کو آپ نہ پہنچیں تو **اس لاٹری کے عدم جواز** پر صرف یہی ایک موٹی بات کافی ہے (جو ہمارے جواب سابق اور اُسکے دلائل سے بخوبی ہر ناکس کی سمجھ میں آتی ہے۔) کہ اس لاٹری میں جو چندہ ایک شخص دیتا ہے وہ محض صدقہ

یا ہدیہ (جنکا بلاعوض ہونا شرط ہے) نہیں ہے - بلکہ وہ ہدیہ یا صدقہ یا ہبہ بالعوض ہی جو بیع کے حکم میں ہے - یہ ہبہ بالعوض روپیہ کا ہو تو اسمیں نہ ادھار جائز ہے - نہ کمی وبیشی حلال ہے - بلکہ دونو صورتوں میں ربالازم آتا ہے - اور چونکہ اس لاٹری میں بعینہ یہی صورت ہبہ بالعوض روپیہ کی پائی جاتی ہے - اسوجہ سے یہ عقد لاٹری ناجائز ہے - پہر جو اسمیں چندہ دینے والوں کو یہ تردد وخوف ہوتا ہے کہ دیکھیئے ہمارے نام کا قرعہ نکلتا ہے - اور ہمکو اس چندہ کے عوض اضعافاً مضاعفہ ملتا ہے یا نہیں اس نظر سے وہ ربا ہونے کے خارج نہیں ہوتا - بلکہ ربا ہونے کے ساتھ وہ قمار بھی بن جاتا ہے - جسمیں ہار جیت کا پہلے کچھ علم نہیں ہوتا - اس اجمال کی تفصیل ہمارے جواب اصل مسئلہ میں بخوبی ہو چکی ہے - ڈپٹی صاحب اصل مسئلہ کا جواب غور سے ملاحظہ فرماویں -

ڈپٹی صاحب نے جو یہ خیال کیا ہے کہ یہ لاٹری کسی ذاتی غرض کیلئے نہیں بلکہ قومی غرض - اور کارخیر کے لئے تجویز کی گئی ہے - اسلئے یہ جائز ہونی چاہیئے اس کا جواب اصل مضمون میں بصفحہ ۲۷ دیا گیا ہے کہ جو امر بذاتہ خود ناجائز ہے (جیسے زناکاری یا شراب فروشی) وہ قومی اغراض کے لئے بھی ناجائز ہے - قومی اغراض ایک ناجائز امر کو جائز نہیں کر دیتیں -

اخیر میں یہ کہدینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال بہت عرصہ ہمارے پاس پڑا رہا (جسکی وجہ ہم بصفحہ ۲۷ اصل مضمون بیان کر چکے ہیں) اور ہمکو یہ معلوم نہیں کہ علماء ہندوستان نے (جن جن صاحبوں کے پاس ڈپٹی صاحب نے یہ سوال ارسال کیا تھا) اسکا کیا جواب دیا - اور ڈپٹی صاحب نے ان جوابات پر کیا عملدرآمد کیا - اس لاٹری کو جائز سمجھ کر اس ذریعہ سے روپیہ جمع کرکے کوئی کارخیر جاری کر دیا ہے - یا ہنوز نہیں کیا - اگر ہنوز نہیں کیا تو امید ہے کہ آئندہ ڈپٹی صاحب ہمارے جواب کی صحت وسقم سے ہم کو آگاہ کرکے اُسکے برخلاف کوئی کارروائی کرینگے - اور وہ کوئی کارروائی کر بیٹھے ہیں - اور اب اس جواب کو پڑھ کر اس کی صحت کا یقین کریں تو اس کارخیر کی نسبت (جس کو وہ

سابق رائے سے جاری کر چکے ہیں۔) علماء وقت سے استفتاء کریں۔ مثل سابق ہم سے کچھ پوچھینگے تو ہم بھی اپنی ناچیز رائے ظاہر کر دینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ والسلام آخر الکلام

لاٹری کے متعلق ایک افسوسناک خبر

اور

اس سے اخبار وکیل کا استخراج نتیجہ پر خطر

اور

اسپر ایک سوال وحشت اثر

وکیل نمبر ۷۵ جلد ۱۴ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۰ء میں یہ خبر درج ہے کہ "بازار رلیف رسرا کی باقیماندہ اشیاء کو دو مسلمان اگروں نے لاٹری کے ذریعہ فروخت کر دینے کا ذمہ لیا ہے" پھر اسکی مفصل کیفیت بیان کر کے جناب وکیل فرماتے ہیں "یہ معاملہ ظن غالب ہے کہ امیر المومنین کے مشورہ یا کم از کم اطلاع کے بغیر نہوا ہوگا اور اسمیں تو کوئی کلام نہیں کہ وہ ایک اسلامی حکومت کی منظوری سے کیا گیا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جنہوں نے لاٹری کو حرام فرمایا ہے تو کیا باب عالی کا یہ فعل خلاف شریعت ہے"

اس خبر کی نسبت تو ہم بالفعل صرف یہ عرض کر سکتے ہیں [illegible] بجا مانند مسلمانی [illegible] اس اجمال کو ہمارے دوست وکیل نہ سمجھیں گے تو آئندہ ہم اسکی تفصیل بھی کر دینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور اس نتیجہ پر جو جناب وکیل نے اس خبر سے نکالا ہے ہمارا یہ ریمارک ہے کہ یہ نتیجہ محض غلط ہے کیا ٹرکی کی سلطنت کی افراد و اعیان ہیں ادر مکروہات و شرعی ممنوعات کا جنکی تفصیل کرنیسے ہمکو وہی امر مانع ہے جسکو ہم نمبر ۱۲ جلد ۱۸ کے صفحہ ۳۷ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر جناب وکیل پھر کسی امر ممنوع کا جواز ثابت کرینگے یہ سلطنت ٹرکی کی رسم و رواج یا فعل کی سند پیش کرینگے تو انکی تفصیل ہمکو مجبوراً کرنی پڑیگی اور اس سے جو دیندار مسلمانونکے دلونمیں سلطنت ٹرکی کی نسبت سوء ظنی پیدا ہوگی اسکا مظلمہ جناب وکیل کی گردن پر پڑیگا جو بار بار ممنوعات شرعیہ کے جواز پر ٹرکی کی سند لاتے ہیں) ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو کیا وہ بھی حضرت سلطان المعظم یا باب عالی کے مشورہ یا حکم یا کم سے کم اطلاع کے ساتھ ہوتا ہے اسکا جواب اگر جناب وکیل مثبت اثبات دینگے تو پھر ہماری طرف سے سوال وحشت اثر کا جواب یہ ہوگا کہ اگر بقول صاحب وکیل یہ فعل حضرت سلطان المعظم یا باب عالی کی منظوری یا اجازت سے ہوا ہے تو انہوں نے خلاف شریعت کیا

توبھی یہ فعل خلاف شریعت ہوا ہے۔ اور نادانستہ یعنی حکم شرعی سے لاعلمی کیوجہ سے
ہوا ہے۔ اگر اس فعل کی نسبت علماء ماتحت سلطنت یا شیخ الاسلام سے فتوے پوچھا
جاتا تو ہرگز اس کے جواز کا فتوے نہ ملتا۔ اور نہ یہ فعل وقوع میں آتا۔ حضرت
سلطان المعظم سلمہ الرحمن پر ہمارا یہی نیک گمان ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ کسی عمل میں
خلاف شریعت نہیں کرتے۔ اور نہ اس پر راضی ہوتے ہیں۔ اور جو امور
خلاف شریعت بعض افراد یا اعیان سلطنت میں پائے جاتے ہیں۔ وہ
ناواقفی یا لاعلمی سے پائے جاتے ہیں۔ ہم اپنے دوست وکیل کو دوستانہ
نصیحت کرتے ہیں کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی نہ بنیں۔ کہ جب اُن کے
کسی فعل شنیع اور جرم قبیح پر اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ جھٹ پٹ اپنے فعل
کی تائید و نظیر میں انبیاء علیہم السلام کا کوئی فعل (بزعم خود) پیش کر دیتے ہیں۔
[illegible] کہ جب کسی امر ممنوع کی نسبت کوئی اسلامی فتوے
شایع ہوتا ہے تو اُس کے مقابلہ میں آپ ٹرکی کی سند پیش کر دیتے ہیں۔
اِس فعل سے آپ حضرت سلطان المعظم اور سلطنت ٹرکی کے نادان دوست
بن رہے ہیں۔ اور اِن امور ممنوعہ کو حضرت سلطان المعظم کے علم و رضا
کی طرف منسوب کرکے دیندار مسلمانوں کے دل سے حضرت سلطان المعظم
اور سلطنت ٹرکی کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ
وہ منحوس دن نہ لاوے۔ اور سلطنت ٹرکی کی عظمت و محبت (بلحاظ مذہب)
مسلمانوں کے دلوں میں زیادہ کرے۔

آمین ثم آمین

-45

ہمارے مضمون سود قمار لاٹری وغیرہ کا اُن انجمنوں پر

جن کی نسبت وہ مضمون لکھا گیا تھا

اثر

یہ مضمون سنہ ۱۸۹۱ء سے پہلے چھپ گیا تھا۔ گو ایک ذاتی کام میں مصروفیت کے سبب وہ شائع نہیں [illegible] مضمون [illegible] بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ بذریعہ قلمی تحریرات و خطوط عام مسلمانوں کو اور اُن انجمنوں تک پہونچ گیا تھا۔

مسلم تنزل فنڈ گورداسپورہ کو بذریعہ میاں شیر محمد صاحب ہمارا قلمی فتوے (جس میں خلاصہ مضمون تھا) پہونچا۔ اور انجمن معین المسلمین کے پاس ہم نے اس انجمن کے سوال کا مختصر جواب بطور فتوے لکھ کر اور اُس پر حضرت شیخنا و شیخ الکل جناب سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی متع اللّٰہ المسلمین بطول حیوتہم کی (جن کے حضور میں انجمن نے سوال پیش کیا۔ اور وہاں سے وہ سوال جواب لکھنے کے حکم سا تھ لے کر خاکسار کے پاس آیا تھا۔ چنانچہ مضمون مذکور بیان ہوا ہے) تصدیق لکھوا کر اور مہر کرا کر اُس کی نقل انجمن میں بھیجدی تھی۔

اِس مختصر فتوائے کی نقل اِس مقام میں مختصر پسند ناظرین کو فائدہ پہونچانے سے

خالی نہ رہے گی جو نازک طبع مضمون مطول کو نہ پڑھ سکیں۔ وہ اس مختصر فتوے کو پڑھ لیں۔ اور اپنے دوستوں میں اُس کی اشاعت کریں۔

نقل فتوائے مصدقہ مولانا و شیخنا دہلوی

سوال وہی ہے جو مضمون مطول میں منقول ہے اس کا جواب یہ ہے۔

یہ تنبول احسان محض بلا عوض نہیں۔ بلکہ احسان بالعوض ہے۔ اور احسان بالعوض یا ہبہ بالعوض کہلاتا ہے۔ یا قرض۔

ہبہ بالعوض شرعاً بیع ہوتی ہے۔ اور نقود کی بیع نقود سے ہو تو وہ بیع صرف کہلاتی ہے۔ اور بیع صرف میں بصورت ہمجنس ہونے عوضین کے (مثلاً روپیہ کے عوض میں روپیہ ہو یا سونے کے عوض میں سونا۔) کمی بیشی (یعنے ایک روپیہ کے عوض میں صدہا روپیہ لینا) حرام ہے۔ اور ادھار کرنا بھی (یعنے ایک طرف سے آج روپیہ ملنا۔ اور دوسری طرف سے ایک ساعت کے بعد (چہ جائے کہ سالہا سال کے بعد) روپیہ ملنا بھی حرام ہے اور اس میں ربا نسیہ لازم آتا ہے۔

اور قرض میں کمی بیشی (یعنے ایک روپیہ یا پانچ دس روپیہ دے کر سو۔ دوسو روپیہ لینا۔) حرام ہے۔ اور وہ قرض کا سود کہلاتا ہے۔ لہذا۔ اگر اس معاملہ تنبول کو ہبہ فرض کریں تو یہ جائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں کمی بیشی اور ادھار دونوں پائے جاتے ہیں۔ اور اگر اس کو قرض قرار دیں تو بھی جائز نہیں بنتا کیونکہ اس میں کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ و بصورت قرض فرض کرنے اس تنبول کے اس میں بعض شروط قواعد انجمن میں ایسی لگائی گئی ہیں کہ وہ شرطیں در صورت مساوات عوضین (یعنے ایک روپیہ کے عوض ایک روپیہ لینا) بھی اس کو ناجائز قرار

دیتے ہیں۔ اور اس انجمن کے قواعد ملاحظہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالتوں اور صورتوں میں یہ معاملہ قمار یا لاٹری بن جاتا ہے۔ کبھی اس میں تنبول لینے والا ہارتا ہے۔ کبھی تنبول دینے والی انجمن کو ہار آتی ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل بادلیل رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر (۱) وغیرہ جلد ۱۹ میں درج ہے۔ طالب تفصیل وہ رسالہ لاہور۔ یا بٹالہ سے بقیمت ۸ ر طلب کرکے ملاحظہ کریں۔ کم وسعت لوگوں سے اس کی قیمت ۴ ر لیجائے گی۔ جو ۴ ر بھی نہ دے سکیں پر علمی لیاقت رکھتے ہوں۔ اور اس رسالہ کی اشاعت کریں اُن کو بلاقیمت صرف محصول ڈاک بھیجنے پر ملے گا۔ فقط۔

نمقہ۔ ابوسعید محمد حسین

مُہر

سید محمد نذیر حسین

ہمارے اِس مضمون اور اس کے خلاصہ فتووں کا اثر انجمن گورداسپور (مسلم تنبول فنڈ) پر تو یہ پڑا کہ اس انجمن کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہ فنڈ ٹوٹ گیا۔

میرے دوست شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور پریسیڈنٹ انجمن مذکور نے بمقام گورداسپور بارہا مجھ سے زبانی کہا کہ اِس فنڈ کو آپ کے فتوے نے توڑا ہے۔ (گو واقعہ میں اُس کے ٹوٹ جانے کا موجب اس فنڈ کے اصول و قواعد کی خرابی ہے جس کا نتیجہ ایک نہ ایک دن بھی متوقع تھا۔ چنانچہ ہم نے بضمن مضمون اس نتیجہ سے ڈرا دیا تھا۔) بہرحال اِس فنڈ کے ٹوٹ جانے سے بہت سے مسلمانوں کا جو اس میں پھنسنے والے تھے مال بچ گیا۔ اور اس پر خس کم جہاں پاک کا مقولہ صادق آیا۔ والحمد للہ علی ذٰلک

انجمن معین المسلمین کے ممبروں کو اِس فتوے کے سُننے یا پڑھنے سے خوف اور یہ پیدا ہوگیا کہ موجودہ صورت میں انجمن کی کارروائی ناجائز ہے۔

اور اُنھوں نے اس امر کا اظہار اپنے اخبار یا رسالہ میں کر کے ایک اور صورت اپنے خیال میں جائز سمجھ کر پیدا کی۔ اور اُس کو بذریعہ رسالہ انجمن شتہر کر کے اسکی ایک کاپی بغرض طلب رائے ہمارے پاس بھیجدی۔ ہم اس مقام میں اِس نمبر رسالہ کا خلاصہ اور اِن لوگوں کے خط کا جنھوں نے ہم سے اِس صورت کی نسبت رائے طلب کی ہے خلاصہ نقل کر کے اِس صورت کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

نقل خلاصہ رسالہ انجمن معین المسلمین

انجمن معین المسلمین کے رسالہ نمبر ۹ جلد ۲ مطبوعہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۴ میں یہ عنوان قائم کیا ہے "جناب مولوی آفندی ترکی کی تیسری تقریر"

پھر اس کے ذیل میں ایک طولانی اور مسلسل تقریر تین صفحہ کلان میں نقل کی ہے جس کا خلاصہ بقدر ضرورت نقل کیا جاتا ہے:۔

بزرگانِ دین ۔ × × × آپ کی انجمن کے تینوں فنڈوں پر میں نے اچھی طرح سے غور کیا۔ مگر موجودہ صورت میں سوائے مد تجارت جس کا نام آپ نے پنشن فنڈ رکھ چھوڑا ہے۔ کوئی فنڈ ایسا نظر نہیں آتا جس کا سلسلہ کچھ دیر تک قایم رہے۔ میں سب سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ نے فی کس ممبر سے ۴ ۲ ر روپیہ لیکر سو یا کچھ کم و بیش دیتے ہو۔ تو باقی رقم کا گھاؤ کہاں سے پورا ہوگا۔ میں نے مانا کہ سات پانچ کی لکڑی ایک جنے کا بوجھ۔ مگر یہ مسئلہ اِس حالت میں مسلم ہو سکتا ہے جب وہ سات پانچ بدستور قایم رہیں۔ اور نوبت بہ نوبت ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ مگر جہان بوجھ والا بوجھ اوڑا کر کھسک جائے تو وہاں آخر کے سات پانچ کی جگہ میان اور میان کا پاجامہ ہی رہ جائے گا۔ گویا موجودہ صورت

میں ان ممبروں کو جن کا نمبر سب سے آخر آوے گا (ابھی نہیں - آج سے کئی سال بعد) کوڑی کے تین تین کی امید رکھنی چاہیئے × × تنبول[1] کا طریق جو جناب رسالت مآب رحمۃ للعالمین ختم المرسلین فخر الاولین - احمد مجتبےٰ - محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکالا ہے اس سے بڑھ کر آجتک نکلا نہ آئندہ کبھی نکلے - ایسا سُنتہ طریق ہے کہ خرچ کے موقعہ پر (کیونکہ شادی پر ضرور اور یقیناً خرچ ہوتا ہے) ہر ایک مسلمان بھائی کو ایک بہانہ سے معقول قرض حسنہ ملجاتا ہے جس کی طفیل وہ اپنے ناجائز قرضہ سے جلد سبکدوش ہو کر فقر و فاقہ سے بچ جاتا ہے - اگر آج یہ طریق اسلام میں رائج نہ ہوتا تو آج سب لنگوٹی پوش نظر آتے × × تنبول قرض حسنہ ہے - جس کا ادا کرنا ہر ایک بھائی پر واجب اور ضروری ہے یعنے جتنا جتنا روپیہ کوئی شخص تنبول میں لے اتنا اتنا روپیہ ہر ایک کو واپس دے - واپسی میں بڑی سہولت یہ دی گئی ہے کہ خواہ ایک دفعہ دے یا بہت سے موقعوں پر باقساط - جہانتک میں سمجھتا ہوں آپ لوگوں نے شادی فنڈ تنبول کے طریق [illegible] نکالا ہے [illegible] یورپ کی کمپنیوں کے قواعد کی شاخوں کو بے میل لگا کر اس نے کس اس میں دکھلایا ہے سے بہر رنگے کہ ... می شناسم + گو تاڑنے والے تو فوراً تاڑ گئے کہ بے ڈھنگا طریق[2] جسے بدعت کہنا بیجا نہیں شرعاً بھی ناجائز ہے - عقلاً بھی نامعقول قانونی رو سے بھی خارج -

شرعاً تو اس لئے ناجائز ہے کہ نہ یہ اہل اسلام کا تنبول - نہ قرض حسنہ - اور نہ احسان - غرض مذہبی طریق سے خارج ہے - اور عقلاً نامعقول اس لئے کہ اس کا سلسلہ چل نہیں سکتا + + جب اہل فریق کے مذہب نے اس کو درست نہیں سمجھا تو قانون کیونکر جائز سمجھیگا مگر کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایسی

وجوہات کے ہوتے ہوئے ع بدوز د طمع دیدہ ہوشمند * کے مصداق سیکڑوں بلکہ ہزاروں اسمیں شامل ہوگئے اور امداد لیکر الگ ہوگئے۔ میں اسوقت اسلام کے سچے جوش سے بھرے ہوئے ریا بڑے زور سے پکار کر کہتا ہوں کہ جو ممبر اس انجمن سے امداد لیکر بالکل علیحدہ ہوگیا اُس نے حرام کھایا اور اپنی گردن پر سخت عذاب لیا۔ دینا روزے چند عاقبت معاملہ با خداوند جیسا سودخوار پر عذاب ہوگا ویسا ہی اسپر بھی کہ یہی روپیہ تپا تپا کر اُسکے تمام بدن پر لگائے جائینگے ××× جن لوگوں نے اس طرح کی امداد انجمن سے لیکر ناجائز سود اپنے اوپر روا رکھا ہے وہ کان کھولکر میرا چشم دید واقعہ سُن لیں۔ اِس کے بعد ٹرکی صاحب نے ایک واقعہ شہر حران کا بیان کیا جو ایک سودخوار کی نعش پر اُس کی موت اور دفن کے وقت پر گذرا۔

اور پھر کہا میں تمکو واضح طور پر سُنا چکا ہوں کہ یہ امداد موجودہ صورت میں بالکل حرام ہے۔ بلکہ سکرٹری صاحب نے خود مجھ سے بیان کیا کہ مولنا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے اور [illegible] زور سے تائید کرتا ہوں۔ ہاں اسکو جائز صورت میں لے آؤ اور پھر بیشک مل جُل کر آپسمیں مدد کرو“ اسکے بعد ٹرکی صاحب نے تجارت کے بیان فوائد پر زور دیا۔ اور پھر کہا تجارت اپنے ہاتھ میں لو اور اُسے خوب دل کھولکر چلاؤ۔ اور کُل ممبروں کو تبدریج اسکی طرف متوجہ کرو اسکا آسان طریق یہ ہے کہ جس قدر امدادی چندہ ہر ماہ میں جمع ہوا کرے اُس میں سے فیصدی (۲۵) کاٹ کر باقی ممبروں میں تقسیم کردیا کرو۔ اور یہ کٹوتی کا روپیہ ہر ماہ میں ۳-۴ سو جمع ہوتا رہے گا۔ تجارت نقدیں لگاتے رہو۔ اگر تم مستقل طور پر اس طریق پر کاربند ہوگے تو چند مدت میں تمہاری انجمن ایک بھاری کمپنی بنجاوے گی + + + اب اسے ذرا مفصل بیان کرتا ہوں حضرات ناظرین ذرا غور سے سمجھنا اسوقت تک انجمن کا یہ قاعدہ ہے کہ جو ممبر امدادی روپیہ لیجاتا ہے وہ اُسکے باپ دادا کا ہوگیا اُسکا واپس ادا کرنا ممبر کا فرض نہیں خواہ ممبر انجمن میں شامل رہے یا نہ رہے۔ اب یہ سمجھنے کی بات ہے کہ ۳-۴ دیگر قسم زیادہ لے وہ انجمن کو سراسر خسارہ ہو۔ جہاں ایک

بیسہ کا روز خسارہ ہو وہ مان نہیں ہوا کرتا۔ بھلا جہاں رقمیں اُڑنے لگیں وہاں کیونکر انجام بخیر ہو سکتا ہے۔ اسی بات کو سوچکر عقلمند اس انجمن میں شامل نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ چل نہیں سکتی اور شرعاً چونکہ ایسی زیادتی حد سود میں آجاتی ہے اسلئے علماء بھی اسے جائز نہیں کرتے۔ اگر کوئی ایسا طریق شروع ہی سے اختیار کر لیا جاتا کہ جو ممبر امداد لے چکے وہ پھر انجمن سے الگ نہ ہونے پائے۔ بلکہ اسمیں شامل رہکر زائد وصول کردہ روپیہ آہستہ آہستہ ادا کرتا جائے تاکہ آمد بند نہ ہو۔ اور راس المال میں کھاٹا نہ آوے ++ سو یہ بات تب ہو سکتی + جب امدادی رقم کی وصولیت کی امید ہوتی۔ وصول کرنیمیں خواہ کیسی ہی نرم شرائط اور رعایت دیجاتی مگر روپیہ جتنا دیا تھا اُتنا واپس ضرور لیا جاتا۔ دینے والے چاہے کچھ ہی ماہوار دیتے۔ مگر آمدنی تو رہتی۔

رہی مشکل یہ کہ روپیہ کھاکر اوگلنا مشکل مُسلمانوں سے روپیہ واپس لینے کی امید رکھنا گویا چیل کے گھونسلہ سے گوشت ڈھونڈنا ہے ++ مگر میں ایک ترکیب پیش کرتا ہوں۔ وھو ھذا فرض کرو ایک شخص کی حصہ میں خالص سو روپیہ آئے تم اُسے بنٹے دو۔ اور بیس اُنکی طرف سے مد تجارت میں لگاؤ۔ لیا وہ ۳۰ روپیہ [illegible] اچھا نہ سہی [illegible] بھی کم سہی آخر کچھ تو کمائینگے۔ پس جس قدر منافع پیدا کریں وہ سب اُس شخص کیطرف سے وصول میں جمع کرتے جاوے جب اسطرح پر ۷۶ وصول کر چکو اور باقی ۲۴ جو اُسکا اصل تمول تھا رہجاوے تب وہ ۳۰ روپیہ اُسکا مال سمجھو اور اُسکا جو منافع آوے بعد وضع اخراجات وحقوق الخدمت اُس شخص کو نسلاً بعد نسل دیتے جاؤ جبتک کہ وہ اپنا روپیہ ۳۰ واپس نہ لے ++ یہ امداد شرعاً بھی جائز ہو گی۔ (۳)

کیونکہ جتنا روپیہ امداد میں یا وہ دیا تھا وہ سب بطور قرض حسنہ تھا جو بوجہ احسن بتدریج لیا گیا

شاید کوئی اب یہ شک پیدا کرے کہ ہمر ۲ لیکر ۷۶ جو دیئے وہ زیادتی کیونکر روا ہوئے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی تمول میں جائز ہے۔ عمرو اگر ۲ روپیہ تمول میں دے تو بکر اُس کے عوض ۵ روپیہ تمول دے سکتا ہے۔ ایسا ہی انجمن ۲۴ لیکر سو روپیہ جو دیتی ہے تو گویا ۷۶ روپیہ کی زائد امداد کرتی ہے جو بطور قرض حسنہ اُس سے واپس لینا چاہتی ہے۔ یہ ترکی صاحب کی تقریر کا انتخاب ہے۔

اب خلاصہ اُن خطوط کا جنمیں اس تدبیر اور اُسکے ضمن کیصورت جواز کی نسبت رائے لیگئی ہے نقل کیا جاتا ہے

(نقل خلاصہ خطوط)

کوئی صاحب منشی برکت علی منصرم بندوبست تحصیل سجادی ملک بلوچستان سے لکھتے ہیں ایک رسالہ انجمن معین المسلمین لاہور ارسال خدمت ہے۔ جسمیں جناب مولوی عبد اللہ صاحب ترک کی تیسری تقریر درج ہے اپنی تقریر میں اُنھوں نے اس انجمن کو شرعاً جایز کرنیکی ایک تجویز درج فرمائی ہے۔ براہ مہربانی آپ بعد ملاحظ تقریر مذکور تحریر فرماویں کہ اُنھوں نے درست لکھا ہے یا نہیں

برخوردار محمد بخش۔ دکاندار جنیوٹ محلہ نجاران لکھتے ہیں انجمن معین المسلمین کی پہلی صورت آپ کو واضح ہے۔ اور حال میں جو مولوی عبد اللہ صاحب نے نئی شکل ایجاد کی ہے کہ للوعدہ پیشتر جمع کرادے۔ اسکا فایدہ جمع ہوتا ہے اور پھر اُسکو حسب ضرورت مدد دیجاویگی وغیرہ وغیرہ یہ شرح محمدی میں جائز ہے یا کیا۔

اس تقریر اور اُس کی مندرجہ صورت جواز پر اظہار رائے

ان تقریر میں [illegible] خط دیگر نمبر لگایا گیا ہے امر اول و دوم۔ کی نسبت اصل مضمون بصفحہ ۳۳ وغیرہ اظہار رائے و فتویٰ شرعی ہو چکا ہے کہ یہ تنبول ناجائز شرائط کی وجہ سے ناجائز ہے اور ان شرائط نے اُسکو قرض حسنہ ہونے نہیں دیا۔ مولوی ترکی صاحب اِس تنبول کو جناب رسالتمآب کا نکالا ہوا طریق قرار دیتے ہیں۔ خاکسار کی تحقیق میں ترکی صاحب کا یہ دعوے صحیح نہیں ہے۔ اور دواوین سنت (کتب حدیث) میں کہیں اس رسم کا کا نام و نشان پایا نہیں جاتا +

شادی و نکاح کے موقعے انحضرت کے عہد سعادت مہد میں اور صحابہ و تابعین کے زمانہ بھی ہوے۔ اور ان موقعوں پر خرچ کی ضرورتیں مہر ولیمہ کیلئے بھی پیش آئیں۔ مگر یہ کہیں نہیں آیا اور دیکھا نہیں گیا کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اصحاب و تابعین نے ایک دوسرے کو ان موقعوں پر بطور تنبول کچھ دیا ہو جس کسی کو کچھ ضرورت پیش آئے وہ اسی کی موجودہ حالت کے مطابق اُسی کے موجودہ سامان سے پوری کی گئی۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ

وجاہہ کا نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو ضروری اخراجات کے لئے اپنی زرہ فروخت کی چنانچہ **مواہب لدنیہ** میں منقول ہے۔ یہ مروی نہیں کہ حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر و فاروق نے کچھ بطور تنبول دیا ہو۔ ایک اور صحابی کو نکاح کی ضرورت پیش آئی تو آنحضرت نے اسکو مہر میں دینے کیلئے لوہے کی انگوٹھی ہی اپنے گھر سے تلاش کرنیکا حکم دیا۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ تنبول کی قم سے اس کو مہر دینے کیلئے کچھ آجائیگا۔ آخر چند سورتیں قرآن کی پڑھا دینا مہر مقرر کر دیا چنانچہ **صحیح مسلم** میں ہے۔ خود بدولت حضرت رسالت نے سفر جنگ میں حضرت صفیہ سے نکاح کیا۔ تو خرچ ولیمہ کے واسطے نہ اصحاب نبوی نے تنبول دیا نہ آنحضرت نے اسکے واسطے قرض اٹھایا۔ نہ عدم موجودگی زر کیوجہ سے آپنے مدینہ شریفہ میں پہنچنے تک ولیمہ کو ملتوی فرمایا۔ بلکہ اس سفر کیحالت میں اپنے اصحاب سے کھجوریں ستو وغیرہ جو کچھ انکے پاس تھا طلب کیا۔ اور ان چیزوں کو باہم ملا کر ایک کھچڑ سا بنا کر حکم دیا کہ کھاؤ یہی ہمارا ولیمہ ہے۔ چنانچہ **صحیح بخاری** میں منقول ہے۔ اس عمل زمانہ آنحضرت اور صحابہ و تابعین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم تنبول سنت الاسلام اور پرانی اسلامی رسم نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ رسم ہندوستان کے ہندوؤں میں پائی جاتی ہے اور انکی بہت سی رسوم شادی و مسلمانوں نے اخذ کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم بھی مسلمانوں نے ہندوؤں سے اخذ کی ہے

آب رہی یہ **بحث و سوال** کہ شریعت محمدیہ سے اس رسم کا جواز نکلتا ہے یا نہیں اور یہ تنبول کسی جائز عقد و معاملہ شرعی میں داخل و شامل ہو سکتا ہے یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تنبول محض بہ نیت احسان و صلہ بطور تبرع بغیر نیت کسی عوض لینے کے دیا جائے تو یہ ہبہ و ہدیہ ہو سکتا ہے اور اگر بہ نیت قرض دیا جائے تو قرض حسنہ بن سکتا ہے۔ مگر اسکے **قرض حسنہ** اور جائز ہونے کیلئے **تین شرطیں** ہیں۔ **اوّل** یہ کہ اس سے محض احسان و ثواب اخروی کی نیت ہو فخر و نمائش و پیروی رسم کی نیت نہ ہو **دوم**۔ یہ کہ اسکے عوض میں کسی قسم کی زیادتی کی نیت نہ ہو یا ایک روپیہ کے بدلے صرف ایک روپیہ لینے کی نیت ہو۔ نہ روپیہ سے زیادہ رقم نہ اسکے ساتھ کھانا لینے یا خشک بھاجی لینے کی نیت **سوم**۔ یہ کہ اسکے مطالبہ اور واپس لینے کا تنبول دینے

والیکو ہر وقت اختیار دیا جائے یہ شرط نہ کیجائے کہ جب کبھی اُسکے یہاں شادی ہو تب ہی وہ مطالبہ کرے یا اتنی مدت یا سالوں سے پہلے مطالبہ نکرے ان شرائط کا ثبوت آیات واحادیث و اقوال فقہا سے ان مسائل میں گذر چکا ہے جو اصل مضمون میں ہم نے بیان کئے ہیں۔ افسوس ان شرائط کی رعایت نہ تو عام مسلمانوں کے مروجہ معمول تنبول میں پائی جاتی ہے نہ خاص کسی اسلامی انجمنوں کی مجوزہ تنبول میں اس لئے یہ تنبول کسی جائز اسلامی عقد یا معاملہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

فقرہ سوم و چہارم کی نسبت بھی اصل مضمون میں اظہار رائے و فتوئے شرعی ہو چکا ہے اور اسصورت کا جو ان فقرات میں مولوی ٹرکی صاحب نے بیان کی ہے حکم اس مضمون اور اُسکے مندرجہ دلائل سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ ٹرکی صاحب اِن فقرات میں فرماتے ہیں کہ جس شخص نے صرف چوبیس روپیہ تنبول کے دیئے ہوں اُسکے حصہ میں اگر امدادی چندہ سے ایک سو روپیہ آوے تو اسمیں سے ۷۵ یا ۷۰ روپیہ کاٹ کر باقی ۲۵ یا ۳۰ اُسکو دیدیں۔ اور وہ ۲۵ یا ۳۰ روپیہ اُس شخص کی طرف سے تجارت میں لگا دیں اور اس نفع [illegible] روپیہ کو پہنچ جائے جو اس نے اپنے تنبول ۲۴ سے زیادہ لیا تھا۔ وہ ۷۰ یا ۷۵ روپیہ انجمن اس شخص کیطرف سے وصول کرے گویا اُسنے اپنا زیادہ دیا ہوا تنبول واپس لیا۔ اُسکے بعد وہ تیس روپیہ اُسکا خالص اور از خود دیا ہوا مال سمجھا جائیگا اور جو اُسکا نفع ہو گا نسلاً بعد نسل اُسکا مال ہو گا۔ اسصورت میں انجمن کو بھی نقصان نہ پہونچیگا اور اُسکا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔ اور اُس شخص کو ۲۴ روپیہ دیکر ۷۰ یا ۷۵ لینا بھی جائز ہو جائیگا کیونکہ وہ ۷۰ یا ۷۵ تنبول میں زیادتی ہے جو انجمن آہستہ آہستہ واپس لیگی۔ ٹرکی صاحب اور انکی اسصورت مجوزہ کو پسند کرنیوالے اگر ہمارے اصل مضمون مفصل کو غور سے ملاحظہ فرمائینگے تو یقیناً جان جائینگے اور اُسپر ایمان لائینگے کہ ۲۴ روپیہ دیگا اُس شخص کو اس نیت سے تنبول میں دینا کہ ہمکو اِس کے عوض میں زیادہ رقم ملیگی جائز نہیں اور داخل سود ہے ثانیاً اس شخص کو ۲۴ روپیہ کے عوض میں ایک سو روپیہ لینا پھر اُس میں سے ۷۰ یا ۷۵ اُس شخص کو خود دینا اور ۳۰ روپیہ کاٹ کر جمع کر دینا جائز نہیں۔ اور چوبیس سے بڑھکر ۷۶ خالص سود ہی اور اُسکی آمدنی سود کی آمدنی ہے ثالثاً انجمن جو ۲۴ لیکر ۷۰ یا ۷۵ دیتی ہے وہ بھی یہی نیت نہیں رکھتی کہ اس شخص سے

جس کو ۵، یا ۱۰، روپیہ دیتی ہے صرف اتنے روپیہ واپس لیگی۔ بلکہ اُسکے ساتھ یہ بھی نیت رکھتی ہی کہ اس روپیہ کے ساتھ جو اُسکو آمدنی منافع بیس روپیہ ملیگا اس شخص سے ۲۴ روپیہ سالانہ بصیغہ تنبول وہ بھی لیگی جو دوسرے سال میں وہ شخص حسب قواعد انجمن داخل کریگا پھر اُس جو بیس کو واپس کرنیکے وقت پر زیادتی کریگی اور اس زیادتی کے واپس کرنیکے وقت تیسرے سال ۲۴ روپیہ اور لیگی اسطرح اُسکا سلسلہ ھل من مزید جاری ہیگا یہ کبھی نہ ہوگا کہ جس قدر وہ زیادتی تنبول میں کرتی ہے صرف اُسکے واپس لینے کی نیت رکھتی ہے اِن تینوں اُمور کے علم ویقین کے بعد وہ ہر گز جائز نہ رکھینگے کہ ۲۴۔ روپیہ تنبول دیکر کوئی شخص سو روپیہ انجمن سے لے اور اسمیں سے، یا ۵، روپیہ اپنے تصرف میں لاوے۔ اور ۵ ۲ یا ۳۰ انجمن میں جمع کراکے اُسکے منافع سے زیادتی کو محسوب کرائے اور اس حیلہ سے وہ زیادتی حلال ہوجائے۔ سود نہ کہلائے۔ مولوی ترکی صاحب نے اس انجمن کا سلسلہ قایم رکھنے اور مسلمانوں کی تجارت میں ترقی کرنیکی تدبیر تو خوب بتائی تھی، مگر اس تجارت کا سرمایہ وہی کمبخت تنبول ہے۔ جو سود ساتھ لاتا ہے۔ اور اس میں سے ایک حصہ تجارت کے لئے انجمن کو دلاتا ہے۔ یہی سرمایہ دو ہزار یا . . سرمایا اس سے زیادہ روپیہ مسلمان اپنے جائز مال سے انجمن کو دیکر اُسکا منافع حسب حصہ لیں تو انکی تجارت کی بھی ایک صورت نکل آوے۔ اور انجمن کا سلسلہ تجارت فنڈ قایم ہو تنبول کے نام اور انجمن کے قواعد مقررہ کی پابندی سے روپیہ انجمن میں رہیگا تو وہ کسی صورت سے نہ خود حلال ہوگا نہ مسلمانوں کی تجارت کا جائز ذریعہ بنکر اس تجارت کے منافع کو حلال کریگا۔ انجمن کو اگر وہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی چاہتی ہے، مناسب ہے کہ تنبول کا سلسلہ جدا کرے۔ اور شرائط ثلثہ مذکورہ کے مطابق مسلمانوں میں اُسکا رواج دے۔ اور تجارت کا سلسلہ جُدا قائم کرے۔ اور اسمیں جُداگانہ جائز مال لگاکر اُسکا نفع مسلمانوں کو پہونچاوے +

امید ہے کہ ہمارے اس مضمون کو۔ اور ترکی صاحب کی تقریر کے متعلق اسلامی رائے و شرعی فتوے کو پڑھ کر دیندار ارشد مسلمان اس انجمن سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور باقی انجمنیں بھی ہمارے اِن مضامین سے نفع اُٹھائینگے۔ اور مسلمانوں کو سود خواری و قمار بازی سے بچائے گی والتوفیق من اللہ الملک العزیز العلام۔

محمدیوں اور عیسائیوں وغیرہ اہلِ مذاہب کے باہمی مُباحثات

کے

اُصول و مقدمات

عیسائی وغیرہ صاحبان وقتاً فوقتاً محمدیوں سے مباحثہ کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات مباحثے وقوع میں آتے ہیں۔ مگر کبھی نتیجہ قطعی اور رافع نزاع نہیں نکلتا [illegible] وہ مباحثات بلا تمہید و تسلیم اصول و مقدمات وقوع میں آئی ہیں۔ لہذا خاکسار چند اصول و مقدمات کی تمہید کرتا ہے جو مذہب عیسائی وغیرہ میں بھی مسلم ہیں یا تسلیم کرنیکے لایق ہیں۔ اُن اصول و مقدمات کی پابندی سے مباحثہ ہو تو اُمید ہے کہ نتیجہ قطعی اور رافع نزاع نکلے۔ انشاءاللہ تعالےٰ کسی صاحب کو کسی اصل مین نزاع ہو تو وہ قبل از مباحثہ اس نزاع کا اظہار کرے اثناء مباحثہ میں اس نزاع کو سُنا نہ جائے گا۔ وہ مقدمات و اصول یہ ہیں۔

(۱) اشیاءِ موجودہ کے حقایق واقعی ہیں۔ خیالی یا وہمی نہیں ہیں۔

(۲) ان اشیاء کا علم ہم کو حاصل ہے۔ از انجملہ بعض اشیاء کو ہم بداہتہً جانتے ہیں۔ (جن کو بدیہی کہتے ہیں۔) بعض کو نظر و فکر سے (جن کو نظری کہتے ہیں۔)

(۳) علم اشیاء کے عام اسباب یا طریق صرف تین ہیں۔ (۱) حواس صحیحہ۔

(۲) عقل سلیم۔ (۳) خبر صادق۔

(۴) یہ تینوں گو محل خطا و غلطی ہیں۔ مگر اُن کے لئے خطا و غلطی سے بچانیوالے اَور مدد گار ہیں۔ (مثلاً آنکھ کیلئے خورد بین یا دوربین۔ اور عقل کے لئے تجربہ و مشاہدہ اور خبر کے لئے قرائن۔) جنکی مدد سے ہم غلطی و خطا سے بچ سکتے ہیں۔ اور یہ یقین یا ظن قریب بہ یقین کر سکتے کہ ہم مطلوب کو پہونچے۔ اور اگر ہم ان تینوں میں سے کسی سبب یا وسیلے سے کام نہ لیں تو پھر ہمارے لئے علم حقایق اشیاء کا عام سبب کوئی نہیں ہے۔ جو ہر شخص کو ہر چیز کے علم تک پُہنچا سکے۔

(۵) موجودات میں ایسی چیزیں بھی جن کو نہ حواس پہونچتے ہیں۔ اور نہ حواس کے ذریعہ عقل انسانی۔ اور نہ وہ خبر جس کا مستند و مبنی عقل و حواس ہوں اُنکے علم کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اور اس کا ذریعہ ایک خاص اعلام الٰہی ہے جس کو مذہب میں الہام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو اِن تینوں اسباب مذکورہ بالا سے مغایرت رکھتا ہے۔ مگر یہ سبب علم [illegible] ہے جس کو الہام ہو یا جو اس کو ملہم مان لے۔ اور اِس ذریعہ کی صحت منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ وہ اُن عام اسباب کا مخالف نہ ہو۔ اور جو بات اِس الہام سے بتائی گئی ہو وہ عقل[1] و حواس[2] و خبر صادق[3] کے مخالف نہ ہو یعنے عقل و حواس و خبر صادق کے حکم سے باطل و محال نہ ہو۔ جس کی تشریح اصول نمبر ۱۹ و ۲۰ میں ہوگی۔

(۶) منجملہ تین عام اسباب علم کے عقل صرف کسی چیز ضرورت یا امتناع یا امکان جس کی تشریح اصول ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ میں ہوگی۔ ثابت کر سکتی ہے۔ اسکا وجود فعلی ثابت کرنا عقل کا کام نہیں ہے۔ یہ کام حواس یا خبر کا ہے۔ یا اس خاص سبب علم کا جس کو الہام کہا جاتا ہے۔ مگر اسی خصوصیت او اسی شرط سے جو اصل نمبر ۵

میں بیان ہو چکی ہے۔

(۷) اشیاء جنکا علم ہمکو حاصل ہے دو قسم ہیں۔ (۱) قائم بذات خود (جیسے اجسام ہیں) جن کو جواہر کہتے ہیں۔ (۲) قائم بغیر (جیسے جسموں کی رنگت ہے۔) جن کو ہم اعراض کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(۸) جوہر دو قسم ہیں۔ (۱) مجرد جیسے روح (یا نفس) (۲) مادی (جیسے جسم)

(۹) جسم جن اجزا سے مرکب ہے ہیولی۔ (مادہ) وصورت ہو۔ خواہ اجزاء لاتتجزے وہ جواہر ہیں نہ اعراض۔

(۱۰) جن جواہر کو ہم کبھی موجود دیکھتے ہیں کبھی معدوم اُن کے وجود وعدم کو ہم اُن کی ذات کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ اور صاف یقین کرتے ہیں کہ اُن کی ذات نہ اُن کے وجود کا تقاضا کرتی ہے۔ نہ عدم کا۔ (کیونکہ اگر اُن کی ذات متقاضی وجود ہوتی تو وہ کبھی معدوم نہ ہوتی۔ اور اگر تقاضا عدم کرتی تو وہ کبھی وجود میں نہ آتی) ایسے جواہر کو ہم ممکن (مساوی الطرفین) کہتے ہیں۔

(۱۱) موجودات کے مقابلہ میں ہم ایسے خیالی یا وہمی مفہومات پاتے ہیں۔ جن کی ذہنی یا خیالی ذات کے لئے عدم کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے وجود میں آنے کو محال وناجائز جانتے ہیں۔ (جیسے اجتماع النقیضین یا ارتفاع النقیضین) ایسے مفہوم کو ہم ممتنع الوجود کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

(۱۲) موجودات کو ہم بعد العدم موجود دیکھتے ہیں۔ تو اس سے ہم کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ انکو وجود دینے والی نہ تو کوئی ایسی ذات ہے جس کا وجود میں آنا محال وممتنع ہو۔ (کیونکہ جو چیز خود صالح وجود نہ ہو وہ غیر کو وجود کیونکر دیسکتی ہے۔) اور نہ ایسی ذات جس کا وجود ضروری وذاتی نہ ہو۔ اور وہ اپنے وجود میں محتاج غیر ہو۔ کیونکہ جو چیز اپنے وجود میں محتاجِ غیر ہو وہ دوسرے کو وجود

نہیں دے سکتی۔ ایسے ہی چیز موجودات کو وجود دینے والی ہوتی تو موجودات عالم وجود میں نہ آتے۔ نہ اس کی احتیاج رفع ہوتی۔ نہ وہ احتیاج غیر کو رفع کر سکتی۔ بلکہ اس کو وجود دینے والی کوئی ایسی ذات ہونی چاہیئے جس کا وجود ضروری ہو اور وہ غیر سے حاصل و مستفاد نہ ہو۔ اپنی ہی ذات سے ہو۔ ایسی ذات کو ہم واجب الوجود کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مختلف اہل مذاہب کی زبانوں میں اُس کو اللہ تعالےٰ یا خدا یا گاڈ وغیرہ کہتے ہیں۔

(۱۳) اِن تینوں (ممکن۔ واجب۔ ممتنع) کے مفاہیم و مصادیق میں ہم نسبت تناقض و تضاد پاتے ہیں۔ جو چیز ممکن الوجود (بامکان خاص) ہے وہ ممتنع الوجود نہیں۔ اور نہ ممتنع الوجود (بامکان خاص) ممکن ہے۔ اور جو چیز ممتنع ہے وہ نہ ممکن ہے نہ واجب اور جو واجب الوجود ہے۔ وہ نہ ممکن ہے نہ ممتنع

(۱۴) ممتنع الوجود اور مجہول الکنہ میں [illegible] فرق ہے۔ اول [illegible] معلوم البطلان ہے جس کی حقیقت و مفہوم کو عقل نے بخوبی سمجھ لیا۔ اور اُس کی تہ کو پہونچکر اس کو باطل و ناممکن الوقوع قرار دیا ہے۔ اور ثانی صرف نامعلوم الحقیقت والکیفیت ہے۔ اور عقل ہنوز اس کی حقیقت و کُنہ و کیفیت تک پہونچی ہی نہیں۔ اور اس وجہ سے اس پر بطلان کا حکم نہیں لگاتی۔ بلکہ جائز رکھتی ہے کہ وہ ممکن الوجود ہو۔ یا اس سے بڑھکر واجب الوجود۔

(۱۵) خدا کی ذات و صفات مجہول الکنہ اور واجب الوجود ہیں نہ محال و ممتنع الوجود چنانچہ مقدمہ ۱۲ و ۱۳ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور مقدمات آئندہ سے بھی ثابت ہوگا۔

(۱۶) جن چیزوں میں انفصال حقیقی ہوتا ہے (جیسے عدد کے زوج اور فرد ہونے میں ہے۔) ان کا ایک محل میں جمع ہونا یا ایک محل سے مرتفع ہونا

محال ہے - مجہول الکنہ نہیں ہے -

(۱۷) خدا تعالےٰ کی ذات بجمیع صفات کمال (جن کو عقل خدا تعالےٰ کے لئے ضروری سمجھتے ہیں - اور مذاہب حقہ نے اُن کے وجود و ثبوت کی خبر دی ہے) واجب الوجود ہے - لہذا وہ کسی صفت میں امکان خاص سے موصوف نہیں ہو سکتی جیسے کہ امتناع سے موصوف نہیں ہوتی - اِس کی ذات یا کسی صفت کو ممکن کہنا ایسا ہے جیسے اس کو ممتنع کہنا جو اس کے وجوب وجود کے منافی اور اس کی ضد ہے - جو لوگ خدا تعالےٰ کی نسبت از خود صفات تجویز کر کے یہ کہتے ہیں - کہ ممکن ہے خدا تعالےٰ ایسا ہو وہ سخت غلطی کرتے ہیں - اور یہ نہیں سمجھتے کہ امکان ممکنات کی صفت ہے نہ خدا تعالےٰ کی جو واجب الوجود ہے -

(۱۸) خدا تعالےٰ جملہ صفات ممکنات سے (جو لوازم امکان ہیں) منزہ و مقدس ہے - وہ کسی صفت کا صفات ممکنات موصوف نہیں ہوتا - اور جن صفات کا [illegible] ہے - یا بولنے سُننے والا یا محبت یا غصہ کرنے والا اِن صفات کو صفات ممکنات سے صرف لفظی مشارکت ہے - یا لوازم و نتائج میں مشابہت نہ حقیقت میں مشارکت - یا اصلی مماثلت - ٭ - جو لوگ خدا کی صفات کو صفات ممکنات کی حقیقت میں مشارک و مماثل سمجھتے ہیں - وہ خدا تعالےٰ کو ممکن و مخلوق بتلاتے ہیں -

(۱۹) تجزی (ذہنی یا خارجی (اجزار کیطرف منقسم ہونا -) یا کسی متجزی شئے کا جزء بننا امکان کے لوازم و خواص سے ہے -

(۲۰) مطلق احتیاج و افتقار امکان کے صفات و لوازم سے ہیں -

(۲۱) مکان یا زمان میں متحیز و محدود ہونا (جو ہم اجسام میں مشاہدہ کر رہے ہیں -) امکان کے صفات و لوازم سے ہے -

53

(۲۲) کسی امر کا صرف ممکن ہونا اس کے موجود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُسکے وجود پر کوئی دلیل قایم نہ ہو۔

(۲۳) کسی مذہبی مسئلہ یا عقیدہ کو مجہول الکنہ ممکن الوجود قرار دینے کیلئے ضروری ہے کہ وہ مسئلہ یا عقیدہ اس مذہب میں صاف وصریح طور پر وارد ہو۔ اس میں تعمق نظر اور فکر کی ضرورت نہ ہو۔ اور یہ جایز نہیں کہ ایک مسئلہ یا عقیدہ کوئی شخص کسی مذہب سے اپنے فہم واجتہاد واستنباط کے ساتھ نکالے۔ اور پھر اُس کو مجہول الکنہ قرار دے۔

(۲۴) متشابہات مذاہب بانی مذہب کے صریح نصوص ہوتے ہیں۔ نہ اجتہادات علمار مذاہب۔ ۲۵۔ جزء کے عدم سے کل معدوم ہو جاتا ہے۔

اِن اُصول ومقدمات کی اشاعت واشتہار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خاکسار کو بعض مسائل میں اشخاص مذاہب غیر سے گفتگو کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو اِن اصول سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو اثنار گفتگو میں ان اُصول کا سمجھانا۔ اور ان سے تسلیم کرانا مشکل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اِن اصول ومقدمات کو عام طور پر مشتہر کیا جاتا ہے۔ اعیان اشخاص مذاہب غیر سے جو لوگ خاکسار یا اور اہل اسلام سے مباحثہ کا شوق رکھیں اور قصد کریں وہ پہلے ان اصول کے تسلیم وعدم تسلیم سے خاکسار کو یا اور شخص کو جو ان اصول کی پابندی سے گفتگو کرنا چاہے۔ اطلاع دیں۔ اور در صورت عدم تسلیم کسی اصل کے متعلق مذکورہ پہلے اس اصل میں بحث کرلیں۔ اور جو صاحب کسی اصل کا مطلب نہ سمجھیں (اور یہی امر کی بعض انگریزی خوانوں سے توقع ہے) وہ اس اصل کا مطلب خاکسار یا دیگر علمائے اسلام سے جو مشرقی منطق وفلسفہ وامور عامہ میں دخل رکھتے ہوں اس کا مطلب سمجھ لیں۔

مرزا کے دام سے مسلمانوں کے بچانے کیلئے ایک دلپذیر تقریر اور مباحثات میں مرزائیوں کے الزام و شکست کی آسان تدبیر

{جس کے ذریعہ ہر ایک مسلمان اُن کے دام سے بچ سکتا ہے اور ایک عامی مسلمان مولوی مرزائی کو ساکت و ملزم کر سکتا ہے - + + +}

آجتک دنیا میں جس قدر گمراہ مذہب پھیلے ہیں۔ صرف غلطی و مغالطے سے پھیلے ہیں جسمیں ہر یک سادہ لوح کم عقل پھنس جاتا ہے۔ یا اسوجہ سے کہ اُن مذاہب میں آزادی اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے آسانی پائی جاتی ہے۔ جو آزاد منش اشخاص کیلئے ایک طبعی امر ہے۔

اگر کوئی ملحد آزاد منش اپنا یہ پیشہ قرار دے اور اس کی منادی کرے کہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ خدا [illegible] اور نہ [illegible] کوئی کتاب ہے اور نہ خدا کی طرف کوئی مذہب یا حکم مذہب تو ہزاروں بلکہ لاکھوں اُسکی دعوت کو قبول کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں (جن کے نظایر یورپ وغیرہ مغربی بلاد میں بیشمار اور ایشیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت اور رسولوں کی رسالت اور خدا تعالےٰ کیطرف سے منزلہ کُتب و احکام حلال و حرام کے یقین و ایمان کیطرف لوگوں کو دعوت کرے تو اسکو لبیک کہنے والے اُن ملکوں میں نئے لوگوں میں کم نکلیں گے۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں آزادی پائی جاتی ہے۔ اور یہاں پابندی کرنی پڑتی ہے۔ وہاں عقل رسا اور فہم صفا سے کچھ کام نہیں لیا جاتا۔ یہاں بحر مواج عقل میں غوطہ لگانا۔ اور شب و روز فکر صائب و تعمق غایر سے کام لینا پڑتا ہے۔ پس اُن آزاد منش ملحدوں کی دعوت کا زیادہ تر قبول ہونا ان کی کرامت نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے پیروان کی سفاہت

وجہالت کا نتیجہ ہے۔

قادیان کے مرزا کا مذہب باطل جو پنجاب ہندوستان میں کیقدر شیوع پایا ہے تو اُسکا سبب ونشار یہی ہے کہ وہ مغالطے سے کام لیتا ہے۔ اور اپنے پیروان کو آزادی کا سبق دیتا ہے۔ کہ تصویریں بناؤ۔ اور سود کھاؤ۔ اور دور دراز سفر کی مصیبت اٹھا کر مکہ کیوں جاتے ہو بجائے مکہ قادیان کو کعبہ بناؤ۔ گرمی کے موسم میں روزہ رکھکر بھوکے نہ مرو۔ بلکہ اس بیت پر عمل کرو سے

نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ دے سجدہ ٭ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

اس کی آزادی مذہب کی تفصیل ہم پھر کسی موقعہ پر کرینگے۔ اور بعض احکام شرعیہ سے اسکا لوگوں کو آزادی دینا اسکے صریح اقوال سے اور بعض احکام سے آزادی دینا اُسکے شبا نروزی اعمال سے ثابت کر دکھائینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

اس مضمون میں ہم اُسکے مغالطے اور دہوکا دہی کی چند مثالیں بیان کر کے مسلمانوں کو اُسکے دام سے بچانے اور مباحثات میں اُسکو اور اس کے اتباع کو ساکت و ملزم کرنے کی تدبیر بتاتے ہیں۔

مرزا کا اصل مقصد (وہ کام یا سفارت جس کے پورا کرنیکو وہ کھڑا ہوا ہے) یہ ہے کہ وہ عام اہل اسلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی جماعت اصحاب کبار و تابعین ائمہ و سلف اتباع شعار کی پیروی سے ہٹائے اور بجائے اُنکے خود رسول و نبی و محدث و مجدد و مسیح موعود و مہدی مسعود بنے۔ موجودہ اعتقادات و احکام اسلام سے لوگوں کو آزاد کرے۔ اور بجائے انکے اپنے آزاد مذہب کا لوگوں کو پیرو بناوے۔ اس مدعا کو حاصل کرنیکے لئے وہ دلائل صحیحہ عقلیہ یا نقلیہ سے بالکل کام نہیں لیتا۔ بجائے انکے مغالطے سے کام نکالتا۔ اور لوگوں کو ایسا دہوکا دیتا ہے جسمیں کم عقل نادان لوگ سالہا سال غلطان و پیچاں رہتے ہیں اور اُس سے مخلصی نہیں پاتے۔ (۱) وہ اپنے مجدد اور محدّث ہونے کے ثبوت میں (جن کے دوسرے نام وہ نبی رسول و امام وقت بھی بتاتا ہے۔) اُن احادیث کو پیش کرتا ہے جسمیں یہ ذکر ہے کہ ہر ایک صدی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے۔ ٭

(باقی صفحہ ۱۰۲ پر آئیگا)

مے باید شنید

یہ رسالہ اس دفعہ کیوں غیر معمولی دیر سے نکلا؟

شائقین وناظرین رسالہ تعجب وافسوس سے کہتے ہوں گے کہ اس دفعہ رسالہ کیوں رسالہ معرض التوا میں پڑگیا۔؟

بعض حضرات تو یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ رسالہ بند ہوگیا۔

[illegible] قادیان [illegible] مرزا [illegible] یہ مشہور کر چکے تھے۔ کہ یہ رسالہ ان کے حضرت اقدس کی بددعا وکرامت سے بند ہوگیا ہے۔ ان کی راست بیانی پر ان کو جرأت دلانے والے مرزا کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے یہ فقرات والفاظ ہیں کہ میرے مخالفوں کی قلمیں* ٹوٹ گئیں۔ (ناظرین اس فصاحت محاورہ کی داد دینا) اب سب کے منہ میں لگام دی گئی (اس تہذیب اخلاق وخوش بیانی کو بھی دیکھنا۔)

بعض حضرات کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا۔ کہ مرزا کے عقاید باطلہ مخالفہ اسلام کو مؤلف رسالہ (خاکسار) نے حق مان لیا ہے۔ اور ان سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے اس قدیم خیال سے کہ وہ عقاید کفریہ اور برخلاف اسلام ہیں رجوع کر لیا ہے۔ اور جو فتوے علماء پنجاب وہندوستان

* یہ الہامی غلط محاورہ ہے۔ اور صحیح محاورہ یہ ہے۔ قلم ٹوٹ گئی۔ قلم اردو۔ فارسی اور عربی میں مذکر ہے۔ نہ مؤنث۔

لے قادیان کا الحکم۔ بڑے فخر سے ایک جگہ لکھتا ہے کہ اشاعۃ السنۃ ایک وقت آیا تا یہ کہ نکلتا تھا آج چراغ لیکر ڈھونڈو تو نظر نہیں آتا۔ اب دیکھیے الحکم پر کیا آفت آئی ہے جبکہ یہ رسالہ نکلا۔

-55

کا مرزا کے حق میں رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شایع کیا تھا۔ اس کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس لئے اب اشاعت رسالہ کو موقوف کر دیا ہے۔

یہ خیال بھی مرزا ہی کے بعض چیلوں کا رہا جس کا ماخذ و منشا اس کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کا یہ فقرہ ہے " کہ آپ ہی فتوے طیار کیا۔ اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا"

اس خیال والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ رسالہ مرزا ہی کے رد میں جاری کیا گیا تھا وہ رد موقوف ہوا۔ تو رسالہ خواہ مخواہ موقوف ہو گیا۔

اے حضرات ناظرین و شائقین بالیقین یہ خیالات و مقالات سراسر باطل و غلط ہیں۔ اور ناراستی اور ہٹ دھرمی اور کسی قدر ناواقفی پر مبنی ہیں۔

نہ تو یہ رسالہ عام بند شدہ اخباروں کی طرح بند ہوا۔ اور نہ مرزا کی بد دعا و کرامت کا اسپر کچھ اثر ہوا۔ اور نہ اس کے مولف خاکسار کو مرزا کے عقائد باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام سے اتفاق ہوا [illegible] رجوع کیا نہ اوس کو منسوخ کیا۔ یا کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی یہ رسالہ خاص کر مرزا کے رد میں جاری کیا گیا تھا۔ اور نہ اس سے مخصوص رہا۔

مرزا تو کل پیدا ہوا۔ اور یہ رسالہ ۱۸۷۸ء سے جاری ہے۔ بلکہ اس غیر معمولی توقف کی وجہ یہ ہوئی کہ خاکسار مولف رسالہ ایکسد اپنے ذاتی کام میں ایسا مصروف رہا کہ اس مصروفیت کے سبب وہ طبع شدہ حصہ رسالہ از ۲ صفحہ لغایت ۴۷ کو بھی جو عرصہ ایک سال سے مطبع میں چھپا ہوا پڑا رہا شایع نہیں کر سکا۔

وہ کام یہ تھا کہ اس واہب حقیقی اور منعم اصلی نے خاکسار مولف رسالہ کو ہماری مہربان گورنمنٹ سے چار مربعہ زمین عطا کرائی ہے۔ اس زمین کے انتظام آبادی میں خاکسار مصروف رہا۔ وہ خداداد زمین اس کے فضل و توفیق سے آباد ہوتی جاتی ہے۔ دو فصل ربیع و خریف کی کاشت کی برکات

فریدبخش

سے خاکسار متمتع ہو چکا ہے اور سوم فصل ربیع کی برکات کی تحصیل در پیش ہے اور چہارم فصل خریف کی کاشت کا اکثر حصہ ہو چکا ہے اس منعم حقیقی و ولی النعم سے امید ہے کہ اس فصل خریف کے اختتام پر تمام زمین آباد ہو جائیگی اس کے بعد یہ خاکسار اپنے دستور اور روش سی۳۰ سالہ زندگی سابق کے مطابق اشاعت رسالہ و دیگر قومی و اسلامی خدمات درس قرآن و حدیث و تالیف کتب و رسائل دینیہ خصوصاً تفسیر القرآن (جس کا خاکسار دو دفعہ وعدہ دے چکا ہے۔) و شرح مشکوٰۃ المصابیح (جسکی طالب و شائق بعض اخوان دین ہیں) اور جواب عیسائیوں کی کتاب امہات (جس کو خاکسار اپنے ذمہ ایک دَین لازم سمجھتا ہے) کے لئے وقف اور مستعد ہے۔ بشرطیکہ قوم ادن قومی کاموں کے لئے اپنی ہمت کو مصروف اور اعانت قدیم کو جاری رکھے۔ زمین ملنے کا مژدہ سُنکر کبھی یہ خیال نہ کر بیٹھے کہ اب مؤلف رسالہ کو آمدنی زمین کافی و وافی ہو گئی ہے۔ لہذا اب اشاعت رسالہ یا تفسیر کے لئے اس کو مالی مدد دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ بلکہ بجائے اس خیال فاسد کے یہ یقین کر لیں کہ قومی کام قوم ہی کی مدد سے انجام پذیر ہو سکتے ہیں شخصی یا ذاتی طاقت یا سرمایہ قومی کاموں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر زمین کی آمدنی خاکسار اور اُسکے عیال کے ذاتی مصارف کے لئے کافی ہوئے تو اُسی کو وہ حضرات غنیمت کبرٰی سمجھیں۔ اور خدا تعالےٰ کا شکر بجا لاویں کہ خاکسار کے ذاتی مصارف کا بوجھ اُن پر یا اُن کے رسالہ پر نہ رہا۔ اور اس نعمت و احسان خداوندی کے شکریہ میں وہ طبع و اشاعت رسالہ و دیگر تصانیف کے لئے بدستور قدیم روپیہ سے کافی مدد دیں۔ پھر دیکھیں کس خوبی و خوش اسلوبی سے معمولی رسالہ اور دیگر دینی کاموں کو ترقی ہوتی ہے۔

یہ عطیہ الٰہیہ بواسطہ گورنمنٹ عالیہ مرزا پر بہت شاق و ناگوار گذرا۔ اور اس کے دل کو اُس کا صدمہ سخت پہونچا۔ تو اس نے اس عطیہ کی نسبت اپنی اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ فقرہ مشتہر کیا کہ ابو سعید محمد حسین کو سرکار سے زمین ملی بھی وہ ذلت ہے جس کی پیشین گوئی میں اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں کر چکا ہوں۔ اور یہ بست آویزہ

- 56

نقل ایک روایت کے یہ دعوے کیا۔ کہ جس گھر میں آلات کاشت کاری ہوں اُس مین ذلت پہونچتی ہے۔

اس کمینہ اور حاسدانہ حملہ مرزا کا میں اس کو کچھ جواب نہیں دیتا۔ اور نہ اُس کو اپنا مخاطب بنانا چاہتا ہوں جس کی وجہ مضمون آیندہ "مرزا کو ہم نے کیون چھوڑا" مین بیان کروں گا۔ یہاں صرف ناواقف مسلمانوں کو جو مرزا کے اس حاسدانہ قول و حملہ یا اُس کی دست آویز روایت سے دہوکھ کھا گئے ہوں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر اس روایت کو اُن ہی معنے سے جو مرزا سمجھا ہے۔ صحیح تسلیم کرلیا جاوے تو بھی یہ خاکسار اس روائیت کا مورد و مصداق نہین ہے۔ کیونکہ نہ مینے ہل وغیرہ آلات کاشت کو خریدا نہ بنایا نہ اپنی زمین میں ہل چلایا میں تو صرف زمیندار مالگذار سرکار ہوں۔ کاشتکار تو اور ہی لوگ ہیں جو کاشت کرتے ہیں۔ پھر مین اس حدیث کا مورد و مصداق کیونکر ہو سکتا ہوں۔

تمام لوگ جنھوں نے مرزا کا یہ کمینہ اور حاسدانہ حملہ اشتہار ۱۰ دسمبر ۱۸۹۹ء میں [illegible] کی کمائی بطور صدقہ یا ورثہ اُسکو ملی ہوئی ہے۔ فخر کررہا ہے۔ اور اس زمین کی دست آویز سے مہدی ہونے کے ساتھ حارث بھی بن بیٹھا ہے۔ وہی زمین اپنی کمائی اور خداداد سے اوس کے مخالف کو ملی تو وہ ذلت بن گئی۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

اس اشتہار کے ۱۶ صفحہ کلاں مین جو مرزا نے بیہودہ سرائی اور خاکسار کی دل آزاری کی ہے اور اپنے حلفی اقرار نامہ کا خلاف کر کے عہد شکنی کی ہے اوس کا جواب مین اوس کو کچھ نہین دیتا۔ حکام وقت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ و کمشنر لاہور اُس کا نوٹس نہ لینگے۔ تو احکم الحاکمین قیامت کے دن اس عہد شکنی کی اُس کو سزا دے گا۔ ہماری طرف سے اس بد گوئی کے جواب میں یہ بیت بس ہے ؎

بدم گفتی و خورسندی عفاک اللہ نکو گفتی ❊ جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خا را

مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اب اس کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی اس کا کام تمام ہوگیا ہے۔

اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل وتطویل لاطائل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بقدر ضرورت کی جاتی ہے۔ کہ جب مرزا نے اپنی تحریرات ورسائل میں عقاید باطلہ مخالفہ اسلام شایع کئے تو اسلامی دنیا میں ایک تھلکہ سا مچ گیا۔ اور دنیا بھر کے عالمان دین کی طرف سے (جن کو وہ عقاید پہنچے) اُس پر طعن ولعن کا مینہ برسنا شروع ہوگیا۔

پھر از انجملہ بعض علماء اور پولٹش اعیان اسلام کا یہ خیال رہا۔ کہ اس کے عقائد باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔ اور ایسے شخص کو کوئی عالم اسلام اپنا مخاطب ہی نہ بنادے۔ اور مخاطب صحیح نہ سمجھے۔ اور اپنے خطاب سے اوس کو عزت و وقعت نہ دے مضمحل [illegible] گے اور اس سے بحث وخطاب کرنے سے وہ عقاید مشتہر ہو نگے۔ اور کسی نہ کسی کے دل میں وہ جلہ پکڑ لیں گے لیکن اکثر علماء کا خیال رہا۔ کہ اس کے وہ عقائد قبیحہ ومقالات شنیعہ بذریعہ اس کی تحریرات واشتہارات جابجا پھیل چکے ہیں۔ اور بہت سے ناواقف مسلمان ان عقائد کو دیکھ کر اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔ اور آئندہ پھینسگے۔ اس کے خطاب سے سکوت واعراض اس صورت میں مناسب تھا کہ اُسکے خیالات دنیا میں نہ پھیلتے۔ اور جس حالت میں کہ وہ اکثر بلاد میں پھیل چکے ہیں۔ اور عوام مسلمانوں کا ان میں پھس جانا وقوع میں آچکا ہے تو اب اس کو نالایق خطاب سمجھ کر اس کی بحث وخطاب سے سکوت کرنا اس بیت کا مصداق ومورد بنتا ہے ؎

اگر بینید کہ نابینا وچاہ است ✽ اگر خاموش بنشیند گناہ است

اُن ہی دور اندیش لوگوں میں سے ایک یہ خاکسار بھی تھا جس نے ردّ دجّال
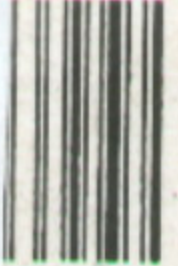
عقاید مرزا کا بہت حصہ لیا۔ اور پوری پانچسال تک اُس کا ایسا تعاقب کیا کہ اسکو گھر تک پہنچا دیا۔ بلکہ زندہ درگور کر دیا۔ اور اس کے اصول و فروع مذہب باطل سے کوئی ایسا مسئلہ نہ چھوڑا جس کا ابطال دلائل شرعیہ و براہین عقلیہ سے نہ کیا اور اس کا فساد و کساد ظاہر نہ کر دیا ہو۔ یہانتک کہ اس بحث و رد تفصیلی سے وہ خوف و اندیشہ ابتلاء عوام بدام مکائد و مغالطات اس دشمن اسلام کا اٹھ گیا۔ اور یہ یقین حاصل ہو گیا۔ کہ ناظرین و سامعین عقائد باطلہ مرزا سے جو شخص خاکسار کی بحث و رسائل کو دیکھے گا یا سنے گا۔ وہ اس کے دام تزویر میں نہ پھنسیگا۔ اور جو متعصب یا احمق صرف کلام مرزا کو پڑھ کر یا سُنکر یکطرفہ فیصلہ کر لیگا۔ اور اس کا رد و جواب نہ دیکھنا چاہے گا اُس کے حق میں ابد الدہر رد مرزا میں مصروف رہنا کوئی فائدہ و اثر نہ دکھاوے گا۔ یہ سوچکر خاکسار نے اعلان ذیل مشتہر کیا۔ جو اشاعۃ السنہ جلد شانزدہم کے صفحہ ۳۰۴ میں درج ہے۔

موقوفی جنگ کا اعلان *

قادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلہ کی مہم در پیش ہے۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کرینگے تو ہم بھی آپکو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹھکے کما دیں۔ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں آپ اس امر کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قایم رہے گی ؎

گر صلح خواہی نخواہیم جنگ　　*　　وگر جنگ جوئی ندارم درنگ

اس اعلان پر بھی اُس نے سکوت اختیار نہ کیا اور پھر بھی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا۔ تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان جلد ہفدہم کے صفحہ ۲۳۳ میں مشتہر کیا جو ذیل میں

منقول ہے۔

موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان

۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا۔ پر اُس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا۔ اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا۔ لہذا ہمکو بھی مجبوری اُسکا مقابلہ کرنا پڑا۔ اب ہم نے اوس کو دوبارہ شکست دی۔ اور اس کی الہامی گولہ باری اندازی تیر اندازی بند کر دی جس کی تشریح نمبر ۸ و ۹ جلد ہذا میں ہو چکی ہے۔ لہذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں سو وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اوس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اوس کو ترک کرنا چاہیے۔ تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکہ میں آگر اوسکے اتباع میں پھنس گئے ہیں۔ اوس کو سمجھا دیں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنہ کو ان بونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اسوقت اسلام پر سخت بے رحمی ہونا اصل مقصود [illegible] وقت کو صرف نہ کریں۔

اس اعلان کو بھی دیکھ کر اُسکا مُنہ بند نہ ہوا تو خدا تعالےٰ نے اُس کا شر اور بحق اہل اسلام و دیگر اقوام اسُ کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لئے اس کی ضرر رسان طبیعت کے مادہ فاسدہ کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا۔ کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیشگوئیاں سُنا کر ڈراوے اور دھمکاوے۔ اور اس ذریعہ سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے اسی سلسلہ میں اس نے ایک پیشگوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار اور دیگر دو شخاص کے حق میں موت و عذاب کی دھمکی تھی مشتہر کر دی۔ اس پیشگوئی نے اوس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ میں پہنچایا۔ اور اُس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا۔ اس الزام سے اُن کی خلاصی و رہائی تب ہوئی۔ جبکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرا لیا اور اقرارنامہ لکھا لیا۔ کہ وہ آئندہ ایسی پیشگوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو خواہ عیسائی

- 58

یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا۔ اور نہ کسی کے حق میں بددعا کرے گا۔ اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلاوے گا۔

اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں جداگانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اسوقت کمشنر ڈویزن لاہور تھے۔) اور اسوقت سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہیں) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پاکر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔

نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی ایس

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان

نمبر مقدمہ (۱/۲)

سرکار قیصرہ ہند مستغیث بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور . . . . . ملزم

الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔ تاریخ مرجوعہ ۱۵۔ دسمبر ۱۸۹۹ء

حکم

ہم نے دو اقرار ناموں کا مسودہ مشتمل پر چھ دفعات طیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی۔ اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان اقرار ناموں کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی حال مسدود کی جائے۔ لہذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں۔ اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کیا ہے۔

دستخط

[illegible]

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری۔ اجلاسی مسٹر جے۔ ایم۔ ڈوئی صاحب بہادر۔ ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء نمبر بستہ قادیاں

نمبر مقدمہ ۱/۳

سرکار دولتمدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ملزم الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

اقرار نامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالےٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:۔

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنے ہوں یا ایسے معنے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی۔ یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کردے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔[1]

(۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہونگا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اُٹھائیگا۔ یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

[1] یہ تفسیر مشتہر کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ عدالت کے الفاظ ہیں۔ جو صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بوقت اقرار نامہ پڑھنے کے بطور تفسیر خود کہے تھے۔

-59

(۴) میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے اُن کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اُن کی ذات کی نسبت یا اُن کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال۔ کافر۔ کاذب بطالوی نہیں لکھوں گا۔ (بٹالوی کے ہجے بٹالوی ہونے چاہئیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اُس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے۔) میں اُن کی پرائیویٹ زندگی یا اُن کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا۔ جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

(۵) میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کو اِس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تاکہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں اُن کو یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کیلئے بلاؤنگا۔

(۶) جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد   گواہ شد

مرزا غلام احمد بقلم خود   خواجہ کمال الدین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

دستخط

جے۔ ایم۔ ڈوئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔

۲۴۔ فروری ۱۸۹۹ء۔

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس میں بجائے اس اقرار لینے کے کہ بٹالوی کو بطالوی ط سے نہ لکھا جائیگا۔ یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاویگا۔ میں اس اقرار نامہ کے مطابق عمل کروں گا۔ اور اسپر دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اسپر کاربند رہیں۔

و ازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاء اور اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں۔ عین مطابق ہوا ہے لہذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ اس کی ضرورت دیکھتا ہوں جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے۔ اس کو کافی و وافی سمجھتا ہوں وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتہر } ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ من مقام بٹالہ۔ ضلع گورداسپور

فیصلہ ہمارے منشاء کے عین مطابق ہوا ہے جسپر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد عدل ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہوسکتی۔

مگر مرزا غلام احمد سے کمال تعجب ہے۔ کہ وہ اس فیصلہ کو اپنے اشتہار ۷ اردسمبر ۱۸۹۹ء میں ہمارے مخالف اور اپنی منشاء کے مطابق سمجھتا ہے۔ ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اُسکا جواب نہیں دیتے۔ ہاں اسکے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اسقدر نصیحت کرنے سے نہیں رُکتے کہ وہ اس کے اس دعوے کو یوں ہی نہ مان لیں اس سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا و منشا یہی تھا۔ کہ آپ کی نبوت ختم ہو جاوے۔ اور انذاری پیشگوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کئے جائیں؟

اس سوال کے مقابلہ میں اگر وہ اس فیصلہ کو ہماری منشاء کے مخالف ہونے کی تائید و ثبوت میں یہ سوال کرے جیسا کہ اُس نے

اشتہار ۱۷- دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء میں کیا ہے۔ کہ "کیا آپ کا یہی منشاء تھا کہ آپ آئندہ اپنے مخالف کے حق میں کفر کا فتوے نہ دیں اور اپنے فتوے تکفیر کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں درج ہے منسوخ کریں۔ **تو اس کا جواب** وہ لوگ اس کو یہ دیں کہ اس فیصلہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے۔ کہ کوئی فریق اپنے مخالف کی نسبت فتوے نہ دے اور اپنے خیال و اعتقاد کو بدل دے۔ لہذا یہ فیصلہ تمہارے مخالف (ابوسعید) کے مخالف نہیں۔ اس کی تفصیل اور دلیل وہ لوگ تقریر مابعد میں بصفحہ (۱۰۷) پائینگے۔

فیصلہ۔ و اقرار نامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔ اور میں نے اس فیصلہ کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵- فروری سنہ ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا۔ اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری و پیشی تھی۔ اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداسپور میں جا پہنچا تھا۔ میرا [illegible] اس تاریخ [illegible] تھا۔ اور پہلے ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گورداسپور میرا بیان بھی لیا گیا تھا۔ اور پھر بتاریخ ۱۳ فروری سنہ ۱۸۹۹ء بمقام پٹھانکوٹ مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب و احباب کا عام خیال ہے۔ کہ اگر میں اس تاریخ گورداسپور میں نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرار نامہ پر دستخط نہ کرایا جاتا مگر جب میں وہاں جا پہنچا۔ اور مرزا کو اس علم ہوا تو جس وقت مرزا سے مجسٹریٹ نے اقرار نامہ لکھوانا چاہا۔ اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے۔ اس سے بھی یہ اقرار... لیا جائے۔ جس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر

اور امن قائم کرنا منظور تھا۔ اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا۔) مجھے بھی عدالت کے کمرہ میں بُلایا۔ اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرار نامہ پر دستخط کرانا چاہا تو میں نے بلا تامل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔ **جس کی وجہ ایک یہ ہوئی** ۔ کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث وخطاب قطع کرنا چاہتا تھا۔ جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا جو منقول ہوا۔ **دوسری وجہ یہہ** کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا۔ کہ اگر میں ذرا بھی تامل و توقف کروں گا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آجائے گا اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔ اور ایسا موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا جس میں اس کی انذاری پیشگوئیاں بند اور نبوت ختم ہوتی ہے۔ اور اسکے منذر الہامات اور بددعاؤں پر جو اُس کے انجن دکانداری کے چلتے پُرزے ہیں مُہر لگائی جاتی ہے۔ اور یہ تجویز سزا جانی و مالی سے بدرجہا بہتر [illegible] ہوگی تو وہ قومی شہید کہلائیگا۔ اور صدہا عوام کو اپنے دام میں پھنسا جائے گا۔ اور اگر مالی سزا تجویز ہوگی تو وہ ایک کے بدلے دس اپنے اتباع سے وصول کرے گا۔ اور اس سے اس کی دُکان کو اور بھی فروغ ہوگا۔ اور اگر اس سے مچلکہ لیا جائے گا تو وہ صرف ایک سال کے لئے یا بمنظوری سشن جج تین سال کے لئے ہوگا۔ نہ اس اقرار نامہ کی طرح تمام عمر کے لئے۔ یہہ سوچ کر میں نے خوشی سے اور بلا توقف اقرار نامہ پر دستخط کر دیا۔

اور یہہ بات ظاہر ہے ۔ اور دفعات اقرار نامہ کو سرسری طور پر پڑھ کر بھی کس و ناکس کو سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ اِس اقرار نامہ کے دفعات (۱) لغایت (۳) اور **دفعہ (۵) توخاصتہً مرزا ہی کے**

متعلق اور اُسپر موثر ہیں۔ خاکسار سے اِن کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ نہ میں الہامی پیشگوئیاں کرتا ہوں۔ اور نہ میں کسی کے حق میں بد دعائیں کیا کرتا ہوں۔ اور نہ میں کسی امر کے تصفیہ کے لئے کسی سے مباہلے کی درخواست کرتا ہوں۔ نہ مجھے ملہم ہونے کا دعوے ہے۔ نہ الہام بازی اپنا شیوہ ہے۔ نہ بطور کرامت مستجاب الدعوات ہونے کا ادعا یہ سب دعاوی تو اس وقت پرافٹ قادیاں اور اس کی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

دفعہ ۴۔ خاکسار اور مرزا **دونوں کے متعلق ہے۔** اور وہ میرے عمل کے بھی ویسی ہی لایق ہے جیسی مرزا کے لئے واجب العمل ہے۔ سو اس عمل کے لئے میں پہلے ہی سے مستعدی ظاہر کر چکا تھا جب میں نے دو دفعہ موقوفی جنگ کا اعلان دیا تو اس میں مباحثہ کے اندر ایسے الفاظ کو استعمال نہ کرنا خود تسلیم کر لیا۔ اور یہی اس دفعہ کا منشا ہے کہ مباحثہ کے وقت ایک فریق دوسرے کو کافر دجال وغیرہ نہ کہے جس سے اشتعال طبع پیدا ہو کر نقص امن عامہ خلائق لازم آوے۔ اس دفعہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر نہ سمجھے۔ اور اس باب میں اپنے اعتقاد و کانشنس کو بدل دے۔ اور اگر کوئی شخص کسی فریق سے دوسرے فریق کے حق میں اور اس کے اعتقادات کی نسبت فتوے پوچھے تو وہ اُس کے حق میں اور ان اعتقادات کی نسبت وہ فتوے نہ دے جس کو وہ اپنے اعتقاد میں صحیح و واجبی سمجھتا ہو۔ بلکہ برخلاف اپنے اعتقاد کے وہ اس کو مسلمان اور اپنا موافق مذہب خیال کر لے۔

اس امر کا نہ مجسٹریٹ نے کسی فریق سے اقرار لیا۔ اور نہ کوئی حاکم وقت اصول نیوٹرلٹی کے رو سے کسی سے اقرار لینے کا مجاز ہے۔ اور نہ کسی فریق نے اس امر کا

(بقیہ آئندہ جاری)

اقرار کیا ہے کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی مسلمان سمجھیں گے۔ اور ایک دوسرے کے حق میں اس کے عقائد باطلہ کی نظر سے فتوے کفر نہ دیں گے دُنیا کے جملہ مذاہب مختلفہ کے کُل اشخاص اپنے مخالف گروہ کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ اور جب اُن سے اُن کے مخالف کی نسبت فتوے پوچھا جاتا ہے تو وہ اُس کے حق میں وہی فتوے دیتے ہیں جس کو وہ اپنے خیال میں صحیح و واجبی سمجھتے ہیں۔ اس امر کو تمام دنیا سے کوئی شخص نہیں اُٹھا سکتا۔ تمام روئے زمین کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

مرزا نے اپنے اشتہار ۱۷۔ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتوے کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا منسوخ کر دیا۔ اور اسی بناء پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعوے کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین کے منشاء کے برخلاف ہوا جس کا جواب صفحہ [illegible] میں گزر چکا ہے۔

ہم کو مرزا سے بحث و خطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں۔ کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افترا کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ **خاکسار بشمول** تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں مرزا کو اُس کے عقائد باطلہ مخالفہ اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا۔ اور اُسکے حق میں وہی فتوے دیتا ہے جس کو جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔ **فیصلہ مقدمہ** اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی **برکت علی** صاحب منصف تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے سید حیدر حسین قانونگوئے تحصیل مذکور کے سامنے

امرت سر و لاہور کی ریل گاڑی میں مرزا کی نسبت فتوے پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوے دیا۔

مرزا کے خاص مرید یا حواری **یعقوب ایڈیٹر** اخبار الحکم نے بٹالے کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتوے پوچھا تو میں نے وہی فتوے دیا۔ اُس نے کہا کہ یہ فتوے تحریر کر دو گے۔ میں نے جواب میں کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔

انجمن اسلامیہ روڑکی کے سیکرٹری منشی **مہر بخش صاحب** نے مرزا کی نسبت میرا خیال پوچھا تو میں نے اُس کے جواب میں اپنے اُسی خیال قدیم کا اظہار ایک خط کے ذریعہ کیا۔ جو مضمون زیر بحث کے بعد منقول ہوگا۔

الغرض اپنے فتوے یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا۔ اور نہ منسوخ کیا۔ اور نہ ہی اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشا ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابلہ استعمال نہ کرنیکا دونو فریق نے وعدہ و اقرار کیا ہے۔ اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشا ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا مطبوعہ ۱۷۔ دسمبر سے دھوکہ نہ کھائیں۔

اب رہی [illegible] اقرار نامہ [illegible] میرے خیال میں میرے متعلق نہیں۔ نہ میرا کوئی مرید یا پیرو ہے جس نے میرے کہنے سے منشاء دفعات الغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو بُرا کہا ہو۔ اور نہ اُس کو بُرا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اُس بُرا کہنے رُک جاتے یا آئندہ رُک جائیں۔ مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی۔ کہ اگر یہ شخص ان اشخاص کو روکتا تو وہ ضرور رُک جاتے۔ اِس لئے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ کے مطابق اقرار کرانا چاہا۔ اور میں نے بپاس خیال مجسٹریٹ اسکو منظور کر لیا۔ اور اسپر عمل بھی کیا۔ کہ مئی سنہ ۱۸۹۹ء میں اس فیصلہ کو مشتہر کیا۔ تو اُنہیں حسب منشاء دفعہ مذکور اپنے دوستوں کو ان دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا۔ اور پرائیویٹ خطوں کے ذریعہ اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کر دیں۔ مگر آخر **میرا وہی**

خیال سچا نکلا۔ اور اس سے مباحثہ کرنے والوں نے اب تک اُس کا تعاقب نہیں چھوڑا۔ اور اس سے مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ کو ترک نہیں کیا۔ ہر چند اِس مُباحثہ اور چھیڑ چھاڑ میں اونہوں نے اِن الفاظ کو استعمال نہیں کیا۔ جن کے استعمال سے دفعہ ۱۔ لغایت ۳۔ اقرار نامہ میں روکا گیا ہے۔ مگر میرا منشا اور مشورہ تو یہ تھا۔ کہ وہ بالکل اس سے بحث و خطاب نہ کریں۔ اور اب اس کو کالمیت سمجھ کر اس کا نام نہ لیں۔ میرے وہ دوست میرے مرید یا پیرو ہوتے تو میرے اِس مشورہ پر عمل کرتے اور پھر اسکا نام نہ لیتے۔ اور وہ یہ سوچتے کہ جو کچھ مرزا کے مقابلہ اور جواب میں اشاعۃالسنہ نے پانچ سال تک کیا ہے وہ کافی سے بڑھ کر ہے۔ اور مثل تو یوں مشہور ہے ؎ چو حلوا کہ یک بار خوردند و بس ✤ اور یہاں تو حلوا پورے پانچ سال تک کھایا کھلایا گیا ہے۔ اور اس حلوا کا اثر بھی بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ مرزا کی نبوّت ختم ہو گئی۔ اسکے [illegible] زے تھے۔ بند ہو گئے۔ مبلہلے اور بد دعائیں حکماً موقوف ہو گئیں۔ اب اُس کو مخاطب کرنا مثل "مُرے پر سو دُرے" کو عمل میں لانا ہے۔

اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ اُس کو میں نے جانے دیا ہے۔ اور اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔

ہمارے اِس بیان سے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ ہمنے مرزا کو کیوں چھوڑا ہے۔ اور کس معنے کر چھوڑا*

* یہ امر عنوان مضمون میں درج نہ تھا۔ یہ صرف تبعاً ضمناً بیان ہو گیا کہ اُس کو چھوڑنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس سے بحث نہ کی جائے۔ اور اس کو اپنا مخاطب نہ بنایا جاوے۔ اِس کے مغالطات پر پبلک کو آگاہ کرنا اِس میں داخل نہیں

مراسلت

(جس کے نقل کرنے کا مضمون سابق میں بصفحہ ۱۰۴ - وعدہ دیا گیا تھا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلمہ - کی خدمت میں بعد ما وجب عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار نسبت جناب معہ دیگر صاحبان والاشان شایع کیا تھا جس کی میعاد ۱۳ ماہ تھی - چوبندرہ جنوری سنہ رواں کو منقضی ہو گئی - اور یہ اشتہار بہت زور کا تھا - ماحصل اشتہار کا میرے مفہوم میں اول یہ ہے - کہ آئندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو حق جانیں گے - یا [illegible] اشتہار کو جو خاص حضرت کے حق میں حضرت مرزا صاحب نے دیا تھا - اوس کو کیا خیال فرماتے ہیں - اور آئندہ کے واسطے حضرت کا نسبت حضرت مرزا صاحب کے کیا خیال ہے - یعنے ۱۶ - جنوری ۱۹۰۰ء سے میرے نزدیک

اور اس کے ترک کرنے کا نہ وعدہ ہے - نہ ارادہ - اور نہ احباب کو اسکا مشورہ دینا مقصود ہے - آس آگاہی و خیر خواہی خلایق پر وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہے گا - جیسا کہ اِس مضمون میں اس کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے مغالطات پر بلا تخاطب مرزا آگاہی خلایق عمل میں آئی ہے - ایسے ہی مضمون آئندہ میں اِس کی درخواست ۲۷ - جون کے مغالطات پر پبلک کو اطلاع دی گئی ہے -

الٰہی بخش

دونو حضرات واجب الخدمت ہیں۔ اور ہم لوگ ہر دو حضرات کے مطیع حکم ہیں۔ باہم جو کچھ فرمائیں اُس میں ہم لوگوں کو کوئی منصب لب کشائی کا نہیں ہے۔ اور نہ ہونا چاہیئے۔ ہم لوگوں کی سعادت اسی میں ہے کہ علماء کے فرمانبردار رہیں۔ علمِ ربانی ملا الٰہی بخش[1] صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۰۔ نومبر ۱۸۹۸ء اور حضرت مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۲۔ نومبر ۱۸۹۸ء ملاحظہ ہوا۔ اب حضرت سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نسبت حضرت والا کا عقیدہ سابقہ اب بھی ہے۔ یا انکے دعاوی کو حضرت والا حق بجانب خیال فرماتے ہیں۔ اور اشتہار کو جو آپ کی نسبت معہ دیگر صاحبان شایع ہوا تھا۔ اس کو کیا خیال فرماتے ہیں۔ حضرت سے درخواست ہے کہ اشتہار اور حضرت مرزا کی نسبت اس وقت جو حضرت کا خیال ہو اُس سے مفصل مطلع فرمایا جاوے۔ بغرض حصول جواب رقیمہ نیاز ہذا و لفافہ ٹکٹ خط کی پیشانی پر چسپان ہے۔ مہربانی فرماکر جواب مفصل بعجلت تمام مرحمت فرمائیں۔ فقط

حضرت والا کا نیازمند خاکسار آثم محمد مہر بخش عفی عنہ مقام روڑکی مورخہ ۲۷۔ جنوری ۱۹۰۰ء وقت ۷ بجے شام

(الجواب)

میں غلام احمد ساکن قادیاں کو ویسا ہی بد اعتقاد اور مخالف اسلام جانتا ہوں جیسا کہ پہلے جانتا تھا۔ اور جو فتوے علمائے پنجاب و ہندوستان نے اُس کی نسبت جاری کیا ہوا ہے۔ اور وہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں چھپا ہوا ہے وہی فتوے میں اُس کے حق میں دیتا ہوں۔ جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے۔ اور اس کے دعوے کو جو برخلاف اسلام اُس نے کیا ہے میں نہیں مانتا۔ اوس کی پیشگوی اشتہار

[1] الٰہی بخش نام غلط ہے صحیح محمد بخش ہے۔

۲۱-نومبر ۱۸۹۸ء کو خدا نے جھوٹا کیا۔ ۱۵-جنوری ۱۹۰۰ء اس کی تاریخ گذر گئی اور میں خیر و عافیت سے ہوں۔ ایسے ہی دوسرے دو شخص جن کے حق میں وہ پیشگوئی اس نے کی تھی وہ پیشگوئی اسی کے حق میں الٹی پڑی۔ کہ خدا تعالے نے اسکو پیشگوئی مذکور کے سبب ایک مقدمہ میں ملزم بنایا۔ اور اس سے وہ تب رہا ہوا جب کہ اُس نے اقرار حلفی عدالت میں کیا۔ کہ میں ایسی پیشگوئی کسی شخص کے حق میں نہ کروں گا۔ گویا آیندہ اُس کی نبوت بند کر دی گئی۔ آپ اُس کی کسی تحریر کے فریب و دہوکہ میں نہ آجائیں۔ فتوے مذکور بقیمت ایک روپیہ عصہ اور دیگر رسایل اشاعۃ السنہ ہمارے پاس سے جو پانچ سال کے پانچ جلدوں میں ہیں۔ اور ہر ایک جلد ۳۸۴ صفحہ میں ختم ہوئی ہے۔ اور وہ فی جلد للعہ روپیہ کے حساب سے ملتی ہیں۔ منگا کر ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ایسا شخص حضرت حضرت کہلانے کے لایق ہے۔ جیسا کہ آپ اِس خط میں اس کو حضرت حضرت لکھتے ہیں سابقاً آپ کے خط ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء کے جواب میں جو خط مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء [illegible] ی [illegible] آپ کے [illegible] اسلام [illegible] روانہ کیا تھا اس پر آپ نے کیا عمل کی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ مرزا ای بد اعتقاد ہو جائیں۔ آپ ایک اسلامی انجمن کے سکرٹری ہیں۔ آپ کو ایسی بلا سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ میری اِس نصیحت کو قبول کر کے اطلاع نہ دی تو پبلک اہل اسلام کی اطلاع کے لئے اِس خط کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا۔

منمقام بٹالہ۔ ۳۱-جنوری ۱۹۰۰ء

نمبر (۳۷)

راقم

ابو سعید محمد حسین بٹالوی۔

قادیاں کے مرزا اور اُس کی جماعت کی درخواست

۲۷-جون و ۲۰ جولای وغیرہ کا جواب

آنکس کہ بقرآن وخبر ز و نرہی ☆ اینست جوابش کہ جوابش ندہی

مرزا نے ایک درخواست ۲۷-جون ۱۹۰۰ء کو اپنی قلم سے لکھی -اور پھر از راہ کمال راست بازی و دیانت داری اپنی جماعت کے ۱۵۰-اشخاص کی طرف سے اور اُن کے نام سے شایع کی -جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فلان فلان مشایخ و علماء پنجاب وہندوستان (جن میں اِس خاکسار ناچیز کو بھی شامل کیا-) بمقام بٹالہ ایک جلسہ کر کے اسمیں چند اشخاص مبتلاء امراض ومصیبات واہل حاجات خواستگاران دعاونجات کو مرزا اور اُن کے مخالف علماء ومشایخ [illegible] منتخب کر لیں- اور اُن کے حق میں دعائیں کریں -پھر جس فریق کے منتخب اشخاص کثرت سے شفا اور نجات پائیں -اُس فریق کو فریق برحق اور صادق سمجھا جائے -اور فریق مخالف کو ناحق پر-اور کاذب -پھر ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا اپنی جماعت کا حجاب ونقاب اُٹھا کر خود کھیل کھیلا ہے -اور اس میں ۸۵-اشخاص مشایخ وعلماء ہندوستان وپنجاب کو جن میں خاکسار کو بھی نامزد کر کے شامل کیا ہے مخاطب کر کے کہا ہے کہ ان میں سے پیر-مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ-ضلع راولپنڈی-یا اور چالیس اشخاص جن میں پیر مہر علی شاہ صاحب ضرور شامل ہوں بمقام لاہور جمع ہو کر مرزا کے مقابلہ میں عربی زبان مین ایک سورہ قرآن کی تفسیر لکھیں جس میں معارف وحقایق قرآن کا بیان ہو-اور اس تفسیر کا مرزا کی تفسیر

-65

سے موازنہ ہو۔ اور اس موازنہ کے واسطے پیر مہر علی شاہ صاحب (اگر وہ تفسیر لکھیں) تین اشخاص کو منتخب کریں۔ (جن میں ایک اس خاکسار کا نام لیا ہے۔ یا اور مولویوں کو (جن کو پیر مہر علی شاہ صاحب چاہیں) منتخب کریں۔ پھر جس فریق کی تفسیر اُن تین اشخاص کی حلفی شہادت و حلف سے جو مثل حلف قذف محصنات ہو (جس میں تین قسمیں ہوتی ہیں۔ اور چوتھی لعنت جھوٹے پر۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورہ نور نمبری ۲۴۔ کی آیت ۶ میں تشریح ہے۔ اِس لعنت پر مرزا نے مسٹر ڈوئی صاحب بہادر سابق مجسٹریٹ گورداسپورہ۔ حال چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے ڈر کر تصریح نہیں کی۔

ہم اس حلف قذف مُحصنات کی تشریح کرکے صاحب بہادر موصوف کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ مرزا نے اِس لعنت والی حلف کی تجویز میں اپنے اس عہد کا خلاف کیا۔ جو اقرار نامہ ۲۴۔ فروری ۱۸۹۹ء میں اس نے کیا تھا۔ اور اُس میں کسی سے بھی مباہلہ نہ کرنے کا عہد کرکے اِس لعنت کو جو حلف قذف محصنات اور مباہلہ میں یکساں پائی جاتی ہے۔ ترک کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ اِس حلفی شہادت میں وہ اِس خاکسار اور دوسرے علماء کو اس لعنت کا مورد بنانا چاہتا ہے۔ جس کو ترک کرنے کا وعدہ دے چکا تھا) غالب نکلے اس فریق کو مومن برحق اور صادق سمجھا جائے اور فریق مغلوب کو ناحق پر۔ اور کاذب۔

پھر ۲۳۔ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا نے علماء اہل اسلام کے ساتھ عیسائیوں۔ اور ہندوؤں کے علماء کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اور اِن سب سے حقایق و معارف قرآن بیان کرنے میں (ہندوؤں۔ اور عیسائیوں کو بیان حقایق و معارف قرآن کے چیلنج کرنا۔ اور اس مقابلہ میں اُن کو مسلمانوں کے

ساتھ شامل کرنا وہ جیسا کہ اشتہار ۲۳ جولائی کے صفحہ ۴ سطر ۹ میں پایا جاتا ہے۔) کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ وہ قرآن کو متضمن حقایق و معارف کب مانتے کہ اُن کے بیان میں مرزا کا مقابلہ کریں۔) اور آسمانی نشان دکھلانے میں۔ اور دعاؤں کے مقبول ہونے میں مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور اس اشتہار میں یہ بھی نوٹس دیدیا ہے کہ اس اشتہار کے بعد پندرہویں دن اسی مضمون کا اشتہار دیا جائے گا۔ اور ان اشتہاروں کی تعداد کو چالیس تک پہنچایا جائے گا۔

اِن درخواستوں کا جواب ہماری طرف سے وہی بیت ہے۔

جس کو ہم نے زیب عُنوان کیا ہے۔ اِس جواب کو ناظرین رسالہ اشاعۃ السنۃ سنین گذشتہ رسالہ جلد ۱۲ لغایت ۱۸۔ جو بمقابلہ رسایل و اشتہارات شش سالہ مرزا شایع ہو چکا ہے۔ کافی اور شافی سمجھیں گے۔ اور دادِ انصاف دیکر کہیں گے کہ یہ جواب نہایت عمدہ و مفید مصداق **ماقلّ ودلّ** ادا ہوا ہے۔ کیونکہ اِن اجلاد اشاعۃ السنۃ میں ایسی درخواستوں کا جواب قرآن و حدیث سے بارہا ادا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب اِن درخواستوں کا جواب بحکم شہادت بیت مذکور یہی ہے کہ کچھ جواب نہ دیا جائے اور ان درخواستوں کو تکرار محض و اعادہ بلا فائدہ سمجھ کر اُن کے پیش کرنے والے کو مُنہ نہ لگایا جائے۔ **مگر جن لوگوں نے اشاعۃ السنۃ سنین گذشتہ کو** اور اُنکے مقابلہ میں **تحریرات** و اشتہارات مرزا کو نہیں دیکھا یا دیکھ پڑھ کر وہ بھول گئے ہیں۔ وہ اِس جواب کا لطف نہ پائیں گے۔ **اُن کی فہمایش کے لئے** ہم اِس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں۔ اور اپنے سابق مضامین کا جس میں ان درخواستوں کا جواب پایا جاتا ہے صرف خلاصہ بیان کر دیتے ہیں۔ نئی کوئی بات نہیں کہتے۔

اس تفصیل و بیان پر ہم کو باعث دوام ہوئے ہیں۔ وہ باعث نہ ہوتے تو ہم اتنا بھی نہ کہتے۔

امر اوّل - ناظرین کو اپنے اس دعوے کا (جو مضمون سابق میں ہم کر چکے ہیں) یقین دلانا کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے - اس کا جواب اشاعۃ السنہ میں ادا ہو چکا ہے - لہذا اب مرزا کی بحث وخطاب فضول ہے - اور اُس کو کان لم یکن سمجھکر اُس کو چھوڑ دینا مناسب ہے -

امر دوم - یہ کہ بعض اشخاص[1] نے اُن درخواستوں کو واجبی اور لایق و مستحق جواب سمجھکر ہمسے انکے جواب کی درخواست کی ہو اور بعض[2] ان درخواستوں کے جواب سے ہمارے سکوت اختیار کرنے پر ہماری نسبت یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم مرزا کے دعاوی وخیالات کے موافق ہو گئے ہیں - ان دونوں فریق کی غلط فہمی اور سوظنی دور کرنے کے لئے - اِس بیان و تفصیل کی ضرورت معلوم ہوئی -

(اور وہ یہہ ہے)

مرزا شروع زمانہ دعوے نبوت و مسیحیت و مہدویت سے آجتک اپنی تحریرات و تصنیفات میں وہی باتیں بار بار بیان کرتا ہے جو ابتدائی رسائل - فتح - توضیح - ازالہ - وغیرہ میں بیان کر چکا ہے - مگر اس کی

---

[1] ازانجملہ ایک شخص میاں الہی بخش ساکن کوٹلی صورت ہیں سابق پنشال نویس نہرباری دواب - دوسرے میاں رحیم بخش عرضی نویس رعیہ ضلع سیالکوٹ انکے اصل خطوط ہم بخوف طوالت نقل نہیں کر سکتے - ان خطوں کے ایک سوال کو نقل کر کے اسکا جواب خاتمہ مضمون پر دیا جائیگا -

[2] جنکو ان لوگوں کے نام معلوم نہیں مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری اپنے کارڈ ۷ - جولائی ۱۹۰۰ء میں انکا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں - آپکی خاموشی کو قوم حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے - بلکہ بعض کو شبہ ہوتا ہے - کہ کہیں مرزا کی پیشگوئی (موافقت) کا ظہور نہ ہو - خدا نہ کرے جن صاحبوں کو انکا نام دریافت کرنے ہوں وہ مولوی ثناءاللہ سے خط وکتابت کریں - فقط

صورت و پیرایہ کو بدل کر اور ان پر دوسرا رنگ چڑھا کر جیسے زمانہ امام شافعی رح
میں ایک شخص فروح نامی تیل فروش ایک ہی شکیزہ سے اُس کو مختلف مُنہ لگا کر
جس قسم کا تیل چنبیلی وغیرہ کا کوئی مانگتا نکال دیتا تھا۔ اور حقیقت میں وہ ایک ہی
تیل ہوتا تھا۔ یا جیسے اِس زمانہ کے بعض عطار و اشتہاری طبیب مختلف
بوتلوں سے اُپر مختلف لیبل لگا کر ایک ہی دوا نکال کر خریداروں کو یہ جتلاتے
اور ٹھگے کماتے ہیں کہ یہ فلان فلان دوائیں ہیں۔

یہ باتین جو اس وقت درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء اور اشتہار ۱۳ / جولائی ۱۹۰۰ء میں اُس نے کہیں ہیں۔ یہ اکثر وہی پرانی باتین ہیں۔ جو فیصلہ آسمانی مطبوعہ ۲۷۔ دسمبر ۱۸۹۱ء کے بڑی تختی کے ۶ صفحہ میں اُس نے کہی تہین ان میں صرف اجمال و تفصیل یا پیرایۂ بیان کا فرق ہے۔ وبس۔

ہم نے ۱۸۹۱ء کے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ و ۲۔ جلد ۱۴ میں اس فیصلہ کا خلاصہ صفحہ ۱۱ سے ۱۴ تک چار صفحہ میں بیان کر کے اس کا جواب صفحہ ۱۵ سے ۵۶ تک بیالیس ۴۲ صفحہ میں دیا ہے۔

اِس مقام میں پہلے اس خلاصہ کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔ پھر اس جواب کا خلاصہ بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

خُلاصہ فیصلہ آسمانی کا خُلاصہ

مومن و کافر کا امتحان بحکم قرآن ان چار علامتوں سے ہوتا ہے۔

اوّل۔ بشارات سے۔ یعنے مومن کو اس کے مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقوع بتائے جاتے ہیں۔

دوم۔ اطلاع مغیبات۔ یعنے مومنوں کو دُنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر

قبل از وقوع اطلاع دیجاتی ہے۔

سوم۔ قبولیت دعوات۔ یعنے مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چہارم۔ کشف۔ عجایبات قرآن۔ یعنے مومن کو قرآن کے ایسے عجایب معارف و حقایق و دقایق سوجھائے جاتے ہیں۔ جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں اور نہ کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان ہوئے ہوں۔

پھر ان علامات کی شہادت سے مرزا نے اپنے اور اپنے مخالفوں کے امتحان ایمانی کی یہ صورت بیان کی ہے۔ کہ لاہور میں ایک جنرل کمیٹی قایم کی جائے جس کی شاخیں دور دراز ملکوں میں مقرر ہوں۔ وہ کمیٹی یا کمیٹیاں اپنا اپنا دفتر و رجسٹر بناویں۔ اُن رجسٹروں میں مرزا اور اس کے مخالف مولویوں کے بشارات و پیشگوئیاں متعلقہ واقعات آئندہ ایک سال تک درج کرتے ہیں۔ پھر ان بشارات و پیشگوئیوں کا باہم موازنہ کیا جاوے۔ جس فریق (مرزا یا اُس کے مخالفوں) کی بشارتیں و پیشگوئیاں بہ نسبت فریق مخالف زیادہ سچ نکلیں وہ فریق مومن کامل تسلیم کیا جائے۔

پھر کہا ہے وہی کمیٹی مختلف امراض میں مبتلا (مثلاً کوڑھیوں۔ اندھوں وغیرہ) اور اہل حاجات خواستگاران دعا کو بذریعہ اشتہارات لاہور میں طلب کریں۔ اور ان سب کی درخواستیں ایک صندوق میں جمع کی جائیں۔ پھر اُن کو قرعہ اندازی سے مرزا اور اُس کے مخالف مولوی باہم تقسیم کر کے ایک سال تک اُن کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے لوگ کثرت سے شفا پائیں یا مراد کو پہونچیں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

پھر کہا اُسی کمیٹی کے سامنے مرزا اور اسکے مخالف مولوی قرآن شریف کے

ایسے عجائبات معارف وحقائق بیان کریں۔ جو پہلے کسی تفسیر میں نہ ہوں۔ پھر جس فریق کے بیان کردہ حقائق و معارف خالی از تکلف ہوں وہ مومن کامل و صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔"

خلاصہ جواب فیصلہ مذکور

اس درخواست کا جواب اشاعۃ السنہ کے بیالیس[42] صفحہ پر ادا ہوا ہے۔ جس کا خلاصہ تین امور مفصلہ ذیل ہیں۔

(۱) قرآن وحدیث نے کسی کا امتحان ان چار علامتوں سے نہیں کیا۔ اور نہ اس امتحان کا حکم دیا ہے۔ بلکہ قرآن کی سورہ ممتحنہ میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم اُن کے اعتقاد واعمال کے پرکھنے سے ہوا ہے۔ بنا بریں لازم ہے کہ مرزا کے ایمان کا امتحان اس کے اقوال وعقائد کی تحقیقات سے کیا جائے۔ نہ ان علامات چہارگانہ سے۔

پھر مرزا کے اٹھارہ اقوال وعقاید جن کو علماء اسلام پنجاب وہندوستان نے مخالف اسلام قرار دیا ہے۔ بحوالہ نمبر صفحہ کتاب ونقل اصل عبارت بیان کر کے کہا ہے۔ کہ مرزا ان اقوال وعقاید کا مطابق قرآن واسلام ہونا ثابت کر دے۔ تو اہل اسلام مرزا کو مومن ومسلمان ہونے کا سرٹیفکٹ دینے کو طیار ہیں۔

(۲) جملہ اہل امراض کوڑیوں۔ اندھوں وغیرہ کو لاہور میں طلب کر کے جمع کرنا مشکل امر ہے۔ دُنیا بھر کے کوڑہی لاہور میں جمع ہو جائیں گے۔ تو اتنا بڑا کوڑی خانہ کہاں ملے گا۔ یا کون بنوا دے گا۔ اور ان کا خرچ خوراک روزمرہ کون اپنے ذمہ لے گا۔ بجائے اس کے بہتر اور آسان صورت یہ ہی

کہ مرزا اپنے بڑے حواری اور خلیفہ سوم میاں کریم بخش سیالکوٹی کے (جس کو مرزائی پارٹی میں مولوی عبدالکریم کہا جاتا ہے - اور وہ ٹانگ سے لنگڑا - سر سے کسی قدر گنجا - ایک آنکھ سے نیم کانا (احول ہے) حق میں مرزا دعا کرے - اسکی دعا سے اس کی ٹانگ اور آنکھ درست ہوگئی - اور سر پر بال جم گئے - تو تمام مسلمان مرزا کو مومن کامل و ولی مان لیں گے - بلکہ مرزا کے مخالف مولوی بھی اُس کو مسلمانی کا سرٹیفکٹ دیدینگے - کریم بخش کے حق میں اپنی کرامت و قبولیت دعا دکھانیمیں مرزا کو کچھ عذر ہو تو اور اشخاص کے حق میں جنسے ایسی دعا کی فیس بھی ہزارہا روپیہ کھا کر مرزا ہضم کرچکا ہے - اور اُس کا ذکر و نام رسالہ نمبر ا جلد ۴ صفحہ ۱۱ و ۲۸ میں ہے - دعا کریں - اور اُس کا اثر دکھاویں - اور اپنی مسلمانی کا سارٹیفکٹ لے -

(۳) آیندہ کی بشارتوں اور پیشگوئیوں کا امتحان بھی طوالت و مہلت طلب ہے - لہذا وہ اپنی پچھلی بشارتوں (مثلاً سردار بہادر سید امیر علی شاہ لاہوری - رسالدار پنشنر کے گھر میں فرزند پیدا ہوگا - اور نواب صاحب [illegible] لڑکا کو شفا ہوگی - جس کے عوض وہ پانچ پانچ سو روپیہ لیکر کھا چکا ہے وغیرہ وغیرہ -) اور پچھلی پیشگوئیوں (مثلاً مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اپنی دختر مرزا کو نہ دے گا - اور دوسرے شخص سے اُس کا نکاح ہوگا - تو اُس کا شوہر اڑھائی برس میں فوت ہوگا - اور وہ دختر مرزا کے نکاح میں آئے گی - یا عبداللہ آتھم عرصہ ۱۵ ماہ میں فوت ہوگا - وغیرہ وغیرہ -) کا سچا ہونا ایک مجلس منعقد کر کے ثابت کرے اور ان بشارتوں و پیشگوئیوں کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرکے اس کمیٹی سے اُن کا سچا ہونا تسلیم کرادے - اور اپنی مسلمانی کا سرٹیفکٹ لے -

اسی کمیٹی کے فیصلہ سے پچھلے حقایق و دقایق بیانی مرزا کا امتحان کیا جائے (مثلاً لیلۃ القدر سے کوئی رات مراد نہیں - بلکہ ایک ظلماتی زمانہ مراد ہے - اور

حضرت عیسےٰ مُردہ کو زندہ نہ کرتے - اور نہ اندھے کوڑی کو اچھا کرتے - اور نہ مٹی کا پرند بناتے - بلکہ یہ کام وہ مسمریزم سے کرتے - جو حقیقت میں کچھ نہ ہوتے - پس اگر وہ ان حقایق بیانیوں میں حسب فیصلہ کمیٹی مذکور صادق نہ نکلا - بلکہ اس حقائق بیانی کو اس کمیٹی نے الحاد و ارتداد قرار دیا - ایسا ہی اس کی پچھلی بشارتوں اور پیشگوئیوں کو کمیٹی نے دھوکہ بازی - اور دروغ گوئی ٹھرایا - تو پھر کسی عقلمند کے نزدیک اُس کی آئندہ بشارتوں و پیشگوئیوں اور حقایق بیانیوں کا امتحان کب جائز ہوگا - اور وہ مثل مشہور ؎ من جرب المجرب حلت به الندامت کا مصداق کیونکر نہ ٹھریگا -

یہ ہم نے **بیالیس ۴۲ صفحہ** کا خلاصہ دو صفحہ میں بیان کیا ہے - **اصل جواب** کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو امید ہے اِس کے لطف و ذوق سے حظ اوٹھائینگے جن کے پاس وہ نمبر ۱ جلد ۱۴ نہ ہوں وہ دفتر اشاعۃ السنہ سے طلب کریں - وہ چار نمبر ہیں - اہل وسعت تو بقیمت ایک روپیہ لیں گے - اور کم وسعت لوگوں کو نصف قیمت ۸ ؍ کو - محصول ڈاک ار بذمہ خریدار -

اور **بالمقابل تفسیر لکھنے کا** جو مرزا نے اشتہار ۲۲ - جولائی سنہ ۱۹۰۰ء میں **دعوےٰ کیا ہے** یہ بھی اس کا پُرانا دعوے ہے - جو کتاب وساوس کے صفحہ ۶۰۲ - اور دیگر کتب و رسائل میں اُس نے کیا ہے -

اِس کا جواب سنہ ۱۸۹۲ء کے اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۰ - وغیرہ میں دیا ہے - جو بعینہٖ **ذیل میں نقل کیا جاتا ہے** -

"قادیانی صاحب ! میں آپ کے مقابلہ میں عربی میں تفسیر لکھنے کو حاضر ہوں حاضر ہوں - جب چاہیں - اور جس مقام میں چاہیں - لاہور میں - خواہ بٹالہ میں مجھے بلالیں میں فوراً حاضر ہو جاؤنگا - اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مُدعی ہیں - میں نہیں - لہذا

آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام و انتظام واجب ہے۔ آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں۔ اور مجھے بلاویں۔ اور اگر آپ نے پسند کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا۔ (ناظرین اس شرط کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں بشرط رضامندی مرزا۔ و ارکان مجلس کے مرزا کی سابق عربی عبارت و معارف کا امتحان تجویز کیا ہے۔ نہ قطعی طور پر و بلا شرط۔) تو اس مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ وساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے اتباع کو بڑا ناز ہے پیش کیا جاوے گا۔ اور ایسا ہی آپ کے سابق بیان کردہ اسرار و معارف و حقایق قرآن کو جو اپنے رسالہ فتح اسلام توضیح المرام۔ ازالہ اوہام۔ اور کتاب وساوس میں بیان کئے ہیں۔ اس مجلس علماء میں پیش کیا جائے گا۔ ان عبارات کی کریہہ عربی کو سنکر اگر حاضرین با مذاق کو تسلی شروع ہوگی اور میرے بیان سے اور بھی اُن عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی و ادبی ثابت ہوگئیں اور آپ کے اسرار و حقایق کا [illegible] کے لئے عبارت آرائی اور حقایق فرمائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی۔ اور آپ کی حقیقت کس و ناکس کو معلوم ہو جائے گی۔ اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح عربی نکلی اور آپ کے اسرار و حقایق کی حقانیت ثابت ہوگئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھونگا یا (اگر آپ کی سابق عربی دانی و اسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑگئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہو کر آپ کو اس مجلس میں بڑا عالم عربیت و ادیب و نکتہ رس و حقیقت شناس مان لونگا۔ اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کروں گا۔ اب آپ مجلس کے انتظام و اہتمام میں توقف نہ کریں۔ اور نہ آپ کوئی عذر و چون و چرا انعقاد مجلس میں پیش کریں۔

اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں۔ مجلس سے پہلے اِس عُذر کو بذریعہ تحریر پیش کر کے ایک اور نئی بحث شروع نہ کر دیں۔ جس سے مطلب اور مقصود کے دُور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

یہ جواب بھی جواب فیصلہ آسمانی کی طرح پورا پورا نقل نہیں ہوا

ناظرین پورا ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو جواب فیصلہ آسمانی کی طرح اِس سے بھی ایک لطف اٹھائیں گے۔

یہ جواب جس نمبر ۸ جلد ۱۵ میں درج ہے اُس کے ساتھ نمبر ۷۔ اَوْر ایک ننھی میں شائع ہوئے ہیں۔ وہ آٹھوں کے آٹھ نمبر ہی مِل سکتے ہیں۔ اہل وسعت لوگوں کو بقیمت دو روپیہ عہ۔ کم وسعت لوگوں کو بقیمت ایک روپیہ عہ۔

ناظرین! ہمارا یہ جواب مرزا کے دیکھنے میں آیا تو اُس نے ہماری تحریر کے مطابق جلسہ کرنے اور اپنی عربی دانی کی حقیقت کھولنے سے گریز کیا۔ اور [illegible]۔ اور اس پر رسالہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۲۲ و ۲۳ میں یہ ریمارک کیا۔ اور کہا۔ کہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کو صفحہ ۱۹۰ سے ۱۹۲ تک بغور پڑھنا چاہیئے۔ کہ کیونکر اُس نے رکیک شرطوں سے اپنا پیچھا چھوڑایا ہے۔ چنانچہ ان صفحات میں لکھا ہے کہ اِس مقابلہ سے پہلے کتاب دافع الوساوس کی عربی عبارات کی غلطیاں ثابت کریں گے۔ (ناظرین! میری عبارتِ منقولہ صـــ۱۲۲ کو دیکھو اس میں بشرط رضامندی مرزا و ارکان مجلس یہ بات تجویز کی گئی ہے۔ یا قطعی طور پر و بلا شرط) اور پھر فتح اسلام اور توضیح المرام کے کلمات کفر و الحاد پیش کریں گے۔ اور نیز اُن پچاس سوالات کا جواب طلب کریں گے۔ جو مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت

کی نسبت مراسلت نمبر ۲ مورخہ ۹ جون میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح سلسلہ وار جواب الجوابات کا جواب پوچھا جائے گا۔ (ناظرین عبارت منقولہ صفحہ ۱۱ میں یا تمام جواب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں۔ غور سے جواب کو پڑھیں۔ اور انصاف سے داد دیں) پھر تفسیر عربی میں مقابلہ کیا جائے گا۔ صفحہ ۱۹۰ و صفحہ ۱۹۱ و صفحہ ۱۹۲۔ کو پڑھو" ناظرین ہم اس کے جواب میں اور کچھ نہیں کہتے بہاگے بھگائے ہوئے مرزا کو پھر اپنا مخاطب نہیں بناتے۔ ہم بھی اپنے ناظرین سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ وہ صفحہ ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲۔ اشاعۃ السنہ کو ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیکر کہیں کہ۔ جو باتیں اس قول میں مرزا نے میری طرف منسوب کی ہیں میں نے اُس جواب میں کہاں کہی ہیں۔ میں نے کیا کہا۔ اور مرزا نے اس کو کیا بنا لیا۔ اور بالمقابلہ عربی تفسیر لکھنے کو اُس نے ٹلایا۔ بعض لوگ جو مرزا کے حال و حقیقت سے واقف نہیں اور اس کے دام میں پھنس گئے ہیں یا وہ ہنوز اُس کی نسبت متردد و مذبذب ہیں۔ اس قسم کے جواب درخواست مرزا کو سُنکر یہ کہتے ہیں کہ کیوں مرزا کی ہر ایک درخواست کو بغیر کسی شرط کے مقبول نہیں کیا جاتا۔ اور کیوں اس کی سابق عربی عبارات اور پیشگوئیوں اور بشارات کے امتحان کی تجویز کو (مرزا کی رضامندی مع حاضرین جلسہ کے پسند کرنے کی شرط ہی سے پیش کیا جاتا ہے۔ علمار وقت کو چاہیئے کہ جس امر میں مرزا مقابلہ کرنا چاہے اُسی میں اُس کے مقابلہ کے لئے فوراً کھڑے ہو جائیں اور اپنی کوئی شرط پیش نہ کریں۔ اور مثل مشہور ع۔ دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید۔ کو عمل میں لاویں۔

ان لوگوں کے خیال و مقال کا جواب یہ ہے۔ کہ ایسا تب ہو سکتا یا ہونا چاہیئے تھا۔ جبکہ علمار وقت مرزا کو مخاطب صحیح اور مُنہ لگانے کے لائق سمجھتے۔ وہ نہ تو مرزا کو عالم علوم ظاہری سمجھتے ہیں۔ نہ اہل باطن صاحب قوت قدسیہ خیال کرتے ہیں۔ وہ

الی بحر

اُس کو علوم ظاہری سے جاہل و قوّت باطنی سے بے بہرہ سمجھتے ہیں۔ اور جو دعوےٰ وہ کرتا ہے (جیسے عربی نویسی کے مقابلہ کا دعوے یا باطنی طاقت سے نشان نمائی کا دعوے) اُس کو وہ شعبدہ بازی یا مداریوں کی سی لاف و گزاف سمجھ کر اُس کو مُنہ لگانا نہیں چاہتے۔ رہا جھوٹے کو ملزم کرنا۔ اور مثل مشہور ہے دروغگو را تا بخانہ باید رسانید۔ پر عمل کرنا۔ سو اسکی سابق کارستانیوں (سابق عربی نویسی و بشارتوں و پیشگوئیوں کے اگزیمینیشن (امتحان سے) بغیر کسی تکلیف اُٹھانے اور وقت خرچ کرنے کے ہو سکتا ہے۔

علماء وقت کے مقابلہ میں مرزا کے ایسے دعوے اس دعوٰی کی مثل یا نظیر ہیں کہ (۱) ایک مریل آدمی جہان کے پہلوانوں سے کُشتی لڑنے کا دعوے اور چیلنج کرے۔ (۲) یا فقیر قلّاش روے زمین کے بادشاہوں کو الٹی میٹم (لڑائی کا آخری نوٹس۔) ارسال کرے۔ (۳) یا ایک طفل مکتب دنیا کے عالموں فاضلوں کو [illegible] کے لئے بلائے۔ (۴) یا ایک پنساری یا بازاری طبیب اشتہاری مسلم الثبوت و ڈگری یافتہ ڈاکٹروں اور سندی خاندانی طبیبوں سے معالجہ میں مقابلہ کرنا چاہیئے۔

پس کیا ممکن اور بحکم عقل جائز ہے کہ کوئی نامی پہلوان یا کسی سلطنت کا بادشاہ یا کوئی مسلم الکل عالم و فاضل یا مسلم شدہ ڈاکٹر یا حکیم اِس کندہ ناتراش مقابل کے مقابلہ کے لئے میدان میں علم بلند کرے۔ نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

اِن چار مثالوں کو مرزا کے معتقد اور اُس کو کوئی چیز سمجھنے والے حسب حال نہ سمجھیں تو اُن کی فہمائش کیلئے دو مثالیں مرزا کے گھر لگتی پیش کیجاتی ہیں۔

(۱) ملا محمد بخش مینیجر اخبار جعفر زٹلی لاہور نے بار بار مرزا کو مباحثہ ظاہری کے لئے بلایا ہے۔ (۲) باطنی اُمور کشف و کرامت و قبولیّت دعا میں مقابلہ کے لئے

میاں اللہ دتہ حجّام مرحوم ساکن موضع کرد الیاں علاقہ بٹالہ نے بذریعہ مریدان مرزا اُسکو بارہا بلایا ہے۔ ان دونوں صاحبوں کے مقابلہ کے لئے کبھی مرزا تیار نہیں ہوا۔ جس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں بتایا کہ وہ اُن کو مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔

ایسا ہی مرزا کو دعاوی مذکورہ میں سمجھو۔ اور ہرگز امید نہ رکھو کہ کوئی کسی فرقہ کا عالم اُس کے مقابلہ کا ارادہ کرے۔ اور مرزا کو یہ عزت دے۔

اسوقت تک جو بعض علماء ہندوستان و پنجاب نے اس کے مقابلہ میں قلم اٹھایا۔ یا کسی مجلس میں اُس کو ساکت و ملزم کیا ہے۔ تو باوجودیکہ وہ اُس کو مخاطب صحیح اور مُنہ لگانے کے لائق نہ سمجھتے تھے۔ صرف اس غرض سے اس سے مخاطب ہوئے ہیں کہ ناواقف لوگ جو اُس کو عالم یا فقیر اہل دل سمجھکر اس کے پیرو ہو گئے یا ہونا چاہتے ہیں۔ اسکے [illegible] انہوں نے [illegible] ضرورت ننگ و عار کو گوارا کر کے اس کو مخاطب کر کے ملزم کیا ہے۔ اور اُس کو الزام بھی اُسی کے مسلمات و اقوال سے دیا ہے۔ جیسا کہ اُس کی درخواست مذکورہ کے جواب میں ہم نے تجویز کیا ہے۔

یہ غرض ان علماء کی بخوبی حاصل ہو گئی ہو۔ اور اُس کا علوم ظاہری سے بے علم۔ اور فیوض باطنی سے بے بہرہ ہونا کس و ناکس پر ثابت ہو چکا ہے۔ تو اب کسی عالم کا اُس کو اپنا مخاطب بنانا فضول ہے۔ اور بلا ضرورت ننگ و عار کو گوارا کرنا ہے۔

اسلام میں اس کی یہ وقعت و قدر دیکھ کر اور اس کے دعاوی مذکور کو نظائر اربعہ مسطورہ بالا کی مانند سمجھکر علماء غیر اقوام نے بھی اُس کو مُنہ لگانا نہیں چاہا۔ اور اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلنے کو موجب عار سمجھا ہے۔ زمانہ سابق

میں اُس نے بارہا اقوام غیر کے لیڈروں کو مخاطب کیا۔ پر اُنھوں نے اُس کو
مُنہ نہ لگایا۔ ایک دفعہ اُس نے ایک اشتہار اُردو۔ انگریزی میں بیس ہزار کاپی
چھپوا کر ایشیاء اور یورپ کے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور عالموں کے
پاس بھیجا تھا جس میں برائے نام و بطور تمہید اسلام کے کمالات ذکر کرکے اپنی
کرامات و غیب دانی و کشف بیانی و قبولیت دعا کا دعوٰے کیا تھا۔ اوس اشتہار
کو بھی کسی نے عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ اور اُسکو جواب باصواب سے مخاطب
نہ کیا۔ ایک پادری نے اُس کا جواب دیا تو یہ دیا کہ ہم نے تیرے اشتہار کو
آگ میں ڈال دیا ہے۔

آج کل لارڈ بشپ لاہور کو اُس نے مباحثہ کیطرف بُلایا تو وہاں سے
بھی یہی جواب ملا۔ کہ تم بحث و خطاب کے لائق نہیں ہو۔

گورنمنٹ اور ارکان سلطنت گورنمنٹ کو بھی یہ دلیر بہادر اشتہارات
چھپ[illegible] میں اپنا مخاطب بنایا ہے۔ مگر ادھر سے صدائے برنخاست
کا نقشہ نمودار ہوتا ہے۔ اور اُس کی تحریرات و رسائل کی رسید تک نہیں آتی۔
چہ جائے جواب و خطاب۔ پس جس شخص کی گھر میں اور باہر یہ وقعت ہو۔ اس کو کوئی
کیونکر مخاطب کرے۔ اور اُس کے ہر ایک دعوے پر جس کا اُس کو بارہا جواب دیا گیا
ہو مگر وہ اُس کو فرط دلیری سے ہضم کر جاتا ہو۔ کون لنگر لنگوٹا کس کر میدان
مقابلہ میں آکھڑا ہو۔ جو ایسا کرے گا وہ ویسا سمجھا جائے گا۔ اور اُسی کی قطار
و شمار میں عقلاء روزگار کے نزدیک داخل ہوگا۔ اِس لئے اے ناظرین!
علماء وقت ہر ملت و مذہب کے اُس کو مُنہ نہیں لگاتے۔ اور اُس کی اس
درخواست کا جواب نہیں دیتے۔

ضروری نوٹ

(۱) درخواست ۲۷۔ جون اور اشتہارات ۲۰۔ ۲۱ جولائی ۱۹۰۰ء میں بہت سی باتیں مخالف تحقیق و برخلاف اسلام مرزا نے لکھی ہیں۔ جس کا مخالف اسلام ہونا اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا ان سے تعرض ہمارے ذمہ نہیں رہا۔ جو شخص ہمارے رسائل سنین گذشتہ کو بغور ملاحظہ کرے وہ ان باتوں کا مخالف تحقیق و برخلاف اسلام ہونے کا یقین کر سکتا ہے۔ ایک بات درخواست ۲۷۔ جون میں نئی لکھی گئی ہے۔ اور اس کی بابت مراسلت مندرجہ حاشیہ و متن صفحہ ۱۱۶ میں ہم سے رائے طلب کی گئی ہے۔ لہذا بپاس خاطر راقم مراسلت میاں الٰہی بخش۔ و میاں رحیم بخش اس نئی بات کی نسبت نہ صرف اپنی بلکہ تمام علماء اہل اسلام کی رائے اُسی پچھلے رسالہ اشاعۃ السنہ سے ظاہر کی جاتی ہے۔

وہ بات یہ ہے۔ جو درخواست ۲۷۔ جون کے صفحہ ۴ میں لکھی گئی ہے۔ کہ مرزا مسیح موعود ہے۔ اور مسیح موعود کو حکم کہا گیا۔ اور حکم کا حق ہے کہ ایسی حدیثوں کو (یعنے جن کو مرزائی خلاف قرآن سمجھتے ہیں۔) رد کرے۔ اور خدا سے الہام پاکر موضوع ٹھہراوے۔ اگرچہ وہ دس لاکھ یا اس سے زیادہ ہوں۔ یہ صریح حیا اور شرم۔ اور ایمان کے برخلاف ہے۔ کہ مرزا کو مسیح موعود و حکم مان کر پھر اس بات پر زور دیا جاوے کہ وہ ذرا بھی ہمارے مسلمات میں دخل نہ دے۔"

اس بات کی نسبت اسلامی رائے اشاعۃ السنہ نمبر ۵۔ جلد ۱۳۔ کے صفحہ ۱۵۶۔ و ۱۵۷۔ و ۱۶۰۔ وغیرہ فتوے بحق مرزا بیان ہو چکی ہے جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے جو واقعی مسیح موعود اور آنے والے مسیح ابن مریم کو حکم مانا ہوا ہے۔ تو اُس کے یہ معنے نہیں کہ وہ قرآن اور حدیث پر

شادی

حکم یعنے حاکم ہوگا - لہذا جس آیت یا حدیث کو چاہے گا مانے گا - اور جس کو چاہے گا رد کرے گا - بلکہ مسلمانوں کے اس کو قرآن اور حدیث کا جس کا دوسرا نام سنت ہے محکوم مانا ہوا ہے نہ حکم - اور اُنکا یہ اعتقاد ہے - کہ مسیح موعود شریعت محمدیہ (قرآن حدیث) کا تابع ہو کر لوگوں پر حکم ہوگا - اور لوگوں پر ان امور میں جن میں وہ قرآن حدیث چھوڑ جائیں گے - قرآن حدیث کے موافق حکم کرے گا - حضرت عیسیٰ تو دوسرے نبی حضرت موسےٰ اور اُن کی کتاب توریت کی تابع تھی - آنحضرت کے وقت میں خود حضرت موسےٰ جو متبوع تھے آتے تو وہ بھی آنحضرتؐ کی شریعت قرآن و حدیث کے تابع ہوتے - لہذا مسلمانوں کی رائے اور قرار داد میں حیا اور شرم - اور ایمان کے برخلاف یہ بات ہے کہ مسیح موعود کو قرآن اور حدیث پر حکم تسلیم کیا جائے - اور اُن کے نزدیک ایمان و حیا کا لازمہ ہے - کہ جو مسیح موعود [illegible] صحیح کو موضوع کے اور قرآن حدیث پر حکم بننے کا دعوےٰ کرے - اُس کو اسلام سے خارج سمجھ کر اُس کے اتباع سے بچیں - اور اُس کو منجملہ اُن تیس اشخاص دجال کذاب کے سمجھیں - جو آنحضرت کے بعد جھوٹا دعوےٰ نبوت کریں گے - نمبر ۶ جلد ۱۳ - کے صفحہ ۱۷۲ - میں فتویٰ علمائے پنجاب بحق مرزا ملاحظہ ہو -

(۲) خاکسار نے تو مرزا کی دعوت بالمقابلہ تفسیر نویسی ورنستان نمائی کو اُنکی قدیم لاف زنی سمجھکر اور اُس لاف زنی کے مقابلہ میں اُسی پرانے جواب کو جو اسمقام میں جلی لکھا ہے وہ اسی نقل کیا گیا ہے کافی خیال کرکے اعراض اختیار کیا - اور اپنی بعض ذاتی اور قومی ضرورتوں کیلئے شملہ پہنچا - مگر سید پیر مہر علیشاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ نے مرزا کی دعوت کو قبول کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ لاہور میں تشریف لائے اور کئی دن تک مرزا کو بلاکر اُسکے لاہور آنیکے منتظر رہے - مگر مرزا نے نہ آنا تھا اور نہ آیا - آخر پیر صاحب میدان جیت کر وطن کو واپس تشریف لے گئے اسکی مفصل کیفیت بعنوان روئداد جلسہ اسلامیہ مطبع مصطفائی لاہور میں ایک صفحہ میں چھپکر شایع ہو گئی ہے اسمقام میں ہم اُسکا خلاصہ تین صفحہ میں بیان کرتے ہیں - اُس روئداد میں بعد حمد و صلوٰۃ لکھا ہے :-

. 73

ناظرین! ۵- جنوری ۱۸۹۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی ایک مقدمہ فوجداری میں زیر دفعہ ۱۰۷- ضابطہ فوجداری بعدالت صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور بحیثیت ملزم حاضر تھا۔ اخیر تاریخ فیصلہ پر اس کو ایک مفصل اقرار نامہ بوجہ بدنیت لکھنا پڑا جس کی پہلی تین شرطیں حسب ذیل تھیں۔ کہ :-

۱- وہ ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کریگا جس کے یہ معنے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (مسلمان۔ ہندو۔ عیسائی وغیرہ) ذلت پہونچے گی۔ یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲- وہ خدا کے پاس ایسی اپیل (دُعا) کرنے سے اجتناب کرے گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے۔ یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳- کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہے گا جس کا یہ منشا ہو یا ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائیگا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

اس اقرار نامہ کے تحریر کر دینے کے بعد چند روز تک بہ تبعیت اقرار نامہ مذکور مرزا قادیانی خاموش رہا۔ مگر اس کی پیروی کرنے اور بنا بر اس کی خاموشی اختیار کرنے میں جب آمدنی اور چندہ پر ایک معتد بہ اثر پڑا۔ اور الہامی باتوں کی تیاری میں فرق آیا۔ اور پرانے رفیق منشی الٰہی بخش صاحب ملہم۔ منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب اور دیگر اچھے اچھے پیرو پھر گئے۔ تو مرزا کو ضرورت نفس نے مجبور کیا کہ پھر وہی پرانی اطوار اختیار کرے۔ اور تہ اشتہارات منارۃ المسیح [illegible] مطلب برآری نہ ہوئی۔ تو سوچ سوچ کر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر ۸۶ معزز علمائے کرام وصوفیائے عظام کو بالخصوص اور باقی تمام علماء وصوفیاء پنجاب ہند کو بالعموم مباحثہ کے لئے مقام لاہور بمقابلہ خود دعوت دی۔ اور ان الہامات سے کام لیا جن کے عدم شیوع کی نسبت وہ اقرار نامہ مذکورۃ الصدر میں اقرار کرچکا تھا۔ اور یہ چاہا کہ پیر صاحب موصوف میرے مقابلہ میں مباحثہ تقریری وتحریری (تفسیر الفرقان) کریں۔ اور اپنے الہام ہائے متعددہ سے جتایا کہ پیر صاحب ایسا مباحثہ کرنے میں بالکل ناکام رہیں گے۔ بلکہ یہاں تک تھا کہ وہ اس مباحثہ کے واسطے لاہور تک بھی نہیں آئیں گے۔ اور اگر ایسا کرینگے تو میرا غالب ہونا متصور نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ...... "میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اُس صورت میں متصور ہوگا کہ جب پیر مہر علی شاہ صاحب بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ نہ سکیں۔ اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں۔ کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کریگا۔ اور اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بھی اپنے تئیں مومن مستجاب الدعوات جانتے ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اُن کی دعا ہرگز قبول نہیں کریگا۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے مامور مرسل کے دشمن ہیں۔

اس لئے آسمان پر اُن کی عزت نہیں ‘‘ گو یہ اشتہار سخت بے ادبانہ اور نا قابل خطاب اور صریحاً خلاف شرائط مرزا محررہ مذکورہ کے تھا۔ جو کہ مرزا نے اس خیال پر شائع کیا تھا کہ علمائے ہندوستان وغیرہ تو مجھے فتوائے کفر دے چکے ہیں اور پیر صاحب کبھی میرے مقابلہ میں آنے کی پرواہ نہیں کرینگے۔ کیونکہ صوفیا بحث مباحثہ سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ اور اپنا وقت ایسے جھگڑوں میں ضائع نہیں کرنا چاہتے پس نہ تو مقابلہ ہوگا اور نہ بحث۔ بلکہ یوں ہی مفت کی شہرت سے میرا کام بن جائیگا۔

مگر وقت یہ واقع ہوئی کہ پیر صاحب موصوف بنظر اسکے کہ مرزا کو عوام الناس میں جھوٹی شیخی بگھارنے کا موقع نہ ملے بالمقابل اشتہار کے ذریعہ سے بوجہ ہمدردی اسلام مباحثہ کیلئے آمادہ ہوگئے۔ اور حسب الدرخواست اسکے ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مباحثہ مقرر کی۔ چنانچہ تاریخ مذکور پر پیر صاحب لاہور تشریف لے آئے۔ مرزا کا اصلی منشاء تو صرف اپنی شہرت و تشہیر کا تھا بقول شاعر ؎ ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام ٭ بدنام بھی گر ہونگے۔ تو کیا نام نہ ہوگا ٭ یہ مقصد تو اس ہتھکنڈہ سے اچھی طرح حاصل ہو چکا تھا۔ باقی رہا واقعی مقابلہ سو ہُشکا جانگداز خیال مرزا کو لاہور۔ دہلی۔ لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پُر درد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا) دکھلاتا تھا اس لئے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔ پیر صاحب ۲۴ تاریخ سے ۲۹۔ اگست ۱۹۰۰ء تک برابر لاہور میں مقیم رہکر مرزا کی آمد کے منتظر رہے۔ اور ہر دو وقت صبح ۷ بجے سے ۱۱ بجے دوپہر۔ ڈیڑھ بجے سے ۷ بجے شام تک مجلس عام میں [illegible] علمائے کرام [illegible] مرزا [illegible] کرتے رہے۔ مگر مرزا جی لاہور نہ آئے پر نہ آئے۔

۲۴ تاریخ سے ۲۶۔ اگست کی شام تک انتظار کرکے جملہ سرکردگان اہل اسلام کی رائے سے تجویز ہوا کہ صبح ۲۷۔ اگست ۱۹۰۰ء کو مسجد شاہی واقع لاہور میں ایک عام جلسہ منعقد کیا جائے اور اس میں جو کارروائی من اولہ الی آخرہ دربارہ مناظرہ و مباحثہ مولانا المکرم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب و دیگر علمائے عظام و صوفیائے کرام اور مرزا کے مابین ہوئی ہے ضبط تحریر میں لاکر پڑھی اور عوام الناس کو سُنائی جائے۔ اور آیندہ کیواسطے مرزائی حرکات کے متعلق مناسب تدابیر سوچی جاویں۔ اور نیز جو صاحبان دور دراز مقامات سے تشریف لائے ہیں اُن کا شکریہ بھی ادا کیا جائے۔ باوجودیکہ یہ تجویز نہایت تنگ وقت پر سوچی گئی تھی اور رات کے آٹھ نو بجے ایک معمولی منادی کے ذریعہ سے شہر میں اطلاع دی گئی تھی۔ تاہم تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی مسجد مذکور الصدر میں جمع ہوگئے۔ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب و دیگر مشائخ کرام و علمائے عظام ۶½ بجے صبح کے تشریف لائے۔ اور کارروائی جلسہ شروع ہوئی:

اِس کے بعد جلسہ کی کارروائی اور علماء حاضرین جلسہ کی تقریریں نقل کی ہیں۔ پھر صفحہ ۷ میں اس جلسے کا نتیجہ یا فیصلہ امور ذیل بیان کئے ہیں:۔

۱ - مرزا غلام احمد قادیانی کو تحقیق حق منظور نہیں اور وہ خواہ مخواہ بزرگان دین و معززین اسلام کو اپنی شہرت کیواسطے مخاطب کرکے و دیگر اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت و مشہوری کرانا چاہتا ہے۔ اور یہی اُسکا مقصود ہے۔

۲ - اس موقع پر اُس نے حضرت پیر صاحب کو مع دیگر علماء کے خود بخود دعوت مباحثہ دیکر تکلیف دہی اور وقت پر مقابلہ میں آنے سے عمداً گریز کر کے اپنی لاف زنی سے ناحق صدہا بزرگان دین و معززین اہل اسلام کا وقت ضایع کیا۔ بلکہ کئی ایک طرح کے حرج و ہزاروں روپیہ کے مالی نقصان کا انہیں متحمل کیا۔

۳ - اِس کے عقاید بالکل خلاف قرآن کریم و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے ہیں۔

۴ - اِس کے دعوے بالکل غلط و بے بنیاد و لغو ہیں۔

۵ - وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف خود رسالت کا دعویدار ہے۔ وہ اپنے اشتہار معیار الاخیار میں یوں لکھتا ہے۔ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (ترجمہ) یعنے اے غلام احمد تو تمام لوگوں کو کہدے کہ میں تمہارے لئے رسول اللہ ہوں۔

۶ - وہ قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے پر نازل ہونا تحریر کرتا ہے۔ اور قادیان کو بیت اللہ سے نسبت دیتا ہے۔ اور مسجد قادیان کو مسجد اقصے کہتا ہے۔ اور معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہے۔

۷ - وہ حضرت عیسے علیہ السلام روح القدس کی سخت توہین کر رہا ہے۔

۸ - وہ [illegible] ہے۔

۹ - وہ اپنے من گھڑت الہاموں اور فضول دعوؤں سے ناحق دنیا کو دہوکا دے رہا ہے۔

۱۰ - اُس کی اور اُسکے حواریوں کی تحریریں سخت بد تہذیب اور ناجائز الفاظوں سے لبریز ہوتی ہیں۔

۱۱ - اِس کی عام اسلامی مخالفت اور خلاف دینی عقاید کے باعث اسے علماء ہندوستان وغیرہ فتوے کفر دے چکے ہوئے ہیں۔

پس بلحاظ وجوہات مذکورہ بالا جلسہ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا کہ یہ شخص مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکانداری چلانا چاہتا ہے۔ اور اس نے ہمیشہ بے اصول بحث اور بےسر و پا دعاوی سے چالبازی اور حیلہ جوئی کو اپنا شعار کر لیا ہے۔ اور شرفاء کی پگڑیاں اُتارنے اور بازاری مسخرانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ اُس نے بنا رکھا ہے۔ اور مذہبی مباحثات میں جو آزادی ہماری عادل گورنمنٹ نے دے رکھی ہے۔ اُس کو بیجا طور پر استعمال کرکے ہندوستان کے مختلف فرقوں میں فساد اور عناد بڑھانا چاہتا ہے۔ اِس لئے آئندہ کوئی اہل اسلام مرزا قادیانی یا اُس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پروا نہ کریں۔ اور نہ اُن سے مخاطب ہوں۔ اور نہ ہی اُنہیں کچھ جواب دیں۔ کیونکہ اِس کے عقاید وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔ +

(مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے والے اس کو ضرور ملاحظہ کریں)

فتوائے جواز امامت مرید قادیانی میں ان حضرات کی دھوکھ بازی

جون ۱۸۹۵ء میں ایک خط عبد الرحیم تار بابو ریلوے سٹیشن سرہند کا جو اُس کے بعد سٹیشن کیسری متصل انبالہ میں متعین رہے) اس مضمون کا پہونچا کہ آپ چنیں وچناں منصب و درجہ کے عالم ہیں۔ اسلئے آپ کی خدمت میں **دو فتوے** بھیجتا ہوں اُن پر اپنے دستخط و مُہر ثبت فرماکر ان فتوونکو واپس فرماویں۔ ان میں سے **ایک سوال** کا یہ مضمون تھا کہ جو شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا۔ قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے۔ اور مرزا صاحب قادیانی سے بیعت ہے اُس کو نماز کے لئے پیش امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب میرے عزیز سید عبد الحفیظ مونگیری مقیم دہلی کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا۔ کہ جس کا عمل موافق کتاب و سنت کے ہے وہ لایق امامت ہے۔ صرف قادیانی کے مرید ہو جانے سے حکم فسق و فجور کا اسپر نہیں ہو سکتا۔ جب تک عقاید باطلہ پر مرزا کے نہ چلے۔ اس جواب پر حضرت شیخنا و شیخ الکل اور ان کے دو نو نبیرہ صاحب زادوں کی مُہر ثبت تھی۔

دوسرے فتوے کے سوال کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے۔ اور مرزا صاحب قادیانی سے بیعت ہے۔ اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب بھی عزیز عبد الحفیظ کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ ہاں جائز ہے۔ منع پر اسکے کوئی وجہ پائی نہیں گئی۔ اسپر بھی حضرت شیخنا و شیخ الکل اور آپ کے دو نو صاحبزادوں کے

- 75

دستخط ثبت تھے۔

اِس سوال کا دوسرا جواب جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی قلم کا لکھا ہوا

یہ درج تھا کہ ایسے شخص کا نکاح پڑھا ہوا درست ہے اگر جملہ شرائط موجود ہوں۔ کیونکہ نکاح خوان کا مسلمان یا صالح ہونا بھی شرط نہیں اِس جواب پر مولوی عزیز الرحمن مولوی محمود علی صاحبوں وغیرہ علمائے دیوبند کے دستخط ثبت تھے۔

اِن دونو سوالونکا ایک اور جواب مولوی عبد العزیز صاحب بن مولانا علاؤ الدین صاحب مرحوم متوطن کوم ضلع لودھیانہ مقیم پٹیالہ کیطرف سے یہ درج کیا گیا تھا کہ جو شخص خلاف مذہب اسلام کوئی حرکت نہیں کرتا اور قرآن حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اُسکے پیچھے نماز میں اقتدا کرنا یا اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے۔ مرزا صاحب سے بیعت ہونا نکاح خوانی یا امام بنانے سے مانع نہیں ہے۔

اِس جواب پر اور جن نام کو مولویوں مدرسین انگریزی ہند کالج کے دستخط ثبت تھے انہیں سے مسلمان سنی ایک بھی نہیں ہو سب کے سب مرزائی مرزا قادیانی کے مرید یا معتقد تھے۔ اور پٹیالہ [illegible] مولوی محمد اسحاق صاحب [illegible] کے دستخط اس پر نہ تھے۔

اِن فتوؤں کو پڑھکر خاکسار کو سخت تعجب پیدا ہوا کہ میرے عزیز مفتی اوّل اور دیگر حضرات کبار اہل تصدیق و افتاء نے صرف بیان سائل اور سوال کے الفاظ پر جواز کا فتویٰ لگا دیا۔ اور اِس سوال کے موقعہ و محل و نتیجہ کی طرف توجہ کو منعطف نفرمایا پھر خاکسار نے ان سوالات کے محل و موقعہ و نتیجہ کو پیش نظر رکھکر اُنکا صحیح جواب تحریر کر کے اُن ہی حضرات (حضرت شیخنا و شیخ الکل اور مولانا رشید احمد صاحب اور بواسطہ اُنکے علماء دیوبند اور بواسطہ حاجی گل محمد صاحب ساکن پٹیالہ مولوی عبد العزیز صاحب و مولوی محمد اسحٰق صاحب ساکنان پٹیالہ) کی خدمات میں ارسال کیا۔ اور اُن حضرات اور علماء لاہور۔ امرتسر۔ وغیرہ کے پاس بھی بھیجدیا تو خدا کے فضل و توفیق سے از انجملہ مولوی عبد العزیز صاحب مقیم پٹیالہ نے تو اِس جواب سے (جو اُن دہوکہ باز مرزائیوں نے میرے پاس بھجوایا تھا) صاف انکار کیا۔ اور اُسکو اُن ہی حضرات نائبین قادیانی کی جعلسازی قرار دیا چنانچہ حاجی گل محمد صاحب اپنے خط ۱۰ ستمبر ۱۸۹۸ء میں لکھتے ہیں " جناب مخدوم

مکرم مولوی محمد حسین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بجواب سامی نامہ مکلف خدمت ہوں کہ جناب کا خط مولوی عبدالعزیز صاحب کو بجنسہ رحیم بخش گھڑیساز کی دکان پر ملاحظہ کرایا گیا۔ بجواب اسکے انہوں نے فرمایا کہ نکاح خوانی کے فتوے کی مجھکو کچھ خبر نہیں وہ فتوے میرے پاس آیا اور نہ میں نے اسپر مہر کی الخ نیاز مند گل محمد ۱ ستمبر ۱۸۹۸ء

اور باقی حضرات نے کمال فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے اپنے اُن فتووں سے رجوع کیا۔ اور سلف اُمتہ اکابر ائمہ کی اس سنت قدیمہ پر کہ انہوں نے بعض مسائل میں اپنے اقوال سے رجوع فرماکر اپنے شاگردوں کے اقوال کو اختیار و پسند فرمایا تھا [illegible] دکھایا۔ اور دوسرے علماء نے جن کے پاس یہ فتوی پہونچا اُس کو تصدیق فرمایا۔

ذیل میں اپنے اُس فتوے اور اُن سوالات کے صحیح جواب اور اُن حضرات کی تصدیق و تائیدات کو نقل کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد ان سوالات کے محل موقعہ اور اس فتوے کے نتیجے سے ناظرین کو مطلع کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

سوال اوّل۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے۔ اور مرزا صاحب قادیانی سے اس کی بیعت ہے۔ اسکو نماز کے لئے پیش امام بنانا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں ؟

سوال دوم۔ ایسے شخص سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب

راقم سراج الدین از خانپور۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد باطلہ کفریہ و بدعیہ اُسکی کتابوں اور اشتہاروں میں درج ہیں جو غالباً اسکے ہر ایک مرید کے پاس موجود ہیں۔ اور اُن ہی اعتقادات کی وہ اپنے مریدوں کو تلقین کرتا ہے۔ از انجملہ چند اعتقادات اُسکی کتابوں سے بطور تمثیل نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت مسیح بن مریم فوت ہوچکے ہیں۔ لہذا آنیوالا اور موعود مسیح یہی مرزا قادیانی ہے یہ عقیدہ اُسکی اکثر کتابوں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالۂ اوہام۔ وغیرہ میں درج ہے۔

(۲) یہی امام مہدی ہے جس کے آنے کی حدیثوں میں خبر ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۸ - حجۃ اللہ صفحہ ۲۹ - سر الخلافہ صفحہ ۳۹ و ۵۲ -)

(۳) یہی وہ رسول احمد ہے جس کی بشارت قرآن مجید میں سورہ صف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اِس قول میں منقول ہے ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد اور رسالت ہنوز ختم نہیں ہوئی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳) وغیرہ۔

(۴) حضرت عیسیٰ بن مریم کے وہ معجزات جو قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ وہ مُردہ کو زندہ کرتے مٹی سے پرند بناتے۔ کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرتے۔ وہ سب از قسم شعبدہ بازی وعمل مسمریزم تھے قادیانی اِس عمل کو مکروہ وقابل نفرت نہ جانتا تو اِن کاموں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۵ و ۳۰۹)

(۵) "[1]دجال سے جس کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور پہلے نبیوں نے خبر دی) مراد پادری لوگ ہیں۔ [2]خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔ جس پر وہ خود بھی سوار ہوا کرتا ہے) [3]دابۃ الارض سے علماء وقت مراد ہیں۔ یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں۔ اِن حقائق کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر نہ تھی۔ جو قادیانی کو ہوئی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۶۹) وغیرہ۔

(۶) حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنا اور اُن کے آنے کا منتظر رہنا مشرکوں کا اعتقاد ہے۔ وغیرہ وغیرہ (اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء)

(۷) دوزخ وبہشت اور اُنکے آلام ونعیم کا خارجی وجسمانی وجود نہیں ہے۔ بلکہ صرف ظلّی و مثالی وجود ہے۔ جو انسان کی روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہونگے۔

(دیکھو لکچر† مرزا قادیانی رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب کے صفحہ ۱۸۳ میں اور اخبار مخبر دکن ۲۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲۸ میں

† اصل عبارت مرزا قادیانی یہ ہے "اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کے رو سے دوزخ اور بہشت دونو اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال وآثار ہیں۔ وہ کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے جو دوسری جگہ سے آوے۔ یہ سچ ہے کہ وہ دونو جسمانی طور سے متمثل ہونگے۔ مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں گے

[illegible]

اِن عقائد کی نظر سے علمار پنجاب وہندوستان نے مرزا قادیانی کی حق میں فتوے لگایا ہی (جو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۳ میں چھپکر شائع ہوا ہے) کہ یہ شخص اُن عقاید وخیالات کے سبب اسلام سے خارج ہے۔ اور مبتدع وگمراہ ہے۔ مسلمان اس سے احتراز اختیار کریں۔ نہ اُسکو سلام کریں نہ دعوت مسنون میں بلائیں۔ اور نہ اُسکے پیچھے نماز میں اقتدار کریں۔ اور اگر اِن ہی عقاید پر مرجائے تو اُسکا جنازہ نہ پڑہیں۔

اس فتوی کے رو سے جو شخص اُن اعتقادات قادیانی کو جانکر اور سُنکر اُسکو ولی اور بزرگ خیال کرے اور اس اعتقاد کے ساتھ اسکی بعیت ومریدی اختیار کرے وہ بھی قادیانی کی مثل گمراہ ومبتدع ہے مسلمان کو جایز نہیں کہ ایسے شخص کو نماز میں پیش امام بنائیں۔ یا اپنی مجلس نکاح میں اُس کو نکاح خوان بناکر جگہ دیں۔ اور اس کی عزت کریں۔ جو مسلمان ایسا کرے گا وہ بحکم احادیث ذیل مورد لعنت ہوگا۔ اسلام کا ڈہانیوالا۔ صحیح بخاری میں ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بدعت نکالے یا بدعتی کو جگہ دے۔ اُسپر خدا کی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہوں گے نہ نفل۔ اور بیہقی سے مشکوۃ میں روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اہل بدعت کی توقیر کی اُس نے اُس کو اسلام کے ڈہانے میں مدد دی۔

اس مرید قادیانی کی نسبت جو سوال میں کہا گیا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کیموافق عمل

[illegible] (۱۳۷): ہم لوگ ایسے بہشت کے قایل نہیں ہیں جو صرف زمین میں جسمانی طور پر درخت لگائے گئے ہوں۔ اور نہ ایسے دوزخ کے قائل ہیں جس میں درحقیقت گندہک کے پتھر ہیں۔ بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت ودوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔

کرتا ہو اور اُنکا خلاف نہیں کرتا یہ محض غلط ہو۔ اور اس سی مجیب و مفتی کو مغالطہ دینا مقصود سائل معلوم ہوتا ہے، وہ اس سے بڑہ کر خلاف قرآن اور حدیث کا کیا کریگا کہ اُسنے ایک ایسے سخت گمراہ کی بیعت کی اور ان عقائد باطلہ کفریہ بدعیہ کی ساتھ اُسکو بزرگ اور ولی جانا۔ اگر وہ عقائد مذکور قادیانی کو گمراہی و بدعت جانتا ہی تو پھر وہ اس گمراہ کا مرید کیوں ہوا۔ اور اگر وہ ان عقائد قادیانی سی بیخبری کی وجہ سے اُسکی دام بیعت میں پھنس گیا ہی تو اب وہ اُس بیعت کو فسخ کیوں نہیں کرتا۔ اور اُسکو خیرباد کیوں نہیں کہتا۔ اور اگر وہ بھی اُن عقائد قادیانی کا معتقد ہے اور اُن عقائد کو برحق جانتا ہے۔ تو ان عقائد کیسبب سے اسکا کوئی عمل نماز و روزہ وغیرہ (گو بظاہر قرآن اور حدیث کیموافق نظر آتا ہو۔) مقبول نہیں ہے بحکم احادیث مذکورہ دیگر احادیث کثیرہ کہ از انجملہ ایک یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی دین میں ایسی نئی بات نکالے جو اُسمیں سے نہو وہ اسی کیطرف پھیری جائیگی۔ یعنے قبول نہوگی۔

و از انجملہ حدیث صحیح بخاری ہو جو خوارج اہل بدعت کے حق میں وارد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی ھذہ الامۃ قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتہم یقرؤن القرآن لا یجاوز حلوقھم او حناجرھم یمرقون من الدین کمروق السھم من الرمیۃ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِس امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جن کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو تھوڑا سمجھو گے۔ یعنے اُن کی نمازیں بظاہر تمہاری نمازوں سے زیادہ ہونگی۔ وہ قرآن پڑہیں گے جو اُن کے حلق سے متجاوز نہ ہوگا یعنی محل قبولیت کو نہ پہونچے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اس قسم کی احادیث اور بہت ہیں جنسے ثابت ہی کہ کوئی عمل نماز پڑھنا تلاوت کرنا وغیرہ مقبول نہیں۔ جبتک اعتقاد بدعت سے پاک نہو۔ لہذا مسلمانوں کو جائز نہیں کہ ایسے گمراہ کو امام بنائیں۔ یا اُس کو نکاح کی مجلس میں بلا کر عزت دیں۔ اور اس سے نکاح خوانی کرائیں۔ بالجملہ قادیانی کے مرید

الہی بخش

رہنا اور مسلمانوں کا امام بننا دونو باہم ضدیں ہیں۔ یہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

راقم ابوسعید محمد حسین عفی عنہ

الجواب صحیح اور جو جواب پہلے یہاں عبدالحفیظ کی قلم سے لکھا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ فقط

راقم محمد نذیر حسین۔

یہ جواب صحیح ہے جس کے یہ عقائد ہیں اُس کو اور اُسکے اتباع کو امام بنانا اور اُن سے نکاح پڑہوانا حرام ہے۔ اگرچہ انعقاد نکاح ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس میں اُن کی توقیر ہے اور توقیر ایسے بدعتیوں کی حرام ہے اور قبل اسکے جو بندہ نے فتوے جواز نکاح کا دیا ہے اُس سے مراد صحت نکاح ہے مگر قاضی بنانا اُسکا ہرگز جائز نہیں پہلے فتوے میں اِس امر سے ذہول رہا۔ صرف اس کا جواب دیا گیا کہ نکاح درست ہوجاویگا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ رشید احمد عفی عنہ

واقعی اگر وہ مرید قادیانی کا عقائد باطلہ میں شریک قادیانی کا ہے۔ اور عقیدہ اس کا مثل عقیدہ قادیانی ہے تو امام بنانا اُس کا حرام ہے۔ اور اُس سے نکاح خوانی کرانا حرام ہے اور اس مرید کا بیعت قادیانی کو فسخ نہ کرنا دلیل استحسان عقائد قادیانی ہے۔ اِس صورت میں وہ مثل قادیانی ہے۔ اور امام بنانا اُسکا روا نہیں۔ اور نکاح اُسکا پڑھا ہوا اگرچہ منعقد ہوجاتا ہے لیکن اُسکو نکاح خوان بنانا جس میں اُسکی تعظیم پائی جاتی ہے درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیزالرحمن عفی عنہ دیوبندی

(مہر: و توکل علی العزیز الرحیم)

الجواب صحیح

محمد منفعت علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح

بندہ محمد محمود عفی اللہ عنہ

الجواب صحیح والمجیب نجیح

عبد الجبار غزنوی عفی عنہ

الجواب صحیح

ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

جو شخص ثابت ہو کہ واقعی وہ قادیانی کا مرید ہے۔ بلا کسی شرط اور حیثیت کے اُسکو امام بنایا اُس سے نکاح خوانی کرانا یا اُس سے رشتہ مناکحت کا رکھنا ناجائز ہے۔

ابو عبید احمد اللہ عفی عنہ امرتسری

یہ جواب جو علمائے عظام نے لکھا ہے بالکل ٹھیک اور بہت درست ہے۔ اور جسکی نسبت لکھا گیا ہے کہ عامل قرآن و حدیث ہے اور مرزا کا مرید ہے غلط ہے۔ جو مرزا کے مرید ہیں سب قرآن و حدیث کے مخالف ہیں۔ ایسے خبیث کی امامت جائز نہیں ہے۔

راقم العائذ باللہ المستعان محمد علی واعظ عفا عنہ الرحمٰن

الجواب مولوی رشید احمد صاحب کے جواب سے میں متفق ہوں اور قبل ازیں اسکے قریب قریب ایک مستقل فتوے لکھ چکا ہوں۔ محمد اسحاق عفی عنہ مفتی پٹیالہ

ایں جواب صحیح است وحق صاف وصریح است۔

محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور

الجواب صحیح

غلام احمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح

عبد اللہ مدرس ثانی مدرسہ نعمانیہ لاہور

اقوال اور عقائد مندرجہ جواب محولہ کتب مرزا قادیانی برخلاف عقائد اسلام ہیں۔

غلام محمد البگوی امام مسجد شاہی لاہور

زنہ آیا تو ان افعال کی تشریح ہوگی انشاء اللہ تعالے۔ معذرة الی ربکم ولعلہم یتقون۔

مسجد چینیاں والی لاہور میں قیامت کی ایک علامت

اور اس مسجد میں

حدیث نبوی کی توہین اور اہل حدیث کی اہانت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امّا بعد۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے وقت قیامت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر السّاعۃ یعنے جب کوئی کام ایسے شخص کی سپرد ہو جو اس کا اہل (لائق) نہ ہو تو تُو قیامت کا منتظر رہ۔

اس حدیث کا مورد و مصداق اس وقت مسجد چینیاں والی لاہور میں (جو ایک زمانے تک اہل حدیث کا مأمن و مأوی تھا) ایک شخص غلام نبی نامی ساکن چکڑالہ ضلع بنوں ہے جو اپنے آپ کو مولوی عبداللہ کے نام سے مشہور کرتا ہے۔ اور درحقیقت وہ اسلامی علوم قرآن وحدیث فقہ واصول وتفسیر وغیرہ۔ اوران کے خوادم و توابع علوم صرف ونحو ومعانی وبیان وغیرہ میں پوری مداخلت نہیں رکھتا۔ اور وہ چند روز سے مسجد چینیاں والی لاہور میں مقیم ہو کر واعظ ومفتی ومقتدا وپیشوا بن رہا ہے۔

اس کا دعوے یہ ہے کہ مطالب ومعانی قرآن جو اس کی سمجھ میں آئے ہیں۔ وہ نہ

- 79

صحابہ کو سوجھے تھے۔ نہ تابعین کو نہ مجتہدین کو نہ مفسرین و محدثین۔ اور تمام سلف صالحین کو۔ اور اُس کا مشن یہ ہے کہ لوگوں کو پیروی حدیث نبی امین و سلف صالحین۔ و ائمہ مجتہدین۔ مفسرین۔ و محدثین سے ہٹاوے اور اپنا پیرو بناوے۔

اِس مشن کو پورا کرنے کے لئے پہلا اُسنے ایک رسالہ جس کا نام البیان الصریح لاثبات کراہتہ التراویح ہے۔ تالیف و شایع کیا۔ اور اُس میں نماز تراویح کو گمراہی۔ اور اُس کے ادا کرنے والوں صحابہ وغیرہ کو بدعتی و گمراہ و منافق قرار دیا +

پھر ایک جلد تفسیر القرآن شایع کی۔ اور اُس میں بہت مسائل میں سلف صالحین صحابہ و تابعین و جمہور مسلمانوں کا خلاف کیا۔ اور احادیث صحیحہ کو رد کیا۔ اِس کی ان تصانیف نے عام مسلمانوں میں فروغ نہ پایا۔ اور ان کی طبع و اشاعت میں جو صدہا روپیہ اس کے پیروان کا خرچ ہو چکا تھا۔ اُس کا عشر عشیر بھی ہاتھ میں نہ آیا تو اس نے مسجد چینیاں والی کے بعض سادہ لوحوں [illegible] اس مسجد میں ڈیرہ جمایا۔ اور اُس میں بذریعہ وعظ و تقریر مسایل ذیل کی اشاعت شروع کیا:۔

(۱) قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

(۲) احکام توریت و انجیل سے بھی کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا۔

(۳) مُردہ کو مالی صدقہ کھانا وغیرہ کا ثواب بھی نہیں پہونچتا۔

(۴) شفاعت انبیاء حق نہیں ہے۔

(۵) عرش مخلوق نہیں۔ بلکہ قدیم ہے۔

(۶) حضرت آدم علیہ السلام آسمانی بہشت سے نہیں اُتارے گئے۔ بلکہ زمین کے ایک باغ سے نکالے گئے۔

(۷) انبیاء سے بھی فعل شیطانی سرزد ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد اٹھارہ تک پہنچتی ہے۔

(۸) آنحضرت کو معراج میں پانچ نماز پڑھنے کا حکم ملا تھا۔ آپ نے غلطی سے انکو پچاس سمجھا۔ اور بار بار خدا تعالےٰ سے تخفیف کا سوال کیا۔

(۹) قرآن مجید میں سب احکام شرعیہ مفصل و مشرّح موجود ہیں۔ حدیث ہی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ایسی حدیث پائی جاوے جس میں قرآن کے علاوہ یا اس سے زاید کوئی بات ہو تو وہ لائق اعتبار نہیں ہے۔ رسول کا منصب صرف اتنا ہے کہ جتنا مذکوری یا چٹھی رسان کا۔ جو پروانہ یا چٹھی پہنچا دیتا ہے۔ یہ منصب اور حق رسول کا نہیں کہ وہ تبلیغ قرآن کے علاوہ حدیث سے کوئی تشریح یا تفصیل قرآن کرے۔

(۱۰) احادیث صحیح مسلم لایق اعتبار نہیں۔ اور احادیث صحیح بخاری بھی ایسی ہی قابل اعتبار نہیں۔ ہم (خود بدولت چکڑالوی صاحب بہادر) جو احادیث صحیح بخاری سے استدلال کیا کرتے ہیں تو کُتوں کے آگے ہڈی ڈالتے ہیں یعنے جو اہل حدیث صحیح بخاری کو صحیح سمجھتے [illegible] – دہن سگ بلقمہ دوختہ بہ

(۱۱) ہمارے (خود بدولت چکڑالوی صاحب بہادر) نزدیک تو صحاح و غیر کتب احادیث سب جلادینے کے قابل ہیں (۱۲) سفر میں نماز دوگانہ پڑھنا ناجائز ہے (۱۳) مردوں کے لئے ریشم و سونا پہننے کو حرام کہنا خدا پر افترا ہے (۱۴) نماز تراویح پڑھنا ضلالت۔ اور ان تینوں مسائل میں جو احادیث بخاری مسلم میں وارد ہیں وہ سب موضوع مفتری ہیں +

اِس کے اِس قسم کے مقالات کفریہ مولوی عبد الجبّار صاحب غزنوی خلف الرشید مولانا و شیخنا حضرت عبد اللہ صاحب غزنوی کو پہونچے تو اُنہوں نے ایک تحریر میں عام مسلمانوں کو ان مقالات سے ڈرایا۔ اور متنبہ کیا تو اُس نے اُن کے جواب میں ایک اشتہار موسوم بنا ئید القرآن شایع و مشتہر کیا۔ جس میں خوب دل کھول کر حدیث کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔

ذیل میں اُس اشتہار کے چند فقرات بعینہا الفاظ چکڑالوی سے نقل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) ہمارا (چکڑالوی کا) یہ دعوے ہے کہ کل احکام شرعیہ قرآن مجید میں

ے مقولہ نمبر ۱۰-۱۱- تو اب اُسنے برملا کہنے شروع کئے ہیں- اس سے پیشتر وہ اگرچہ صحیح مسلم کو لائق اعتبار نہ جانتا تھا- مگر صحیح بخاری کو

مفصل و مشرح طور پر موجود ہیں۔

(۲) یہ جو ہمارا (چکڑالوی کا) دعوے ہے کہ جو حکم قرآن مجید میں نہیں ہے اگرچہ فرضاً حدیث متواتر میں ہو وہ لایق قبول نہیں ہے۔ یہ دعوے بھی عین آیات قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔

(۳) ہمارا (چکڑالوی کا) ایمان و اعتقاد ہے کہ حدیث صحیح ایک بھی ایسی نہیں جس میں ذرہ بھر بھی کوئی بات قرآن مجید سے علاوہ یا زاید موجود ہو۔ بلکہ کل احادیث صحیحہ قرآن کریم کا ہی ترجمہ و تشریح ہوتی ہیں۔

(۴) پیغمبر صاحب کی زندگی میں۔ قریباً گیارہ ایسے واقعات پیش آئے۔ کہ جن میں پیغمبر صاحب نے کوئی کام کرنا چاہا۔ یا کوئی بات کہی تو حضرت عمرو نے اُس کو منشا قرآن کے برخلاف سمجھ کر برملا پیغمبر صاحب کو روک دیا۔ پھر واقعہ جنازہ عبداللہ بن ابی نقل کر کے اُس کے ترجمہ و تشریح میں تحریف و تصرف کر کے اُس سے کفر کا بھرا ہوا یہ نتیجہ نکالا۔ اور کہا کہ اِس واقعہ کو پڑھ کر مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے پیغمبر صاحب ایک شخص کا جنازہ پڑھنے جاتے ہیں۔ اور حضرت عمر اُس کو حکم قرآن مجید کے خلاف سمجھ کر ایسے جوش میں آئے ہیں کہ ادب وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر آپ کا پکڑ لیتے ہیں پیغمبر صاحب اس پر آیت قرآن اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے جو معنے اس آیت کے سمجھے ہیں۔ عمرؓ اُن کو صحیح نہیں سمجھتے نعوذ باللہ من ھذا الکفر والافتراء کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔ اِس اشتہار کی اشاعت سے جُہلا جماعت اہل حدیث میں جو مسجد چینیانوالی میں آتے جاتے۔ اور چکڑالوی کا وعظ سُنتے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ قرآن بذات خود مفصل و مشرح ہے۔ حدیث نبوی کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں۔ اور یہ خیال پک گیا کہ اس وقت تک جو ہم لوگ اہل حدیث کہلاتے رہے اُس میں دھوکا کھاتے اور

بھولے رہے۔ ✦

میں چکڑالوی کے علم و دیانت سے بخوبی آگاہ تھا۔ اِس لئے اس کو مخاطب صحیح نہ سمجھتا۔ اور اس کو اپنی تحریر یا تقریر میں مخاطب کرنا موجب عار و ننگ خیال کرتا تھا۔ اور نیز اس کے اِس قسم کے کھُلے کھُلے کفریات کو اس لائق نہ جانتا تھا۔ کہ اُن سے کوئی اہل علم تعرض کرے اور اُن کے کفر ہونے کا ثبوت دیا جائے گرچونکہ ان مزخرفات کا اثر بعض نادان و بے علم اشخاص اہل حدیث پر (جن میں بعض اشخاص کسی زمانے میں میری مجلس وعظ و درس میں آتے۔ اور مجھ سے محبت و اعتقاد کا دعوے کرتے) ہونے لگا۔ تو مجھے اُن کے حال پر رحم آگیا۔ لہذا میں نے بحکم ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است ✦ اگر خاموش بنشینم گناہ است

اُس ننگ و عار کو اپنے لئے گوارا کر کے اُن لوگوں کی ہدایت کے خیال سے اُس اشتہار کے متعلق چند سوالات لکھوا کر ایک مجلس میں پیش کئے جن کے جوابات چکڑالوی نے اُس مجلس کے تمام وقت میں لکھوائے۔ پھر دوسرے دن وہ عام مجلس میں پڑھ کر دوبارہ سنائے گئے۔ اُسی دن میں نے اُن جوابات کے متعلق اپنے چند ریمارک جن کو میں نوٹ کر کے لیگیا تھا پڑھ کر سُنانے چاہے۔ مگر پیروان چکڑالوی نے میرے جوابات نہ سنے۔ اور مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد وہ جوابات اُس مجلس میں سنائے گئے تو جملہ حاضرین نے پسند کئے۔ دوسرے یا تیسرے دن میں اپنی خداداد زمین کی طرف برداشت آمدنی فصل خریف ۱۹۰۱ء کے لئے چلا گیا۔ جہاں مجھے برداشت آمد فصل ربیع ۱۹۰۲ء تک ٹھرنا پڑا۔ میرے چلے جانے کے بعد پیروان چکڑالوی نے اسکے جواب کو چھپوادیا۔ اور میرا جواب الجواب (جس کا کچھ حصّہ صاف شدہ بعض احبابکو میں دیگیا۔ اور یہ کہہ گیا تھا کہ اِس حصّے کو کاپی کرا کے میرے پاس بھیجدینگے تو باقی حصّہ میں وہاں سے صاف کر کے ارسال کرونگا۔ بلکہ تھوڑے عرصے کے بعد میں نے باقی

کا

- 81

حصہ جواب الجواب بھی صاف کرا کے اُن کے پاس بھیج دیا تھا۔) اُن احباب کی سُستی یا کمزوری کی وجہ سے شایع نہ ہوا۔ یہ امر چکڑالوی کے دام افتادہ جہلا اہل حدیث کے زیادہ گمراہ ہو جانے اور ٹھوکر پر ٹھوکر کھانے کا باعث ہو گیا۔ ۲۴۔ جون کو میں اس زمین سے واپس آکر لاہور پہونچا۔ اور اُن کا تباہ حال میرے دیکھنے میں آیا۔ تو مجھے یہ مشفقانہ خیال آیا کہ میں اُس جواب الجواب کو شائع کروں۔ اور اُن دام افتادہ نادانوں کی مخلصی کی ایک سبیل نکالوں۔ اِس خیال سے میں اس جواب الجواب کو شایع کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ سے امید رکھتا ہوں کہ بہت لوگوں کو جو اس جواب کو بغور پڑہیں گے۔ یا کسی سے پڑہوا کر سنیں گے ہدایت ہو گی۔ اور مجھے اُس کا اجر ملیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ پس میں اپنے ایک ایک سوال کو نقل کروں گا۔ پھر جوابات چکڑالوی کو ایک ایک کر کے معرض نقل میں لاؤنگا۔ پھر اپنے جواب الجواب سے ہر ایک جواب کا جواب نقل کرونگا۔ وباللہ التوفیق وھو خیر رفیق +

سوال منجانب خاکسار

(ا) تمام احکام شرعیہ کے قرآن شریف میں مفصل اور مشرح طور پر موجود ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے۔؟

تشریحی و ضمنی سوالات

(الف) کیا قرآن شریف میں ایسے بھی احکام ہیں یا نہیں جن کو اگر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ سمجھاتے تو وہ ہماری سمجھ میں نہ آتے؟

(ب) کیا قرآن شریف میں ایسے بھی احکام ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں تو مجمل ہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی تفصیل اور کھول کر دی ہو۔ اپنے قول

یا فعل سے۔؟

(ج) اگر ایسے ہیں اور تفصیل اور کھول بھی ہوئی ہے تو کیا یہ کھول۔ اور تفصیل بذریعہ وحی یا الہام ہے یا بذریعہ عقل دماغی ہے؟

(د) اگر بذریعہ وحی یا الہام ہے تو اُس وحی یا الہام کو آپ کیا کہتے ہیں۔ خفی یا جلی۔ متلو یا غیر متلو؟

جواب منجانب چکڑالوی

(ا) اللہ جل شانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔ ترجمہ اُتارا اللہ جل شانہ نے اوپر تیرے مسئلہ کتاب اللہ کے اور حکمت کتاب اللہ کی۔ اور تعلیم فرمائی تجھ کو اللہ نے۔ اُس مسئلہ کتاب اللہ کی نہ جانتا تو جان سکتا۔ مطابق آیت ہذا کے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں تین قسم کے بیانات ہیں:۔

ایک تو مسائل ہوتے ہیں خواہ فرضی ہوں خواہ نفلی ہوں یا مباح وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسرا قسم آیات کتاب اللہ المجید میں وہ بیان ہوتا ہے جس میں حکمت یعنی علت اُن مسائل کی مذکور و موجود ہوتی ہے۔ اور

تیسرا قسم آیات کتاب اللہ المجید میں وہ مسائل ہوتے ہیں جن میں سوائے تعلیم قولی کے تعلیم عملی کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ خلاصہ اِس آیت شریف کا یہ ہے کہ جن آیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فقط قولی تعلیم ہوئی ہے۔ اس میں تو کسی شخص کو بھی کوئی حاجت حدیث شریف کی قیامت تک نہ ہوگی۔ بوجہ من الوجوہ اور جن آیات کتاب اللہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود ہی اشد محتاج تھے۔ تعلیم علمی کے اُن میں تمام لوگ عموماً و خصوصاً قیامت تک اشد محتاج ہوتے ہیں حدیث شریف

ا اس قول میں مجیب نے صاف اقبال کیا ہے کہ تمام لوگ اور خاص آنحضرت بھی تعلیم علمی میں حدیث کے اشد محتاج تھے۔ اس کو

کے جس طرح اللہ محتاج خود ہی رسول اللہ صلعم تعلیم علمی کے تھے - اسیطرح عام لوگ اللہ محتاج ہوئے - علمی تعلیم کی قیامت تک ماسوائے تعلیم عملی کے کسی جگہ بھی کسی مسئلہ میں قرآنمجید کے عملدرآمد کرنے میں حدیث شریف کو کوئی دخل نہیں ہے - ہر ایک مسئلہ فرضی و نفلی و مباح وغیرہ وغیرہ جس کو ذرہ بھر بھی دین اسلام میں دخل ہے (خواہ اباحت کے نمبر میں ہو-) وہ بھی مذکور و موجود فی القرآن ہے +

تشریحی و ضمنی سوالات کا جواب

جواب نمبر (ب) قرآن شریف میں مجمل مسئلہ کوئی نہیں ہے وہ خود مفصل ہے وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ اور مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ - کوئی مسئلہ دین اسلام کا قرآن شریف میں مجمل طور پر مذکور یا موجود نہیں ہے - سب کے سب مسائل بیّن و مفصّل ہیں-

جواب سوال (ج) نہ کوئی ایسے احکام ہیں - اور نہ کوئی کھول اور تفصیل اُنہوں نے کی ہے محض رسالت کی تبلیغ کی ہے-

جواب سوال (د) نہ کوئی ایسی وحی اور نہ کوئی اُس کا نام ہے-

جواب الجواب منجانب خاکسار

جواب اوّل باوجود طویل ہونے کے مطابق سوال نہیں ہے - سوال یہ تھا کہ جملہ احکام اسلام کی قرآن مجید میں مشرح و مفصل موجود ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے اس کا جواب کچھ نہیں ملا - کہ یہ مراد ہے - اور شرح و تفصیل کے یہ معنے ہیں - اب بھی تفصیل کے معنے بیان ہوں - اور اُس کے ساتھ مثالیں بھی بیان ہوں - مثلاً حکم نماز و زکوٰۃ کے متعلق ہی بیان کیا جائے کہ اس کی شرح و تفصیل قرآن مجید کی کس آیت میں

ہوئی ہے۔مجیب زیادہ تکلیف نہ اُٹھاوے۔صرف یہ بیان کر دے کہ نماز کی کیفیت و ترکیب ارکان واذکار کہ پہلی تکبیر ہو۔پھر ثنا پھر سورت فاتحہ پھر رکوع پھر قومہ اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پھر سجود الخ اور زکوٰۃ کی مقدار نصاب کہ سونے چاندی کی اِس قدر ہے۔اور بکریوں اونٹوں کی اِس قدر ہے۔اور یہ بھی بتاوے کہ احکام نماز و زکوٰۃ صرف قولی ہیں یا عملی بھی۔اگر عملی بھی ہیں تو اُس میں جو تعلیم عملی ہوئی ہے وہ صرف قرآن شریف کے ذریعہ سے ہوئی ہے یا حدیث کے ذریعہ سے۔اگر حدیث کے ذریعہ سے ہوئی ہے تو بتاوے کہ حدیث نے قرآن مجید سے بڑھ کر تفصیل کی ہے یا نہیں۔اگر نہیں کی تو حدیث کے ذریعہ تفصیل ہونے کے کیا معنی۔اور اگر حدیث نے قرآن مجید سے بڑھ کر تفصیل کی ہے تو اُس کا ماخذ۔اور مخزن کیا ہے۔وحی یا عقل انسانی۔اگر وحی ہے تو اُس وحی کا کیا نام ہے۔وحی خفی یا غیر متلو یا کچھ اور۔اور اگر عقل انسانی سے ہوئی ہے تو کیا عقل انسانی وحی ربانی سے فوقیت رکھتی ہے اور قرآن مجید کی کس آیت میں یہ ہدایت ہے کہ عقل انسانی مجمل احکام قرآن کی تفصیل و مزید تشریح کر سکتی ہے۔اگر وہ تعلیم عملی صرف قرآن مجید کے ذریعہ سے ہوئی ہے تو اُس پر دو سوال ہیں:۔

(۱) یہ کہ ان آیات کو پیش کیا جائے جن میں تعلیم عملی نماز و زکوٰۃ کی تفصیل مذکور ہوئی ہے۔

(۲) یہ سوال کہ اِس صورت میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حدیث کا اشد محتاج ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔قرآن نے خود ہی تفصیل کر دی ہے تو حدیث نے کیا کیا جس کی نظر سے حدیث کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت حاجت ہوئی مجیب کا یہ لفظ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حدیث کے سخت و اشد محتاج تھے کچھ بھی معنی نہیں رکھتا۔کیا حدیث آنحضرت سے وجود میں مقدم ہے جیسے ہر چیز جس کی طرف احتیاج ہوتی ہے۔محتاج سے وجود میں مقدم ہوتی ہے۔مجیب خود جواب سوال

نمبر ۲ میں اقرار کر چکا ہے ۔کہ حدیث سے مراد آنحضرت کا قول یا فعل یا تقریر ہے تو گویا حدیث آنحضرت کی صفات سے ایک صفت ٹھری ۔پھر موصوف کا اپنی صفت کا محتاج ہونا کیا معنی ۔اگر مجیب کی مراد اس لفظ سے یہ ہے کہ تعلیم الٰہی جو بواسطہ وحی خفی آنحضرت کو ہوئی ہے ۔وہ آنحضرت کے قول یا فعل سے یا تقریر سے ظہور پذیر ہوئی اسلئے آنحضرت اس تعلیم الٰہی کے محتاج تھے تو اس مدعا کو اُن لفظوں میں ادا کرنا چاہیئے جس سے ہمارے سوال نمبر ۱ ۔کا جواب کامل ہوتا ہے ۔اور یہ مدعا کہ حدیث نبوی ایسی چیز ہے جس سے تعلیم عملی کامل ہوتی ہے ۔صاف طور پر ثابت ہوتا ہے ۔

اس سوال کے جواب میں جو مجیب نے حکمت کی تفصیل علت سے کی ہے اُس کی نسبت اوّل شہادت قرآن سے پیش کی جائے جس سے ثابت ہو جائے کہ قرآن میں جہاں لفظ حکمت آیا ہے اُس سے علت مراد ہے ۔مثلاً آیت (وَ قَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ) وامثال ذلک ✦

دوم ۔یہ بیان ہو کہ قرآن کے ہر ایک حکم کی علت قرآن میں موجود ہے ۔یا کسی حکم کی علت بیان نہیں بھی ہوئی ۔نہیں ہوئی تو اِس عام دعوے کے کیا معنے کہ قرآن میں سب احکام کی علتیں بھی بیان ہوئی ہیں ۔

سوم ۔یہ بیان ہو کہ اگر اس حکمت سے علت مراد ہے تو اُس کی تعلیم کرنیکے کیا معنی جس کی نسبت لفظ یتلوا کے بعد لفظ یُعَلِّمُ کا آیا ہے ۔(جس کے یہ معنے ہیں کہ رسول اللہ مسلمانوں کو قرآن پڑھ کر سُنانے کے ساتھ حکمتوں کی بھی تعلیم کرتے ۔ کیا قرآن شریف کی مبینہ و مفسرہ علتوں کا قرآن کے الفاظ سے پڑھ دینا کافی نہ تھا ۔سوال اوّل کے جواب میں خدا تعالےٰ نے مجیب کی زبان سے حق نکلوا دیا ہے ۔کہ حدیث قرآن کی تفصیل کرتی ہے ۔اور وہ قرآن پر زیادتی ہے ۔مگر خدا جانے کہ وہ اُس کو صاف الفاظ

میں کیوں نہیں مانتا مسلمان اُس کو کبھی نہ چھوڑیں گے جب تک اُس کی زبان سے صاف اقرار نہ کرالیں گے وہ ہزار انیچ بیچ لگائے اور ادہر اُدھر جلئے آخر اُس کو ماننا پڑے گا کہ حدیث نے تعلیم و تفصیل احکام میں قرآن پر زیادتی کی ہے۔ اور حدیث کے سوا جملہ احکام قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

ضمنی و تشریحی سوالات کا جواب الجواب

جواب جزو (الف) سوال نمبر ۱ مطابق سوال نہیں ہے۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ میں نے یہ پوچھا تھا کہ قرآن میں ایسے احکام ہیں یا نہیں کہ بغیر سمجھانے رسول اللہ کے ہماری سمجھ میں نہ آتے۔ جواب یہ ملا کہ قرآن مجید میں جملہ احکام موجود ہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ جو احکام قرآن میں موجود ہیں کیا اُن میں ایسے احکام بھی موجود ہیں جو بغیر سمجھانے رسول اللہ کے ہماری سمجھ میں نہ آتے۔ مجیب [illegible] اس سوال کا جواب دے۔

جواب جزو (ب) محض غلط ہے اور اس میں چکڑالوی نے اپنے ناواں و بے علم پیروان کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔ اور دیدہ دانستہ اُن کو دہوکھ دیا ہے اگر یہ جواب صحیح ہے تو صرف ایک آیت ربوٰ۔ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا کے متعلق وہ بیان کرے کہ کیا یہ مجمل نہیں ہے۔ اور قرآن میں کہاں تفصیل ہے کہ ربوا جو حرام ہے وہ فلاں فلاں چیز اور قسم میں ہے۔ ربوا کے معنی بڑہوتری ہے۔ اور بڑہوتری ہر ایک بیع میں ہوتی ہے۔ روپیہ کا وزن ایک تولہ ہوتا ہے گندم جو اُس کے عوض میں آتی ہے ایک من یا بیس سیر ہوتی ہے۔ پھر ہر قسم کی بڑہوتری حرام ہو تو کوئی بیع جائز نہ ہو۔ مجیب کے اِس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو قرآن شریف سے بالکل مس نہیں۔ اور پوری قرآن پر اُس کی نظر نہیں پڑی۔ یا یہ کہ وہ مجمل و مفصل کے معنی نہیں جانتا۔ اور علوم اصول و فقہ و حدیث میں نظر نہیں رکھتا۔

جواب جزو (ج) و (د) کو مجیب واپس لیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ جب وہ ہمارے سوال اول کا جواب مطابق سوال دے گا۔ اور ارکان واذکار نماز۔ اور مقدار نصاب زکوٰۃ کی تفصیل قرآن سے نکال نہ سکے گا۔ تو اس کو معلوم و متیقن ہو جاوےگا کہ حدیث ہی ہے جس نے احکام مجمل قرآن کی تفصیل کی ہے۔ اور مخرج و ماخذ حدیث وحی الٰہی ہے۔ جس کو وحی غیر متلو و وحی خفی کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ منجانب خاکسار

حدیث صحیح سے آپ کی کیا مراد ہے۔ یعنے حدیث صحیح کس کو آپ کہتے ہیں اور حدیث متواتر آپ کس کو کہتے ہیں۔؟

تشریحی و ضمنی سوالات

(الف) حدیث کے قرآن شریف کا ترجمہ اور شرح ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے؟

(ب) شرح میں متن سے کوئی زیادتی ہوتی ہے یا نہیں؟

(ج) اطلاق کی تقیید اور عام کی تخصیص زیادتی کہلاتی ہے۔ یا نہیں۔؟

جواب منجانب چکڑالوی

جواب سوال نمبر (۲) حدیث صحیح سے مراد قول یا فعل یا تقریر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ جو آپ نے کسی مسئلہ قرآنیہ کے متعلق کیا یا کہا ہو۔ یا کسی کے کئے یا کہے کو ثابت رکھا ہو۔ اور یہ تمام قرآن شریف کے ترجمہ یا تشریح تک محدود ہو +

اور حدیث متواتر میرے نزدیک وہ ہے جس کے راوی جمع کثرت میں ہوں یعنی ہر ہر طبقہ میں راوی دس ہوں یا دس سے اوپر ہوں۔ مطابق آیۃ فَاِذَا بَرَزُوْا

مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ الاٰية کے راویوں پر صحت وضعف کا مدار ہی ناممکن ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم کے حق میں خود ہی علام الغیوب فرماتا ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اور کون شخص ہو سکتا ہے۔ جو کہ راویوں کی پہچان کر سکے بدرجہ حق الیقین وعین الیقین ان آیات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ کسی شخص کا حق نہیں ہے۔ کہ کسی شخص کے حال کو پہچان سکے۔ سوائے عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کے اور بس۔ بلکہ صحت حدیث صحیح کی میزان صرف قرآن شریف ہی ہے اور بس۔ اور جو حدیث مطابق قرآن مجید ہو وہ صحیح ہے۔ اور جو مطابق قرآن مجید کے نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ خواہ متواتر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ آیت بالا مذکور کے نیچے ہی خود احکم الحاکمین نے خاص یہی میزان مقرر کردی ہے۔ اور نیز فرمایا ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔

ضمنی و تشریحی سوالات کا جواب

جواب جزو (الف) زیر سوال نمبر ۲۔ حدیث کے قرآن شریف کا ترجمہ اور شرح ہونے سے یہ مراد ہے کہ جن مسائل قرآنیہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم ربانی سے (خواہ قولی تعلیم۔ خواہ عملی تعلیم سے) کوئی الفاظ بیان کئے ہوں تو وہی الفاظ ترجمہ اور تشریح قرآن ہیں۔ تعلیم قولی ترجمۂ قرآن ہے۔ اور تعلیم علمی تشریح قرآنیہ میں داخل ہے۔

جواب نمبر (ب) اُسی مسئلہ کی کھول ہوا کرتی ہے کوئی زیادتی نہیں ہوا کرتی

ف ۲ تجھ کو ان کی (منافقوں کی) ظاہری شکل اچھی لگتی ہے یعنے تو انکو مومن خالص سمجھتا ہے اور اگر وہ بات کریں تو تو انکی باتوں کو صحیح و صادق سمجھتا ہے
یہ لوگ اس خشک لکڑی لکڑی کی مانند ہیں جسپر لوگ درخت ہونیکا گمان کریں پ ۲۸ ع ۱۳ ف ۳ اس آیت کا ماقبل کی آیت سے اگر

جواب نمبر (ج) قرآن مجید ان دونوں عیبوں سے ایسا پاک ہے جیسے اللہ تعالےٰ خود پاک ہے - یہ دونوں بڑے بھاری عیب ہیں متکلم کے کلام میں - کیونکہ خاص کرنا عام کو اور عام کو خاص کرنا یا مطلق کو مقید کرنا یا مقیّد کو مطلق کرنا مفسر کا کام ہے مساوی کا کام نہیں چہ جائیکہ مخلوق خالق کی کلام کو مطلق یا مقید کرے - یا خاص یا عام کرے - مطابق آیتہ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ - وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ الآیۃ الیٰ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حَاجِزِیْنَ کے ٭

جواب الجواب منجانب خاکسار

جواب سوال دوئم میں مجیب نے جو حدیث کی تعریف کی ہے - اور اُس کے ساتھ غلط لگادی ہے کہ وہ صرف ترجمہ وشرح قرآن ہے کیا اُس کا ماخذ قرآن مجید ہے یا کلام علماء حدیث واصول ؟ اگر اس کا ماخذ قرآن ہے تو مجیب اُن آیات قرآن کو پیش کرے جن میں حدیث صحیح اور متواتر کی تعریف بیان ہوئی ہو - اور اگر اس کا ماخذ اقوال علماء ہیں تو وہ اقوال پیش کرے اور اگر اُس کا ماخذ مجیب ہی کا دل ودماغ ہے - اُس کے سوا کہیں اُن کا نام ونشان نہیں تو اس کا صاف اقبال کرکے یہ بتادے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ جو بات نہ قرآن میں ہو اور نہ اقوال علماء میں وہ صرف مجیب کی تقلید سے تسلیم کی جاوے - ٭

جن آیات قرآن کو مجیب نے اپنے قول کی تائید میں - اور راویان حدیث کی بے اعتباری کے ثبوت میں پیش کیا ہے کیا وہ مسلمانوں کے حق میں ہیں یا کافروں و منافقوں کی ؟ اگر مجیب اقرار کرے کہ وہ کافروں ومنافقوں کے حق میں ہے تو مجیب صاف الفاظ سے بیان کرے کہ احادیث صحیحین کے راوی مسلمان ہیں یا کافر ہیں - اگر

مجیب کے اعتقاد میں وہ راوی مسلمان ہیں تو پھر کیا ان آیات کو مسلمان راویان حدیث کے حق میں بیان کرنا غلطی یا عمداً دھوکہ دہی نہیں ہے؟ اور اگر مجیب کے اعتقاد میں راویان حدیث سب کے سب کافر ہیں ومع ہذا البعض احادیث بخاری و مسلم مجیب کے دستور العمل ہیں تو کیا او رکافروں کی روایت کو بھی مجیب دستور العمل بنانا جائز رکھتا ہے۔ اور اگر کسی شخص کا حال صدق و کذب انسان نہیں جان سکتا تو خدا تعالے نے شہادت عادل گواہوں کو کیوں قبول کیا ہے جہاں فرمایا ہے واشہد واذوی عدل منکم یعنے اپنے لوگوں میں سے دو عادل شخص کو گواہ بناؤ۔ اور کیا شہادت اور روایت میں بجز حریت اور ذکور ہونے کے کچھ فرق ہے اور جو صحیح مسلم کے مقدّمہ میں اِس آیت کے استدلال سے روایت حدیث کو مثل شہادت کے قرار دیا ہے اس کا کیا جواب ہے۔ اور اگر صحت حدیث کا مدار صرف مطابقت قرآن ہے تو پھر اگر کوئی شخص ایک مضمون قرآن کے مطابق از خود بناوے اور ناحق اوسے کو حضرت کی طرف منسوب کرکے [illegible] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے تو کیا مجیب اس کو صحیح حدیث مان لیگا۔ نہیں تو کیوں نہیں۔ کیا اُس میں مطابقت قرآن جس کو مجیب نے میزان صحت قرار دیا ہے نہیں پائی جاتی۔ اور اگر اس کو صحیح مان لیگا تو پھر موضوع کس کو قرار دیگا۔

ضمنی و تشریحی سوالات کا جواب الجواب

سوال دوم کے جزء (الف) و (ب) کے جواب میں جو کچھ مجیب نے کہا ہے وہ صرف مجمل دعوے ہے۔ اگر ترجمہ اور شرح کی مجیب کوئی مثال دیتا تو اُس سے صاف کُھل جاتا کہ حدیث نے جو قرآن کی شرح و تفصیل یا کھول کی ہے اُس میں قرآن پر زیادتی پائی جاتی ہے۔ اور یہ بات مجیب جلسۂ اوّل میں خود زبانی کہہ چکا ہے کہ شرح کو متن پر زیادتی ہوتی ہے ؛؛

جواب جزو (ج) مطابق سوال نہیں۔ سوال یہ تھا کہ تقیید اور تخصیص یا دتی کہلاتی ہے یا نہیں۔ اس کا کچھ جواب نہیں بلا صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہ دونوں عیب ہیں جن سے خدا پاک ہے اور اُس کے ثبوت میں دو آیتیں نقل کی ہیں۔ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ الخ اور وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا الخ جن کا مطلب مجیب نے کچھ نہیں سمجھا۔ اور یہ غور نہیں کیا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تفصیل و تشریح قرآن میں جو کچھ فرماتے اور اُس میں قرآن مجید کی عام میں کوئی تخصیص فرماتے یا قرآن کو مطلق میں قید ظاہر کرتے۔ وہ اپنی طرف سے نہ فرماتے۔ بلکہ خدا کی وحی سے فرماتے اور وہ بلغ ما انزل میں داخل ہوتی نہ خدا تعالےٰ پر تقول و افتراء۔

مجیب نے سوال سوم میں ایک اور آیت بھی نقل کی ہے۔ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی جس میں یہ بیان ہے کہ آپ دین میں اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے جو کچھ فرماتے وہ خدا کی وحی ہوتی۔ اس آیت اور آیت بلّغ ما انزل سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں کہیں تخصیص عام یا تقیید مطلق قرآن کی ہے وہ خدا خالق کی طرف سے ہے نہ حضرتؐ کی طرف سے جو مخلوق تھے۔ پھر اس تخصیص و تقیید کو عیب کہنا۔ اور اُس کو تقول علے اللہ و افترا میں داخل کرنا نافہمی یا دیدہ دانستہ بے انصافی اور دھوکہ دہی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ مجیب کی جرأت سے بڑا تعجب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تخصیص عام و تقیید مطلق قرآن کو تو فعل مخلوق ٹھہرا کر عیب اور امر ناجائز قرار دیا ہے۔ اور زبانی تقریر کے وقت اُس کو شرک بھی کہا تھا جو کاتب کی قلم سے رہ گیا ہے مگر سوال نجم کی جزء (ب) کے ضمن میں دوسرے مسئلہ کے جواب میں اپنی اجتہاد نارو اوفہم نارسا سے اطلاق مطلق۔ اولادکم اور دوسرے الفاظ رکوع یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ کو ہم جنس ہونے کی قید سے مقید کیا ہے۔ اور اُس کو فعل مخلوق اور عیب نہیں سمجھا۔ کیا مجیب اپنے آپ کو مخلوق نہیں سمجھتا۔ بلکہ خالق جانتا ہے۔ اور اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

ترجیح دیتا ہے۔ سامعین مسلمان غور و انصاف سے کہیں کہ جب آنحضرت نے خدا تعالےٰ سے وحی پاکر یہ حدیث فرمائی لا یرث القاتل المقتول یا یہ فرمایا لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم۔ یا فرمایا لا یتوارث اہل الملتین شتیٰ یا فرمایا نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقۃ تو مجیب نے آپ کی اس تخصیص و تقیید کو فعل مخلوق قرار دیکر ناجائز کہا اور خود اپنی فہم نارسا و اجتہاد ناروا سے قرآن کی بہت سی آیات کو ایک ایسی قید سے مقید کر دیا۔ جس کا نہ قرآن میں نام و نشان ہے اور نہ آنحضرت کی حدیث میں۔ اور پھر اس کو جائز سمجھا کیا یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فوقیت کا دعوے نہیں ہے؟ اور مخلوق ہو کر خالق ہونے کا ادعا نہیں؟

سوال نمبر ۳۔ منجانب خاکسار

قرآن شریف اور حدیث شریف میں۔ کیا فرق ہے۔؟

جواب منجانب چکڑالوی

جواب سوال نمبر ۳۔ صرف الفاظ ہی کا فرق ہوتا ہے جیسے کہ قرآن اور اس کے ترجمہ میں صرف بولی کا فرق یا الفاظ کا فرق ہوتا ہے۔ مقصود میں کوئی ذرہ بھر بھی فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح حدیث اور قرآن کے مقصود میں بھی ذرہ بھر فرق نہیں ہوتا مطابق آیت وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ الآیۃ الیٰ اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا اور وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ کے۔

جواب الجواب منجانب خاکسار

جواب سوال سوم میں جو کچھ مجیب نے کہا ہے۔ اس میں خود دھوکھ کھایا یا عمداً لوگوں کو دھوکھ دینا چاہا ہے اس میں ایک تو دھوکھ یہ ہے کہ حدیث کو صرف

ترجمہ قرآن کہا ہے - حالانکہ حدیث میں قرآن پر صریح زیادتی پائی جاتی ہے جسکو مجیب پہلے جلسہ میں زبانی کھول یا شرح کہہ چکا ہے - اور جواب جزء (ب) سوال دوم میں حدیث کو قرآن مجید کی کھول مان چکا ہے -

دوسرا یہ دھوکہ کہ قرآن کے قطعی ہونے اور احادیث میں سے خبر واحد کے ظنی ہونے کا کچھ لحاظ نہیں کیا - جو تمام مسلمانوں میں مسلّم چلا آتا ہے - اگر مجیب خبر واحد کو ظنی الثبوت سمجھتا ہے - اور پھر اُس کے منکر کو کافر جانتا ہے - تو کیا وہ اہل مذاہب مختلفہ حنفی شافعی وغیرہ کو جو بعض احادیث کو بوجہ اُن کے ظنی الثبوت ہونے کے نہیں مانتے اور اپنے خیال میں اُن کو مخالف قرآن یا اُس پر زیادتی کرنے والے سمجھتے ہیں - جیسے حدیث فرضیت قرأت سورت فاتحہ جس کو حنفی نہیں مانتے - اور اُس کو اپنے خیال میں آیت فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کی مخالف اور زیادتی کرنے والے سمجھتے ہیں - کافر جانتا ہے یا نہیں؟ وہ غیر [illegible] احادیث [illegible] اہل سنت و جماعت کو نہیں مانتے کافر سمجھتا ہے - اگر کافر سمجھتا ہے تو پھر بتاوے کہ کسی حدیث صحیح بخاری یا صحیح مسلم کے ماننے سے اُس کو بھی انکار رہے یا نہیں - اگر انکار ہے تو پھر کیا وہ فتوائے کفر اُس کیطرف عاید نہ ہوگا - اور اگر انکار نہیں بلکہ جملہ احادیث صحیحین کے عمل و قبول کا اُس کو اقبال اور اقرار ہے تو پھر بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ہے - اس اقرار مجیب پر ہم بحث کو ختم کریں گے - اور جب اُس نے جملہ احادیث صحیحین کو صحیح اور واجب العمل مان لیا تو اِن احادیث سے خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ حدیث نے قرآن پر زیادتی کی ہے - اور یہ ثابت ہوگا - کہ یہ لفظ کہ صحیح حدیث قرآن پر ذرہ بھر زیادتی نہیں کرتے مجیب کی قلم و زبان سے غلطی سے نکل گیا ہے - اور اگر مجیب خبر واحد کو بھی قطعی جانتا ہے اور اس وجہ سے اُس کے منکر کو کافر کہتا ہے تو بطریق اولیٰ وہ اُن سوالات و الزامات کا محل ہوگا جو ظنی ہونے خبر واحد کے شق پر وارد کیے گئے ہیں -

[illegible] حنبلی - مالکی - اہل حدیث وغیرہ کا جملہ احادیث نبویہ کا منکر نہیں ہے - لہٰذا [illegible] دجل فضح علی نفسہ - صرف وہی ایسا کافر ہے جو خدا اور رسول [illegible] کہ قرآن اور اُس کی شرح یا ترجمہ حدیث میں فرق کرتا ہے - جسکو وہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱ میں اپنے منہ سے کافر کہہ چکا ہے -

سوال نمبر ۴ منجانب خاکسار

اگر تمام مسائل شرعیہ قرآن شریف میں مفصل اور مشرح طور پر موجود ہیں۔ تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے۔؟

تشریحی و ضمنی سوال

(الف) اور حدیث کو شرح قرآن قرار دینے سے کیا مراد ہے۔؟

جواب منجانب چکڑالوی

جواب سوال نمبر ۴۔ مطابق آیت وَ اَنزَلَ اللّٰہُ عَلَیکَ الکِتَابَ وَ الحِکمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَم تَکُن تَعلَمُ کے تعلیم عملی میں حدیث شریف کی اشد ضرورت ہے جس طرح کتاب اللہ المجید کی سواء السواء ذرہ بھر بھی فرق نہیں ہے۔

تشریحی و ضمنی سوال کا جواب

(الف) جواب اس کا سوال نمبر ۲ کے جزو (الف) میں مفصل طور پر ہو چکا ہے۔

جوابُ الجواب منجانب خاکسار

جواب سوال چہارم میں بھی حدیث کی شارح قرآن ہونے اور احکام عملی میں قرآن پر زیادتی کرنے کا در پردہ اقبال ہے۔ تشریح و تمثیل جواب سوال اوّل میں یہ اقبال کھل جاویگا۔ اور صاف ثابت ہو گا کہ عملی تعلیم میں حدیث ہی احکام قرآن کی شارح ہے۔ قرآن میں عملی تعلیم کی شرح نہیں ہے۔

ضمنی و تشریحی سوال کا جواب الجواب

جواب ضمن (الف) سوال چہارم - مجیب نے پہلے کوئی تفصیل نہیں کی آیندہ اگر تفصیل مطابق سوال کرے گا تو اُس سے صاف ثابت ہو جائیگا کہ حدیث قرآن کی ایسی شرح ہے جس میں تعلیم قرآن پر صریح زیادتی پائی جاتی ہے -

سوال نمبر ۵ - منجانب خاکسار

اِس سے آپ کی کیا مراد ہے کہ قرآن شریف کے علاوہ جو مضمون خواہ کسی حدیث متواتر میں ہے موجود ہو وہ قابل اعتبار نہیں - ؟

تشریحی و ضمنی سوالات

(الف) کیا اِس سے یہ مراد ہے کہ جن مسائل کا ذکر تک بھی قرآن مجید میں نہیں (چاہے وہ ذکر مفصل ہو یا مجمل) وہ مذاہب اسلام سے خارج ہیں ؟

(ب) اگر یہی مراد ہے تو کیا مسائل مفصلۂ ذیل مسائل اسلامیہ میں سے نہیں ہیں ؟

جزء (ب) سوال پنجم کے متعلق مسائل ستہ

(۱) بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے - ؟

(۲) قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہوتا - ؟

(۳) دو مختلف مذاہب کے آدمی آپس میں وارث نہیں ہوتے - ؟

(۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مال قابل وراثت نہیں ہے - وہ صدقہ ہے - ؟

(۵) عرفات میں نماز ظہر اور عصر جمع کرنا چاہئے۔ مزدلفہ میں نماز مغرب وعشاء کو جمع کرنا چاہیئے؟

(۶) گدھا حرام ہے۔؟

(ج) اگر یہ مسائل بقول آپ کے قرآن شریف میں مجملاً یا مفصلاً موجود ہیں تو اِن کا پتہ بتایئے۔؟

جواب منجانب چکڑالوی

جواب سوال نمبر ۵۔ علاوہ سے یہ مراد ہے کہ جس مسئلہ کا ذکر قرآن مجید میں تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کے نمبر میں یا تفصیلاً لِّکُلِّ شَیْءٍ کے نمبر میں بوجہ من الوجوہ موجود نہ ہو وہ مسئلہ یا بیان یا جو کچھ کہو وہ باہر قرآن مجید کے ہوا۔ اس قسم کا بیان اگر کسی حدیث میں [illegible] تو وہ بیان دین اسلام سے باہر ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری اور پاک ہوئے ہیں۔ کسی راوی کا زلہ یا خطا ہوتی ہے۔ یا اس کی اپنی متعصبانہ دانستہ کارروائی ہوتی ہے مطابق آیت وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ اور وَمَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ۔

تشریحی ضمنی سوالات کا جواب

جواب سوال نمبر ۵ جزء (الف) ہاں خارج ہیں۔ مطابق آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے

مسائل ستّہ کا جواب منجانب چکڑالوی

جزء (ب) سوال پنجم کے متعلق مسئلہ اوّل کا جواب قرآن مجید کی عبارت

ف۱ اسکا ترجمہ چکڑالوی کیطرف سے صفحہ ۸ کے حاشیہ پر گذرا۔

اور حرفوں میں موجود ہے۔ اور اعلےٰ رکن دین اسلام کا ہے۔ مطابق آیت وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ الآیۃ الیٰ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکَ[1] کے ترجمہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ حرام کیا گیا ہے تم پر جمع کرنا ایک وقت میں الاختین یعنے ان دو عورتوں کا جو مثل دو بہنوں کے ہوں یعنے جس طرح دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح ان دو عورتوں کا جو دو بہنوں کی طرح آپس میں ذوی القربےٰ ہوں جس طرح دو بہنوں کا خواہ علاتی ہوں خواہ اعیانی ہوں۔ خواہ اخیافی ہوں یا رضاعی ہوں۔ الفاظ قرآن سے جمع کرنا حرام ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح الفاظ قرآن مجید سے ہی ماسی بھانجی۔ اور پھوپھی بھتیجی کا جمع کرنا بھی خاص الفاظ قرآن مجید ہی سے حرام ثابت ہے کیونکہ الف لام الاختین میں عہدی[2] جنسی ہے ساتھ معنے مثل کے تو اس الف لام کا معنے یہ ہوا کہ جو دو عورتیں دو بہنوں کی مثل ذوی القربیٰ ہوں اُن کا بھی جمع کرنا بلاریب قطعی طور پر حرام موجود ہے کیونکہ علت حکمت کتاب اللہ المجید کی حرمت اختین میں خاص یہی ہے کہ اختین میں احسان کرنا مفروض و مکتوب ہے۔ مطابق وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی کے تو جس طرح بہنیں آپس میں ذوی القربیٰ ہیں ماسوا اُن کے اور بھی جن دو عورتوں میں یہ قرابت موجود ہے وہ بھی مطابق اس حکمت کتاب اللہ کے محقق و متیقن طور پر حرام ہو چکی ہیں۔ بلکہ حدیث شریف میں جدہ اور پوتی اور نانی اور دوہتی کے جمع کرنے کا اگر بالفرض والتقدیر ذکر نہ بھی ہوا ہو تو پھر بھی بلاریب ان کو بھی جمع کرنا عبارت قرآن مجید سے حرام ہو چکا ہے۔ یہ جواب میرا اگرچہ سوال سے زائد ہے مگر پھر بھی مطابق تعلیم ربانی کے میرا ایمان ہے۔ اس واسطے یہ زیادہ جواب دینا بھی مجھ کو ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے موسےٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ اُن سے پوچھا گیا۔ وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی قَالَ ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا

[2] عہدی سے مراد تعریفی ہے۔ یہ دونوں لفظ آپس میں مترادف ہیں۔ (حاشیہ چکڑالوی)

[1] قرآن میں تو اس جگہ ذٰلکم ہے شاید چکڑالوی ذٰلکم کو غلطی کتابت کی غلطی قرار دیکر لفظ ذٰلک لایا ہے (ابو سعید)

وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی اور موسٰے علیہ السلام نے خود بھی سوال کیا تھا۔ مدین میں جاکر وہ ذکر بھی مذکور ہے کما قال تعالیٰ فَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِھِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدَانِ قَالَ مَا خَطْبُکُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ کے مطابق جدّہ اور پوتی اور نانی اور دہتی کا جواب بھی سوال سے زیادہ دیا گیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بلغت ثلاثاً +

جزء (ب) سوال پنجم کے متعلق مسئلہ نمبر ۲ و ۳ کا جواب یہ مسئلہ بھی دینی ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ترجمہ حکم کرتا ہے تم کو اللہ بیچ حق اولاد تمہاری کے واسطے مردوں تمہارے کے مثل دو حصہ عورتوں تمہاریوں کے ہے۔ یعنے عبارت قرآن مجید میں مطلق وارثوں کو اللہ تعالےٰ وراثت نہیں دلاتا الذکر اور الانثےٰ میں جو الف لام ہے یہ عوض مضاف الیہ کا ہے یعنے مرد تمہاری جنس اور عورت تمہاری جنس یعنے ہم مشرب و ہم مذہب ہو تو اس مرد کو اور عورت کو ورثہ دینے کا حکم اللہ کرتا ہے۔ جو مرد یا عورت قاتل ہو وہ اپنی ہم جنس نہیں ہوتا وہ غیروں میں سے ہوتا ہے۔ الفاظ قرآن ہی سے وہ بے وارث ولا دعوے ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح کافر مرد اور کافرہ عورت بھی وارث نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تمام رکوع میں بھی مذکور ہے۔ خواہ اصول میں سے ہو خواہ فروع میں سے ہو۔ یعنے وارث مورث کا ہم جنس اور ہم مشرب اور ہم مذہب ہو۔ غیر مذہب و مشرب نہو۔ +

جزء (ب) سوال پنجم کے متعلق مسئلہ نمبر ۴ کا جواب۔ قرآن مجید میں عام حکم ہے خواہ رسول نبی ہو خواہ غیر رسول نبی ہو بوجہ من الوجوہ وراثت کے مسئلہ میں بھی رب العالمین نے کوئی فرق نہیں فرمایا۔ سب کے واسطے برابر حکم ہے۔ کیونکہ لفظ

گو میں مخاطب جملہ معشر الجن والانس الی یوم الدین ہو چکے ہیں۔ عموماً وخصوصاً
چونکہ جملہ رسل وانبیا بھی معشر الانس میں ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ اعلےٰ درجہ کے متقی عنداللہ
ہوتے ہیں اس سبب سے اعلےٰ درجہ کا فرض اُن پر ہے کہ وہ بھی سب سے پیشگی اطاعت
ربی میں کریں۔ اور مطابق حکم کتاب اللہ ہی کے وراثت میں بھی تعمیل وتکمیل کریں۔ مگر
یوصی میں رب العالمین نے خود ہی فرما دیا ہے۔ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ
ثُلُثَا مَا تَرَكَ بلکہ تمام رکوع میں ہر جگہ ہر وارث کے ساتھ اس قسم کے الفاظ بیان
فرمائے ہیں مِمَّا تَرَكْتُمْ وَمِمَّا تَرَكْنَ یا مِمَّا تَرَكَ ایسے ایسے الفاظ بیان فرما دیئے
تھے قرآن سے بھی ثابت ہوا کہ کوئی میت ہو خواہ رسل انبیاء میں سے ہو خواہ غیروں میں
سے ہو۔ اگر کوئی چیز اپنے ملک میں چھوڑ جائے تو وہ مال وارثوں ہی کو دیا جاوے گا
قرض اور وصیت وغیرہ کے بعد مطابق تعلیم ربانی کے اگر کوئی چیز نہ چھوڑ جاویں۔ تو
وارثوں کو کیا چیز دیجاوے۔ بالفرض والتقدیر کوئی شخص اپنا کل مال اسراف وتبذیر
میں خرچ کر دیوے تو پھر اُس کا مال اس کے ملک سے باہر ہو جائے گا تو وہ
وارثوں کو کس طرح مل سکتا ہے۔ یا کہ اصلی ہی مسکین وفقیر ہو اُس کے ملک ہی
میں کوئی چیز نہ ہو تو اس کے وارثوں کو کیا ملیگا۔ یا کہ اس کے اموال ہر قسم کے
کثرت سے موجود ہوں۔ اور پھر باطاعت وامتثال وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کے وہ جملہ اموال مملوکہ اپنے
وقف فی سبیل اللہ کر جاوے۔ تو وہ خود ہی اپنی حین حیات میں اپنے جملہ اموال
مملوکہ مقبوضہ سے بیزار ولا دعوے ہو جائیگا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں
کو کیا چیز مل سکتی ہے۔

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مطابق مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
الآیۃ کے جملہ اموال مملوکہ ومکسوبہ وموروثہ وغیرہ وغیرہ جو کچھ مال منقول وغیر منقول اس کے

اُن کو رب العالمین نے مرزوق وموہوب کیا ہوا تھا۔ وہ جملہ مال عموماً وخصوصاً سب کا سب آپ نے اپنی صحت کامل مکمل کی حالت میں محض حسبۃً ورضاءً للّٰہ وابتغاء مرضات اللّٰہ خرچ بطور وقف فی سبیل اللہ کردیا تھا۔ اِس سبب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی اپنی حین حیات میں اپنے جملہ مال وقف شدہ سے لادعویٰ وبیزار ہو چکے تھے۔ اور بوجہ من الوجوہ بعدہ رسول اللہ کے اختیار میں نہ تھا۔ کہ اِس وقف شدہ مال میں رجوع کر سکیں۔ اور کسی چیز میں انتقال مالکانہ کر سکیں۔ چونکہ آپ کو اپنی حیاتی میں بھی ذرہ بھر ملکیت وانتقال کرنے کا حق مالکانہ طور پر نہیں رہا تھا تو بعدہٗ وارثوں میں سے خواہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہو خواہ ازواج مطہرات ہوں خواہ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ وغیرہ کسی وارث کو کسی طرح کا اختیار نہیں ہو سکتا کہ وہ بطور وراثت ایک درہم تک بھی اِس مال سے لے سکے۔ اگر بالفرض والتقدیر کوئی چیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مِلک میں ہوتی تو آپ پر مطابق کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الخ۔ الی۔ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ کے بار فرض ہوتا کہ آپ مرض موت میں وصیت مطابق حکم کتاب اللہ مجید سے [illegible] کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کے متقیوں کے امام اور ہادی مرشد تھے۔ اور حقًّا میں تنوین عظمت کی ہے۔ یعنے یہ عظیم الشان اور جلیل القدر حق اللہ جلشانہٗ کا متقیوں پر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون متقی ہے۔ یا ہوگا۔ لیکن بدرجہ عین الیقین وحق الیقین یہ بات مسلّم ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مال میں مرض موت کے وقت کوئی وصیّت نہیں کی۔ کیونکہ وہاں بھی یہی شرط موجود ہے۔ یعنے إِنْ تَرَكَ خَيْرًا وصیت اُس شخص پر فرض ہوتی ہے جو کہ اپنے مِلک میں اپنا مال حلال طیب چھوڑ مرے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو اُس پر وصیّت بھی فرض نہیں ہوتی جس طرح زکوٰۃ اور حج میں مال نصاب کی شرط ہے۔ اسی طرح وراثت اور وصیّت میں بھی مال کا موجود ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی مال آپ کا موجود ہوتا تو وارثوں کو ضرور ہی ملتا۔ بخاری کی

کتاب الوصایا میں یہ بیان موجود ہے مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیْنَارًا وَلَا دِرْھَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَۃً وَلَا شَیْئًا الخ اِلَّا جَعَلَھَا صَدَقَۃً

جزء (ب) سوال نمبرہ کے متعلق مسئلہ پنجم کا جواب۔ ظہر و عصر کا جمع کرنا عرفات میں قرآن مجید کے مطابق ہے۔ اور مزدلفہ میں مغرب اور عشار کا جمع کرنا بھی عبارت قرآن میں موجود ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔ الآیۃ الیٰ فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی تعلیم دو روز دی گئی۔ ایک دن اول وقت میں نماز پڑھائی گئی۔ دوسرے دن آخر وقت میں۔ اسی طرح عصر کے وقت کی تعلیم دو روز دی گئی ایک دن اول وقت میں دوسرے روز اخیر وقت میں۔ اخیر وقت ظہر اور اول وقت عصر کے مابین کوئی خالی وقت ایک منٹ بھی تعلیم ربانی میں مقرر نہیں کیا گیا۔ تو ہر مومن کو الیٰ یوم الدین اختیار ہے کہ بوقت ضرورت کے اگر ظہر کو اپنے اصلی وقت اخیرہ ساعت میں [illegible] اور عصر کا اول وقت داخل ہو جاوے تو بعد دخول وقت عصر اسی جگہ اسی وقت عصر کو پڑھ لیوے تو ہر دو نمازیں جو اپنے اپنے وقت میں ادا ہوئیں محض صورت میں جمع ہوئی ہیں۔ نہ کہ وقتاً۔ معاذ اللہ حاشا للہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ذرہ بھر بھی اختیار نہیں تھا کہ کتاب اللہ المجید میں رتی بھر کمی بیشی کر سکیں تو عرفہ کے دن میں بھی یہی صورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی۔ اور سفر میں بھی اشد ضرورت کے وقت ثابت ہوتی رہی۔ اور وقت سے اول آخر کرنے کا اختیار کسی طرح آپ کو نہیں دیا گیا۔ مطابق آیت فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ اگر جنب کی حالت ہو۔ اور وقت قضا کا خوف ہو تو سوائے غسل و تیمم کے بھی نماز پڑھنے کا جنب کے ساتھ ہی حکم ہے

وقت کے اندر مطابق آیت وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ الآیۃ الیٰ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا اور وَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا کے ہرگز ہرگز جمع وقت سے آگے یا پیچھے جائز نہیں ہے۔ صرف جہاں کہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمع کا صحیح بیان ہوگا۔ وہاں صرف جمع صوری ہی ہوگی۔ اور بس۔ اور عرفات میں بھی یہی صورت ثابت ہے یعنے جمع صوری اور بس۔ باقی مغرب وعشاء کا پڑھنا مزدلفہ میں مشعر الحرام کے نزدیک وہ بھی صاف عبارت قرآن مجید ہی سے ثابت ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰیکُمْ اس جگہ فاذکروا اللہ سے مراد بلاریب نماز مغرب اور عشاء ہیں۔ کیونکہ اگر مطلق ذکر مراد لیا جاوے تو معاذ اللہ حاشا للہ یہ معنے ہوگا کہ جب عرفات سے چلو مزدلفہ یعنے مشعر الحرام کی طرف تو راستہ میں اللہ جل شانہ کا نام مت لینا مزدلفہ میں جاکر لینا۔ تو یہ معنے سراسر باطل ومردود ہے۔ کیونکہ اُس دن میں تو تکبیر وتہلیل وتحمید و تسبیح وغیرہ [illegible] مزدلفہ تک اذکار ہی اذکار ہوتے ہیں۔ ماسوائے اذکار کے اور کوئی بات ہی نہیں ہوتی جو بیفائدہ وفضول ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تعلیم ربانی فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ سے بلاریب خاص یہی ہوئی ہے کہ عرفات سے چل کر مزدلفہ ہی میں جاکر نماز مغرب کو پڑھنا۔ جس وقت وہاں جانا ہوسکے خواہ قبل عشاء یا بعد وقت دخول عشاء۔ ہاں اگر کسی اتفاق سے حجاج لوگ ریل گاڑی میں سوار ہوکر بزودی مزدلفہ میں پہنچ جاویں تو وہاں نماز مغرب اور وقت مغرب موجود ہو تو پھر بھی سستی کرکے جان بوجھ کر اُس وقت کی نماز کو

نوٹ۔ جو سوال مطلق مزدلفہ کی نسبت جمع کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ نماز جمع ہوتی ہے مزدلفہ میں اُس جگہ کے قریب جس کا نام مشعر الحرام ہے۔ اسواسطے ہم نے جواب میں مشعر الحرام کا ذکر کیا ہے مطلق مزدلفہ کا ذکر نہیں کیا۔ (حاشیہ چکڑالوی)

نہ پڑہیں۔ اور بعدہٗ مغرب کو قضا کر کے عشاء کے ساتھ مِلا کر پڑہیں۔ تو بلا ریب اس حالت میں ایسا جمع نامشروع و نامعروف ہوگی یعنے مخالف کتاب اللہ المجید کے ہوگی۔

جزء (ب) سوال نمبرہ کے متعلق مسئلہ ششم کا جواب۔ گدہا و جنس گدہا خچر وغیرہ جو اس قسم کا کوئی جانور ہو اُس کی حرمت بھی خاص الفاظ قرآن مجید میں سے ہی ثابت ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰاةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللہِ الاٰیۃ۔ عٰ

قرآن مجید میں وہ وہ چیزیں حرام ہوئی ہیں جو کہ قوّت ملکی کو مضر ہیں مطابق قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا الاٰیۃ الیٰ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا عٰ کے یعنے جو چیز رجس ہو یا فسق ہو وہی چیز حرام ہے ماسوائے اس کے اور کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ طعام کے بارہ میں چونکہ گدہا بھی رجس میں داخل ہے۔ اسی واسطے مکذّبین کو اُس کے ساتھ تمثیل دی گئی جیسطرح نعتہ پیرا اور جنس خنزیر بھی رجس ہیں۔ اور قوّت ملکی کے قاتل ہیں۔ اسی طرح گدہا بھی چونکہ [illegible] فاسقین کو اس کے ساتھ تشبیہ و تمثیل دی ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ لفظ حُرمت کا قرآن میں سے دکھاؤ۔ گدہا کے بارہ میں تو جواب یہ ہے کہ سائل پر فرض ہے کہ شراب و جوّا۔ کی حرمت کا لفظ قرآن میں دکھلائے۔ اگر سائل لفظ حُرمت شراب و جوّا کے بارہ میں قرآن مجید سے ثابت کرے۔ تو اس جگہ بھی لکہے کی رجس کی ثبوتی کے واسطے لفظ حرمت کا دکھانا ضروری ہوگا۔ اس قسم کے الفاظ آپس میں مترادف ہوتے ہیں۔ خواہ حُرمت کا لفظ ہو خواہ رجس کا لفظ ہو خواہ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ کا لفظ ہو۔ جہاں کہیں قوت ملکی کے مضر و قاتل کا ذکر ہوگا۔ وہ بلا ریب عند اللہ ممنوع و نامشروع ہی ہے۔ وَالسَّلَامُ

عٰ جن لوگوں کو توریت یا کسی آسمانی کتاب کی تعلیم دی گئی ہو پھر انہوں نے اُسپر عمل نہ کیا ہو وہ گدہے اور اُن تمام جانوروں کی مانند ہوتے ہیں جو جن و انس کی قوّت ملکی کے قاتل ہونے میں گدہے جیسے ہیں بہت بری مثال ہے ان لوگوں کی جو کتاب الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں۔ (حاشیہ چکڑالوی)

عٰ قرآن مجید میں لفظ فِسْقًا دو زبر ہے چکڑالوی کے قرآن میں شاید فِسْقٌ پیش سے ہوگا۔ (ابو سعید)

سوال پنجم کا جواب الجواب منجانب خاکسار ٭

جواب سوال نمبر ۵ میں مجیب نے احکام اور مسائل قرآن کے دو نمبر بتائے ہیں۔ نمبر اول تبیان۔ نمبر دوم تفصیل اور اُس کی شرح زبانی تقریر میں کی تو یہ کہا کہ نمبر تبیان اعلےٰ درجہ کے ذہین اور فہیم لوگوں کے لئے ہیں۔ اور نمبر تفصیل ادنےٰ درجہ کے لوگوں کے واسطے جو نہایت غبی اور کم فہم ہوتے ہیں۔ اور پھر کہا کہ جو مسئلہ نہ قرآن کی نمبر تبیان میں ہو اور نہ نمبر تفصیل میں وہ دین سے خارج ہے۔ گو حدیث متواتر میں ہو۔ اور اُس پر اُنہیں دو آیتوں (تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ) کو جسکو بار بار مجیب زبان او قلم میں لاتا ہے۔ اور ان کا مطلب کچھ نہیں سمجھتا دلیل ٹھرایا ہے۔ ہم اس کے جواب میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتے۔ جو کچھ جواب سوال اوّل کے متعلق کہہ چکے ہیں صرف اسی کو پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ مجیب صرف اذکار و ارکان نماز و مقدار نصاب زکوٰۃ کے متعلق امور مستفسرہ سابق کے ثبوت میں پہلے نمبر تبیان کو پیش کرے۔ پھر نمبر تفصیل کو مثلاً سورہ فاتحہ کی فرضیت یا وجوب نمبر تبیان کی فلاں آیت میں ہے۔ اور نمبر تفصیل کی فلاں آیت میں اگر دونوں نمبروں میں فرضیت و وجوب سورہ فاتحہ کا پتہ نہ لگے تو صاف الفاظ میں اقرار کرے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض یا واجب کہنا دین اسلام سے خارج ہے یا صاف الفاظ میں یہ اقرار کرے کہ سورہ فاتحہ کا فرض یا واجب ہونا قرآن کے کسی نمبر میں نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ حدیث ہی میں آیا ہے۔ اور ایسے مسائل کو خارج از دین کہنے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ اِس قسم کا جواب وہ ہر ایک مثال کے متعلق جو ہم نے سوال اوّل میں پیش کئے ہیں دے ٭

تشریحی و ضمنی سوالات کا جواب الجواب منجانب خاکسار

جواب جزء (الف) سوال پنجم۔ مجیب نے دعوےٰ تو یہ کیا ہے کہ وہ

احکام جو قرآن میں نہ ہوں گو حدیث متواتر میں ہوں وہ دین سے خارج ہیں۔ مگر اس کا ثبوت کچھ نہیں دیا۔ آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کو پیش کرکے صرف یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اس آیت کا مطلب نہیں سمجھتا۔ اور یہ نہیں جانتا کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ خدا تعالےٰ نے اپنے دونوں وحیوں جلی اور خفی یا یوں کہو کہ متلوّ یا غیر متلوّ کے ذریعہ سے احکام دین کی تکمیل کردی تھی۔ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا احکام دین میں وحی خفی کے ذریعہ سے کچھ فرمانا بھی اس تکمیل کی ایک صورت ہے۔ آیت بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی جس کو مجیب نے جواب سوال دوم میں نقل کیا ہے۔ اس امر کے مصدق ہیں۔ مجیب اِس تکمیل کے معنے نہ سمجھے تو کس کا قصور۔

مسائل ستہ کا جواب الجواب منجانب خاکسار

جزو (ب) تقریر مسئلہ اول کے جواب میں جو کچھ مجیب نے کہا ہے اُس میں اپنے نادان پیروان کو دھوکہ دیا ہے۔ دعوےٰ تو یہ کیا ہے کہ بیوی کی پھوپھی اور خالہ کو بیوی کے ہوتے نکاح میں لانے کی حرمت الفاظ قرآن سے ثابت ہے اور اُس کے ثبوت میں کوئی لفظ قرآن جس میں خالہ اور پھوپھی کا ذکر ہو پیش نہیں کیا۔ بجائے اس کے یہ کہا ہے کہ الف لام الاختین میں جس کا ترجمہ دو بہنیں ہیں عہدی جنسی ہے جس کے معنے مثل کے ہیں۔ اور پھر کہا ہے کہ آیت کے معنے یہ ہوئے کہ جو دو عورتیں بہنوں کی مثل باہم قرابت رکھیں اُن کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اور کہا کہ اس حکم کی علت اہل قرابت پر احسان کرنا ہے۔ لہٰذا جن دو عورتوں میں قرابت پائی جاوے گی وہ بھی مثل دو بہنوں کے حرام ہونگی۔ اور بڑے فخر سے یہ بھی دعوےٰ کیا ہے کہ یہ علت پھوپھی اور خالہ کی زوجہ کے علاوہ دادی اور نانی میں بھی پائی ا[illegible]

رکھتا ہے۔ اور حدیث آنحضرت کی مزید تشریح و تفصیل کو قرآن پر زیادتی سمجھ کر قبول نہیں کرتا۔ اور باوجود دعوئے ترک تقلید وہ علماء غیر معصومین کی تقلید کرتا ہے۔ اور نبی معصوم کی تقلید کو جائز نہیں رکھتا۔

مجیب سے ہم کو امید نہیں کہ وہ ان سوالات کا جواب باصواب دے۔ لہذا ان سوالات کا جواب ہم خود دیتے ہیں۔ اور پیروان مجیب پر ظاہر کرتے ہیں کہ مجیب نے ان کو دھوکھ دیا ہے اور جو کچھ کہا ہے خلاف واقع کہا ہے۔ جواب نمبر ۱-و ۲- الاختین میں الف و لام کا عہدی وجنسی ہونا نہ الفاظ قرآن سے ثابت ہے۔ نہ اقوال علماء عربیت سے۔

مجیب اس کے ثبوت میں ایک آیۃ قرآن یا ایک قول علماء عربیت پیش کرے تو فی آیت اور فی قول دس روپیہ ہم سے انعام لے۔

جواب نمبر ۳ [illegible] نہیں کہ عہدی اور جنسی الف لام ایک ہی ہوتا ہے۔ بلکہ ان کی کلام میں صاف تصریح ہے کہ عہدی اور ہے اور جنسی اور ہے جو آپس میں مقابلہ رکھتے ہیں۔ جس کی تفصیل جواب نمبر ۴ میں ہوگی۔

جواب نمبر ۴۔ عہدی وہ لام ہے جس سے کسی خاص شخص کی طرف اشارہ ہو۔ جو ذہن متکلم میں یا خارج میں مخاطبوں کے نزدیک مقرر و معہود ہے جیسے آیت وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا میں رسول سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور آیت فَلَمَّا جَآءَ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ میں رسول سے وہ آدمی مراد ہے جو شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف بھیجا تھا۔ اور جنسی لام وہ ہے جس سے اس کے مدخول کے نفس حقیقت اور ذات پر حکم مراد ہوتا ہے۔ نہ کسی شخص یا جملہ اشخاص پر جیسے آیت وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی میں یہ مراد ہے کہ مرد کی ذات عورتوں کی ذات جیسی نہیں

ہوتے یعنے مرد کی ذات افضل ہوتی ہے۔ علماء عربیت نے اِس کو یوں ادا کیا ہے (اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْاَۃِ) یعنے مرد کی ذات عورت کی ذات سے بہتر ہوتی ہے۔ ان دونوں کے مقابلہ میں ایک الف ولام استغراقی ہوتا ہے۔ جس سے جملہ اشخاص اس کے مدخول کی مراد ہوتے ہیں۔ اس کی مثال آیت (اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ) ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ تمام افراد واشخاص انسان خسارہ میں ہیں۔ بجز اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے اعمال کئے ان تعریفوں سے ناظرین وسامعین سمجھدار سمجھ جائیں گے کہ یہ تینوں لام آپس میں مقابلہ رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے معنے میں نہیں ہیں[۵]۔

جواب نمبر ۵۔ اِس آیت میں الاختین میں جو الف لام وارد ہے استغراقی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ تمام حقیقی دو بہنوں کو خواہ زید کی ہوں یا عمر کے یا بکر کے وغیرہ وغیرہ کی نکاح میں جمع نہ کرو۔ کوئی مسلمان عربی دان مفسر یا محدث اسکا قائل نہیں ہے کہ یہ لام عہدی اور جنسی ہے۔

۵ مجیب نے اپنے جوابات کو چھپوا کر مشتہر کیا تو اسکے صفحہ ۸ میں یہ حاشیہ درج کیا (عہدی سے مراد تعریفی ہے یہ دونو لفظ آپس میں مترادف ہیں) جس سے مجیب نے بخوبی ثابت کر دیا کہ وہ علوم عربیت اور اصول وغیرہ سے محض کورا۔ اور بے بصیرت ہے۔ اور عہدی جنسی واستغراقی کے معنے سے بالکل بے خبر وناواقف ہے۔ عہدی کے معنے تعریفی کرنا اور ان دونو الفاظ کو مترادف کہنا صاف اقرار کرنا ہے۔ کہ مجیب تعریف کے معنے بھی نہیں جانتا۔ جیسا کہ عہدی جنسی کے معنے نہیں جانتا۔ اِس کے بے علم پیرو اگر صرف ایک اسی مسئلہ کی علماء عربیت سے تحقیق کریں۔ کہ تعریف کے کیا معنے ہیں۔ اور جنسی وعہدی سے کیا مراد ہے۔ تو یقین ہے کہ پھر وہ مجیب کو بے علم اور علوم عربیہ وادبیہ سے عاری سمجھ کر اس کی دام تزویر سے نجات پا دیں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ حق کے طالب بہت کم ہیں۔ اور اکثر ہٹ دھرمی میں مبتلا۔ اور اس مقولہ کے مقلد وشیدا ہیں۔ "پیر من خس است
اعتقاد من بس است"

ہے۔ اس لئے ان دونوں کا پوتی اور نواسی کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا بھی بحکم الفاظ قرآن حرام ہے۔ اس دعوے میں مجیب گویا یہ جتاتا ہے کہ یہ حکم الفاظ قرآن سے ماخوذ بدولت ہی نکالا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خیال میں نہیں آیا۔ اس وجہ سے یہ حکم حدیث میں وارد نہیں ہوا۔ اس دعوے کو سُن کر مسلمانوں کے جو ذرہ بھی علوم وکتب اسلام قرآن وحدیث وفقہ واصول میں نظر رکھتے ہیں۔ اور اسلامی جوش و حمیت بھی اُن میں ہے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ کہ مجیب کس دلیری سے اپنے نادان پیروان کی آنکھوں میں خاک ڈال کر اُن کو پیروی اسلام سے ہٹانا اور آنحضرتؐ پر فوقیت ظاہر کرکے اُن نادانوں کو اپنا پیرو بنانا چاہتا ہے۔ اُن لوگوں میں کچھ بھی خدا کا خوف ہو۔ اور ذرہ بھی ایمان ہو تو وہ اس سے سوالات ذیل کریں:۔

(۱) قرآن مجید میں جو الاختین پر الف لام وارد ہے اُس کا عہدی اور جنسی ہونا قرآن مجید کے نمبر تبیان یا نمبر تفصیل میں بیان ہوا ہے۔ یا کلام علماء عربیت میں۔ اگر وہ قرآن میں بیان ہونے کا دعوے کرے تو اس سے یہ سوال نمبر ۲۔ کریں کہ اس آیت کا جس میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے قرآن کے نمبر تبیان یا تفصیل سے پتہ بتاوے اور یہ کہے کہ کلام علماء عربیت میں یہ بیان ہوا ہے تو اُس سے یہ سوال نمبر ۳ کریں کہ کس عالم عربیت کی کس کتاب میں بیان ہوا ہے کہ الف لام عہدی اور جنسی ایک ہوتا ہے۔ پھر یہ سوال نمبر ۴ کہ عہدی کے کیا معنے اور جنسی کے کیا معنے ہیں۔ پھر جو معنے وہ بیان کرے اس پر یہ سوال نمبر ۵ کریں کہ کس عالم عربیت نے کہا ہے کہ آیت میں وہ ہی معنے مراد خداوندی ہیں۔ پھر یہ سوال نمبر ۶ کہ کس عالم عربیت مفسر یا محدث یا فقیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اِس آیت میں جنس سے شل مراد ہے۔ پھر یہ سوال نمبر ۷۔ کہ کیا یہ شناعت صرف بیوی کی پھوپھی یا خالہ میں پائی جاتی ہے۔ اور بیوی کی چچازاد بہن یا پھوپھی یا خالہ زاد بہنوں میں پائی

۹۳

نہیں جاتی - اگر پائی جاتی ہے تو پھر یہ سوال نمبر ۸ - کریں کہ اس صورت میں بیوی کی چچا زاد و خالہ زاد و پھوپھی زاد بہنوں کو پھوپھی کے ساتھ جمع کرنا کیوں حرام نہیں ہوا اگر اُن کے حرام ہونے کا دعوے کرے پھر یہ سوال نمبر ۹ کریں - کہ اس کا کوئی اور مسلمان عالم عربیت قائل ہے کہ بیوی اور اُس کی چچا زاد پھوپھی زاد بہن کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے پھر سوال نمبر ۱۰ - کریں کہ ایک حکم کی علت نکال کر اس علت کی نظر سے دوسری چیز کو اس کی مثل قرار دینا اور اُسکا حکم دوسری چیز کی طرف متعدی کرنا نص والفاظ قرآن سے استدلال ہے - تو پھر قیاس کس چیز کا نام ہے - جس کے ائمہ اربعہ قائل ہیں اور مجیب منکر - پھر سوال نمبر ۱۱ - کریں کہ اگر سوال نمبر ۳ - لغات نمبر ۹ - کے جواب میں علماء عربیت کی شہادت موافق مدعائے مجیب پائی جاوے (جو فی الواقعہ پائی جانی ناممکن ہے - اور علماء عربیت سے ایک بھی نہ نکل سکے گا - جو مجیب کا ہم صفیر ہوگا -) تو کیا اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ اس حکم حرمت جمع زوجہ و خالہ زوجہ کی تفصیل علماء عربیت [illegible] قرآن میں نہیں پائی جاتی اور کیا اس سے اصل مذہب مجیب کہ قرآن بذات خود مفصل و مشرح ہے باطل نہیں ہوتا ؟

پھر یہ سوال نمبر ۱۲ - کہ اس بات کو کہ (یہ تفصیل علماء عربیت سے کی ہے - اور قرآن اس سے خالی ہے) تسلیم کرنے کی صورت میں کیوں جائز بلکہ واجب نہیں کہ یہ تفصیل آنحضرت ؐ کی حدیث لا تنکح المرأۃ علیٰ عمتہا ولا علیٰ خالتہا (یعنے کسی عورت کو اسکی پھوپھی اور خالہ کے ہوتے نکاح میں نہ لانا چاہیئے) سے اخذ کیا جائے - اور یہ حدیث اس آیت قرآن وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ کی مزید تشریح اور اُسکے عموم کی تخصیص قرار دی جائے - جیسا کہ تمام علماء اسلام کا اعتقاد و قرارداد ہے - کیا علماء عربیت کا رتبہ مجیب کے نزدیک آنحضرت اور اُن کی حدیث کے رتبہ سے بڑھ کر ہے - کہ وہ ان علماء کی مزید تشریح کو قبول کرتا ہے - اور حکم مجمل قرآن کی تفصیل اُن کے قول سے جائز

جواب نمبر ۶ - جنس سے مثل مراد لینا کسی عالم عربیّت کے نزدیک جائز نہیں - جنس سے بجز حقیقت کوئی شخص مراد نہیں ہوتا مثلیت کس کی اور کیسی -

جواب نمبر ۷ - ۸ - ۹ - بیوی کی چچازاد اور خالہ زاد - اور پھوپھی زاد بہن محل قرابت و احسان ہونے میں بیوی کی مثل ہے - بلکہ عرف میں ان کو آپس میں بہنیں کہا جاتا ہے - و معہذا ان کا نکاح میں جمع کرنا حرام نہیں ہے - اور کوئی مسلمان حرمت کا قائل نہیں -

جواب نمبر ۱۰ - کُتب اصول فقہ میں صاف بیان ہے کہ ایک حکم کی علت نکالنا اور اُس کی علت کی نظر سے اُس کی مثل ٹھیرانا - اور ایک کا حکم دوسرے میں لیجانا بھی قیاس ہے -

جواب نمبر ۱۱ - صاف ظاہر ہے مجیب اگر قرآن مجید سے یہ تفصیل نہ نکال سکے اور اس تفصیل و مزید تشریح کے ثبوت میں اقوال علماء کو بھی پیش کرے تو اس سے بجز اسکے کیا ثابت ہوگا کہ قرآن اس تفصیل خالی ہے - اور وہ بذات خود مفصل و مشرح نہیں ہے - گو مجیب ہٹ دھرمی سے اُسکا اقبال نہ کرے - اور پھر بھی قرآن کو مفصل و کہے جائے -

جواب نمبر ۱۲ - سے بھی صاف ظاہر ہے مجیب اگر یہ تفصیل قرآن کریم سے ثابت نہ کر سکے اور اُس کے ثبوت میں اقوال علماء عربیّت کو پیش نہ کرے تو اس صورت میں نہ صرف جائز بلکہ اُسپر واجب ہے کہ وہ حکم قرآنی وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ کو عام و غیر مشرح انکر حدیث لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها کو اس حکم قرآن کی تخصیص و مزید تشریح و تفصیل قرار دیکر قبول کرے - اور آنحضرت کی تقلید کو تقلید علماء عربیت سے احق و اقدم سمجھے -

سوال اوّل کے جواب میں جو مجیب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دادی اور

نانی کے ساتھ پوتی اور نواسی کو جمع کرنے کی ممانعت کا حکم نکالا ہے۔ یہ ایجاد بندہ ہے۔ مگر سراسر گندہ اسکا صاف یہ مطلب ہے کہ دادی اور پوتی نانی اور نواسی کو صرف جمع کرنا حرام ہے۔ یکے بعد دیگرے نکاح میں لانا درست ہے۔ مجیب کو معلوم نہیں کہ بیوی کی دادی اور نانی کو بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد بھی نکاح میں لانا حرام ہے۔ اول حکم نص وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ سے ثابت ہے۔ کیونکہ لفظ ام دادی اور نانی کو بھی شامل ہے جیسے لفظ اب دادا کو شامل ہے۔ اسی وجہ سے دادی اور دادا حکم میراث میں ما۔ باپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اور دوسرا حکم آیت وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ سے ثابت ہے۔ مجیب کی ڈاڑھی اس دعوے میں سفید ہوئی ہے۔ کہ میں قرآن جانتا ہوں۔ اور قرآن پڑھتا ہوں۔ مگر آج تک اُس نے اتنا نہ جانا کہ ام کا لفظ جدّہ کو شامل ہے۔ اور ربائب کا لفظ پوتی اور نواسی کو شامل ہے۔ اس فہم واجتہاد پر یہ دعوے ہے کہ میں نے ایسا مسئلہ قرآن مجید سے نکالا ہے۔ کہ جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں سمجھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ٭

پیروان ومتبعان مجیب جو علوم ومسائل اسلام سے واقف نہیں حسبۃً للہ کسی عالم عربیت سے جو کتب دینیہ حدیث تفسیر وغیرہ میں نظر رکھتا ہو۔ دریافت کریں کہ لفظ ام جو آیت وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ میں وارد ہے بیوی کی دادی یا نانی کو شامل ہے یا نہیں اور ربائب جو آیت وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ میں وارد ہے بیوی کی پوتی یا نواسی کو شامل ہے یا نہیں۔ اور یہ حکم کہ بیوی کی پوتی اور بیوی کی دادی کو نکاح میں لانا جائز نہیں نص والفاظ قرآن سے ثابت ہے یا نہیں۔ ان سوالات کا جواب علماء وقت سے وہ ہمارے بیان کے مطابق پاویں تو پھر مجیب کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں۔ اور یقیناً جان لیں کہ یہ شخص محض جاہل ہے۔ اور اُس کا اجتہاد محض الحاد وفساد ہے۔ نہ یہ قرآن کے معنے جانتا ہے۔ نہ علوم عربیہ میں دخل رکھتا ہے

نہ کتب دینیہ تفسیر و حدیث میں کبھی اس کی نظر پڑی ہے۔ صرف من گھڑت زٹلیات سنا کر ان لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں قرآن کے ایسے معنے بیان کرتا ہوں جو پہلے کسی مسلمان مفسر یا محدث نے بیان نہیں کئے۔ تس پر وہ اور اس کے نادان پیرو فخر کر رہے ہیں۔ اور اتنا نہیں جانتے کہ ایسی باتوں کے قبول کرنے سے تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم منع کر گئے چنانچہ آپ اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

آخری زمانہ میں دجال کذاب لوگ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں نہ تمہارے باپوں (اسلاف صالحین) نے ان لوگوں سے بچ کر رہنا۔ وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں۔ اور بلا میں نہ ڈالیں۔ لہذا ایسی باتیں لائق رد ہیں نہ قابل فخر۔

ہم اس مقام میں بعض تفاسیر کی عبارات اس مسئلہ نکاح دادی و پوتی کے متعلق نقل کرتے ہیں۔ شائد اسی سے ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔ اور دام تزویر مجیب سے نجات ملے۔

وامھات نسائکم وفیہ مسئلتان المسئلۃ الاولی تدخل فی ھذہ الایۃ الامھات الاصلیۃ وجمیع جداتھا من قبل الاب والام تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۷۲

تفسیر کبیر میں بذیل آیۃ وامھات نسائکم لکھا ہے۔ کہ اس آیت میں دو مسئلہ لائق بیان ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں اصل مائیں اور جملہ دادیاں نانیاں داخل ہیں۔ اور تفسیر فتح البیان میں ہے:۔

واعلم انہ یدخل فی لفظ الامھات امھاتھن وجداتھن وام الاب وجداتہ وان علون لان کلھن امھات

جان لو کہ لفظ امھات میں مائیں دادیاں۔ نانیاں خواہ کتنی ہی اوپر کی جانب میں ہوں سب داخل ہیں کیونکہ وہ اپنی اولاد

لمن ولدنہ وان سفل - فتح البیان جلد ۲ - صفحہ ۲۰۴ -

فتحرم علی الناکح امہات المنکوحۃ وجداتھا وان علون من الرضاعۃ والنسب معالم التنزیل صفحہ ۲۱۸ -

کی جن کو جنا ہے مائیں ہیں - اور تفسیر معالم میں ہے کہ ناکح پر منکوحہ کی مائیں اور دادیاں خواہ کتنی ہی اوپر کیجانب کی ہوں دودھ پلانے سے ہوں - خواہ نسب سے صرف نکاح ہو جانے سے حرام ہو جاتی ہیں -

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ جب کوئی عورت کسی کے نکاح میں آوے تو اس عورت کی دادی اور پوتی بحکم الفاظ قرآن اس کے نکاح میں آنی حرام ہو جاتی ہیں عورت کی موجودگی میں ہو خواہ بعد وفات و فراق بہ طلاق - اور مجیب کا یہ دعوے کہ صرف عورت کی موجودگی کے وقت اُس کی دادی اور پوتی کا نکاح میں آنا حرام ہے - اور یہ حکم صرف مجیب کا اپنا اجتہاد ہے نہ الفاظ قرآن کا محض کذب و جرأت الحاد ہے :

مسئلہ اوّل متعلق جزء ب کے جواب میں مجیب کی جرأت و جسارت پر کمال تعجب ہے کہ جس حکم سے قرآن مجید ساکت ہے اور اس کی مزید تشریح و تفصیل صرف آنحضرت کی حدیث لا تنکح المرءۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا میں ئی ہے یعنے بیوی کی پھوپھی اور خالہ کو اُس کے ساتھ نکاح میں جمع نہ کیا جائے - اِس حکم کو حکم الفاظ قرآن قرار دیا - اور اُس کا کوئی ثبوت پیش نہ کیا بلکہ اُس میں اپنے اجتہاد ناروا سے کام لیا - اور اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مذکور کی طرف رجوع نہ کیا - بلکہ اس کو قرآن پر زیادتی کرنے والی قرار دیکر اُس کو قبول نہ کیا اور اُس کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد سراپا الحاد کو مقدم کیا - اور جو حکم منصوص قرآن تھا کہ جب کوئی عورت نکاح میں آوے تو اُس کی دادی اور پوتی کو کبھی نکاح میں نہ لایا جائے - اِس سے آنکھ بند کر کے بجائے اِس کے یہ حکم تجویز کیا کہ بیوی کے نکاح میں ہونے کی حالت میں اُس کی دادی اور پوتی سے نکاح نہ کیا جائے - اور اُسکو بھی اپنے اجتہاد کا نتیجہ قرار دیکر حکم جتایا کہ جو

۵۶

اُس نے اپنے اجتہاد سے تجویز کیا ہے وہ نہ خدا تعالیٰ کو بیان کرنا سوجھا۔ نہ اُس کے رسول کے خیال میں آیا ہے۔ اور اُس کے فہم و اجتہاد کو وہ رتبہ حاصل ہے۔ کہ وہ احکام قرآن پر زیادتی کر سکے یہ رتبہ آن حضرت اور اُن کی حدیث کو حاصل نہیں ہے۔ یہ وہی بات ہوئی جس کی ذیل کے بیت میں حکایت ہوئی ہے ؎

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز ✤ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت

مسئلہ دوم و سوم متعلق جزء ب سوال پنجم کے جواب میں بھی جو کچھ مجیب نے کہا ہے اس میں بھی اپنے بے علم پیروان کو دہوکھ دیا ہے۔ اور ایسے اسی قسم کے سوالات وارد ہو سکتے ہیں۔ جو جواب مسئلہ اوّل کے متعلق وارد ہوئے ہیں مثلاً

(۱) الف و لام آیت للذکر مثل حظ الانثیین کا عوض مضاف الیہ ہونا قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔ یا علماء عربیت کی کلام میں ؟

(۲) اگر قرآن میں ہے تو کس آیت میں ہے - اور اگر کلام علماء عربیت میں بیان ہوا ہے تو کس عالم کی کلام میں ہے - ؟

(۳) یہاں مضاف الیہ سے جنس مراد ہونا - (۴) پھر جنس سے مذہب و مشرب مراد ہونا کس آیت قرآن یا کس عالم عربیت کی کلام میں بیان ہوا ہے۔ یعنے کس آیت قرآن میں بیان ہے۔ یا کس عالم عربیت نے کہا ہے کہ اِس آیت میں لفظ جنس مقدر ہے۔ اور جنس سے مذہب مراد ہے۔ اور جو وارث اپنے مورث کا قاتل ہو یا مذہب میں اُس کا مخالف ہو جائے۔ وہ اُس کا ہم جنس نہیں رہتا۔ مجیب اگر ان سوالات کا جواب کسی آیت قرآن یا اقوال علماء سے دے تو ہم سے فی قول اور فی آیت دس روپیہ انعام لے۔ اور اگر وہ کوئی آیت یا قول پیش نہ کر سکے (اور ہرگز پیش نہ کر سکے گا۔ خواہ سالہا سال اس میں سرگرداں رہے) تو پھر وہ خود ہی اپنے دل میں شرم و انصاف کرے کہ کیا اس صورت میں اس کو لازم نہیں ہے کہ وہ اپنا اس اعتقاد فاسد و مذہب باطل

سے کہ قرآن بنفس خود مفصّل و مشرّح ہے رجوع کرکے صاف اقبال کرے جیسا کہ تمام مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن میں مسئلہ دوم و سوم کا ذکر نہیں۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث لا یرث القاتل المقتول اور حدیث لا یرث المسلم الکافر لا الکافر المسلم نے احکام وراثت قرآن کی مزید تشریح کی ہے کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا۔ اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ اور نہ کافر مسلمان کا۔ اور اگر وہ بھا اقبال کرے اور نہ آیات قرآن و اقوال علماء ہمارے سوالات کے جواب میں پیش کرسکے تو اُس کے پیران یقین کرلیں کہ دھوکھا باز عربی الفاظ مضاف الیہ و جنس وغیرہ بول کر ان نادانوں کو دھوکھا دے رہا ہے۔ اور کسی آیت یا قول علماء عربیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس آیت میں جنس کا لفظ مقدر و مراد خداوندی ہے۔ اور جنس سے مشرب و مذہب مراد خداوندی ہے۔ اور جو وارث اپنے مورث کو قتل کرڈالے یا مذہب میں اُس کا مخالف ہوجائے وہ اس کی جنس نہیں رہتا۔ قرآن مجید میں تو نہ لفظ جنس مذکور ہے نہ اُس کے معنے کسی لفظ قرآن سے مفہوم ہوتے ہیں۔

جنس سے منطقی اصطلاح کے مطابق وہ مفہوم کل مراد ہوتا ہے جس کے ماتحت مختلف انواع پائی جاتی ہوں۔ جیسے حیوان ہے کہ اُسکے ماتحت مختلف انواع انسان فرس حمار پائے جاتے ہیں جو سب کے سب آپس میں ہم جنس ہیں اور شرع کی اصطلاح میں جنس کا اطلاق نوع پر بھی پایا جاتا ہے۔ اور مختلف انواع و اصناف کو غیر جنس قرار دیا گیا ہے جیسے ایک حدیث میں گندم کی جنس گندم کو اور جو کی جنس جو کو قرار دے کر فرمایا ہے کہ

و اذا اختلف ھذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم۔ رواہ مسلم (بلوغ المرام) وفی روایۃ لہ اذا اختلف ھذہ الاصناف (مشکوٰۃ شریف)	جب ایک چیز اور اُسکا بدل مختلف الاجناس ہوں مثلاً چاندی کے بدلے سونا۔ یا بالعکس ہو تو جس طرح چاہو کمی بیشی سے اس کا لین دین کرو۔ مگر دست بدست ہو۔

بنائے علیہ منطقی اصطلاح کی رو سے گدہے۔گھوڑے۔انسان کی ہم جنس ہیں اور
شرع کی اصطلاح کے مطابق ایک انسان دوسرے انسان کا مومن ہو۔خواہ کافر اُس کا
پیارا و مطیع فرزند ہو خواہ قاتل و دشمن ہم جنس ہے۔اور کسی اصطلاح میں (منطقی ہو
خواہ شرعی) انسان مومن انسان کافر کی ہم جنس ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔

مجیب نے جو کافر و قاتل کو مسلمان مورث کے ہم جنس ہونے سے خارج کیا
ہے تو یہ اس کی ملحدانہ من گھڑت زٹل ہے۔اسپر نہ شریعت گواہ ہے نہ کلام علماء و
عرب عرباء اس کی اس ملحدانہ اجتہاد پر اُس کے جاہل پیرو اُس کی تعریفیں کرتے اور
اس کی دام میں پھنسے ہوئے یہہ کہتے ہیں کہ جو معنے قرآن کے چکڑالوی بیان کرتا ہے۔
یہ معنے کسی صحابی کسی تابعی کسی امام کسی مجتہد کسی محدث کو نہیں سوجھے۔ہم سب مسلمان بھی
مجیب کی اِس قسم کی باتوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔اور اسی وجہ سے ان باتوں کو گمراہی و الحاد
قرار دیتے [illegible] سمجھتے ہیں جو اس رسالہ کے صفحہ ۷ [illegible] میں
معہ ترجمہ منقول ہے۔

مسئلہ چہارم متعلق جزء ب سوال پنجم کے جواب میں جو کچھ مجیب نے

کہا ہے اُس میں بھی اپنے بے علم مقلدوں کو دھوکہ دیا ہے۔اِس جواب میں مجیب نے
کہا ہے کہ آنحضرت نے کچھ مال نہ چھوڑا تھا۔جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ اپنی حین حیات میں
آپنے وقف و صدقہ کر دیا تھا۔اور اس پر اس حدیث صحیح بخاری سے استدلال کیا کہ
ماترك رسول الله صلى الله عليه وسلم دينارًا ولا درهمًا ولا امة ولا عبدًا
الا جعلها صدقة۔اِس جواب میں دہوکھ یہ ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
مال کا صدقہ ہو جانا تو ہم نے خود مسئلہ چہارم میں بیان کیا تھا بلکہ اسی صدقہ کی نسبت
سوال تھا کہ اگر قرآن بنفس خود مفصل اور شرح ہے۔اور حدیث نبوی احکام قرآن کی
مزید تفصیل نہیں کرتے تو بتاؤ کہ آں حضرت نے قرآن کی کس آیت کے حکم سے اپنے سارے

مال کو صدقہ کر دیا تھا۔ اور کیوں آپ کے مال سے آپ کے وارثوں کو کچھ نہ ملا۔ اس سوال کے جواب میں اس بات کو پیش کرنا کہ آں حضرت نے اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ دھوکہ بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اس بات کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث مذکور کو پیش کرنا دھوکہ دہی پر دھوکہ دہی نہیں تو دھوکہ بازی کس چیز کا نام ہے۔

مجیب کے اعتقاد میں حدیث صحیح بخاری قرآن نہیں ہے اور وہ مجیب کے اعتقاد میں یہ حق نہیں رکھتی کہ احکام پر کچھ زیادتی کر سکے۔ اسی حدیث سے تو یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ اگر حدیث قرآن کی مزید تشریح نہیں کر سکتی تو آں حضرت نے کیوں ایسا کیا جس کا ذکر حدیث بخاری میں آیا ہے۔ پھر اس حدیث کو جواب میں پیش کرنا دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر کوئی مجیب کی طرف سے یہ کہے کہ اس جواب میں جو آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ نقل کی گئی ہے وہ اسی امر کی دلیل ہے کہ آں حضرت نے اسی آیت کے حکم سے اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بھی مطلق صدقہ کی ترغیب ہے۔ نہ تمام مومنوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیں۔ اور وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑیں۔ اور اُن کو فقیر محتاج رکھ کر سفر آخرت کریں۔ اور نہ اس آیت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی خاص حکم ہے۔ کہ آپ اپنا سارا مال صدقہ کر دیں۔ اور نہ آپ کے عمل کی حکایت ہے کہ آپ نے کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ پس اگر مجیب نے اس آیت کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے تو بھی دھوکہ دیا ہے جس قرآن مجید میں یہ آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ منزل ہے اُسی قرآن مجید میں آیت میراث بھی موجود ہے۔ جس میں یہ ارشاد ہے کہ خدا تعالے

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (پارہ ۴ سورہ نساء رکوع ۲)	تم کو وصیت کرتا ہے یعنے تاکیدی حکم دیتا ہے کہ تم اپنے مالوں سے بیٹوں کے لئے دو

بیٹیوں کے حصّہ کے برابر حصہ دے جاؤ - (یعنے اُن کے لئے چھوڑ جاؤ -) پھر اس حکم کے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ - وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (نساء - رکوع ۲ -)

اخیر میں فرمایا - جو شخص ان احکام کی تعمیل میں خدا و رسول کی فرمانبرداری کرے گا اُس کو خدا تعالےٰ جنت میں داخل کرے گا - جس کے نیچے نہریں جاری ہیں - اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا اُس کو خدا تعالےٰ آگ میں ڈالیگا - اور اسکے لئے ذلت کی مار ہے -

اِن آیات سے صاف ثابت ہے کہ جو شخص اپنے تمام مال کو فی سبیل اللہ صدقہ کردے اور وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑے اور اُن کو فقیر محتاج لوگوں کے آگے سوال کا ہاتھ پھیلانا [illegible] وہ گنہگار ہے اور مستوجب عذاب نار ہے - اسی حکم قرآنی کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے وارث کی وراثت

عن انس قال قال رسول الله من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة - رواه ابن ماجه مشكوة ص ۲۵۸

قطع کر جائے اُسکی وراثت جنت سے قطع ہو جاتی ہے اور اسی حکم کے مطابق آنحضرت نے کعب بن مالک کو جس نے اپنے سارے مال کو صدقہ کر دینا چاہا تھا اِس فعل سے روک دیا -

عن كعب بن مالك قال ان من توبتي ان انخلع من مالي صدقة الى الله و رسوله فقال النبي صلى الله عليه وسلم امسك بعض مالك فهو خير لك (صحیح بخاری ص ۶۷۵)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو جنہوں نے اپنے مال کے دو ثلث کو پھر نصف کو خیرات کرنا چاہا تھا فرمایا ایک ثلث خیرات کر - اور فرمایا تو اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جائے تو اِس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر محتاج

وعن سعد بن ابی وقاص قلت یا رسول الله ان لی مالا كثيرا ولا يرثنی الا ابنة

افاتصدق بثلثی مالی فقال لا۔ قال فالشطر قال لا۔ قلت فالثلث قال الثلث کثیر انک ان ترکت ولدک اغنیاء خیر من ان تترکھم یتکففون الناس (صحیح بخاری ص ۹۹۷) وفی روایۃ عنہ اوصی مکان افاتصدق و بثلثک مکان ولدک (صحیح بخاری ص ۳۸۳)

چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے آگے سوال کا ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اسی حکم قرآنی کے مطابق آنحضرت نے وصیت کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ثلث مال سے وصیت کریں۔ پھر فرمایا کہ ثلث بھی بہت ہے۔ یعنے اس سے بھی کم مال کی وصیت کریں تو بہتر ہے۔

ان ہی احکام قرآن وحدیث کے مطابق تمام مسلمانوں میں شرقاً وغرباً عمل ہے کہ وہ تمام مال کو صدقہ نہیں کرتے۔ اگر کوئی تمام مال کی کسی کے لئے وصیت کر جائے تو اس وصیت کو وہ ثلث مال تک نافذ کرتے ہیں۔ باقی دو ثلث میں اس وصیت کو مسترد کر دیتے ہیں۔ ان احکام قرآن کریم وحدیث ختم المرسلین اور تعامل واتفاق مسلمین سے صاف ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول امین اور کافہ مسلمین کے نزدیک آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا عامہ مسلمین اپنے تمام اموال کو فی سبیل اللہ صرف کر دیں۔ اور وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑیں۔ اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بھی وہ سوال عائد ہوتا ہے کہ آن حضرت نے کیوں اپنا مال صدقہ کر دیا۔ اور کیوں اپنے وارثوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ جس کا جواب نہ یہ مجرد دعوٰے وقول مجیب ہو سکتا ہے کہ آں حضرت نے اپنا کل مال صدقہ کر دیا تھا۔ اور نہ اس کے پیش کردہ دلائل آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یا حدیث مذکور بخاری مجیب نے جو کچھ اس سوال کے جواب میں پیش کیا ہے اس میں اپنے تابعین کو دھوکہ دیا ہے اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے جس کے قائل تمام سنی مسلمان ہیں کہ بے شک قرآن کریم میں یہی حکم ہے۔ کہ تمام مسلمان اپنے سارے اموال کو صدقہ نہ کریں۔ اور وارثوں کے لئے ترکہ چھوڑ دیں۔ مگر آں حضرت اس حکم قرآنی سے مخصوص و مستثنےٰ ہیں۔ آپ نے

وحی خفی یا غیر متلو کی مدد سے اس حکم قرآنی میں یہ تخصیص و تشریح فرمائی ہے کہ ہم گروہ

فقال لہا ابوبکر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ماترکنا صدقۃ۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۵) عن عائشۃ قال رسول اللہ ماترکنا صدقۃ انما یأکل آل محمد من ھذا المال (بخاری صفحہ ۹۹۵) عن ابی ہریرۃ رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقتسم ورثتی دینارا ماترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ (بخاری صفحہ ۴۳۴)

انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوگا۔ اس تخصیص و تشریح کے ساتھ آں حضرت نے اپنی اولاد و اقارب کو اپنے مال سے بالکلیہ محروم بھی نہیں رکھا۔ کہ وہ دست سوال کسی کے آگے پھیلاتے پھریں۔ اور اس اصول کا جو حکم میراث سے مقصود خداوندی ہے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ اپنے اہل بیت کے لیے اس مال سے غریب غربا و غیرہ [illegible] کا حق باقی رکھا اور یہ حکم دیا کہ وہ مال جو صدقہ ہو چکا ہے اُس کا مصرف و محل سب سے پہلے آپ کے اہل بیت ہیں۔ وہ اہل بیت اس سے گذارہ لیں گے۔ ہاں عام مسلمانوں کی طرح اس مال کو باہم تقسیم نہ کرینگے۔ اور نہ اُس میں بیع وغیرہ کا حق رکھیں گے۔ مجیب اِس جواب کو مان لے تو اُس کی خوش قسمتی ہے۔ اُس کے مذہب کی غلطی دور ہوتی ہے۔ اور باہمی نزاع رفع ہو جاتی ہے۔ مگر اِس جواب کو مان لینا اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قرآن کریم کی مزید تشریح قرار دینا مجیب پر موت سے زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ اس سے اُس کے مذہب باطل کی کہ قرآن بذات خود مفصل و مشرح ہے۔ حدیث اسپر زیادتی نہیں کر سکتی۔ بیخ و بنیاد اکھڑ جاتی ہے۔ اور مشیخت کرکری ہو جاتی ہے۔ اور پھر کوئی مرید و معتقد نہیں رہتا۔ لہذا وہ اِس جواب کو نہیں مانیگا۔ اور مُنہ سے کبھی اقبال نہ کرے گا۔ کہ حدیث نبوی نے حکم قرآنی کی مزید تشریح

کی ہے۔ کو حدیث بخاری سے مجیب کے استدلال کرنے سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے وہی معنے ہیں جو اس حدیث کے معنے ہیں۔ جس کو ہم نے بخاری سے نقل کیا ہے۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چھوڑا اسکو صدقہ کر دیا تھا اس حدیث متمسکہ مجیب میں گو ما نافیہ ہے مگر اس کی نفی کو الّا نے جو اس کے بعد ہے توڑ دیا ہے۔ اور اس کے معنے یہ ہو گئے کہ جو کچھ آنحضرت نے چھوڑا تھا۔ اس کو صدقہ کر دیا تھا جو بعینہ حدیث ما ترکنا فھو صدقۃ کا ترجمہ ہے۔ مجیب نے اس حدیث کا اگر یہ مطلب سمجھا ہے کہ آں حضرت نے کچھ نہیں چھوڑا تو یہ اس کی بے علمی اور قواعد نحو سے ناواقفی ہے۔ اور اگر اس کا صحیح مطلب سمجھ کر یہ بات کہی ہے کہ آں حضرت نے کچھ نہ چھوڑا تھا۔ تو یہ اسکی دہوکہ دہی ہے۔ بہر حال حدیث بخاری کو مجیب کا نقل و قبول کرنا صاف ثابت کر رہا ہے کہ اس کے نزدیک بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کل مال کو صدقہ کرنا حکم قرآن پر زیادتی ہے باطل کیونکہ حکم قرآن کی [illegible] اس بات کو بہت وہمری سے نہ ملنے تو اس کے پیروان سے جو حق کے طالب ہیں۔ اور دھوکہ میں آکر اس کے دام میں پھنس گئے ہیں۔ وہ تو اب اس بات کو قبول کر لیں۔ اور خدا سے ڈر کر مجیب کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں ❊

جزء ب متعلق سوال النجم کے جواب مسئلہ نجم میں جو کچھ مجیب نے کہا ہے اس میں بھی اس نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اور اپنے بے علم مقلدوں کو دہوکہ دیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ مجیب کی فہم و حواس و عقل و دماغ میں بھی خلل ہے۔ جو کچھ وہ منہ سے کہتا ہے اس کے برخلاف کہنے سے نہیں بچتا۔ دعوے کچھ کرتا ہے اور دلیل اس کے برخلاف پیش کرتا ہے۔ اس جواب میں اس نے ایک دعوے تو یہ کیا ہے کہ عرفہ میں نماز ظہر و عصر جمع کرنا مطابق قرآن مجید کے ہے جس کا عام فہم مفہوم یہی ہے کہ وہ جمع جائز ہے۔ اور اس کی دلیل اس نے آیت اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا پیش کی ہے۔ جس سے عدم جواز

جمع نکالا ہے۔ اور دوسرا دعوے یہ کیا ہے کہ مزدلفہ میں نماز مغرب و عشا جمع کرنا عبارت قرآن مجید موجود ہے۔ اور کوئی آیت اس مضمون کی پیش نہیں کی جس میں نماز مزدلفہ کا ذکر ونشان ہو اس دعوے کے ثبوت میں آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ کو مجیب لایا ہے۔ جس کو مزدلفہ یا نماز مغرب و عشا سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ دعوے اوّل کے ثبوت میں جو آیت اُس نے پیش کی ہے اس سے اپنے خیال میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے۔ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھ لینا جائز نہیں۔ اور کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عرفات میں نماز ظہر و عصر کو جمع کیا ہے تو درحقیقت ایک وقت میں دوسری نماز کو نہیں پڑھا۔ بلکہ نماز ظہر کو اُس کے وقت کی آخری جزو میں پڑھا۔ اور نماز عصر کو اُس کے وقت کے اوّل جزو میں پڑھا۔ اس صورت میں گو صورۃً دونو نمازیں جمع ہوئیں۔ مگر درحقیقت جمع نہیں ہوئیں۔ بلکہ ہر ایک نماز اپنے وقت میں ادا ہوئی۔

اب ناظرین خصوصاً و امراً شاد گان مجیب غور کریں کہ اِس صورت میں سوال جمع عرفات کی نسبت مجیب کو سرے سے یہ کہنا واجب تھا کہ عرفات میں نماز ظہر و عصر کو جمع کرنا جائز نہیں نہ یہ کہنا کہ نماز ظہر و عصر کو عرفات میں جمع کرنا مطابق قرآن مجید ہے۔ جس سے کس و ناکس کی سمجھ میں یہی آتا ہے کہ وہ جمع جائز ہے۔

یہ تو مجیب کی نافہمی و خلل دماغی کا ثبوت ہے۔ اب اس کا اِس باب میں سفید جھوٹ سے کام لینا ظاہر و ثابت کیا جاتا ہے۔ نماز ظہر و عصر عرفات کے متعلق جو اُس نے جمع حقیقی سے انکار کر کے جمع صوری کو تجویز کیا ہے۔ یہ محض اس کا دروغ بے فروغ ہے جس کو سفید جھوٹ کہا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عرفات میں نماز ظہر و عصر کو جمع کیا تھا تو عین وقت ظہر (ہاجرہ) میں جب کہ وقت نماز عصر کا اثر شروع نہ تھا جمع کیا تھا

اور اسی طرح روئے زمین کے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اسوقت تک کرتے چلے آتے ہیں۔ اور اس امر کو جائز رکھتے ہیں۔ تمام فرقہ ہائے اسلامی شیعہ سُنی اہل حدیث اہل فقہ حنفی۔ شافعی۔ وغیرہ نماز ظہر و عصر کو عرفات کے دن حقیقتاً جمع کرتے ہیں۔ اور اسی کو بہتر سمجھتے ہیں۔ شافعی و اہل حدیث تو اس جمع کی وجہ سفر بتاتے ہیں۔ اور حنفی فقیہ اس کو ایک نسک حج قرار دیتے ہیں۔ اور چونکہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا ثبوت نقل سے بکار ہے۔ اس لئے ہم اس کے ثبوت میں روایات حدیثیہ و اقوال فقہیہ کو پیش کرتے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کے عمل کو اپنا شاہد ٹھراتے ہیں۔

فقال سالم ان کنت تريد السنة فهجر بالصلوٰة يوم عرفة فقال عبد الله بن عمر صدق انهم كانوا يجمعون بين الظهر والعصر في السنة فقلت لسالم افعل ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال سالم وهل يتبعون في ذلك الا سنته (صحیح بخاری صفحہ ۲۲۵)

صحیح بخاری میں ہے کہ سالم بن عبد اللہ نے حجاج کو کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز ظہر و عصر کے وقت ادا کر تو۔ عبد اللہ بن عمر نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ تمام لوگ مطابق سنت نماز ظہر و عصر جمع کرتے ہیں۔ اور سالم نے کہا اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

حتى اذا زاغت الشمس ركب القصواء فاتى بطن الوادی فخطب الناس ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۳۹۷)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب آفتاب ڈھلا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میدان میں خطبہ پڑھا۔ پھر اذان اور تکبیر کہلوا کر نماز ظہر پڑھی۔ پھر تکبیر کہلا نماز عصر پڑھی۔

فيه انه يشرع الجمع بين الظهر والعصر

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں

هناك فی ذلك الیوم وقد اجمعت الامة علیه واختلفوا فی سببه فقیل بسبب النسك وهو مذهب ابی حنیفة وبعض اصحاب الشافعی و قال اکثر اصحاب الشافعی هو بسبب السفر (شرح مسلم نووی جلد ۱ صفحہ ۲۹۷)

کہا ہے کہ اذان عرفات میں نماز ظہر و عصر کو جمع کرنے کی مشروعیت پر امت محمدیہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ اس جمع کا سبب اور وجہ کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جمع حج کا ایک جزء ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس جمع کی وجہ سفر ہے۔

ویصلی بهم الظهر والعصر فی وقت الظهر باذان واقامتین وقد ورد النقل المستفیض باتفاق الرواة بالجمع بین الصلوتین (هدایه صفحہ ۱۲۱)

اور ہدایہ میں لکھا ہے جو حنفی مذہب کی مشہور و معتبر کتاب ہے کہ اس دن امام نماز ظہر و عصر ظہر کے وقت میں پڑھائے۔ اس باب میں نقل مشہور راویوں کے اتفاق سے پائی جاتی ہے

یہ نقل روایات حدیثیہ و اقوال فقہیہ ہے جن میں صاف تصریح ہے کہ عرفات میں نماز ظہر و عصر حقیقۃً جمع ہوئی تھیں نہ صورۃً۔ آنحضرت نے بھی حقیقۃً نماز جمع کی تھی۔ اور جمیع فقہائے و فقہائے اسلام نے بھی حقیقی جمع مسلم رکھے۔ اور عمل مسلمین حجاج مختلف فرقہائے اسلامی کو جن میں مجیب کے اتباع و مقلدین بھی شامل و داخل ہیں پوچھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مجیب اگر ان روایات و اقوال کو نہ مانے اور حجاج مسلمین کی شہادت کو بھی قبول نہ کرے۔ تو وہ اپنے مجوزہ جمع صوری کے ثبوت میں اولاً کوئی آیت قرآن پیش کرے جس میں اس جمع صوری پر تصریح اور اس کی تشریح ہو۔ اس میں جمع صوری کرنے کا حکم ہو۔ یا آنحضرت کے فعل جمع صوری کی حکایت ہو۔ اس مضمون کی کوئی آیت وہ پیش نہ کر سکے تو بدرجہ دوم کوئی حدیث ہی پیش کرے اگر اس اعتراف

-۱۰۲

واقبال کے بعد کہ قرآن مجید بذات خود مشرح و مفصل نہیں اور حدیث اس کی مزید تشریح و تفصیل کرتی ہے۔ جس سے اسکا اصل مذہب باطل ہوتا ہے اور ساری بحث اس جگہ ختم ہوتی ہے کوئی حدیث بھی ایسی نہ ملے تو بدرجہ سوم کسی مسلمان حاجی سے خواہ کسی مذہب کا ہو یہ شہادت دلوادے اور کوئی مسلمان نہ ملے تو اپنے حامی و مربی چٹو بٹولی (بیٹے پٹوا) سے ہی حقیقی شہادت دلوادے کہ عرفات کے دن جمع صوری ہوتی ہے۔ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں نہیں پڑھی جاتی۔

یہ شہادت بھی اس سے بہم پہنچائی نہ جائے تو اس کے پیروان جو خدا کا خوف رکھتے ہیں یقین کریں کہ یہ شخص بڑا دھوکہ باز و کذاب ہے۔ یہ جھوٹ بول کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اور اس کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں۔

اِس جمع صوری کی مخالف جمع حقیقی کا اقرار مجیب کے اپنے قول میں بھی پایا جاتا ہے جو جمع مزدلفہ کے بیان میں عنقریب اس سے منقول ہوگا۔ اس اقرار مجیب کو دیکھ کر بھی اس جمع صوری کی تجویز میں پیروان مجیب اس کو دھوکہ باز اور کذاب نہ سمجھیں تو اس سے سمجھا جائے گا کہ وہ بھی ہٹ دھرمی میں مبتلا ہیں۔ اور طالب حق نہیں ہیں۔ اور پیر پرستوں کے اس مقولہ کے مقلد ہیں ؎ پیر من خس است۔ اعتقاد من بس است ؛

دوسرے دعوے کے ثبوت میں جو اس نے آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ پیش کی ہے۔ اس کی نسبت کہا ہے کہ اس آیت میں ذکر سے نماز مغرب و عشار کو جمع کرنا مراد ہے۔ جو مزدلفہ میں ہوتا ہے۔ نہ تکبیر و تہلیل و تسبیح و تلبیہ جو رستہ میں جاری رہتا ہے۔ اور کہا ہے کہ مشعر الحرام اس جگہ کا نام ہے۔ جو مزدلفہ میں کے بیچ میں ہے اور اس جگہ نماز مغرب و عشار کو جمع کیا جاتا ہے۔ اِس مقام میں ہی جمع کرنے کی بابت سوال کرنا چاہیے تھا۔ سائل نے غلطی کی کہ مزدلفہ میں نمازیں جمع کرنے کی بابت سوال کیا۔

جیسے کسی دلیر بہادر نے کہا تھا کہ قرآن میں خَرَّ مُوْسٰے صَعِقًا غلط درج ہوا ہے۔ خَرَّ عِیْسٰے چاہیے۔ اور طرفہ یہ کہ ان دو نمازوں مغرب و عشا کو مزدلفہ میں جمع کرنے متعلق مجیب نے بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد جمع صوری کو فراموش کر کے جمع حقیقی واقعہ ہونے کا بھی اقبال کر لیا ہے۔ اور صاف ان الفاظ سے اقرار کیا ہے کہ رسول اللہ کو تعلیم ربانی فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ سے بلا ریب خاص یہی ہوئی کہ عرفات سے چلکر مزدلفہ میں جاکر نماز پڑھنا جس وقت وہاں جانا ہو سکے خواہ قبل عشا یا بعد دخول وقت عشا وہاں اگر کسی اتفاق سے حجاج لوگ ریل گاڑی میں سوار ہو کر بزودی مزدلفہ میں پہنچ جائیں اور وقت مغرب موجود ہو تو پھر سستی کر کے جان بوجھ کر اس وقت نماز نہ پڑھیں اور بعدہٗ مغرب کو قضا کر کے عشار کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو بلا ریب اس حالت میں یہ جمع نامشروع اور نامعروف ہوگی۔ اس قول میں مجیب نے صاف اقرار کیا ہے کہ مزدلفہ میں یا بقول مجیب مشعر الحرام میں نماز مغرب و عشا حقیقۃً جمع کرنا جائز ہے۔ اگر حجاج بعد گذر جانے وقت مغرب کے وہاں پہنچیں [illegible] بیان سابق کا کہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنا آیت اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا کے مخالف ہے۔ اس لئے جمع حقیقی ناجائز اور جمع صوری متعین ہے کذب ظاہر ہوا۔ اور صاف ثابت ہوا کہ مجیب کا جمع حقیقی کو مخالف آیت مذکورہ قرار دینا۔ اور بجائے اسکے جمع صوری تراش کرنا ایک سفید جھوٹ ہے۔ اب رہا یہ کہ جس جمع حقیقی کو اُس نے اِس قول میں بیان کیا ہے۔ وہ آیت فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ سے ثابت ہے جیسا کہ مجیب نے دعوے کیا ہے یا وہ جمع آنحضرت کے عمل سے (جو حدیث فعلی کہلاتی ہے۔ اور اُس میں وحی خفی یا غیر متلو کی مدد سے قرآن کریم کے حکم کی مزید تشریح و تفصیل ہوتی ہے) جس کے تمام قائل ہیں۔ سو اُس کا فیصلہ تین امور کی تنقیح اور تحقیق سے ہو سکتا ہے۔

103

امر اول - یہ کہ مشعر الحرام کس مقام کا نام ہے۔ کیا وہ مزدلفہ کے بیچ میں اس جگہ کا نام ہے جہاں آنحضرت نے نماز مغرب وعشاء جمع کی اور پھر صبح تک لیٹ رہے جس سے خیال مجیب کی تائید ہوتی ہے۔ یا وہ مزدلفہ کے اخیر میں اس پہاڑ کا نام ہے جہاں آنحضرت بعد نماز فجر سواری پر کھڑے کھڑے ٹھہرے تھے۔ جس کے تمام اہل اسلام قائل ہیں۔

(۲) اس مقام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں کس وقت پہنچے تھے۔ اور آنحضرت کے وقت سے لیکر اس وقت تک مسلمان حجاج کس وقت پہنچتے ہیں کیا عشاء کے وقت میں جیسا کہ مجیب کا دعوے ہے یا صبح کی نماز کے قریب جیسا کہ تمام مسلمانوں کا اعتقاد وعمل وقرار داد ہے۔

(۳) ذکر سے جس کا آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ہے۔ نماز مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھنا مراد ہے۔ (جیسا کہ مجیب نے دعوے کیا ہے۔ یا اس سے تکبیر وتسبیح وتہلیل مراد ہے۔ جس کے تمام مسلمان قائل ہیں۔ مجیب ان امور کی نسبت اپنے دعوے کو سچا جانتا ہے تو اپنے ہر ایک دعوے کے ثبوت میں اپنے اس اعتقاد واصول کے مطابق کہ قرآن بذات خود مفصل ومشرح ہے۔ آیات قرآنی پیش کرے اور بتادے کہ کس آیت قرآن میں وارد ہے۔ کہ مشعر الحرام مزدلفہ میں اس جگہ کا نام ہے جہاں آنحضرت نے نماز جمع کی تھی ۲ اور آنحضرت اپنے حج میں نماز عشاء کے وقت وہاں پہنچے تھے۔ ۳ اور آپ نے نماز مغرب وعشاء کو اس مشعر الحرام میں جمع کر کے ادا کیا تھا۔ قرآن سے ان امور کا ثبوت بہم نہ پہنچا سکے تو بدرجہ دوم حدیث وآثار سے ان امور کا ثبوت پیش کرے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو کتب تواریخ سے ان امور کا ثبوت پیش کرے۔ مگر اس صورت میں اس کو ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم بذات خود مفصل ومشرح نہیں ہے۔ حدیث یا تاریخ اس کی تفصیل ومزید تشریح کرتی ہے جس سے اس کا اصل مذہب باطل ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اہل اسلام سے جو حدیث کو تفسیر قرآن جانتے ہیں۔ اور احکام قرآن کی تفصیل ومزید تشریح سمجھتے ہیں۔ اور لغت وکلام عرب عربا اور محدثین وفقہاء کو خادم قرآن تسلیم کرتے

ہیں۔ امور مذکورہ کا ثبوت ان کے اصول و قرار داد کے مطابق سننے اور قبول کرے

ثبوت امر اوّل:۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے مشعر الحرام مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے جس کو جبل قزح بھی کہتے ہیں۔

المشعر الحرام ھو اسم جبل بمزدلفۃ یسمی قزح (لمعات شرح مشکوٰۃ)

امام نووی کی شرح صحیح مسلم میں ہے کہ اس حدیث میں مشعر الحرام سے جبل قزح مراد ہے اور وہ مشہور و معروف پہاڑ ہے۔ مزدلفہ میں اس حدیث میں فقہار کے اس قول کی سند ہے کہ مشعر الحرام جبل قزح کا نام ہے۔

والمراد ھٰہنا قزح بضم القاف وفتح الزاء وبحاء مھملۃ ھو جبل معروف فی المزدلفۃ وھذا الحدیث حجۃ للفقہاء فی ان المشعر الحرام ھو قزح (نووی شرح مسلم صـ ۳۹۹)

اور جلالین میں ہے کہ مشعر الحرام ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ کے اخیر میں ہے جسکو قزح کہتے ہیں۔

ھو جبل فی اخر المزدلفۃ یقال لہ قزح (جلالین مطبع نظامی صـ ۲۸)

ثبوت امر دوم۔ صحیح مسلم میں انحضرت کے حج کے بیان میں کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں پہنچے تو وہاں نماز مغرب و عشار کو ایک اذان اور دو تکبیر سے ادا کیا۔ اور درمیان میں سنت نفل نہ پڑھے۔ پھر آپ لیٹ رہے یہانتک کہ فجر کا طلوع ہوا۔ پھر آپ قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام میں پہنچے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دعار اور تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لا الٰہ الا اللہ)

حتی اتی المزدلفۃ فصلی بہا المغرب والعشاء باذان واحد واقامتین ولم یسبح بینھما شیئاً ثم اضطجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتے طلع الفجر فصلی الفجر حین تبین لہ الصبح باذان واقامۃ ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل القبلۃ فدعاہ وکبرہ وھللہ فلم

يزل واقفا حتى اسفر فدفع قبل ان تطلع الشمس (صحیح مسلم صفحہ ۳۹۸)	کہتے رہے - اور اسی حالت میں کھڑی رہے یہانتک کہ صبح کی خوب روشنی ہوگئی - اور

طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے منا کی طرف چلے۔

ثبوت امر سوم - امر اول و دوم ثابت ہوئے تو اس سے امر سوم خود بخود ثابت ہوگیا - کیونکہ جب یہ ثابت ہوا کہ مشعر الحرام فردلفہ جیسی کسی جگہ کا نام نہیں ہے - بلکہ مزدلفہ کے اخیر میں ایک پہاڑ کا نام ہے - اور وہاں آنحضرت نماز عشاء کے وقت نہیں پہنچے بلکہ بوقت صبح پہنچے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ آیت فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ میں نماز مغرب و عشاء کو جمع کرنا مراد نہیں ہوسکتا - و معہذا احادیث منقولہ بالا میں صاف صاف تصریح آچکی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بوقت صبح بعد ادائے نماز فجر مشعر الحرام میں پہنچے اور وہاں آپ نے روشنی صبح تک بحالت سواری توقف کیا - اور وہاں بجز دعا اور اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کے اور کام نہیں کیا - نماز مغرب و عشاء کو وہاں جمع کرنا [illegible] ہو سکتا

سوال نمبر ۷ مسئلہ ہشتم متعلق جزء (ب) کے جواب میں بھی جو کچھ مجیب نے کہا ہے اس میں بھی سفید جھوٹ سے کام لیا ہے - اور اپنے جاہل مقلدوں کی آنکھوں میں روز روشن میں خاک ڈال کر اُن کو اندھا کرکے دھوکھا اور گمراہی کے گڑھے ڈال دیا ہے - دعوے تو یہ کیا ہے کہ گدہے کی حرمت خاص الفاظ قرآن سے ثابت ہے - اور اُس کے ثبوت میں کوئی لفظ قرآن جس میں صاف طور پر گدہے کی حرمت پائی جاتی ہو یا اس سے مستنبط ہو سکتی ہو پیش نہیں کیا - بلکہ صرف ایک وہ آیت پیش کی ہے جس میں کافروں کو گدہے سے تشبیہ دی ہے - دوسری وہ آیت جس میں خنزیر کو رجس یعنے ناپاک کہا ہے - پھر ان آیات میں اپنا اجتہاد کیا - اور خنزیر پر گدہے کو قیاس کرکے کہا کہ جس طرح خنزیر رجس اور قوۃ ملکیۃ کا قاتل ہے اسی طرح گدھا بھی ہے - لہٰذا وہ بھی حرام ہے - گو لفظ حرمت اس کے

حق میں وارد نہیں ہے۔

اس بیان کو پیروان مجیب نے آنکھیں بند کر کے مان لیا اور اتنا نہ سوچا کہ مجیب نے قرآن سے
تو کوئی لفظ پیش نہیں کیا۔ جس سے حرمت گدھے کی ثابت ہو۔ اور اگر کافروں کو گدھے
سے تشبیہ دینے سے یہ حرمت ثابت ہوئی ہے تو پھر چاہئے کہ تمام چوپائے جانور اونٹ
گائے۔ بکری۔ بھیڑ کی حرمت بھی ثابت ہو۔ کیونکہ قرآن مجید میں کافروں کو ان جانوروں
سے بھی تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وہ کفار چوپایوں کی مانند ہیں۔ بلکہ ان سے بھی
زیادہ گمراہ۔ | اولئك كالانعام بل هم اضل |
اور چوپایہ جانوروں کی تفصیل ۔ آٹھ جوڑوں سے کی ہے۔ پھر ان آٹھ

| انزل عليكم من الانعام ثمانية ازواج من الضان اثنين ومن المعز اثنين - الخ |

جوڑوں کی تفصیل اونٹ ۔ گائے۔ بکری بھیڑ سے فرمائی۔ حالانکہ مجیب ان چوپایوں کو حرام نہیں کہتا۔ اور نہ کوئی مسلمان انکی
حرمت کا قائل ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کسی جانور سے کافروں کو
تشبیہ دینے سے اس جانور کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی ان لوگوں نے نہ
سوچا کہ دوسری آیت میں خداتعالےٰ نے خنزیر کو رجس کہا ہے۔ نہ گدھے کو۔ اور اگر
مجیب نے ازخود گدھے کو خنزیر کی مانند قرار دیا ہے۔ تو یہ اسکا قیاس واجتہاد ہے
نہ حکم لفظ قرآن۔ پھر اسکا حرمت گدھے کو لفظ قرآن سے ثابت بتانا دھوکہ دہی اور
دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ بھی ان لوگوں نے نہ سوچا کہ مجیب کا یہ قیاس
بھی قیاس مع الفارق ہے۔ اور گدھا خنزیر کی مانند رجس نہیں ہے۔ خنزیر سے تو کسی
قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ نہ اس کو کھانا نہ سواری وغیرہ کے کام میں لگانا اور
اگر گدھا بھی خنزیر کی مانند رجس ہوتا تو وہ بھی سواری کے کام میں لایا نہ جاتا۔ حالانکہ
خداتعالےٰ نے اس کی سواری کو مباح فرمایا ہے۔ اور قرآن میں اسپر سواری کرنے کا

احسان جتاتا ہے۔ جیسا کہ گھوڑے کی سواری کا احسان جتایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ہم نے

والخیل والبغال والحمیر
لترکبوھا وزینۃ (النحل ع　)

تمہارے لئے گھوڑے۔ خچریں۔ اور گدہے بنائے۔ تاکہ تم اُن پر سوار ہو۔ اور وہ تمہارے لئے زینت ہوں۔

ہماری اس تفصیل و بیان سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ مجیب نے گدہے کی حرمت قرآن سے ثابت کرنے کے لئے جو کچھ کہا ہے اس میں کذب اور دھوکہ سے کام لیا ہے۔ اور گدہے کی حرمت قرآن کے کسی لفظ سے ثابت نہیں کی۔ اور مجیب کے پیروان نے اس کے بیان کو آنکھ بند کر کے مان لیا۔ اپنے فہم و انصاف سے کچھ کام نہ لیا۔

یہاں غالباً یہ سوال ہوگا کہ گدہے کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں تو پھر کس دلیل سے ثابت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حرمت حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ کیونکہ حدیث بھی وحی غیر متلو کہلاتی ہے۔ جو شخص اس حدیث کو نہیں مانتا ہے اور کسی شئے کی حرمت ثابت ہونے کے لئے صرف قرآن کو ہی مخصوص کرتا ہے تو اُسکو لازم ہے کہ کوئی آیت اسکی حرمت کے ثبوت میں پیش کرے۔ اور اگر کوئی آیت نہ ملے تو گدہے کو نوش جان کرلے۔ جیسا کہ اُس کی سواری کو جائز رکھتا ہے۔ وہ حدیث نبوی یہ ہے:۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ

عن المقدام بن معدیکرب قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ
الا یوشک رجل شبعان علی
اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن

وقت قریب آنا چاہتا ہے جس میں ایک پیٹو اپنے کھٹیا پر بیٹھ کر یہ کہے گا۔ کہ لوگو صرف قرآن کو دستور العمل بناؤ۔ جس چیز کو قرآن میں حلال پاؤ اُسی کو حلال سمجھو اور جس چیز کو قرآن میں حرام پاؤ اُسی کو حرام

فما وجدتم فيه من حلال فاحلّوه وما وجدتم فيه من حرام فحرّموه وان ما حرّم رسول الله صلى الله عليه وسلم كما حرّم الله الا لا يحل لكم الحمار الاهلي ولا كل ذي ناب من السّباع ولا لقطة معاهدٍ الا ان يستغني عنها صاحبها - (مشكوٰة صـ۲۹)

سمجھو یعنے بجز قرآن حدیث کی حلت و حرمت کا ثبوت ہو تو قبول نہ کریو۔ مگر تم سُن رکھو کہ میں خدا کی طرف سے قرآن دیا گیا ہوں اور اسکے ساتھ اس کی مانند ایک اور چیز (یعنے حدیث سے) پھر آپ نے اس کی تفصیل اور تمثیل میں حدیث کا ایک حکم سُنایا اور فرمایا کہ تم کو آبادی کے گدھے حلال نہیں۔ اور ذمی کافر کی گری پڑی چیز کو اُٹھا کر کام میں لانا حلال نہیں۔ اور اس تمثیل سے یہ افادہ فرمایا کہ ان دو چیزوں کا حکم قرآن میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا حکم صرف حدیث میں آیا ہے۔

اس حدیث کو ناظرین خصوصاً پیروان مجیب غور و انصاف سے ملاحظہ کریں کہ اس میں حُرمت گدھے کی نسبت آنحضرت سے کیسے تصریح پائی جاتی ہے کہ یہ حکم قرآن میں نہیں ہے۔ صرف آپ کی حدیث میں ہے جو وحی خفی یا غیر متلو کہلاتی ہے۔ اب مجیب کا اس حدیث کو نہ ماننا اور بجائے اس کے کافروں کو گدھے سے تشبیہ دینے کو دلیل حرمت ٹھرانا یا از خود گدھے کو خنزیر کی مثل نجس ٹھرا کر خنزیر پر اس کا قیاس کرنا پرلے سرے کی جُرأت اور ضلالت نہیں تو اور کیا ہے۔

اس بحث و تفصیل سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان چھ مسائل کے جواب میں جو کچھ مجیب نے کہا ہے اُن میں مغالطہ اور دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ ان مسائل کے متعلق قرآن کریم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی غیر متلو و وحی خفی سے فیض پا کر صرف اپنی حدیث میں جو مثل قرآن ہے۔ ان مسائل کی نسبت احکام صادر فرمائے ہیں۔ حدیث نبوی نہ ہوتی تو کوئی شخص قرآن مجید سے ان مسائل کو نہ نکال سکتا۔

-106

ایسے ہی صدہا مسائل ہیں جو قرآن میں موجود نہیں۔ صرف حدیث نبوی میں ان مسائل کا حکم پایا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں میں قرون اولیٰ سے لے کر آجتک بلا اختلاف وہ حکم مسلّم چلا آتا ہے۔ مجیب نے اس دعوے میں کہ دین کا ہر ایک مسئلہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور حدیث نبوی احکام قرآن پر کچھ زیادتی نہیں کرتی۔ تمام مسلمانونکا خلاف کیا۔ اور حدیث منقولہ بالا۔ اور آیت منقولہ ذیل کے وعید کا مصداق بنکر دکھایا۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا نسئل الله للمومنين توفيق الاتباع والاتفاق والاعادة من الشقاق والنفاق۔

تکملہ جواب الجواب

[illegible] اور چکڑالوی

کے حق میں فتوے علمائے پنجاب وہندوستان منقول ہے

امر اوّل۔ سوالات خاکسار کے جواب میں جو کچھ چکڑالوی نے کہا ہے اور انجملہ جواب الجواب میں صرف قدر متعلق اصل مبحث سے تعرض کیا گیا ہے۔ اور بہت سی اس جواب میں چکڑالوی نے ایسے بھی کہے ہیں جن کو اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں (جیسے مسئلہ فرضیت وصیت یا تعریف متواتر کہ وہ ہر طبقہ میں جمع کثرت ہے۔ یعنے دس یا دس سے اوپر راویوں کا ہونا۔ وعلےٰ ہذا القیاس) ان باتوں سے جواب الجواب میں تعرض نہیں کیا گیا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ان باتوں کو ہم نے صحیح مان لیا ہے۔ حاشا وکلا یہ عدم تعرض صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ اُن کو اصل مبحث سے

سے تعلق نہ تھا۔

(۲) اس جواب میں چکڑالوی نے درپردہ مان لیا ہے کہ حدیث نبوی قرآن مجید کی ایسی تفصیل و تشریح کرتی ہے۔ جو قرآن میں پائی نہیں جاتی۔ اور تشریح مطالب قرآن کے لئے حدیث شریف کی تمام لوگوں کو حتٰے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت حاجت تھی۔ ایسی حدیث اور قرآن میں ذرہ فرق نہیں۔ اِس حدیث کا منکر بھی ویسا ہی کافر ہے۔ جیسا کہ مُنکر قرآن کافر ہے۔" یہ بات ہم نے چکڑالوی کے جوابات سے نکالکر دکھا دی ہے کہ اِس میں کسی منصف عاقل کو جائے کلام نہیں۔ گو چکڑالوی نے اِس بات کا صاف صاف اقرار نہیں کیا۔ اور اِس بات کے ساتھ وہ حدیث کی قرآن پر زیادتی کرنے سے انکار بھی کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر منصف مزاج و فہمیدہ لوگ ہمارے جواب الجواب کو پڑھ کر یقین کرینگے کہ اس کا یہ انکار محض ہٹ دہرمی ہے۔ اور جو غلط بات اسکی قلم و زبان سے اشتہار تائید القرآن میں نکل گئی ہے۔ اس کی وہ پیچ کرتا ہے اور اس کے برخلاف صاف اقرار نہیں کرتا۔ وہ اپنی [illegible] بازاری کا خوف رکھتا ہے اور در حقیقت اور دل سے وہ حدیث کے بغیر قرآن مجید کو عمل استدلال کے لئے کافی نہیں سمجھتا۔

(۳) تحریر جواب سوالات خاکسار تک تو کلام چکڑالوی کا یہی مفاد اور اُس کا یہی اعتقاد معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس جواب کی اشاعت کے بعد اُسنے دریدہ دہنی اختیار کر لی ہے۔ اور خوف خدا و شرم و حیا و ننگ دنیا کو بالائے طاق رکھ کر صاف لفظوں میں بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مطلق حدیث کی تکذیب و توہین شروع کر دی ہے۔ اور مجالس وعظ و درس میں برملا یہ بیہودہ گوئی اختیار کی ہے۔ کہ کوئی حدیث لائق اعتبار نہیں ہے۔ اور اہل حدیث کہلانا کفر ہے۔ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ کُتب صحاح

۵؎ یہ چکڑالوی کا قول ہے اسکا مطلب اس سے پوچھو۔ اور جواب الجواب کا صـ ملاحظہ کرو۔

- ۲۰۷

سب کے سب موضوع و مفترا اور جلا دینے کے لائق ہیں۔ ہم (چکڑالوی) جو حدیث بخاری لوگوں پر پڑھکر سنا دیتے ہیں۔ تو کتوں کے آگے ہڈی ڈالتے ہیں۔

ہرچند یہ باتیں اُسکی مجالس میں بیسیوں اشخاص نے اُسکے منہ سے سُنی ہیں۔ اور لاہور کی ہر گلی وکوچہ اور مجلس و مسجد میں ان باتوں کا عام ذکر و چرچا ہے۔ تاہم بنظر مزید احتیاط میں نے چکڑالوی کے دو وزیروں (دستوریین چٹو علاقہ بند (پٹوا)) اور دستور لیبار محکم دین کفش دوز) کو جو کسی زمانہ میں میرے درس و وعظ کے سامعین کے تھے۔ اور اب تک میری شاگردی کا دم بھرنے ہیں بُلایا۔ اور چند مسلمانوں کے سامنے اُن سے ان باتوں کو دریافت کیا تو اُنھوں نے بڑی دلیری وبے باکی سے ان باتوں کی چکڑالوی کے منہ سے نکلنے اور ان لوگوں کے دلوں و دماغوں میں مستحکم جگہ پکڑنے کا اقبال کیا۔ اور ایک مدت تک اپنے اہلحدیث کہلانے پر افسوس ظاہر کر کے آئندہ اہل حدیث ہونے و کہلانے سے انکار کیا۔ اور اُس انکار کی وجہ اور دلیل اُنھوں نے چکڑالوی کی طرف سے وہ نقل بیان کی جو سوال دوم خاکسار کے روبرو ہیں چکڑالوی نے یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مدینہ میں منافق تھے جن کے حق میں آیت وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ اور آیت اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وارد ہیں۔ اور کہا کہ ان منافق آدمیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ پہچانتے تو راویان حدیث کو اور لوگ کیونکر پہچان سکتے ہیں۔ لہذا صحت حدیث کی پڑتال راویان حدیث سے ناممکن ہے۔ اور یہ قول بھی اس کا نقل کیا۔ کہ حدیث کا جمع ہونا اور لکھا جانا تین سو برس کے بعد ہوا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں حدیث کو جمع نہیں کیا گیا۔ اور جس حالت میں ہمارے وعظ جمعہ گذشتہ کو ہمارے سامعین و شاگرد پورا بیان نہیں کر سکتے تو راویان حدیث کی سُنی سُنائی باتیں تین سو برس کے بعد کیونکر پوری اور صحیح بیان ہو سکتی ہیں۔ لہذا روایات حدیث ہرگز کوئی بھی لائق اعتبار نہیں۔

وا ز آنجا تحریر جواب سوالات خاکسار کے وقت تک چکڑالوی مطلق حدیث کا منکر نہ تھا۔ صحیح بخاری کی حدیث سے وہ جواب سوال مسئلہ چہارم متعلق سوال ۵ میں استدلال کر چکا تھا۔ اور حدیث کو ترجمہ قرآن مانکر عین قرآن کہہ چکا تھا۔ لہذا اس دلیل انکار کا جواب الجواب میں اُس کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ ان آیات قرآن کو جو منافقوں کے حق ہیں۔ راویان حدیث کے حق میں پڑھتے ہو تو کیا راویان حدیث تمہارے نزدیک کافر ہیں؟ اگر کافر ہیں تو بخاری کی حدیث سے تم کیوں استدلال کرتے ہو۔ اور کیا دوسرے کافروں کی روایات کو بھی لائق قبول سمجھتے ہو۔

مگر چونکہ اس وقت چکڑالوی بخاری وغیرہ کتب کی جملہ احادیث سے انکار کر چکا ہے۔ لہذا اب اس کا نہ وہ جواب سابق جواب ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی اور جواب یا خطاب کے لائق و قابل رہا۔ بحکم

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی ٭ اینست جوابش کہ جوابش ندہی

لہذا آئندہ نہ ہم اسکو مخاطب بناتے ہیں و نہ اس کی کسی بات کا جواب دیتے ہیں لیکن بجائے جواب و بحث و خطاب ہم اس کے قول و اعتقاد کو علماء اسلام کی خدمت میں پیش کر کے اُس کی نسبت اُن کے فتوے طلب کر کے جو فتوے شرعی وہ دیں وہ فتوائے اُسپر لگانا کافی جانتے ہیں۔

اِس باب میں بعض احباب نے اکابر علماء کی خدمت میں استفتا پیش کیا اور اُن حضرات نے ان عقائد و اقوال کی وجہ سے اُسپر کفر کا فتوے لگا دیا۔ وہ فتوئے ذیل میں نقل کر کے دوسرے علماء پنجاب و ہندوستان سے درخواست والتجا کی جاتی ہے کہ وہ بھی حمیت اسلام کو کام میں لا کر اپنے اپنے فتووں اور رائے سے خاکسار کو جلد مطلع کریں تا کہ ان سب فتاوائے کو یکجا چھاپ کر کثرت کے ساتھ مشتہر کیا جاوے۔ اور چکڑالوی کو بھی مرزا غلام احمد پرافٹ قادیاں کے ساتھ ملا دیا جاوے۔

اس شخص کا فتنہ فتنہ پرافت قادیاں سے بڑھ کر ہے۔ اس سے تو زیادہ تر اور لوگ گمراہ ہوئے تھے اِس نے خاص فرقہ اہل حدیث کے نادانوں اور جاہلوں کو گمراہ کر دیا ہے اُس نے تو آفاق میں آگ لگادی تھی۔ اِس نے خاص اہل حدیث کے گھر میں آگ لگادی لہذا علماء اہل حدیث کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ اس موذی کی ایذا سے اپنے گھر کو بچاویں۔ اور گھر کی آگ کو جلد بجھاویں۔ باقیماندہ فرقہ ہا اہل سنت وجماعت حنفیہ شافعیہ وغیرہ کے اراکین پر بھی اس فتنہ کو دبانا اور اپنے علاتی سنی بھائیوں اہل حدیث کو مدد دینا واجب ہے۔ کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ جن کی یہ موذی اہانت کرتا ہے۔ ان حضرات کے بھی متمسک بہا ہیں۔ لہذا اس موذی کی سرکوبی میں اُن کے اپنے مذاہب کی بھی نصرت پائی جاتی ہے۔ فتوے مذکورہ بالا نقل کرنے سے پہلے ہم چکڑالوی کی دلیل انکار حدیث کا کساد (کھوٹ) اور فساد ظاہر و بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اس میں نہ اسکی ہدایت ہم کو پیش نظر و متوقع ہے اور نہ اُس کے غالی مقلدوں کی بلکہ اس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ اگر اس دلیل کا اثر ہمارے اہل سنت وجماعت بھائیوں اہل حدیث وحنفیہ وغیرہ پر ہوگیا ہو۔ یا آئندہ ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمارے بیان کو پڑھ کر وہ اثر جاتا رہے۔ اور حدیث نبوی پر اُنکا ایمان قائم رہے۔ اس بیان میں چکڑالوی اور اس کی امت اور غالی مقلد ہمارے مخاطب نہیں۔ اور نہ ہی اُن سے کوئی ہمارا خطاب اور کوئی جواب اب مناسب ہے۔ بجز اس جواب کے جو قرآن نے ہم کو سکھایا ہے۔ اور علماء اسلام نے اس کے مطابق اُن پر فتوے لگایا ہے۔ وہ جواب بعد نقل فتوے علماء پیش کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ

بیان کساد و فساد دلیل چکڑالوی درباب انکار حدیث

چکڑالوی نے جو کہا ہے کہ اس حضرت کے وقت مدینہ میں منافق تھے جن کے حق میں

دو آیتیں قرآن میں وارد ہیں۔ ان کا حال آنحضرت نہ جانتے تو راویان حدیث کو اور لوگ کیونکر جان سکتے ہیں۔ یہ مغالطہ ہے۔ اور احمقوں کو دھوکھا دیتا ہے۔

مدینہ میں منافق صرف چند نفر تھے جن کا حال آنحضرت ایک مدت تک نہ جانتے مگر آخر کار انکا حال کھل گیا۔ اور خدا تعالے نے ان حضرت کو بتا دیا۔ وہ چند نفر جملہ اصحاب کبار و تابعین ابرار اور رواۃ مومنین دیگر اعصار کو کیونکر مشتبہ و بے اعتبار کر سکتے ہیں۔

آنحضرت کے مخلصین و مومنین اصحاب آپ سے حدیث روایت کرنے والے ایک لاکھ سے اوپر تھے۔ جن کے راست باز اور عادل اور بہترین خلائق ہونے کی شہادت قرآن نے دی ہے۔ اور اُن کو ایمان اور خوشنودی کی سند (سارٹیفکیٹ) عطا فرمائی ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران ع ۱۲)	ایک آیت میں ارشاد ہے۔ تم خدا کے علم میں بہترین امت تھے۔ جو لوگوں کو اچھی بات کا حکم کرتے ہو۔ اور بری بات سے روکتے ہو اور خدا تعالے پر ایمان لاتے ہو۔

تفسیر معالم التنزیل۔ میں کہا ہے کہ یہ آیت اصحاب رضہ کے حق میں نازل

قال جبیر عن الضحاک هم اصحاب محمد صلی اللّٰه علیه وسلم خاصة الرواة والدعاة الخ۔ (معالم ص۱۸۰)	ہوئی ہے۔ ابن صلاح نے مقدمہ میں کہا ہے کہ باتفاق مفسرین یہ آیت اصحاب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔
لقد رضی اللّٰه عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم (فتح ع ۳)	ایک آیت میں ارشاد ہے خدا تعالی مومنوں سے راضی ہوا۔ جبکہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کرتے۔ خدا تعالے نے اُن کے دلوں کی حالت (ایمان) کو جان لیا ہے۔

عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ انتم خیر اھل الارض کنا الفا واربع مائۃ وفی روایۃ کنا خمس عشرۃ مائۃ (صحیح بخاری)

صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ سے حدیث ہے کہ حدیبیہ کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (جن کے حق میں یہ آیت وارد ہے) کہا کہ تم لوگ تمام زمین کے لوگوں سے بہتر ہو اس دن ہم چودہ سو یا پندرہ سو تھے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (براءت ع ۱۳)

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ اگاڑی بڑھنے والے۔ اور پہلے مہاجر و انصار سے۔ اور جو احسان کے ساتھ اُن کے تابع ہوئے۔ اُنہی خدا راضی ہوا۔ اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔

معالم التنزیل میں شعبی سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اُن صحابہ کے حق میں نازل ہوئی

هم الذين هدوا بيعة الرضوان وكانت بيعة الرضوان بحديبية (معالم ص ۴۱۸)

جنہوں نے بیعۃ الرضوان کی جو حدیبیہ میں ہوئی اور دیگر اکابر تابعین سے اور صحابہ اہل بدر وغیرہ کا مورد نزول ہونا نقل کیا ہے*

یہ آیات اصحاب نبوی کے ایمان و اسلام کی پوری تصدیق کرتے ہیں۔ پھر چکڑالوی نے جو ان آیات کے مقابلہ میں اُن آیات کو جو منافقوں کے حق میں وارد ہیں نقل کر کے تمام صحابہ کے ایمان کو مشتبہ اور اُن کی مرویات کو بے اعتبار ٹھرایا ہے تو یہ اس کی دہوکھ دہی ہے۔ اور دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر چکڑالوی دل سے صحابہ کو ایسا ہی جانتا ہے اور حدیث کو اسوجہ سے بے اعتبار ٹھراتا ہے کہ صحابہ اسکے راوی ہیں تو اسکو چاہئیے کہ قرآن کو بے اعتبار ٹھراوے۔ اور اسلام کو بھی سلام اور خیرباد کہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے راوی بھی یہی اصحاب نبوی ہیں۔ اور قرآن مجید کو آنحضرت نے پچھلے لوگوں تک بلاواسطہ صحابہ خود نہیں پہنچایا۔ اور اس کو کسی مطبع میں چھپوا کر یا اُس کی ہزارہا قلمی نقلیں لکھوا کر آفاق میں

۲۰۱۰

شائع نہیں کیا۔ اس کی تفصیل جواب قول آئندہ چکڑالوی میں ہوگی۔

حدیث کے راویان صحابہ کی بے اعتباری کی نسبت چکڑالوی کی دلیل کا کھوٹ آیات قرآن سے ثابت کیا گیا تو اسپر باقی راویان حدیث تابعین وغیرہ کی بے اعتباری کی نسبت دلیل چکڑالوی کے فساد کو قیاس کرنا چاہیے۔

راویان احادیث صحیحہ میں کوئی بھی کافر و منافق راوی نہیں تھا۔

حدیث کے جمع کرنے والے اماموں نے ایک ایک راوی کے اسلام و عدالت وغیرہ حالات کی تحقیق پر بھوپنٹری ڈال رکھی ہیں۔ جس کی تفصیل سے بہت تطویل ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۴ و ۲۷۰ وغیرہ ملاحظہ فرما دیں۔

اور جو چکڑالوی نے کہا ہے کہ آنحضرت کے وقت میں حدیث لکھی نہیں گئی۔ اور تین سو برس کے بعد یکجا جمع ہوئی ہے۔ اس لئے بے اعتبار ہے۔ یہ بھی اُس کی دروغگوئی اور [illegible] لکھی گئی۔ بلکہ اُس کے لکھنے کی اس وجہ سے ممانعت تھی کہ قرآن اور حدیث میں اختلاط نہ ہو۔ مگر جب قرآن مجید نے اصحاب نبوی کے دلوں اور دماغ میں جگہ پکڑ لی۔ اور حدیث و قرآن میں ان کو تمیز ہوگئی۔ تو آپ نے حدیث لکھنے کی اجازت دیدی اور لکھوائی۔

اس مقام میں سردست دو مثالیں نقل کی جاتی ہیں۔ جو چکڑالوی کی تکذیب کے لئے کافی ہیں۔

پہلی مثال

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عام الفتح ان مکۃ لا یختلی شوکھا ولا یعضد شجرھا ولا تلتقط ساقطتھا الا لمنشد فمن قتل فھو بخیر النظرین	آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حرم محترم کے بعض احکام جو قرآن مجید میں نہیں ہیں بیان فرمائے تو یمن کے ایک شخص ابوشاہ نامی نے سوال کیا کہ مجھے یہ احکام لکھوا دیئے جائیں

اما ان یعقل و اما ان یقاد اهل القتیل فجاء رجل من اهل الیمن فقال اکتب لی یا رسول الله فقال اکتبوا لابی شاہ (صحیح بخاری صفحہ ۲۲ و ۱۰۱۶)

عن الشعبی قال سمعت ابا جحیفة قال سئلت علیا هل عندکم شیٔ مما لیس فی القرآن و قال مرة ما لیس عند الناس فقال والذی فلق الحبة و برء النسمة ما عندنا الا ما فی القرآن الا فهما یعطی رجل فی کتابه و ما فی الصحیفة قلت و ما فی الصحیفة قال العقل و فکاک الاسیر و ان لا یقتل مسلم بکافر (بخاری صفحہ ۱۰۲)

آپ نے حکم دیا کہ ابو شاہ کو یہ احکام لکھ دو۔

دوسری مثال حضرت علی مرتضے رضے اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس چند احکام نبوی ایک پرچہ پر لکھے ہوئے تھے جس کو آپ تلوار کے میان میں رکھتے۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے احکام بھی فرمائے ہیں جو قرآن میں نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ بجز اُن احکام کے جو اس پرچہ میں ہیں اور احکام میرے پاس نہیں ہیں۔

حدیث نبوی کا ایک جگہ جمع ہونا بھی دوسری صدی کے ابتدا میں شروع ہوگیا تھا۔ حضرت امام مالک نے کتاب مؤطا دوسری صدی کے دس ہی برس گذرنے کے بعد لکھی۔ اِس کتاب میں بہت حدیثیں ایسی ہیں جو صرف دو راویوں کے واسطہ سے آنحضرت تک پہنچتی ہیں۔ امام مالک نے نافع سے حدیث سُنی اُنہوں نے حضرت ابن عمر سے اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے بُستان المحدثین میں فرمایا ہے کہ امام مالک کی پیدائش سنہ ۹۳ھ ہجری میں ہوئی۔ اور آپ کا درس حدیث سترھویں سال عمر شریف کے یعنے سنہ ۱۱۰ھ دوسری صدی میں شروع ہوگیا۔ اور آپ سے نقل کیا ہے۔ کہ ایسا وقوع میں نہیں آیا۔ کہ جو چیز میں میرے حافظہ میں آئی ہوں پھر میں اُن کو بھول گیا ہوں۔

اور آپ سے نقل کیا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک ہزار حدیث لکھی ہے۔ اور نقل کیا کہ کتاب مؤطا کو جس کا آپ درس فرماتے ایک ہزار اشخاص نے آپ کی مجلس میں سُنا ہے۔ (بُستان المحدثین صفحہ ۳۹ و ۴ و ۵۔)

حضرت امام ابوحنیفہ جو امام مالک سے دس برس پہلے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت امام شافعی نے جو دوسری صدی میں ہوئے۔ اور حضرت امام احمد نے جو امام شافعی کے ہمعصر تھے۔ گو اپنی اپنی تصانیف کو جو اُن کے نام سے مشہور ہیں خود اپنے ہاتھ سے صاف کر کے نہیں لکھا۔ مگر اِن کتابوں کی احادیث کو لکھا اور شاگردوں کے سامنے باسند بیان کیا۔ اور اُن کے شاگردوں نے اُن کو جمع و مرتب کیا۔ صفحہ ۲۸ و ۲۹ بُستان المحدثین ملاحظہ کرو۔

حضرت امام بخاری نے جو ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے تھے ۲۱۱ھ میں صحیح بخاری کی تالیف کو شروع کیا۔ چھ لاکھ حدیث سے انتخاب کر کے سولہ برس میں پورا کیا۔ اِس کتاب کو [illegible] ہزار اشخاص نے اُن سے سُنا اور روایت کیا۔ بُستان المحدثین صفحہ ۱۰۲ دیکھو۔ اور یقین کرو کہ چکڑالوی جاہل و بے خبر ہے۔ جو حدیث کا جمع ہونا تین سو برس کے بعد بتاتا ہے۔

اور اگر حدیث کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جمع نہ ہونا دوسری یا تیسری صدی میں جمع ہونا اُس کے نزدیک حدیث کی بے اعتباری کا موجب ہے تو اُس کو چاہیئے کہ قرآن کا بھی اعتبار نہ کرے۔ کیونکہ قرآن مجید بھی آنحضرت کے بعد خلافت خلیفہ اوّل پھر خلافت خلیفہ چہارم میں جمع ہوا ہے۔ آنحضرت کے وقت اِس ہیئت و ترتیب سے جو اِس میں پائی جاتی ہے ایک جگہ جمع نہیں ہوا۔ اس کی تفصیل اور روایات حدیثیہ اور آثار سلفیہ سے اس کی دلیل مطلوب ہو تو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۲ سے صفحہ ۱۳۱ تک ملاحظہ کرو۔

اور جو چکڑالوی نے کہا ہے کہ میرے شاگردوں کو میرا وعظ جمعہ گذشتہ یاد نہیں رہتا تو صدہا برس کے بعد کی حدیثیں کیونکر یاد رہ سکتی ہیں۔ یہ بھی دروغ آمیز مغالطہ ہے حدیث لکھنے اور جمع کرنے کے وقت ایسا نہیں ہوا کہ صدہا برس کی اڑتی پڑتی روایتیں لکھ لی ہوں۔ بلکہ جو بات ایک راوی نے اپنے شیخ سے بگوش خود سنی وہ اپنی زندگی میں دوسرے کو پہنچا دے یا لکھ لے۔ چکڑالوی اپنے شاگردوں کی کمی حافظہ کو پیش کرتا ہے وہ اور اُس کے شاگرد دروغگو ہیں۔ اور مثل مشہور ہے ؎ دروغگورا حافظہ نباشد + لہٰذا اس کو راویان حدیث کا اپنے اور اپنے شاگردوں پر قیاس کرنا مناسب نہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر + گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

امام مالک کا حال تم نے پڑھ لیا۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں یاد ہونے کا حال سُن لیا۔ اور اس زمانہ میں اس سے پیشتر ایسے لوگ گذرے اور موجود ہیں۔ جو ایک دفعہ کی سنی بات نہیں بھولتے۔ دن کو ایک سپارہ قرآن یاد کرکے رات کو محراب میں سُنا لیتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے نابینا ہونے کے بعد تفسیر عزیزی لکھوائی جس میں دریا کو کوزہ میں بند کیا۔ یہ سب کچھ آپ زبانی لکھواتے۔ آپ کی صحبتوں میں مولوی بیر نام ایک شخص تھے وہ اُن کا جو درس سنتے اُس کو دوسری مجلس میں حرف بحرف سُنا دیتے باوجودیکہ وہ لکھے پڑھے نہ تھے۔ یہ بات میں نے حضرت شیخنا وشیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب سے سنی ہے۔ اور دہلی کے بہت اشخاص میں یہ باتیں مشہور ہیں۔ اِس کے نظائر اور بھی بہت ہیں۔ مگر اسجگہ سب کے بیان کی گنجائش نہیں۔ اس بیان سے چکڑالوی کی دلیل انکار کا فساد وکساد ظاہر ہوا۔ اب استفتا نقل کیا جاتا ہے۔ +

استفتاء

علمائے دین و اساطین شرع متین سے سوال ہے کہ وہ ایسے شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو برملا اپنی مجالس میں اور تصانیف میں کہتا ہے کہ رسول اللہ کا منصب صرف تبلیغ قرآن (یعنے قرآن پہنچا دینے) اور پڑھ کر سنا دینے کا تھا۔ تبلیغ کے علاوہ کسی آیت یا حکم قرآن کی تشریح و تفسیر کرنا یا احکام قرآن پر ذرہ بھر زیادتی کرنا آپ کا منصب نہ تھا۔ جیسے ایک مذکوری تحصیل یا چٹھی رسان ڈاک خانہ کا منصب ہوتا ہے کہ وہ صرف پروانہ تحصیلدار یا چٹھی ڈاک خانہ مرسل الیہ کو پہنچا دیتا ہے۔ اور منہ سے کچھ نہیں بولتا۔ اور اس پروانہ یا چٹھی کی کوئی شرح و تفسیر نہیں کرتا۔ اور نہ علاوہ براں اپنے پاس سے کوئی حکم دیتا ہے۔

و بناءً علیہ وہ شخص صاف کہتا ہے کہ قرآن کے علاوہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول و روایت کیا جاتا ہے (اور احکام قرآن کی تشریح و تفسیر کے متعلق ہے۔ خواہ احکام قرآن پر اس میں زیادتی پائی جاتی ہے۔) وہ سب کا سب موضوع اور رسول اللہ پر افترا ہے۔ گو وہ تواتر کو پہنچا ہو۔ اور کتب صحاح ستہ وغیرہ جن میں ایسی احادیث اور روایات پائی جاتی ہیں سب کی سب جلا دینے کے لائق ہیں۔

اور صاف کہتا ہے کہ ان کتابوں کے جمع کرنے والے اور ان کو پڑھنے پڑھانے والے اور اُن احادیث کے مطابق کسی معاملہ و مقدمہ میں فتوے و حکم دینے والے (سلف کہلاتے ہیں یا خلف صحابہ ہوں خواہ تابعین فقہا مجتہدین ہیں خواہ محدثین مفسرین) وہ سب کے سب بحکم آیت وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ کافر ہیں۔ کیونکہ وہ ان احادیث کی نقل و استدلال اور اُن کے مطابق حکم دینے کے وقت ایسی چیز پر حکم دیتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے نہیں اُتاری ہے۔ اور جو مسائل ان

کتابوں میں پائے جاتے ہیں - اور وہ لوگ مانتے اور بیان کرتے چلے آئے ہیں وہ سب کے سب کفریات ہیں - جیسے (۱) موزہ پر مسح کرنا اور اس کو جائز سمجھنا - (۲) سفر میں نماز کو قصر کرنا یعنے دوگانہ پڑھنا - (۳) حج میں عرفات کے دن نماز ظہر وعصر کو - اور مزدلفہ میں نماز مغرب وعشار کو حقیقۃً جمع کرنا - (۴) مُردوں کیطرف سے مالی صدقہ خیرات کرنا - (۵) قیامت کے دن شفاعت انبیاء کو برحق سمجھنا - (۶) کرامات اولیار کو حق جاننا - (۷) قبر میں سوال منکر ونکیر وعذاب قبر کو برحق جاننا - (۸) مَردوں کے لئے سونا ریشم پہننے کو حرام کہنا یہ سب کفریات ہیں - اُس شخص سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم خود کیوں بخاری پڑھتے پڑھاتے ہو - اور اپنی تصانیف میں اس کی احادیث سے استدلال کرتے ہو تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں کُتّوں کے آگے ہڈیاں ڈالتا ہوں یعنے جو لوگ احادیث صحیح بخاری وغیرہ کو صحیح سمجھتے ہیں - اُن کے مُنہ بند کرنے کو احادیث بخاری وغیرہ سُناتا اور پیش کرتا ہوں - جیساکہ کہا گیا ہے ؎

[illegible]

اور وہ شخص یہ بھی دعوے کرتا ہے کہ قرآن کا مطلب ومعانی جو وہ سمجھتا ہے کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی امام کوئی مجتہد کوئی مفسر اور محدث نہیں سمجھا - اور اس دعوے کے مطابق وہ مسائل ذیل قرآن مجید سے ثابت ہونیکا دعوے کرتا ہے -

(۱) آدم علیہ السّلام آسمانی بہشت سے نہیں نکالے گئے جس سے وہ نکالے گئے ہیں وہ زمین پر ایک باغ تھا -

(۲) کوئی آیت قرآن منسوخ نہیں ہے -

(۳) کوئی حکم توریت وانجیل بھی منسوخ نہیں ہے -

(۴) وارثوں کے لئے مال کی وصیت کرجانا فرض ہے -

(۵) عرش مخلوق نہیں قدیم ہے -

(۶) آنحضرت قرآن کے معنے سمجھنے میں غلطی کیا کرتے تھے۔ کیا رہ ایسے محل و واقعات ہیں جن میں آنحضرت نے غلطی سے منشار قرآن کے خلاف کیا۔ اور حضرت عمر رضہ نے آپکو روکا۔ از انجملہ ایک واقعہ جنازہ عبداللہ بن ابی ہے۔ آنحضرت نے اُس کا جنازہ پڑھا۔ اور آیت اَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ کا مطلب غلط سمجھا۔ تو حضرت عمر رضہ نے ادب کو بالائے طاق رکھکر آپ کا کپڑا پکڑ کر روک لیا۔ اور کہا کہ اِس آیت کا مطلب آپ نہیں سمجھتے۔

(۷) انبیاء سے فعل شیطانی بھی سرزد ہوتے ہیں۔ ایسے فعل شیطانی آنحضرت سے اٹھارہ سرزد ہوئے۔

(۸) شب معراج میں آپ پر پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ آپ نے غلطی سے اُن کو پچاس سمجھ لیا۔ اور حضرت موسےٰ کے کہنے سے بار بار جناب باری میں حاضر ہوکر تخفیف کا سوال کیا۔ اس غلطی میں اُس شخص نے آنحضرت کے ساتھ خداتعالےٰ کو بھی شریک کرلیا۔ اور یہ کہا ہے کہ خداتعالےٰ نے بھی غلطی کی کہ آنحضرت کے پہلے سوال کی تخفیف پر یہ بات نہ جتائی کہ میں نے تو پہلے ہی پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ آپ پانچ کو پچاس سمجھ کر کیوں تخفیف کا سوال کرنے آگئے ہیں۔ یا یہ سمجھا کہ خداتعالےٰ تماشبین ہے کہ آنحضرت اور حضرت موسےٰ کی اِس غلطی پر مطلع ہوکر اُن کو غلطی پر متنبہ نہ کیا۔ اور بار بار پھرا کر تماشا دیکھتا رہا۔ اِس قسم کے مسائل وہ شخص اپنی مجالس اور تصانیف میں اور بہت بیان کرتا ہے۔ علماء دین حسبۃً لِلّٰہ و نصحاً لخلق اللہ بیان فرماویں کہ یہ شخص مسلمان ہے یا کافر۔ اور اس کے اقوال و مسائل اسلام اور مذہب سنت کے مسائل ہیں یا کفریہ اور بدعیہ مسائل بیّنوا توجروا +

الجواب

یہ شخص مسلمان نہیں۔ ایسا کافر ہے کہ اِس قسم کا کافر تمام دنیا میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا نہ سنا اور

ایسا زندیق ہے کہ اس جیسا زندیق (چھپا مرتد) زمانہ سابق کے زندیقوں میں پایا اور
سُنا نہیں گیا ۔ اور جو مسائل اور مقالات و دعاوی اُس کے سوال میں بیان ہوئے
ہیں اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کو اسلام یا مذہب اہل سنت وجماعت سے
تعلق ہو ۔ بلکہ از انجملہ بعض مسائل کفریہ ہیں جن کے قطعی کفر ہونے پر کتاب اللہ وسنت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واجماع اُمّت محمدیہ شاہد ہے ۔ اور بعض بدعیہ جن کے اہل اہوار
معتزلہ وغیرہ اہل بدعت قائل ہیں ۔ اس شخص کا جس کے مقالات وخیالات مذکورہ نقل
کئے گئے ہیں ۔ ولی منشاء اور اصل مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۔ لوگ دین اسلام و پیروی قرآن
چھوڑ دیں ۔ اور اُس کی مانند زندیق ہو جائیں ۔ اور اگر برائے نام مسلمان رہیں تو اہل
سنت وجماعت کا عمل واعتقاد ترک کر کے معتزلی وخارجی وغیرہ اہل اہواء میں داخل
ہو جائیں ۔ کیونکہ قرآن کا ایک حکم بھی منجملہ اُن احکام کے جو شرعی اور اسلامی اصطلاح
کے احکام ہیں ۔ اور صرف لغت عرب اُن کے سمجھنے کے واسطے کافی نہیں ہے ۔ بغیر
مدد حدیث اور تفسیر نبوی کے سمجھ اور عمل میں نہیں آسکتے ۔ نہ نماز نہ روزہ نہ حج
نہ زکوٰۃ وَاَمْثَالُ ذٰلِکَ و بناءً علیہ حدیث نبوی کو مسلمان چھوڑ دینگے تو قرآن بھی ان سے
چھوٹ جائیگا ۔ اور اگر برائے نام کچھ رہا تو ایسا رہے گا جیسا معتزلہ و خوارج وغیرہ
اہل اہواء کے عمل میں ہے ۔ اور یہی اس ملحد اور زندیق کا مقصود معلوم ہوتا ہے
اللہ تعالےٰ نے آنحضرت کے اتباع و پیروی کو ایسا ہی فرض قرار دیا ہے جیسے
اپنی پیروی اور اتباع کو
آنحضرت کو مذکوری تحصیل یا چٹھی رساں کی مانند صرف الفاظ قرآن سُنا دینے
کے لئے مامور نہیں فرمایا ۔ بلکہ آپکو منصب تشریع تحلیل وتحریم عطا فرما کر مسلمانوں کا حاکم
بنا دیا ہے ۔
آنحضرت کے حکم سے انحراف کرنے والے کو ایسا ہی کافر کہا ہے ۔ جیسے حکم خداوندی سے

انکار کرنے والی کو۔ آنحضرت صلعم پر قرآن شریف کو اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ اس کی شرح کریں۔ اور آپ اس کے معانی و مطالب مسلمانوں کو بتاویں۔ اور سکھاویں۔ ایک آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ۔ اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر احسان کیا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران ع۱۷)

کہ ان میں ایسا رسول بھیجا جو اُن ہی (کے اعیان واشراف میں) سے ہے۔ وہ ان پر اللہ تعالےٰ کی آیتیں پڑھتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے۔ اور ان آیات (کے معنے جنکو وہ صرف زبان دانی سے نہ سمجھ سکتے) اُن کو سکھاتا ہے۔ اور نیز اُن کو حکمت (یعنے سُنت وحدیث) کی تعلیم کرتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث تفسیر عزیزی میں اِس مضمون کی دوسری آیت کی تفسیر میں جو سورہ بقرہ میں ہے لکھتے ہیں کہ لفظ يَتْلُوْا کے بعد لفظ يُعَلِّمُ اسی واسطے فرمایا ہے۔ کہ قرآن کی بہت باتیں اگرچہ وہ ذکی وزباندان ہونے کی وجہ سے سمجھ سکتے تھے۔ مگر بعض شرعی احکام کو جن کے سمجھنے کے واسطے اُن کی زباندانی وذکا کافی

ہر چند ایں دو علم یعنے علم ظاہر کتاب وعلم بواطن آں بعد از نزول کتاب موافق لغت منتہائے فہم شما ممکن بود کہ بعضے اذکیاے شما بجودتی خود بے استمداد بارشاد پیغمبر حاصل نواند کرد۔ لیکن ہنوز چیزہائے باقی بود کہ ہرگز آنرا بقوۃ فکریہ وقوت ذکا نتواں دریافت۔ ہر چند سعے وتلاش باقصے الغایات رسانیدہ شود۔ ولہذا ایں پیغمبر علیہ السلام درحق شما نعمتے عظیم گردید کہ شمارا ازاں چیزہا ہم نشان میدہد وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ یعنے وے آموزد شمارا آن چیزہا کہ ہرگز آنہارا نے توانستید دانستن بزور فکر وذکائے خود مثل عدد رکعات وتعیین اوقات نماز ونواقض وضو وموجبات غسل علے التفصیل والتحدید وتقدیر زکوۃ ودیات وقصص صالحین وطالحین امم ماضیہ سوائے آنچہ در کتاب

است و تفصیل حالات حشر و نشر و وزن اعمال و عبور بلصراط و منازل بہشت و درکات دوزخ و خصوصیات ثواب و عقاب موافق مقدار ہر عمل و بعضے از صفات ذات مقدس الہی مثل ضحک وغیرہ۔ کہ در کتاب نیست۔ (تفسیر عزیزی جلد اول صفحہ ۶۱۹)

نہ تھی۔ آنحضرت ہی کے سمجھانے اور سکھانے سے وہ سمجھ سکتے تھے۔ ایسا ہی خود اس ملحد و زندیق نے جس کی نسبت یہ سوال پیش کیا گیا ہے اپنی تفسیر القرآن کے صفحہ ۸۳ میں کہا۔ اور اس مضمون کی دوسری آیت سورہ جمعہ کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے۔ وہی ذات پاک ہے جس نے ان پڑھ جاہل عربوں کے درمیان انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول کو بھیجا جو اُن کو آیات اللہ تعالیٰ کی پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ہر طرح کی ظاہری و باطنی میل کچیل سے اُن کو پاک کرتا ہے۔ اور کامل صفات والی کتاب یعنے قرآن مجید اور اس کی حکمت یعنے حدیث شریف کی اُن کو تعلیم کرتا ہے۔ اور اِس تفسیر کی بہت سے مقامات صفحہ ۱۱۲ و [illegible] وغیرہ میں حدیث نبوی کو حکمت کہا اور اس کے عمل و قبول کو ایمان و تقوے قرار دیا ہے۔

(۲) ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالے نے تجھپر (کتاب) یعنے قرآن

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (نساء ع ۱۷)

نازل فرمایا۔ اور حکمت (یعنے سنت و حدیث) نازل فرمائی اور تجھے بہت کچھ سکھایا (جو تو صرف نادان ہونے کی وجہ سے نہ جانتا تھا) اور تجھ پر خدا کا بڑا ہی فضل ہے۔

اِس آیت کا ترجمہ اس ملحد نے اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۸۳ میں یہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالے نے تجھ پر کامل صفات والی کتاب یعنے قرآن شریف اور اُس کی حکمت حدیث نازل کی ہے اور تجھ کو ان باتوں کی تعلیم فرمائی ہے کہ جن کا ادراک بلا تعلیم عملی تجھ کو نہیں

ہو سکتا۔ یعنے جب تک کہ جبرئیل ان باتوں کی صورت بنا کر نہ دکھا دیتا تب تک تجھ کو ان باتوں کا پتہ نہ لگ سکتا۔

(۳) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ (نساء ع ۸)

ای الی کتاب اللہ والی رسولہ مادام حیًا وبعد وفاتہ الی سنتہ والرد الی الکتاب والسنۃ واجب (معالم ص ۲۳۶)

ایک[۳] اور آیۃ میں ارشاد ہے۔ اے ایمان والو اللہ تعالےٰ کا اور اس کے رسول کا اور اُن لوگوں کا جو تم (اہل اسلام) میں سے تم پر حکومت کا منصب رکھتے ہیں۔ حکم مانو۔ پھر اگر تم میں اور ان لوگوں میں اختلاف واقع ہو تو اس اختلاف کے فیصلے کے لئے) اللہ اور اس کے رسول (یعنے خدا کی کلام اور حدیث رسول) کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم کو اللہ تعالےٰ۔ اور پچھلے دن پر یقین ہے۔ ایسا ہی تفسیر معالم وغیرہ تفاسیر میں ہے۔

ایک[۴] اور آئت میں ارشاد ہے۔ تیرے رب کی (یعنے ہم کو اپنی) قسم ہے یہ لوگ مومن نہ ہونگے جب تک تجھے اپنے تنازعات میں حاکم نہ بناویں۔ اور پھر جو تو فیصلہ کرے اور حکم دے اس سے اپنے دل میں تنگی نہ پاویں۔ اور مان لیں۔

(۴) فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (نساء ع ۹)

یہ آیت ایسے موقعہ پر نازل ہوئی تھی کہ آپ نے ایک کھیت کے پانی کے متعلق ایک ایسا حکم دیا تھا جس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ صرف آپ کے سینے پر القا ہوا تھا چنانچہ حدیث صحیح بخاری صفحہ ۶۶ اور تفسیر معالم صفحہ ۲۳۷ میں بیان ہوا ہے۔

ایک[۵] اور آیت میں ارشاد ہے۔ ہم نے کوئی

(۵) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (نساء ع ۸) رسول (جن میں آنحضرت بھی داخل ہیں) بجز اس مقصود کے نہیں بھیجا کہ لوگ خدا تعالےٰ کے اذن سے اُنکا حکم مان لیں۔

(۷) وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا (نساء۔ ع ۱۰)

ایک اور آیت میں ہے جس شخص نے رسول کا حکم مانا اُس نے اللہ کا حکم مانا۔ جس نے رسول کے حکم سے مُنہ موڑا تو ہمنے تم کو اُس کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ (یعنے ہم خود اس سے سنبھال لینگے)

اِن دو آیتوں میں صاف ارشاد ہوا کہ آنحضرت صرف پیغام رساں نہیں۔ بلکہ حاکم ہیں جن کی نافرمانبرداری ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ ہم نے کوئی رسول (جنمیں آنحضرت بھی داخل ہیں) نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کو زبان سے تاکہ وہ اپنی زبان اور اپنی کلام سے [illegible] بیان کرے اور اس کو کھول دے۔

(۸) وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمْ (سورہ ابراہیم ع ۱)

(۹) وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (نحل ع ۲۵)

ایک آیت میں ارشاد ہے۔ تیری طرف قرآن ہم نے اس لئے اتارا کہ تو لوگوں کے لئے اُس کے مطابق بیان کرے۔ اور تاکہ وہ فکر و تدبر کریں۔

اِن دو آیتوں میں صاف بیان ہے کہ آپ کا منصب صرف تبلیغ الفاظ قرآن نہیں بلکہ ان الفاظ شرح و تبیین اور تفسیر بھی آپ کا اعلےٰ منصب ہے۔ طرفہ یہ کہ اس امر کا اس ملحد ذ جسکی نسبت سوال پیش کیا گیا ہے خود اپنی تفسیر میں اقبال کیا ہے۔ چنانچہ اسکے صفحہ ۹۷ میں وہ لکھتا ہے کہ اس مقام کی تفسیر و تفصیل قرآن کریم ہی سے یا اُسکی

تفسیر حقانی حدیث نبوی سے تلاش کریں۔ اور صفحہ ۲۱ ۳ میں کہا ہے احادیث نبوی اور آیات خداوندی سب کے سب آپس میں ایک دوسرے کی تبیین و تفسیر و تقویت و تائید کرتی ہیں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ جو لوگ اللہ اور اُسکے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ ان دونو (خدا اور اسکے رسولوں) کو ماننے میں فرق کریں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک کو (اپنے خدا کو) تو مانیں گے (مگر دوسرے فریق) رسولوں کو نہ مانیں گے۔ وہ لوگ پکے کافر ہیں جن کے واسطے ہم نے ذلت کی مار تیار کی ہے۔

(۱۰) اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا (نساء۔ ع ۲۰)

ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ یہ رسول (دین میں) جو کچھ کہتا ہے اُس کو) اپنی خواہش (نفس) سے نہیں کہتا۔ بلکہ (جو کچھ وہ کہتا ہے) وہ وحی ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۱۱) مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (نجم۔ ع ۱)

ان ھو مانطق فی الدین وقیل القرآن وحی یوحی (معالم صـ ۸۵ھ)

ما ینطق بما یأتیکم بہ عن الھوٰی ھوٰی نفسہ (جلالین نظامی صـ ۴۳۵)

ایسا ہی تفسیر معالم التنزیل اور جلالین میں اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

ان دو آیات سے صاف ثابت ہے کہ جو شخص رسول کو یا اُس کے کسی حکم کو نہ مانیگا وہ کافر ہے۔ اور آن حضرت جو دین میں فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے اس ملحد نے جس کی نسبت استفتا پیش ہوا ہے اپنے جوابات سوالات خمسہ میں جو

چھاپ کر اس نے شائع کئے ہیں جواب سوال نمبر۳ میں اِن دو آیتوں کے ایسے معنی بیان کئے ہیں جن میں صاف پایا جاتا ہے کہ آنحضرت کے اِس حکم کا جو حدیث میں وارد ہو۔ مُنکر پکّا کافر ہے۔ وہ لکھتا ہے حدیث اور قرآن کے مقصود میں ذرّہ بھی فرق نہیں ہوتا مطابق آیت یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ الی قولہ ھم الکافرون حقا اور ما ینطق عن الھوے ان ھو الا وحی یوحیٰ پھر حاشیہ میں پہلی آیت کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا۔ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کی کلام اور اس کے رسولوں کی کلام میں فرق کریں ایسا کرنے سے یہ لوگ بڑے پکّے کافر ہو جاتے ہیں۔

ایک[۱۲] اور آیت میں ارشاد ہے۔ رسول جو تم کو دے اور حکم سُنادے وہ لے لو اور جس سے روکے رُک جاؤ۔ معالم وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت مال غنیمت کے حق میں نازل ہوئی۔ مگر اس کا حکم عام ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک امر و نہی کو شامل ہے۔

(۱۲) مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (حشرع ۲) نزل فی اموال الفئے۔ وھو عام فی کل ما امر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونھی عنہ (معالم صـ۹۳ـ۸)

ایک[۱۳] اور آیت میں ارشاد ہے۔ جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ اُن کو کوئی بلا یا دردناک عذاب پہونچے۔

(۱۳) فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (نورع ۸)

ایک[۱۴] اور آیت میں ارشاد ہے کہ مومن مرد یا عورت کی شان نہیں کہ جب خدا اور اُسکا رسول کوئی حکم دیں تو اُن کو اُس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی رہے۔

(۱۴) مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (احزاب ع ۵)

یہ آیت آنحضرت کے اس حکم کی نسبت نازل ہوئی تھی۔ جو آپ نے زینب۔ اور اُس کے بھائی کو دیا تھا۔ کہ زینب کو زید بن حارثہ کے نکاح میں دیا جاوے۔

ایک ۱۵ اور آیت میں ارشاد ہے۔ ہم ان لوگوں پر رحمت کریں گے جو رسول نبی امّی کی حکم برداری کرتے ہیں۔ وہ جن (کی پیشگوئی و بشارت) کو تورات و انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے۔ بُری باتوں سے منع کرتا ہے ستھری چیزیں اُن کے لئے حلال کرتا ہے خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔

(۱۵) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف ع ۱۹)

وقيل المعروف الشريعة والسنة والمنكر ما لا يعرف في شريعة وسنة (معالم ص ۳۶۶)

معالم میں ہے کہ اچھی باتیں شریعت و سنّت ہے۔ اور بُری باتیں وہ ہیں جو شریعت اور سنّت نبوی سے نہ ہوں۔

اِن آیات میں صاف تصریح ہے۔ کہ آنحضرت کو تشریع کا منصب حاصل ہے جو آپ حرام کریں وہ حرام ہے۔ جو حلال کریں وہ حلال ہے۔ اور آپ کے حکم کی اطاعت ایسی ہی واجب ہے جیسے حکم خدا کی۔ اور آپ کے حکم کی نافرمانی ایسی ہی موجب عذاب ہے جیسے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

اس مضمون کی اور آیات بہت ہیں۔ مگر ہم سب کی تفصیل نہیں کر سکتے۔ ا ور ذیل میں ایک دو حدیثیں مضمون آیات کی تائید میں نقل کرتے ہیں:۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنته

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑ جاتا ہوں۔ جو ایک

ورسوله - رواه فی الموطا (مشکوۃ صہ۲۳)
وفی روایة ثقلین لن یتفرقا
حتے یردا علی الحوض وفی روایة
وسنتی وفی روایة وعترتی
والمعنے واحد -

دوسری سے ہرگز جدا نہ ہوگی - جبتک کہ وہ دونو میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہونچیں - ایک کتاب اللہ دوسری میری سنت (یعنے حدیث) ایک روایت میں ہے دوسری میری عترت (اہلبیت) اس سے بھی آپ کی مراد آپ کی سنت ہے - جو اہل بیت کے وسیلہ سے پہونچتی ہے - اور اہلبیت بحکم صاحب البیت ادری بما فیہ یعنے گھر والے اُس چیز کو خوب جانتے ہیں جو گھر میں ہوتی ہے - اس کے اچھے محافظ ہیں -

اِس حدیث میں صاف ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص کتاب اور سنت میں سے ایک کا بھی تمسک چھوڑیگا وہ گمراہ ہوجاویگا -

عن المقدام بن معد یکرب قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم
الا انی اوتیت القراٰن ومثله معه
الا یوشك رجل شبعان علی اریکته
یقول علیکم بهذا القراٰن فما وجدتم
فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم
فیه من حرام فحرموه وان ما حرّم
رسول الله کما حرّم الله الا لایحل
لکم الحمار الاهلی ولا کل ذی ناب
من السباع ولا لقطة معاهد
(مشکوۃ صہ۲۱)

مقدام سے روایت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن رکھو میں قرآن دیا گیا ہوں اور اُس کے ساتھ اس کی مثل قریب ہے کہ ایک آدمی پیٹ بھرا اپنی کھٹیا پر بیٹھا یہ کہے گا - لوگو صرف قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال پاؤ اُسکو حلال سمجھو - اور جو اس میں حرام پاؤ اُسکو حرام سمجھو - حالانکہ جو کچھ رسول نے حرام کیا ہے وہ ویسی ہی ہے جس کو خدا نے حرام کیا سُن رکھو - تمہارے لئے آبادی کی گدھی حلال نہیں - اور نہ ورندی دانت سے

کا

کاٹنے والے اور نہ ذمی کی گری ہوئی چیز۔

وعن ابن مسعود قال لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله فجاءته امرأة فقالت انه بلغني انك لعنت كيت وكيت فقال مالي لا العن من لعن رسول الله صلعم ومن هو في كتاب الله فقالت لقد قرأت ما بين اللوحين فما وجدت فيه ما تقول قال لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه اما قرأت ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا قالت بلى قال فانه قد نهى عنه (مشكوة صفحہ [illegible])

اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ اُنہوں نے گودنے والی اور بال چننے والی اور دانت باریک کروانے والی عورتوں کے حق میں کہا کہ خدا تعالےٰ اُن کو لعنت کرتا ہے ایک عورت آپکے پاس آکر معترض ہوئی تو اُنہوں نے کہا کہ میں کیوں ایسی عورتوں کو لعنت نہ کروں جنکو رسول اللہ نے لعنت کی ہو اور وہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ وہ بولی میں نے تو سارا قرآن پڑھا اسمیں کہیں لعنت نہیں پائی۔ اُسنے کہا کہ اگر تو قرآن پڑھتی تو تو ضرور اسمیں لعنت پاتی۔ تو نے یہ آیت قرآن میں نہیں پڑھی ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔الخ وہ بولی ہاں پائی ہے۔ آپنے کہا پس یہی کتاب اللہ کا حکم ہو کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے منع کیا ہے۔

بالجملہ آیات وحدیث سے بخوبی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف الفاظ قرآن کے پیغام رسان نہ تھے بلکہ شریعت کے احکام کے خود حاکم تھے۔ اور وہ احکام جو خدا کی طرف سے آپنے پہنچائے ہیں قرآن میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی حدیث بھی جو حدیث صحیح سند اور معتبر واسطہ سے کسی کو پہنچ جاے۔ وہ ایک قرآنی حکم اور اُسکی مانند واجب العمل ہو۔ اور اُسکا منکر و مخالف بھی مخالف قرآن ہو۔

ان آیات واحادیث کے مطابق اقوال سلف وخلف علماء وفقہاء اسلام بکثرت کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن ان اقوال کی تفصیل اِس فتوے میں نہیں کر سکتے۔ لہذا اس فتوے میں چند اقوال بطور تمثیل بیان کئے جاتے ہیں۔

ودخل الیه مرة رجل من اهل الکوفة و الحدیث یقرء عنده فقال رجل دعونا عن هذه الاحادیث فزجره الامام زجرًا شدیدًا و قال لولا السنة ما فهم احدنا القرآن (فتوحات مکیہ)

من ردّ حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتاخرون ان کان متواترًا کفرا قول هذا هو الصحیح الا اذا ردّ حدیثا علی وجه الاستخفاف والاستحقار والانکار (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری)

فتوحات مکیہ میں حضرت امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ آپکی مجلس میں جہاں حدیث پڑھی جاتی تھی ایک شخص پہنچکر بولا کہ ان احادیث کو چھوڑو۔ آپنے اُسکو سخت جھڑکا اور فرمایا۔ اگر حدیث نہوتی تو ہم قرآن کو سمجھ نہ سکتے۔

اور شرح فقہ اکبر میں فتاوے خلاصہ سے نقل کیا کہ جو شخص کسی حدیث کو رد کرے اُسکے حق میں بعض مشائخ کا فتوی ہے کہ وہ کافر ہوجاتا ہے اور متاخرین علما نے کہا ہے کہ اگر حدیث متواتر ہو تو اُسکو رد کرنیوالا کافر ہوتا ہے۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں یہی قول صحیح ہے۔ ہاں اگر کسی حدیث غیر متواتر کو بھی حقارت اور حقیقت کی نظر سے رد کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے

یہ اس ملحد کے آنحضرت کو صرف پیغام رسان کہنے اور آپکے احکام سنت وحدیث کو رد کرنے کی وجہ سے اُسکے کفر کا ثبوت ہے۔ اب رہا اسکا تمام اہل حدیث کو جنمیں صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین سب داخل ہیں کافر کہنا اور ان مسائل ہشتگانہ کو جو احادیث صحیحہ سے اور بعض قرآن سے ثابت ہیں کفر قرار دینا اور اپنے مخترعہ مسائل ہشتگانہ کے قرآن سے ثابت ہونے کا دعوی کرنا سو اُسپر مفصل بحث کرنے کی اس فتوی میں گنجایش نہیں ہے۔ اس بحث کے لئے ایک مجلد ضخیم کی ضرورت ہے۔ لہذا بجائے اس تفصیل کے اس اجمال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کہ تمام امت کو جن میں صحابہ وغیرہ سلف صالحین بھی داخل ہیں کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ اور مسائل ہشتگانہ مذکورہ کو (جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں) کفر کہنا بحکم آیات واحادیث مذکورہ بالا کفر ہے۔ اور اس ملحد کا اپنے مسائل کا قرآن سے ثابت کرنا محض کذب ہے۔ وہ مسائل گروہ نیچریہ ومعتزلہ وخارجیہ کے مسائل ہیں ا

اس اجمال کی تائید میں ایک دو اقوال علماء پیش کئے جا سکتے ہیں ۔

آن کل ما فیہ تضلیل الامۃ یکون کفراً (اعلام ابن حجر)

وکذالک نقطع بتکفیر کل قائل قولاً یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ (شرح عقیدہ یافعی)

ابن حجر نے اعلام میں کہا ہے جس قول میں تمام امت کی تکفیر پائی جاوے وہ کفر ہے ۔ شرح عقیدہ یافعی میں ہے ۔ ایسا ہی ہم کو یقین ہے کہ جو شخص ایسی بات کہتا ہے جس میں تمام اُمّت محمدیہ کی تکفیر پائی جاتی ہے ۔ وہ قطعی کافر ہے ۔

وقد اغرب الکیدانی حیث قال والعاشر من المحرمات الاشارۃ بالسبابۃ کاھل الحدیث ای مثل اشارۃ جماعۃ یجمعھم العلم بحدیث رسول علیہ السلام وھذا منہ خطاء عظیم وجرم جسیم منشاءہ الجھل من قواعد الاصول ومراتب الفروع من المنقول لولا حسن الظن و تاویل کلامہ لکان کفرہ صریحا وارتدادہ صحیحا فھل لمؤمن ان یحرم ما ثبت فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کاد ان یکون نقلہ متواترا ویمنع ما علیہ عامۃ العلماء کابرا عن کابر الی ان قال مع انہ یکفی فی موجب تکفیر الکید انی اھانت المحدثین الذین

کیدانی نے اپنے خلاصہ میں نماز میں انگلی شہادۃ اٹھانے کو حرام کہا اور اُسکے ساتھ یہ لفظ کہدیا کہ جیسا اہل حدیث کرتے ہیں تو ملا علی قاری نے اِس قول پر فتوے کفر لگایا اور یہ کہا کہ اگر حسن ظن اور اس کے سبب سے تاویل کی گنجائش نہوتی ۔ تو اس فعل مسنون کو حرام کہنے سے کیدانی پر کفر صریح اور مرتد ہو جانے کا حکم لگایا جاتا ۔ پھر کہا اِس کی تکفیر کے لئے یہی توہین محدثین کافی ہے ۔ جو اس کے قول سے سمجھی جاتی ہے ۔ کہ جیسا اہل حدیث کرتے ہیں ۔

اس فتوے کے اخیر میں آنحضرت کی چند احادیث جو جملہ صحابہ جن میں

هم عمدة ائمة الدين المفهوم من قوله كاهل الحديث (تزيين العبارة لتحسين الاشارة ملا علي قاري)

عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسبوا اصحابي فلو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه (مشكوة ص ۵۴۵)

عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في اصحابي الله الله في اصحابي لا تتخذوهم غرضا من بعدي فمن احبهم فبحبي احبهم ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم ومن اذاهم فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله فيوشك ان ياخذه (مشكوة ص ۵۴۶)

عن ابي هريرة رض ولعن اخر هذه الامة اولها فارتقبوا عند ذلك ريحا حمراء وزلزلة وخسفا ومسخا وقذفا (مشكوة ص ۴۶۲)

اہل بیت بھی داخل ہیں - اور سلف صالحین کی حمائت میں منقول نقل کی جاتی ہیں -

ایک حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو اگر تم (اور لوگ جو صحابہ سے نہ ہو) اُحد کے برابر سونا خرچ کرو تو میرے اصحاب کے ایک سیر اور آدھ سیر کو بھی نہیں پہنچیگا -

ایک اور حدیث میں ہے - میرے اصحاب کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا میرے بعد اُنکو نشانہ نہ بنانا - جو اُن سے محبت کریگا وہ میرا محب ہوگا - جو اُن سے بغض کریگا اُس نے مجھ سے بغض کیا جس نے اُن کو ایذا پہنچائی اُس نے مجھے ایذا پہنچائی جس نے مجھے ایذا پہنچائی اُس نے خدا تعالے کو ایذا پہنچائی -

ایک اور حدیث میں علامات قیامت کو شمار کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اس اُمت کے پچھلے لوگ پہلوں کو لعنت کہیں (یعنے برا کہیں) تو پھر سرخ آندھی اور زلزلہ اور زمین دھس جانے اور صورتوں کے مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے منتظر رہ - ایک اور حدیث میں

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری

کا

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم ان بعدہم قوم یشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یوتمنون وینذرون ولا یفون ویظہر فیہم السمن۔ متفق علیہ۔ وفی روایۃ ثم یفشو الکذب (مشکوۃ ص۵۴۵ وغیرہ)

امت کے بہترین لوگ وہ ہیں۔ جو میرے زمانہ میں ہیں۔ ان کے بعد بہترین خلائق وہ ہیں جو اُن کے قریب ہوں گے۔ ان کے بعد بہتر وہ ہونگے جو اُن کے قریب ہونگے۔ اُن کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی کے لئے بُلائے نہ جائیں گے۔ اور خود بخود گواہی دینگے امانت میں خیانت کریں گے اور امانت دار نہ بنائے جائیں گے۔ اور خدا کی منتیں مانیں گے اور اُن کو پورا نہ کرینگے۔ ان میں موٹاپن ظاہر ہوگا۔ بعض روایات میں ہے۔ ان میں کذب ظاہر ہوگا۔

ان احادیث میں صاف ارشاد ہوا ہے کہ صحابہ اور سلف امت کا ایمان و اخلاص قوی تھا۔ ان کو بُرا کہنا خدا اور رسول کو ایذا پہنچانا ہے۔ اور قرون ثلثہ (زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و زمانہ صحابہ و زمانہ تابعین) کا عام عمدر آمد سراسر خیر اور دین ہے اسکو کفر قرار دینا اپنے کفر کا اقرار کرنا ہے۔ اور قرون ثلثہ کے مخالف کوئی عمل یا اعتقاد دین میں نکالنا سراسر گمراہی ہے۔ خدا تعالے مسلمانوں کو ایسے اعتقادات و مقالات سے بچاوے۔ اور عمل مطابق سنت نصیب کرے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس شخص سے جس کی نسبت سوال کیا گیا ہے۔ اور اس کے جملہ ہم خیال وہم مقال لوگوں سے احتراز اختیار کریں۔ نہ اُن کو سلام مسنون کریں۔ اور نہ جواب سلام دیں۔ اور نہ دعوت مسنونہ میں بلاویں۔ اور نہ اُنکے پیچھے نمازیں اقتدار کریں۔ اور اگر وہ اُنہیں عقائد و مقالات پر مر جائیں تو اُنکا جنازہ نہ پڑہیں۔ ھذا ما اعتقد وبہ احکم واتدین ترجمہ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی کے مطابق میں چکڑالوی کے حق میں حکم شرعی دیتا ہوں اور میں اسکا پابند ہوں۔

حررہ ابو عبید احمد اللہ امرتسری

۱۴۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اصل) الجواب ھو الموفق للصواب (ترجمہ)

اگرچہ ہریک از ہفوات مندرجہ سوالات برائے ظہور خروج قائل از دائرہ صواب دلیلیست واضح۔ وبرائے ثبوت اعراض مدعی از صراط مستقیم حسن اتباع سیدالانبیاء حجتیست ساطع لیکن درباب لزوم کفر و رجوع فسق مراتب متفاوت و درجات مختلف بمدار و چنانچہ تعمیم تکفیر درحق عاملین بسنن نبوی بوجھے کہ گروہ والاشان وجماعت ذوالاحترام صحابہ کرام را شامل گردد انکار صریح وجحود نصوص آیات قرآنی ونصوص رحمانی است زیراکہ شروع عمل بمفہومات اخبار و حکم بفحوائے آثار سیدالابرار ازاں رہط کریم و جماعت باتعظیم خصوصاً خلفائے راشدین وائمہ مہدیین بلاخلاف مخالفے و بدون نزاع منازعے بوجود آمدہ تازمان حال برابر مستمر ومتوارث ماندہ شہرت این امر و کثرت این خبر بحدے نیست کہ شخصے از عقلاء وفردے از علماء یارائے انکار و وسع خلاف درخود بیند وکیف ہو مع ان التواتر من اقوی اسباب

اگرچہ اُس شخص کی ہر ایک بکواس جو سوال میں درج ہے۔اس کی درستی سے خارج ہونے پر روشن دلیل ہے۔اور آنحضرت کی سیدھی راہ کی پیروی سے اُسکے مُنہ پھیرنے پر واضح سند ہے۔لیکن اسکا کافر و فاسق ہونا جو اس کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔مختلف درجے رکھتا ہے۔اسکا عام طور پر عاملین بالحدیث کو کافر کہنا جو گروہ والاشان صحابہ کو بھی شامل ہے۔آیات قرآنی سے صاف انکار کرنا ہے کیونکہ اس بزرگ جماعت خصوصاً خلفائے راشدین و دیگر ائمہ دین کا حدیث نبوی پر عمل کرنا بغیر کسی اختلاف کے وقوع میں آچکا ہے۔اور وہ عمل اس وقت تک مستمر و جاری چلا آیا ہے۔اور تواتر کے ساتھ اُن سے ثابت ہے اس میں کسی عقلمند کو اختلاف و نزاع کی گنجائش نہیں ہے۔اور یہ تواتر اسباب یقین سے بڑا قوی سبب ہے۔اور اصحاب نبوی کو کافر کہنا آیات ذیل سے

الیقین وابین طرق العلم پس رجوع تکفیر باوشاں
ازاول ہذیانش ظاہر۔ وتحقیق جو دازآیات ذیل
باہر۔ والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا
فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا
اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ
ورزق کریم۔ پارہ (۱۰) رکوع (۵)۔
ومالکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ وللہ
میراث السمٰوات والارض ط لا یستوی
منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ط
اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا
من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنٰی ط
واللہ بما تعملون خبیر۔ پارہ (۲۷) رکوع حدید (۱۷)
محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء
علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا
سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا
سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ط
ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی
الانجیل کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ
فاستغلظ فاستوی علی سوقہ
یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار ط
وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحٰت

انکار کرنا ہے۔ (صریح کفر ہے) اللہ تعالےٰ
نے اصحاب کے حق میں فرمایا ہے :۔
وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے
ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جان دی وہ
لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے بخشش
ہے۔ اور عزت والا رزق۔ اور فرمایا
تم کو کیا ہو گیا کہ تم خدا کی راہ میں خرچ
نہیں کرتے۔ حالانکہ زمین و آسمان کی
تمام وراثت خدا ہی کے لئے ہے۔ تم
(سبھی) برابر نہیں ہو۔ جن لوگوں نے
فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا۔ اور وہ مسلمانوں
کو ستانے والے کافروں سے لڑے۔ وہ
اعلےٰ درجہ کے لوگ ہیں اُن کی نسبت جنہوں نے
فتح مکہ کے بعد خرچ کیا۔ اور پیچھے کر لڑے
اور ہر ایک کو خدا تعالےٰ نے اچھا وعدہ دیا
ہے۔ خدا تم سب کے عملوں سے خبردار ہے
اور فرمایا محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ اور جو
اُسکے ساتھ ہیں مخالفین کے مقابلہ میں سخت
زور آور ہیں۔ اور آپس میں بڑے رحم والے
اُن کو تو رکوع اور سجدے کی حالت میں
دیکھتا ہے۔ وہ خدا کے فضل اور اُس کی

منہم مغفرۃ واجراً عظیما۔ پارہ (۲۶) رکوع (۱۲) سورہ فتح۔

وہمچناں سلب رتبہ تعلیم وانکار درجہ تفہیم از جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم باآنکہ حدے از احکام قرآنی وکثیری از خطابات الٰہی ہمچوں تعداد رکعات صلوات وکیفیت ادائے آنہا ونصابہا زکوٰۃ وخصوصیات احکام حج وغیرہ وغیرہ ازاں قبیل است کہ بغیر اعلام سید الانام صورت ظہور نگرفتہ ونہ قائل بوجہے دیگر براں مطلع گشتہ خلاف نص صریح لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ پارہ (۴) رکوع (۱۶)

وموجب لزوم امریست کہ گریزش ازاں متصور نیست ہکذا نسبت سہو وخطا در فہم معانی کلام ملک علام بحضرت سید الاصفیاء والاتقیاء مخالف منطوق محکم الوثوق والنجم اذا ھوٰی ما ضل صاحبکم وما غوٰی۔ وما ینطق عن الھوٰی۔ ان

رضا کے طالب ہیں۔ ان کی علامت اُن کے چہروں پر سجدے کا نشان موجود ہے۔ یہی حال ومثال اُن کی توریت وانجیل میں ہے۔ جیسے کھیتی جو پہلے پٹھا نکالتی پھر اُس کو مضبوط کرتی ہے۔ پھر وہ موٹا ہوجاتا ہے۔ پھر اپنی نالی پر کھڑا ہوجاتا جو کسان کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ خدا اُن سے کافروں کے دلوں کو جلاتا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اُن کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

ایسا ہی اُس شخص کا آنحضرت کے رتبہ تعلیم قرآن وتفہیم معانی قرآن کو مٹانا صریح نصوص قرآن کا خلاف ہے۔ بہتیرے احکام قرآن جیسے رکعتوں کی تعداد اور ادائے نماز کی کیفیت۔ اور زکوٰۃ کی نصاب اور احکام حج کی خصوصیات اس قسم سے ہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے بغیر ظہور پذیر نہ ہوتے اور نہ کوئی ان پر مطلع ہوتا۔ اسی واسطے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے مومنوں پر احسان کیا۔ جبکہ اُن میں سے

ایسا رسول بھیجا جو اُن پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور بیشک تھے پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی میں۔

ایسا ہی اُس شخص کا آنحضرت کی نسبت یہ لکھنا۔ کہ آپ معانی قرآن کے سمجھنے میں غلطی کرتے تھے۔ اِس آیت کا خلاف ہے۔ جس میں ارشاد ہے۔ کہ تمہارا صاحب یعنے (نبی) نہ بھولا ہے۔ اور نہ بہکا۔ وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ جو کہتا ہے

هو الّا وحی یّوحیٰ پارہ (۲۷) ابتدا سورہ والنجم۔

ومثل ذلک انکار الشفاعة فی حق المؤمنین زیرا کہ امرے کہ موجب تفضیح وتعییر کفار ثابت گردد ضروری است کہ مختص بآنہا باشد والا تعییر بداں ہیچ معنے نمیدارد۔ ازیں جہت انکار مسطور محو مضمون آیات ذیل میباشد

قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین ٭ وکنّا نخوض مع الخائضین ٭ وکنا نکذب بیوم الدین ٭ حتّے اتینا الیقین ٭ فما تنفعھم شفاعة الشافعین۔ پارہ (۲۹) سورہ مدثر۔ رکوع (۲)

فما لنا من شافعین ٭ ولا صدیق حمیم ٭ پارہ (۱۹) سورہ شعرآء۔ رکوع (۵)

یومئذ لا تنفع الشفاعة الّا من اذن له الرحمن ورضی له قولاً۔ پارہ (۱۶) طٰہٰ۔ رکوع (۵)

ولسوف یعطیك ربك فترضٰے پارہ ۳۰ سورہ والضحےٰ

وہ وحی ہوتی ہے۔

ایسا ہی اُسکا مومنوں کے حق میں شفاعت سے انکار کرنا اِس آیت سے انکار ہے جسمیں ارشاد ہے کہ کافروں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کی شفاعت ہوگی) ایک اور آیت میں خدا تعا[illegible] کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہمارا کوئی شفیع نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کے شفیع (نبی) ہوں گے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ قیامت کے دن شفاعت کسی کو نفع نہ دیگی بجز اُس شخص کے کہ خدا اُسکے لئے شفاعت کی پروانگی دے۔ اور اس کی بات کو پسند کرے ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ اے رسول خدا تجھ کو اللہ تعالےٰ (شفاعت) عطا کرے گا

-122

وکذلك القدح فی عصمۃ الانبیاء صلوٰۃ
اللہ علیہم اجمعین موجب للامر المذکور عند
علماء المذہب کما یشہد علیہ عبارات الذیل
سئل عن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمہم الی الزنا
ونحوہ الذی یقولہ الحشویۃ فی یوسف علیہ السلام
قال یکفر لانہ شتم لھم واستخفاف بھم عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۱۴۰
اقول ورایت فی کتاب الخراج لابی یوسف ما نصہ
وایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر
باللہ تعالیٰ وبانت امرأتہ منہ فان تاب و
الا قتل وکذلك المرأۃ الا ان اباحنیفۃ قال
لا تقتل المرأۃ وتجبر علی الاسلام [illegible] جلد ۳ صفحہ
وباقی خرافات مثل انکار قصر در سفر وانکار جمع حقیقی
در عرفات ومزدلفہ وانکار وصول ثواب صدقات
باموات وانکار کرامات اولیاء وانکار سوال منکر و
نکیر وانکار حرمت ریشم وزر بر مردان وغیرہ وغیرہ
کہ جملہ آنہا بروایات صحیحہ وآثار معتبرہ ثابت و
محقق است خلاف طریق اہل سنت وجماعت و
مخالف سبیل این گروہ باصلاح وسعادت است کہ
کہ مخالفت شان مورد عتاب بحکم خطاب مستطاب و
من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی

پس تو خوش ہوجائیگا ۔ ایسا اُس شخص کا عصمۃ
انبیاء کو توڑنا موجب کفر ہے ۔ فتاوی عالمگیری
میں لکھا ہے ۔ کہ جو شخص نبی کیطرف بدکاری کو
منسوب کرے وہ کافر ہے ۔ کیونکہ یہ گالی ہے
اور نبی کی توہین ۔ اور شامی میں لکھا ہے
کہ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج میں لکھا
ہے کہ جو شخص رسول کو گالی دے ۔ یا جھوٹا
کہے ۔ یا اُن میں کوئی عیب لگاوے یا اُسکی
شان کو گھٹائے وہ کافر ہوجاتا ہے ۔ اور اُسکی
عورت اس سے جدا ہوجاتی ہے ۔ اگر وہ توبہ
کرے تو بہتر ورنہ احکام اسلام کے حکم سے اور
اُسکی سلطنت میں وہ قتل کیا جائے ۔ ایسا ہی
عورت کی نسبت فتویٰ ہے ۔ مگر امام ابو حنیفہ
فرماتے ہیں کہ اُسکو قتل نہ کیا جائے ۔ بلکہ اُس کو
اسلام پر مجبور کیا جائے ۔ ایسا ہی اسکے باقی
خرافات جیسا سفر میں نماز قصر کرنے سے انکار
اور عرفات ومزدلفہ میں دو نمازوں کو حقیقۃً جمع
کرنے سے انکار ۔ مُردوں کو صدقات پہنچنے
سے انکار اور کرامات اولیاء سے انکار اور
سوال منکر نکیر سے انکار اور مَردوں کے لئے سونا
ریشم پہننے کی حرمت سے انکار ۔ ایسا ہی اسکا

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا پارہ (۵)
پس خلاصہ تقریر ونتیجہ تحریر آنکہ شخص معہود مستوجب لقبے از القاب اہل اسلام ومستحق خطابے از خطابہائے مخصوصہ باہل ایمان نیست ہمچناں اباحت سلام ورد آں ودیگر امور مختصہ اہل ایمان درباره آں مفقود هذا ما عندی فی الباب واللہ اعلم بالصواب +

اور امور سے انکار جو سب کے سب روایات صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ برخلاف طریق اہل سنّت والجماعت اور مخالف طریق مومنین ہے جس پر اس آیت قرآن میں عتاب وارد ہے جسکا مطلب یہ ہے۔ جو شخص رسولوں کا خلاف کرے اور اس راہ پر چلے جو مومنوں کی راہ نہ ہو اُس کو ہم اُدہر ہی پھیرتے ہیں جدہر وہ پھرتا ہے۔ اس کو ہم دوزخ میں داخل کرینگے۔ اور وہ بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ وہ شخص مسلمانوں کے القاب وخطابوں سے جو ایمان والوں کے ساتھ خاص ہیں (جیسے مسلمان مومن اہلسنت وغیرہ) کسی خطاب کا مستحق نہیں ہے۔ اور اُسکو سلام کہنا یا جو اسکے سلام دینا۔ اور اس کے دیگر امور کا جو اہل ایمان کے ساتھ خاص ہیں برتاؤ کرنا نہیں چاہئے۔ یہ میں نے وہ حکم دیا ہے جو میرے خیال میں اسباب میں حق ہے اور خدا تعالے ٹھیک بات کو بہتر جاننے والا ہے۔

الراقم
غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور
الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ تعالے عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور
المجیب مصیب
غلام حسن عفی اللہ عنہ ملتانی

الجواب حق

سید علی زینبی امروہوی عفے اللہ تعالے عنہ

اسمیں کس مسلمانکو تردد ہے کہ شخص مذکور کافر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حاکم ہونا تو قرآن شریف کے صریح لفظوں سے ثابت ہے جیسا اللہ تعالے فرماتا ہے ماکان لمؤمن ولامؤمنۃ اذا قضے اللہ ورسولہ امرا ان تکون لھم الخیرۃ من امرھم حاصل یہ کہ مجیب جواب میں مصیب ہے۔ ابو زہیر غلام رسول حنفی قاسمی امرتسری عفی عنہ۔

اس میں شک نہیں کہ شخص مذکور کے بعض اقوال شرک اور کفر ہیں جیسا قدم عرش اور انکار حدیث متواتر۔ اور توہین سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور بعض عقائد اُسکے ضلالت اور بدعت ماخوذ از یہود وخوارج ومعتزلہ وروافض ہے جس شخص کے ایسے عقائد اور اقوال ہوں وہ از روئے شرع شریف بلاریب کافر ہے۔

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما

جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین [illegible] رسول خدا کو حاکم نہ سمجھے تو ابلیس ملعون ہے کفر میں کس مسلمان کو شک ہوگا ایسے شیطان کو جنازہ پڑھنا عیادت کرنی امام بنانا کوئی شئے درست نہیں لعنۃ اللہ علیہ وعلی اتباعہ وانصارہ واخوانہ وخلانہ تبرھم اللہ تتبیرا وملاء اجوافھم وقبورھم نارا ویرحم اللہ عبدا قال امینا عبد الحق الغزنوی مباہل ومقابل قادیانی +

اسمیں شک نہیں ہے کہ ایسا شخص کافر ہے بلکہ وہ اس لائق ہے کہ اُس سے معاملات اور معاشرت میں مرتدین کی مانند سلوک کیا جاوے۔ اللّٰھم اھدہ والا فخذہ اخذ عزیز مقتدر یا ذا البطش الشدید۔

حررہ الراجی الی رحمۃ اللہ الاعلے ابو الحسن غلام مصطفے الحنفی القاسمی عفی عنہ امرتسری

جو خیالات ومقالات سوال میں درج ہیں موجب ضلالت اور تفریق بین الامۃ ہیں سلف صالحین کو دعاء مغفرت سے یاد کرنا حکم ربانی ہے ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الآیۃ خدا مسلمانوں کو فتنہ وفساد سے محفوظ رکھے۔ خاکسار ابو الوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری۔

دہلی وغیرہ بلاد کے علماء کا فتوے بھی آیا ہوا ہے - مگر اب ان اوراق میں جگہ نہیں ہی وہ آیندہ حصہ کے ساتھ شائع ہوگا

رسالہ نظام وقوف سندیہ پر

ایک سرسری نظر

یہ رسالہ نظام وقوف سندیہ میرے پاس بھی پہنچا تھا۔ میں نے اس کو غیر مستند بدلیل سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کی۔ ایسا ہی اور علماء اور قراء وقت نے اس کو لائق توجہ نہ سمجھا ہوگا۔ اور اسی وجہ سے سکوت اختیار کیا ہوگا۔ مگر مؤلف رسالہ نے اس سکوت کو رضا و تسلیم سمجھ لیا۔ اور اس رسالہ کی اشاعت سے تھوڑی مدت کے بعد ایک سو بیاسی (۱۸۲) اشخاص علماء و قراء وغیرہ کی فہرست جس میں خاکسار کا نام بھی درج تھا شائع کر کے یہ خیال ظاہر کیا کہ ان سب نے رسالہ کو صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ چونکہ اُن کا یہ خیال میرے اعتقاد کے برخلاف تھا لہذا میں نے اس امر کا اظہار واجب سمجھا۔ پھر میں نے قرب وجوار کے علماء ہمارے سے جن کا اس فہرست میں نام درج پایا اُن کا خیال دریافت کیا تو اُن کو بھی اپنا ہم خیال پایا۔ ازانجملہ ایک مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی مقیم امرتسر نے تو اس رسالہ سے اپنا خلاف بذریعہ تحریر ظاہر کیا۔ اور مولوی حافظ عبد المنان صاحب وزیرآبادی نے زبانی خلاف کا اظہار کیا۔

ہمارے تین اشخاص کے اظہار خلاف سے ناظرین اہل علم جو علم اصول فقہ میں نظر رکھتے ہیں یقین کریں گے کہ اکثر سکوتی اجماع جنکے بعض اہل مذاہب مدعی ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور جو امام شافعی نے اور حنفیہ میں سے عیسےٰ بن ابان اور باقلانی نے اجماع سکوتی کو حجت نہیں مانا۔ اور آمدی اور کرخی نے اُس کو ظنی کہا ہے (کما فی مسلم الثبوت) اسمیں حق بجانب اُن کے ہے۔

ذیل میں پہلے اس رسالہ کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ پھر تحریر مولوی عبد الجبار کو

124

نقل کیا جائے گا ۔ پس بگوش توجہ سُننا چاہیئے ۔ کہ اس رسالہ میں شور و غل تو بہت مچایا گیا ہے ۔ مگر اس امر کی کوئی سند پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا تمام صحابہ یا اُن میں سے ایک یا تمام ائمہ سلف وائمہ اربعہ یا اُن میں سے ایک یا تمام قراء ازمنہ سابقہ یا اُن میں سے ایک نے تمام قرآن کی آیات کے خاتمہ پر یا جہاں (ہ) کی علامت ہے وقف کیا ہے ۔

اس کا سارا غل غپاڑہ صرف ایک حدیث ام سلمہ پر مبنی ہے جس کا اوّلاً صحیح ہونا اُس نے ثابت نہیں کیا ۔ اور نہ ہی وہ ثابت ہے ۔ ثانیاً اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل تمام آیات قرآن کی نسبت بیان نہیں ہوا ۔ بلکہ صرف بعض آیات سورہ فاتحہ کی نسبت اُنکا عمل بیان ہوا ہے ۔

پھر اتنے برتے پر یہ شور و غل کمال تعجب کا محل ہے اور اگر اسپر باقی قرآن کا قیاس کیا ہے تو پھر دعوٰے توقیف مردود ہے ۔ اور یہ قیاس ایک امر خلاف قیاس پر ہے [illegible] قرآن کو خدا [illegible] عربی [illegible] جیسے عرب عرباء عربی عبارات پڑھتے ہیں ۔ اسیطرح سے قرآن پڑھا جائے ۔ لہٰذا ہم عربی طریق اور طرز اور ادب کو قرآن کی کسی آیت میں نہیں چھوڑ سکتے ۔ بجز اس آیت یا لفظ آیت کے جس میں صریح نص یا عمل نبوی یا جماعت صحابہ جو اہل لسان تھے ۔ ہم سے طریق عرب کو چھوڑا دی جیسے اوقاف سورہ فاتحہ یا بعض حرکات و رسم خط جو موجودہ طریق عرب کے مخالف ہم کو معلوم ہوئے ہیں ۔ اِن مواضع میں ہم بیشک (بلا تردد) قواعد و طریق عرب کو چھوڑ دینگے باقی تمام محلوں میں عرب عرباء کے پابند رہیں گے ۔ مؤلف رسالہ اوقافِ مجوزہ سجاوندی کو اس نظر سے کہ اُس کا زمانہ متأخر ہے بدعت قرار دیتا ہے ۔ اور یہ نہیں سوچتا ۔ کہ مؤلف رسالہ کا زمانہ سجاوندی سے بھی متأخر ہے ۔ پھر اُس کا ایجاد جسپر نص شاہد نہیں صرف قیاس ہی قیاس ہے کیوں بدعت نہ ہوگا ۔

وہ متبعین عرب عربا کو یہ الزام دیتا ہے کہ وہ منجملہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ ایک صحابی سے بھی سند صحیح یا حسن سے حسب طریق محدثین کسی جگہ وسط آیت میں وقف ثابت نہ کر سکے یہی الزام اُسپر وارد ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور منجملہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ ایک صحابی سے یا منجملہ آئمہ مہرہ لسان عرب یا ائمہ اربعہ یا قرار ازمنہ سابقہ کسی ایک سے بسند صحیح یا حسن حسب قواعد محدثین۔ بلکہ بہ سند ضعیف بھی ثابت نہیں کر سکا کہ آنحضرت یا اصحاب یا ایمۂ سلف نے تمام قرآن میں ہر ایک آیت کے اخیر پر وقف کیا ہے۔ وہ اپنے مطلوب کے ثبوت پر سو روپیہ انعام کا اشتہار دے چکا ہے۔ میں اپنے مطلوب کے ثبوت پر سو سے زیادہ دینے کا وعدہ و اشتہار دیتا ہوں۔

مؤلف رسالہ کی اس جُرأت پر تعجب ہے کہ وہ منکر اوقاف مزعومہ خویش کو منکر قرآن قرار دیتا ہے۔ اور حدیث ارق ورتل سے ناحق لپیٹ کر اپنے مزعوم اوقاف کے مخالف کو درجات جنت سے محروم کرتا ہے۔ اور یہ نہیں سوچتا کہ بحکم ثبت العرش ثم النقش پہلے وہ اپنے مزعوم اوقاف کا ثبوت تو پیش کرے پھر اس دعوے سے زبان کو آلودہ کرے۔

محشی صاحب رسالہ پر اس سے بھی زیادہ تعجب ہے کہ وہ اپنے مزعوم اوقاف کے منکرین (مولوی عبد العزیز صاحب نائب مفتی اور قاضی ایوب صاحب) کو منافق و لامذہب و تارک تقلید ائمہ اربعہ قرار دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ پہلے وہ ان اوقاف مخترعہ چودہویں صدی کا دین و مذہب اسلام یا مذہب ائمہ مجتہدین ہونا تو ثابت کر لیتے اور آب ندیدہ موزہ از پاکشیدہ کو عمل میں نہ لاتے۔ اس رسالہ کے استدلالات بعینہا رسائل مرزا قادیانی اور تفسیر غلام نبی چکڑالوی کے سے استدلالات ہیں۔ میں نے ان استدلالات سے اس تحریر میں اسلئے تعرض نہیں کیا کہ یہ تحریر بحث و تعرض جملہ ادلہ رسالہ کا محل نہیں ہے یہ بحث و تعرض اس وقت رسالہ اشاعۃ السنہ میں ہوگا۔ جبکہ مؤلف رسالہ کا دوسرا بسیط

-125

رسالہ منادی تحقیقات شائع ہوگا۔

مؤلف رسالہ کو مناسب تھا کہ اس بسیط رسالہ کو شائع کرکے یہ مجمل وخلاصہ منظوم موسوم بہ "نظام وقوف سندیہ" مشتہر کرتا اِس منظوم رسالہ کو شائع کرنے کے بعد رسالہ منادی کی اشاعت کا وعدہ دینے میں اُس نے بعینہ مرزا قادیانی کی روش اختیار کی ہے۔ جس نے رسالہ فتح الاسلام شائع کرنے کے بعد توضیح المرام اور ازالہ اوہام کی اشاعت کا وعدہ دیکر نکتہ چینوں کو ایک مدت تک منتظر رکھا تھا۔ لہذا مجھے بھی اس تفصیلی بحث کے لئے اس رسالہ کا انتظار کرنا پڑا۔

نقل تحریر مولوی عبد الجبّار صاحب غزنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِن دنوں میں ایک رسالہ مسمے بہ "نظام وقوف سندیہ" مؤلفہ مولوی غازی الدین صاحب کا میری نظر سے گذرا [illegible] وقت کرنا چاہیے۔ اُس سے متفق الرائے ہے۔ اِس بارہ میں حدیث[1] بھی موجود ہے۔ اور ائمہ قرار سے ابو عمرو بھی اسی کے قائل ہیں۔ اتقان میں ہے قال البیہقی فی الشعب واخرون الافضل الوقف علے رؤس الآیات وان تعلقت بما بعدھا اتباعاً لھدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسنتہ۔ لیکن وہ اوقاف جو وسط آیات میں ہیں ان کو بدعت وباطل وخلاف کتاب وسنت واتفاق صحابہ کرام وائمہ مذاہب کہنا بہت بیجا اور کمال جرأت ہے۔ مؤلف رسالہ نے یہ تو لکھ دیا کہ آیات کے وسط میں وقف کرنا خلاف کتاب وسنت وصحابہ کرام وقرون خیر سے پیش نہیں کیا کل جمیع خرچ ایک روایت ابن ابی الھذیل تابعی کے کہ کانوا یکرھون ان یقرءوا بعض الآیہ ویدعوا بعضھا پیش کیا۔ جس کو اوقاف سے کچھ تعلق نہیں۔ اس

[1] حدیث وہی ہے جو ام سلمہ نے بعض اوقاف سورہ فاتحہ میں مروی ہے جس کی صحت میں کلام ہے اسکے سوا کوئی حدیث دیکھی نہیں جاتی

اثر کا معنے یہ ہے کہ صحابہ کرام آیت کا ایک ٹکڑہ پڑھنا اور باقی کو چھوڑنا مکروہ جانتے تھے۔ مگر یہ کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی۔ اِس واسطے بعض اوقات میں آیت کے ٹکڑے پر بھی اکتفا کرتے تھے۔ اب عاجز اِس امر کو ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و سلف صالحین وسط آیت میں بھی وقف کرتے تھے۔ امام شوکانی فتح القدیر میں ایت ذیل کے تحت میں کہتے ہیں وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ۔ فالذی علیه الاکثر انه مقطوع عما قبله وان الكلام تم عند قوله الا الله وهذا قول ابن عمر وابن عباس وعائشة وعروة بن الزبير بن عبد العزيز وابی الشعثا وابی نهيك وغيرهم وهو مذهب الكسائی والفراء والاخفش وابی عبيد وحكاه ابن جرير الطبری عن مالك واختاره وحكاه الخطابی عن ابن مسعود وابی بن كعب شاید کہ اِس جگہ کوئی معترض اعتراض کرے کہ اِس عبارت میں وقف کا ذکر نہیں بلکہ قطع کا ذکر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین قطع سے وقف مراد رکھتے تھے۔ اتقان میں ہے الوقف والقطع والسكت عبارات يطلقها المتقدمون غالباً مراداً بها الوقف۔ حافظ الوہابیین شیخ الاسلام ابن تیمیہ جسکے حق میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔ بحر محیط بمذاهب سلف هذه الامة وخلفها حمویہ میں لکھتے ہیں وقف اكثر السلف على قوله تعالى وما يعلم تاويله الا الله وهو وقف صحيح۔ اور بعض سلف والراسخون فی العلم پر وقف کرتے ہیں۔ حمویہ میں ہے وهذا التاويل يعلمه الراسخون فی العلم كما نقل ابن عباس ومجاهد ومحمد بن جعفر بن الزبير ومحمد بن اسحاق وابن قتيبة وغيرهم وكلا القولين حق باعتبار قد بسطنا فی موضع اخر وهذا انقل عن ابن عباس هذا وهذا وكلاهما حق اور اتقان میں ہے لائمة القراء مذاهب فی الوقف

والابتداء فنافعٌ کان یراعی محاسنہا بحسب المعنے وابن کثیر وحمزۃ حیث ینقطع النفس وعاصم والکسائی حیث تم الکلام نافع اور ابن کثیر اور عاصم تبع تابعین میں سے ہیں۔ اور حمزہ اتباع تبع تابعین سے ہے۔ اور کسائی اُس کا شاگرد ہے۔ اور ان ایمہ کی قرارت پر پڑہنا باتفاق اہل علم کے جائز ہے۔ امام بغوی معالم میں لکھتے ہیں فذکرت قراءۃ ھؤلاءِ للاتفاق علی جواز القراءۃ بہا جبکہ وقف وسط آیات میں صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔ اور قرار سبعہ جو ائمہ قرارت کے ہیں۔ اُن کی قرارت پر پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔ پس مؤلف رسالہ کے اِس قدر تشدد اور مولوی محمد شبیر صاحب کے اسقدر رنج پر جو مولوی ایوب صاحب قاضی۔ اور مولوی عبد العزیز صاحب پر ظاہر کیا۔ کمال تعجب ہے۔ اللّٰہم اھدِنا لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراطٍ مستقیم

عبد الجبّار بن عبد اللہ الغزنوی عفے اللہ عنہما۔

منشی منظور احمد صاحب کے سوالات متعلقہ زکوٰۃ مندرجہ اخبار وطن لاہور نمبر ۳۴ جلد ۲

کا جواب

یہ سوالات اشاعت سے ایک مدت کے بعد میری نظر سے گذرے۔ پھر ایک مدت کے بعد مجھے اُن کا جواب لکھنے کے لئے وقت ملا۔ اِس لئے جواب دیر میں شائع ہوا۔ منشی صاحب کے مطمح نظر و محل بحث چار امور ہیں۔

امر اوّل۔ زکوٰۃ کی حقیقت و فلاسفی (علت) کیا ہے۔ (۲) اس کے مصرف و مستحق کون لوگ ہیں۔ (۳) اسلامی بیت المال اگر اسکا محصل اور قاسم ہے تو جہاں بیت المال نہو وہاں زکوٰۃ کون لے۔ (۴) اگر یہ ایک قسم کا سرکاری ٹیکس ہے تو جس مُلک ماتحت غیر اسلامی حکومت میں سرکاری ٹیکس مقدار زکوٰۃ عشر و خراج

سے بڑھ کر لیا جاتا ہو وہاں زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے۔

منشی صاحب چاہتے ہیں کہ جواب میں تاریخی و سیاسی پہلو پر نظر رکھی جائے۔

الجواب

جواب امر اوّل - زکوٰۃ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس مال کا جو قدر نصاب کو پہنچ جائے صدقہ ہے جس سے مسلمانوں کا جو دعوے اسلام (اطاعت و استسلام) کرتے ہیں - اور منہ سے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ (یعنے میں خدا تعالے پر ایمان لایا - اور اس کے سب احکام کو میں نے قبول کیا) کہتے ہیں - اس دعوے میں سچا ہونا ظاہر ہو -

اس دعوے کے مطابق نماز پڑھنا - روزہ رکھنا - قرآن کی تلاوت و ذکر کرنا - تو آسان ہے ؎ اگر الحمد خواہی صد بخوانم ✣ مگر صرف ثواب آخرت کی امید پر مال خرچ کرنا جان دینے سے مشکل ہے ؎ گر جاں می طلبی دراں مضائقہ نیست ✣ گر زر مے طلبی سخن درین است

اسی وجہ سے ارشاد ہوا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنے تم ہرگز نیکی کو نہ پاؤ گے اور نیکوکار نہ کہلاؤ گے جب تک کہ پیارے مال سے خرچ نہ کرو گے - اس بیان حقیقت زکوٰۃ سے اُسکی فلاسفی بھی ظاہر ہو گئی - اور علاوہ بر آں اسمیں یہ بھی حکمت و علت ہے کہ مسلمانوں کے اخوان دین جو محتاج ہیں اور وہ بلا اعانت و دوسرے بھائیوں کے آسانی سے زندگی بسر نہیں کر سکتے - ان بھائیوں سے مدد پاویں اور ایک فریق دوسرے سے ہمدردی کرے - اسی نظر سے اس صدقہ کی نسبت ارشاد ہوا ہے توخذ من اغنیاءہم و ترد علے فقراءہم - ترجمہ - زکوٰۃ مسلمان غنیوں سے لیجائے اور اُن کے فقیروں کو دیجائے - ان مقاصد کی تکمیل و تعمیل کے لئے یہ امر ضروری ہے - اور اُسکا بیان کر دینا واجب ہے - کہ مسلمان قدر واجب کو جو کمپلسری (لازمی) کہلاتا ہے ٹھیک حساب سے اپنے مصرف و محل پر صرف کریں - اور اگر وہ اپنی

خواہش کے مطابق جو چاہیں اور جس محل میں چاہیں اوپشنل (اختیاری) طور پر خیرات کرتے رہیں۔ (مثلاً بجائے ایک روپیہ واجبی زکوٰۃ کے ایک ہزار روپیہ کسی ٹون ہال کی تعمیر پر خرچ کردیں) تو وہ اس حکم کی تعمیل کرنے والے اور دعوائے اسلام میں سچے نہ نکلیں گے۔ خواہ اس طور پر وہ تمام جس پر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو صرف کر دیں۔

ایسے لوگوں کی نظیر وہ شخص ہے جو اپنے علمی امتحان میں ایک لازمی مضمون کو چھوڑ دے۔ اور کسی اختیاری مضمون میں بہت سے نمبر حاصل کرے گیا۔ وہ اگزیمنر (ممتحن) سے امید رکھ سکتا ہے کہ وہ اسکو پاس کر دے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

ہاں اگر کوئی متبتّل الی اللہ و مستغنی عما سوی اللہ جو کچھ ہاتھ میں آوے راہ مولیٰ میں صرف کرتا ہے۔ اور اس قدر مال جو وجوب زکوٰۃ کا سبب ہو جمع ہی ہونے دے جیسے حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک دفعہ اپنا سارا مال فی سبیل اللہ صرف کر دیا تھا یا حضرت ابوذر غفاری نے جن کا مال جمع رکھنے کی نسبت یہ خیال تھا ؎ گر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھے کفن کو وہ تمام عمر کچھ بھی جمع [illegible] تو وہ [illegible] ادائے زکوٰۃ کا مورد نہ ہوگا ؎ کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب +

جواب امر دوم و سوم۔ بیان حقیقت زکوٰۃ سے یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ مصرف زکوٰۃ فقراء و مساکین ہیں۔ اور بیت المال صرف محصل و قاسم ہے۔ اس امر کی مزید تشریح آیت ذیل میں ہوئی ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ؀

ترجمہ معہ تشریح۔ زکوٰۃ واجبہ کے مصرف بس یہی آٹھ اقسام ہیں۔ (۱) فقراء و مساکین (یہ دونو لفظ بعض کے نزدیک مترادف ہیں۔ بعض فقیر کو مسکین سے پست حالت قرار دیتے

ہیں۔ بہرحال یہ ایک قسم ہوا۔ (۲) اس زکوٰۃ کے کارکن محصل و قاسم (۳) وہ لوگ جو بظاہر مسلمان ہیں۔ مگر دل سے مذبذب ان کو اس لئے صدقات سے حصّہ دیا جاتا ہے کہ وہ بحکم الانسان عبید الاحسان اسلام میں پختہ ہو جائیں۔ یہاں اس حکم زکوٰۃ کا ایک سیاسی سرو پولیٹیکل پہلو ظاہر ہوتا ہے۔ (۴) وہ لوگ جو کسی کے غلام ہوں اور وہ مالک کو مقرر مال دیکر اپنا آپ چھوڑانا۔ اور آزاد ہونا چاہتے ہوں۔ وہ مال زکوٰۃ سے لیکر اپنے آپ کو چھوڑائیں۔ (۵) وہ لوگ جو کسی کا مالی تاوان اپنے ذمہ لے چکے ہوں۔ مگر از خود ادا نکر سکتے ہوں (۶) مسلمانوں کو ناحق ستانے والوں اور اُن کے ملک یا مذہب میں بیجا دست اندازی کرنے والوں سے لڑنے اور ڈیفنڈ (مدافعت) کرنے والے جوانمرد غازی (یہاں سے ایک اور سیاسی و پولٹیکل پہلو اس حکم کا معلوم ہوتا ہے) (۸) وہ مسافر جو اپنے گھر میں خواہ ہزاروں کا مالک ہو۔ مگر سفر کی حالت میں [illegible] کچھ قرض لے سکتا ہو یا وہ نقد تو پاس رکھتا ہو۔ مگر اس سے کچھ کھانے کو نہ پاتا۔ اور بزبان حال یہ کہتا ہو ؎ شلجم پختہ بہ زنقرۂ خام ✤ اور وہ اس جگہ مال زکوٰۃ ہی کی روٹی یا شلجم پاتا ہو۔ یہ حکم مصارف زکوٰۃ خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جو حکم فرماتا ہے وہ دانائی اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالےٰ کو اپنا خدا مانتا۔ اور اُس کی کلام کو کلام خدا جانتا ہو وہ بے چون وچرا اس کے جملہ احکام کو مان لے۔ گو بعض احکام کے اسرار کو اپنی نارسائی فکر سے نہ پہنچے ؎ بدرو و صاف ترا نیست حکم دم درکش ✤ کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است ✤ اسلام و ایمان کی یہ شان نہیں ہے کہ جس حکم اسلام کی حکمت سمجھ میں نہ آئی اس سے کنارہ کشی اختیار کیجائے۔

ان اصناف ثمانیہ سے چونکہ اکثر قسم اوّل کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس لئے

حدیث منقول سابق توخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم میں صرف مساکین وفقراء کا ذکر ہوا ہے۔ اور باقی اصناف سے سکوت جس سے مقصود حصر نہیں صرف تمثیل ہے۔

اس تشریح سے صاف اور صریح اجازت پائی جاتی ہے کہ جہاں بیت المال نہو وہاں ان مصارف زکوٰۃ سے جس مصرف پر مسلمان چاہیں زکوٰۃ صرف کریں۔ بلکہ بیت المال کے ہوتے بھی اگر وہ کسی مصرف مقرر میں زکوٰۃ خرچ کر دیں گے تو عنداللہ ماخوذ نہ ہونگے بلکہ ماجور ہونگے۔ اور گو وہ حاکم وقت کے محاسبہ واحتساب کے محل ہوں گے۔ مگر آخر حساب بتا دینے اور جواب کافی دیدینے سے وہ بری ہو جائینگے۔ اور جو شخص حساب وجواب میں پورا نہ نکلیگا وہی دارو گیر حکّام کا محل ہوگا۔ اسپر تاریخ اسلام شاہد ہے اور واقعات صدر اوّل ناطق۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت خالد نے اپنے طور پر مال صرف کر دیا تو محصل کی شکایت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو معذور رکھا۔ اور بری کیا۔ اور کارکنوں کو کہا انکم تظلمون خالداً یعنے تم خالد پر ظلم کرتے ہو۔

(۲) ایک اور شخص نے ایک شب لاعلمی سے ایک چور کو صدقہ دیا۔ ایک اور شب میں زانیہ کو دیدیا۔ ایک اور رات غنی کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ بھی ماجور قرار دیا گیا۔

(۳) بعض خواتین صحابہ (غالباً زوجہ ابن مسعودؓ) نے اپنے شوہر اور اسکی اولاد کو مال زکوٰۃ دینا چاہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو جائز رکھا۔

(۴) ایک شخص ابن جمیل نامی نے محصل زکوٰۃ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو ناشکر و مجرم قرار دیا۔

(۵) بعض اقوام نے خلافت صدیقی میں خلیفہ وقت کو زکوٰۃ دینا چھوڑ دیا۔ تو خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اُن پر لشکر کشی کی۔ اور یہ بات فرمائی :-

۲۲۱ -

وَاللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ وقال واللہ لو منعونی عقالا او عناقا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعہا ++

بخدا میں اس سے لڑونگا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کریگا۔ اور آپنے فرمایا بخدا اگر وہ مجھے ایک بکری یا بھیڑ کا بچہ یا ایک رسی دینی سے انکار کریں گے تو اُسپر بھی میں اُن سے لڑونگا۔

مَیں اسوقت سفر میں ہوں میرے پاس بجز قرآن مجید کوئی کتاب حدیث یا تواریخ نہیں اس لئے اصلی عبارات و روایات نقل نہیں کرسکا۔ اور نہ زیادہ بحث تاریخی کا پارٹ (حصّہ) لیا۔

جواب امر چہارم۔ بے شک زکوٰۃ اسلامی نظم ٹکس ہے اسی واسطے فقرو مسکینوں سے نہیں لیا جاتا۔ مگر اس ٹیکس کے مصرف وہی آٹھ اصناف ہیں۔ جن کا سابقاً ذکر ہوا۔ لہٰذا غیر اسلامی حکومت کے وصول کردہ ٹیکس اس کے قایم مقام نہیں ہو سکتے۔ غیر اسلامی حکومت تو ایک طرف رہی کوئی حاکم مسلمان اس ٹیکس کو وصول کرکے کسی اور مصرف میں بجز اصناف ثمانیہ صرف کرنا چاہے۔ مثلاً ٹون ہال میں لگا دے یا میونسپل کمیٹی کی روشنی و صفائی میں صرف کردے۔ اور اس بات کے علم کے ساتھ اور اپنی رضا و اختیار سے زکوٰۃ دینے والوں نے زکوٰۃ دی ہو تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔ بلکہ اُن کے ذمہ رہے گی۔

میں سردست ان جوابات کو کافی سمجھتا ہوں۔ سائل کو ان جوابات میں کہیں جائے سوال و کلام ہو تو وہ پیش کریں۔ دوبارہ قلم اٹھایا جائیگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

منشی منظور احمد صاحب اور عامہ ناظرین سے التماس

منشی صاحب اس باب میں آئندہ کچھ کہنا سُننا چاہیں تو بلاواسطہ اخبار وطن

خاکسار سے خط و کتابت کریں۔

اِن سوالات کے جوابات کسی اور صاحب نے کسی اخبار میں شائع کئے ہوں تو وہ بھی خاکسار سے خط و کتابت کریں۔ اور دوسرے اصحاب مجھے ان جوابات سے اطلاع دیں۔

کوئی صاحب کسی اخبار میں میرے جوابات کے متعلق کچھ لکھیں یا لکھوائیں تو وہ پرچہ اخبار خاکسار کے پاس بھیجدیں۔ اور صاحبِ اخبار سے وعدہ لے لیں کہ وہ جواب الجواب کو جو میری طرف سے نکلے نیز اس اخبار میں شائع کر دیں۔

یہ مضمون اخبار "وطن" میں بھیجا گیا تھا۔ اُس نے وعدہ اشاعت کے ساتھ کئی دن رکھ کر اُس کو واپس کر دیا۔ اور اسلامی خیر خواہی اپنے فرض منصبی ہمعصری۔ ہم وطنی۔ کسی امر کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ (ابو سعید محمد حسین از چک نمبر ۱۲۳ اپر گوگیرہ برانچ۔ نہر چناب)

گھوڑوں کی لاٹری کی نسبت سوال و جواب

یہ وہ لاٹری ہے جسکا ذکر سرورق کے صفحہ (ب) میں ہوا ہے۔ اس کی نسبت بعض علماء نے جو فتوے دیا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:-

حامداً و مصلیاً

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین کثرہم اللہ تعالےٰ اِس صورت میں کہ انگلستان کے چند تاجر بلکہ اپنی دُکان کی گھڑیاں اسطرح فروخت کرتے ہیں کہ جو شخص اُن کی گھڑی کا خریدار بننا چاہے اس کو اوّل اُن کی دُکان کا ایک ٹکٹ مبلغ تین روپیہ پر خریدنا پڑتا ہے۔ پھر وہ اس ٹکٹ پر اپنا نام و نشان لکھکر اُن تاجروں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اس پر وہ تاجر

ایسے ہی اور چار ٹکٹ اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ پس[1] وہ شخص ان ٹکٹوں کو تین تین روپیہ پر اَور چار اشخاص کے پاس بیچ دیتا ہے۔ اور ان بارہ روپیوں میں سے تین روپے اپنے دیئے ہوئے وضع کرکے مبلغ نو روپے اُن تاجروں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ تب وہ تاجر ایک گھڑی جو قیمت[2] میں تقریباً تیس روپیہ کی ہوتی ہے اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اور پہلے خریدار نے جن لوگوں کے پاس ٹکٹ فروخت کئے ہیں اُن میں سے ہر ایک کو اپنے خرید کردہ ٹکٹ پر اپنا نام و نشان لکھ کر ان تاجروں کے پاس بھیج دینا ہوتا ہے۔ جس کے بعد ان تاجروں کی طرف سے ہر ایک کے پاس ایک ایک ٹکٹ کے عوض چار چار ٹکٹ پہنچتے ہیں۔ کہ جن کو بصورت مذکورہ بالا فروخت کرنے اور اُن کی قیمت پہنچانے کے بعد ہر ایک ایک گھڑی کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر اُن سے ٹکٹ خریدنے والوں کی نوبت آجاتی ہے وھلم جرا۔ آیا یہ سودا از روئے شرع محمدی جائز ہے یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر [illegible] دیکھا جاوے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ میں ٹکٹوں کا خریدنا مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ ٹکٹ تو محض گھڑی کے خریداروں کا ایک نشان ہیں۔ اگر ٹکٹوں کا واسطہ درمیان سے ساقط کیا جائے تو اس کی صورت یہی بنے گی۔ کہ پہلا خریدار تین روپے ادا کرکے گھڑی کے خریداروں میں شامل ہوگیا

---

[1] اگر وہ خریدار اُن چار ٹکٹوں کو فروخت نہ کرسکے تو مبلغ لعہ اپنے پاس سے بھیجکر گھڑی حاصل کرسکتا ہے۔ مگر جاننا چاہئے کہ یہ صورت بھی اس سودے کو حد جواز میں داخل نہیں کرسکتی۔ کیونکہ اس پر مضمون بیعتین فی بیعۃ بالکل صادق آتا ہے۔ ابو المظفر +

[2] بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قیمت درست نہیں۔ اب وہ گھڑی [illegible] سے زائد پر فروخت نہیں ہوسکتی۔ ابو المظفر +

لیکن اُسکو گھڑی حاصل ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ چار خریدار اور پیدا کرے - اور یہ ایسی شرط ہے جس کے ساتھ بیع فاسد[1] ہو جائیگی - اور بیع فاسد کا ارتکاب معصیت اور اُسکا فسخ کرنا واجب ہے - خاصکر بیع فاسد بالشرط تو حکم ربوٰا میں داخل ہے - اگرچہ بعد القبض ملک خبیث حاصل ہو جاتا ہے - اور وہ تین روپے جو کہ اپنے فروخت کردہ ٹکٹوں کی قیمت سے وضع کرکے اپنے پاس رکھ لیتا ہے دو حال سے خالی نہیں - یا تو ان کو اُسکا حق السعی قرار دیا جائیگا - یا گھڑی اور ان تین روپیوں کو ملا کر اسکے ادا کردہ تین روپیوں کا بدل ماننا پڑے گا - پس پہلی صورت میں اس کو ان روپیوں کا لینا حلال[2] ہوگا اور دوسری صورت میں تو ربٰو ائے صریح ہے - پس مسلمانوں کو چاہئے کہ تھوڑے سے دنیوی فائدے کی امید پر اپنے آپ کو گرداب معصیت میں نہ ڈالیں وما علینا الا البلاغ

کتبہ العبد الضعیف

ابو المظفر احمد حسن الصیکوالی

[illegible]

بندہ رشید احمد گنگوہی

اقول وباللہ التوفیق

صورت مستفسرہ میں عقد بیع شرعاً درست نہیں اولاً اس لئے کہ حقیقت بیع مبادلۃ المال بالمال بتراضی الطرفین ہے جس کی تکمیل اس وقت متحقق سمجھی جاتی ہے جبکہ تقابض واقع ہو جائے - مگر صورت مبتینہ بالا میں ایک جزو ثمن کا یعنے تین روپیہ یا کم وبیش پہلے ادا کیا جاتا ہے - اور بقیہ دیگر اشخاص سے وصول کرکے بعد وضع مبلغ تین روپیہ ارسال کیا جاتا ہے - لیکن یہ وصول شدہ روپیہ مشارٌ الیہم

[1] اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے - ابو المظفر

[2] حلال تب ہو جبکہ وہ کسی جائز امر میں سعی کرتا اور حق السعی لیتا وہ تو امر ناجائز میں سعی کرتا ہے اور اسی کی اجرت لیتا ہے لہذا وہ اجرت حلال نہیں ہے - اس کی مزید تفصیل خاکسار کی تحریر میں دیکھو جو فتوے کی تائید میں جو صفحہ ۲۴۹ ہے -

بدستور سابق نئے اشخاص سے وصول کرتے ہیں "وھلم جرا" گویا سلسلہ بیع لا متناہی طور پر جاری رہتا ہے۔ اس لئے گو بظاہر پہلا شخص گھڑی حاصل کرکے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ مگر آیندہ سلسلہ کا جاری رہنا اُسی کے عقد کا جزو ہے۔ اِس لئے یہہ خیال درست نہیں ہوگا۔ کہ پہلی بیع کا انعقاد اور اس کی تکمیل کما ینبغی وقوع میں آگئی۔ کیونکہ تقابض کے مفہوم میں آیندہ ہر ایک قسم کے امر متعلقہ عقد بیع کا قطع وفصل داخل ہے۔ جو صورت مستفسرہ میں متصور نہیں ہو سکتا پس جب پہلی بیع کی تکمیل نہیں ہوئی تو آیندہ بیوع کا اس پر مترتب ہونا از قسم "بنار الفاسد علے الفاسد" ہے۔

ثانیاً۔ از روئے حدیث ابن عمر بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لا یحل سلف ولا بیع ولا شرطان فی بیع الخ" ہر ایک قسم کی شرط جو مفہوم بیع اور اس کی تکمیل سے خارج ہو منہی عنہ ہے۔ قال فی اللمعات والتقیید بشرطین وقع اتفاقاً وعادتاً وبالشرط الواحد ایضاً لا نیجوزہ لانہ قد ورد النہی عن بیع و شرط چونکہ علتِ عدمِ حلت بیع مشروط یہ ہے کہ شرط بسا اوقات مفضی الی الغرر والجہالت ہوتی ہے۔ جو منجر الی التنازع ہو کر حکمت شریعت کو باطل کرتی ہے۔ اِس لئے صورت مبینہ بالا میں حکم بفساد بیع معلل بعلت مذکورہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے شخص نے جن لوگوں کے پاس ٹکٹ بیچے ہیں اُنہیں فرداً فرداً ہرگز اس امر کا وثوق نہیں ہو سکتا کہ وہ یقیناً اپنے ٹکٹوں کے بیچنے میں کامیاب ہوں گے۔ بلکہ غالباً یہ احتمال قوی طور پر قایم ہو سکتا ہے کہ ٹکٹ نہ بکیں وھذا نوع من الغرر فے حقہم معہذا الکٹ نہ بکنے کی صورت میں ان کے حق میں ایک گونہ اضرار بھی سمجھا جائیگا۔ وھذا اخلاف ما تقتضیہ القواعد الشرعیۃ اور بعض فتاوے ہندیہ میں یوں لکھا ہے کہ شروط واقع در عقد مقتضی فساد نیست۔ یکہ باطل فی نفسہا است و ذکرش ہمچو عدم است یا صحیح معمول بہا است مگر آنکہ چیزے ازاں

مقتضی وقوع در غرر محصل تردد و عدم علم بحقیقت باشد کہ نزد ایں حال تراضی کہ مناط معاملات شرعیہ است متحقق نشود و عدم صحت نہ بمجرد شرط است۔ بلکہ بنا بر اقتضائے وقوع در بیع غرر منہی عنہ چونکہ صورت مستفسرہ میں غرر واقع ہونے کا پورا پورا احتمال ہے۔ لہذا بیع مذکور شرعاً ہرگز جائز نہیں ہوسکتی۔ یہ احتمال پہلے خریدار کے حق میں بھی بدستور قائم ہے۔

ثالثاً۔ حدیث ابوہریرہ میں واقع ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من باع بیعتین فی بیعۃ فلہ اوکسھما او الربا" اور روایت ابن مسعود میں بھی بلفظ نہی عن صفقتین فی صفقۃ وارد ہے۔ قیل فی تفسیرہ ھو الرجل یبیع البیع فیقول ھو بنسیۃ کذا و بنقد کذا۔ اور فتاوے ہندیہ میں لکھا ہے۔ کہ معنے دو بیعہ دریک بیعہ و دو صفقہ دریک صفقہ ہماں دو شرط دریک بیع است کما تقدم۔ اسلئے صورت مستفسرہ یا تو حسب نہی منہی عنہ ہے۔ یا اس وجہ سے کہ ایک صفقہ میں نہ صرف دو بلکہ لاتناہی صفقات لازم آتے ہیں۔ کیونکہ پہلا شخص ایک گھڑی کے لئے ٹکٹ حاصل کرتا ہے جس کے [illegible] علیحدہ علیحدہ عقد بیع کرتے ہیں۔ گویا پہلے عقد کے ارکان میں دوسرے اشخاص کے ارکان عقود بھی حکماً داخل ہیں۔ کیونکہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو پہلا شخص خریداران ٹکٹ کی پہلی تلاش کریگا۔ اور پھر ٹکٹ حاصل کریگا۔ یا ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد ان کی تلاش کرے گا۔ صورت اول میں صفقتان فی صفقۃ واحدۃ لازم آئے گا۔ اور صورت ثانی میں غرر جو منہی عنہ ہے۔ کیونکہ حسب بیان بالا اس کا تلاش خریداران ٹکٹ میں کامیاب ہونا امر لازم نہیں۔

رابعاً۔ دیگر اشخاص جو پہلے شخص سے ٹکٹ خریدتے ہیں عقد بالجزء بالواسطہ بائع سے کرتے ہیں بعد ازاں بقیہ معاملہ بلاواسطہ بذات خود کرتے ہیں ایسی صورت میں یہ لازم آئیگا کہ پورا عقد بیع بلاواسطہ بائع و مشتری میں واقع نہیں ہوا۔ اسلئے قطع نظر اس امر کے کہ تراضی طرفین جو مناط صحت عقد ہے متیقن نہیں منجر الی الغرر ہے۔

خامساً۔ صورت مبیّنہ میں لازم آتا ہے کہ مفہوم مبادلہ المال بالمال صادق نہ آئے۔ کیونکہ درحقیقت کسی مشتری کو بھی ایک کوڑی دینی لازم نہیں آتی۔ جبکہ پہلا شخص اپنے تین روپیہ فرستادہ وضع کر کے بقیہ ارسال کر دیتا ہے تو گو بائع کو پوری قیمت گھڑی کی ملجاتی ہے۔ مگر مشتری کی گرہ سے کچھ بھی نہیں نکلتا اسلئے مبادلہ المال بالمال کا مفہوم بالکل مفقود ہے۔ اسی طرح دیگر اشخاص کی گرہ سے بھی کچھ نہیں نکلتا۔ بلکہ یہ تو ایک گونہ اپنا بوجھ دوسرے کے سر ڈالنا ہے۔ جو آخر کار کسی ایک کو بلا معاوضہ اٹھانا پڑیگا۔ وھذا اضرار فاحش۔

سادساً۔ وجوہ مذکورہ بالا صورت مبیّنہ کو منہی عنہ قرار دینے کے لئے کافی ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بیّن والحرام بیّن وبینہما مشتبہات والمؤمنون وقافون عند الشبہات یہی وجہ ہے کہ اہل اصول لکھتے ہیں کہ مشتبہات سے اجتناب اولیٰ ہے۔ بالخصوص علماء کو کیونکہ علماء کے حلال کمانے میں عامۂ ناس مشتبہات تک محدود رہتے ہیں۔ اور اگر علماء مشتبہات میں پڑ جائیں تو عامہ ناس حرام اور علماء کے حرام کی صورت میں عامہ ناس حرام کو حلال سمجھ کر کافر ہو جاتے ہیں۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ

کتبہ العبد المفتقر

اصغر علی الروحی

میری سمجھ میں بھی یہ بیع نہیں کوئی عقد جائز نہیں۔ میں اس فتوے کو دیکھنے سے پہلے اس معاملہ کے متعلق ایک اجمالی نوٹ (یادداشت) سرورق کے دوسرے صفحہ میں شائع کر چکا ہوں۔ یہاں ایک بات کہنا ضروری ہے کہ جواب سوال کے پہلے جواب میں مشتری کو ایک حال میں اجیر ٹھہرا کر تین روپیہ کو جو وہ واپس لیتا ہے حق السعی قرار دیکر حلال کہا گیا ہے۔ یہ غلطی ہے جس حالت میں اس جواب اول میں اور دوسرے دو جوابوں میں ... اس بیع کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اسی فعل ناجائز (بیع) میں وہ اجیر بنایا گیا ہے تو پھر اس ناجائز امر کی اجرت یا حق السعی اسکو کیونکر حلال ہو سکتی ہے۔ **عفا** ابو سعید محمد حسین عفا اللہ عنہ

- 132

تفسیر القرآن کا اشتہار

(تیسری بار)

یہ اشتہار دو دفعہ اس سے پہلے شائع ہوا تو بہت سی درخواستیں خریداری تفسیر کی بابت وصول ہوئیں۔ مگر خاکسار ایک اور کام میں (جسکا ذکر اس جلد کے صفحہ ۹۴ میں ہوا ہے) رک گیا۔ اور تفسیر کیا معمولی رسالہ بھی بند ہو گیا تو اس سے شائقین کو مایوسی ہوئی اور ان کا شوق دب گیا۔ اب خدا کے فضل سے رسالہ پھر جاری ہوا ہے تو ان کے شوق کو تازہ کرنے کیلئے سہ بارہ اشتہار جاری کرنا ضروری معلوم ہوا۔

ہر چند اس زمانہ تک تفسیریں بہت لکھی جا چکی ہیں اور اب بھی لکھی جا رہی ہیں۔ مگر ہر شخص کا مذاق و طرز تحقیق جدا گانہ ہوتا ہے۔ اور ایک قسم کا مذاق و طرز تحقیق دوسرے سے مستغنی نہیں کرتا۔ ہماری تفسیر میں امور ذیل کا لحاظ ہو گا جسکا مجموعہ کسی پہلی تفسیر میں نہیں پایا گیا۔

اوّل تفسیر بالماثور یعنی جن آیات قرآن کی آنحضرت و صحابہ و تابعین سے تفسیر منقول ہے انکی تفسیر میں انکے اقوال کو پیش کرنا۔

دوم۔ تطبیق منقول بالمعقول۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو تفسیر ماثور کا عقل اور علوم جدیدہ سے توافق ظاہر کرنا اسطور پر کہ منقول تابع معقول [illegible] تابع ہو۔

سوم۔ پہلے مفسرین کی تفریط کا جبر نقصان یعنے جن مفسرین نے صحیح مرویات کو چھوڑ کر غیر صحیح روایتوں سے قرآن کی تفسیر کر کے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ انکے نقصان کے اسلام سے اٹھانا اور ان غیر صحیح روایات کا ضعف ظاہر کرنا۔

چہارم۔ نئی روشنی والے مفسرین کی افراط کا بیان اور اظہار بطلان یعنے جو اسوقت کے مدعیان تہذیب اخلاق ایمان و اسلام و قرآن کو فلسفہ یورپ کے تابع کر رہے ہیں۔ ان کے فعل و تصرف کو بیان کر کے اسکا بطلان ظاہر کرنا۔

پنجم تعلیمات و بیانات قرآن کا تعلیمات و بیانات موجودہ توریت و انجیل سے مقابلہ و موازنہ کرنا پھر جہاں تخالف ہو وہاں تعلیم و بیان قرآن کو ترجیح دینا اور جہاں توافق ہو وہاں اس امر کا ثبوت بہم پہنچانا کہ اس توافق میں قرآن ان کتابوں کا استاد ہے شاگرد نہیں ہے انکی تصدیق میں محقق ہے مقلد نہیں ہے۔

ششم قرآنی تعلیمات و احکام و اعتقادات کے عقلی اسرار بیان کرنا جس سے ثابت ہو کہ قرآن کی تعلیمات معجزہ ہیں اور وہ تعلیمات قرآن کی منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہیں۔

۲۵۱

ہفتم۔ قرآن کے احکام عملیہ فقہیہ و مسائل اعتقادیہ کا سنت کے مطابق بیان اور اسکے ساتھ مختصر بیان مذاہب مجتہدین اعیان۔

ان امور ہشتگانہ کی مجموعی ہیئت و حیثیت کی نظر سے یہ تفسیر انشاء اللہ تعالےٰ اپنی نظیر آپ ہی ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے کوئی تفسیر جو اس مجموعہ امور کی متضمن و ملتزم ہو دیکھی نہیں جاتی۔

ان امور ہشتگانہ کے علاوہ قرآن کریم کی عربیت و فصاحت و بلاغت وغیرہ اوصاف اور انکے متعلق علوم کا بیان بھی ہوگا۔ مگر نہ ہر جگہ اور ہر ایک آیت کی تفسیر میں۔ بلکہ موقعہ ضرورت و محل اختلاف میں۔

اس مبارک کام کے متعلق اخوان دین و انصار و اعوان سنت سید المرسلین سے یہ مشورہ لیا جاتا ہے کہ اس مضمون تفسیر القرآن کو ہم معمولی رسالہ اشاعۃ السنہ کے کسی حصہ میں درج کریں یا اسکے واسطے رسالہ سے علیحدہ ماہوار اوراق تجویز کریں۔ بصورت تجویز علیحدگی اس تفسیر کے خواہاں و خریداران کون کون احباب ہیں؟ کافی تعداد کی درخواستیں آگئیں تو تفسیر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوگی ورنہ رسالہ ہی کے نصف یا کسی اور حصہ میں اسکی اشاعت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ قیمت کا تصفیہ خریداران کی کثرت و قلت پر موقوف ہے جسقدر خریداران کی کثرت ہوگی اسیقدر قیمت میں تخفیف ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

اور خاصکر علماء وقت سے یہ مشورہ لیا جاتا ہے کہ اس تفسیر کی نسبت وہ اپنی رائے ظاہر کریں انکے نزدیک ایسی تفسیر کی ضرورت ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا یہ ضرورت کسی تفسیر نے پوری کردی ہے یا نہیں اگر کردی ہے تو جو صاحب اس امر کے مدعی ہوں وہ مجھ کو اس تفسیر کا نام بتاویں تاکہ میں اپنے ارادہ کو ملتوی کروں اور تحصیل حاصل کی تکلیف نہ اٹھاؤں اور اگر کسی تفسیر نے یہ ضرورت پوری نہیں کی تو حضرات علماء اور دیگر اشخاص ناظرین کتب عہد قدیم و جدید و نوجوانان انگریزی خوان صاحب حمیت اسلام و ایمان اس تفسیر کے لکھنے میں خاکسار کو مدد دیں۔

حضرات علماء قدیم تفاسیر قیمتاً خواہ عاریتاً بہم پہنچائیں۔ اور مضامین سے مدد دیں۔ ناظرین عہد قدیم و جدید تورات و انجیل کے احکام جو احکام قرآن سے معازنہ کے لائق ہیں ان کتابوں سے نکالکر پیش کریں۔ انگریزی خوان نوجوان سائینس وغیرہ کے وہ مسائل جن کو مخالف قرآن سمجھا جاتا ہے انتخاب کرکے پیش کریں۔ یہ سبھی کام ایک شخص کے ذمہ رہیں گے تو اسکو بہت سی مشکلات پیش آئینگی اور اگر جماعت ملکر یہ کام کریگی تو آسانی ہوگی واللہ الموفق للتحقیق والسداد +

کیا چکڑالویت۔ مرزائیت اور نیچریت وغیرہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں؟

پنجاب و ہندوستان میں نئے فرقے۔ نیچری۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ پیدا ہوئے۔ تو قدیم فرقہ اہلحدیث[1]

[1] اہل حدیث۔ اہل سنت والجماعت کا ایک قدیم فرقہ ہے جیسے حنفی شافعی وغیرہ مذاہب اربعہ ان مذاہب کی پرانی کتابوں میں اس فرقہ کا ذکر موجود ہے۔ پہلی اور دوسری صدی میں تو یہ اہل ظواہر کہلاتے تھے۔ تیسری صدی میں اہل حدیث کے نام سے مشہور ہوئے اسباب میں اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۹ میں ایک مضمون بعنوان "اہل حدیث قدیم ہیں نہ جدید" شائع ہوچکا ہے جس میں اس فرقہ کے قدیم ہونے کا کافی ثبوت دیا گیا ہے۔ اور اس میں ایک نقشہ درج کیا گیا ہے جس میں تیسری صدی سے بارہویں صدی تک کے اعیان اہل حدیث کا ذکر ہے۔ طالب شائق اسکو ملاحظہ کرے +

سے حریفوں نے بیچارہ اہل حدیث کو الزام دینا شروع کیا۔ اور کہا ؎ اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست
وہ کہتے ہیں نیچری مذہب نکلا تو اس مذہب کو انہی لوگوں نے قبول کیا جو اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ اور بانی مذہب سرسید خود بھی اہل حدیث کہلاتا تھا۔

قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو اس کو بھی اہلحدیث کے مولوی حکیم نور الدین بھیردی جمونی۔ اور مولوی احسن امروہی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کہا۔

چکڑالوی مذہب نے مسجد چینیا نوالی لاہور میں جو اہل حدیث کی مسجد ہے جنم لیا ہے۔ اور چٹو و محکم الدین وغیرہ کے (جو اہلحدیث کہلاتے تھے) گود میں نشو و نما پایا۔ اور یہی مسجد بانی مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذاہب مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

اس الزام اور سوال مندرجہ عنوان کے جواب میں ہم بڑے دعوے اور بہت زور سے کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کچھ تو پرانے مبتدعین۔ معتزلہ۔ خوارج وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اور کچھ یورپ کے ملاحدہ سے [illegible] گئے ہیں۔ اور [illegible] مذہب [illegible] لوگوں نے قبول کیا ہے۔ اُن میں درحقیقت ایک شخص بھی اہل حدیث نہ تھا۔ اگر کسی کو اہل حدیث ہونے کا دعوے تھا۔ تو صرف زبانی یا برائے نام تھا۔ جو آخر چھوڑ گیا۔ اور اب چھوڑتا جا رہا ہے۔

مذہب اہل حدیث ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصل اصول پیروی و اتباع اخبار سید المرسلین و آثار سلف صالحین ہے۔ پھر اس کو ایسے مذاہب جن کا اصل اصول صرف رائے اور عقلی ڈھکوسلے ہیں کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

سرسید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات۔ اور ملاحدہ یورپ کے خیالات تھے۔ چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔ تو صرف اس مجبوری اور مصلحت کی وجہ سے کہلایا تھا۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر جیسے متعصب و بیخبر انگریزوں نے اہل حدیث ہندوستان کو وہابی ٹھہرا کر گورنمنٹ کا باغی قرار دیا تھا۔ سرسید نے قومی حمیت کے جوش میں آکر

ڈاکٹر ہنٹر کے رد میں ایک رسالہ لکھا ۔ اور اس میں اہل حدیث کا باغی نہ ہونا بڑے زور سے ثابت کیا ۔ اور خود اہل حدیث ہونے کا مدعی بنکر گورنمنٹ پر ظاہر کیا ۔ کہ اہل حدیث ایسا وفادار فرقہ ہے جس کا ایک ممبر میں بھی ہوں ۔ مگر جب بعض اہل حدیث نے مسائل مخترعہ سر سید کا خلاف مشتہر کیا ۔ اور اس کو مسائل نیچریہ قرار دیا ۔ تو سر سید نے برملا دعوی کیا ۔ کہ میں نیچری ہیرا باپ دادا نیچری وغیرہ وغیرہ ۔

مرزا کے پیرو مولوی جو کسی وقت اہل حدیث کہلاتے تھے وہ بھی برائے نام اہلحدیث کہلاتے تھے ۔ اور درحقیقت وہ ان مسائل اسلام کی وجہ سے (جو مجہول الکنہ ہیں ۔ اور عقل انسانی اُن کے ادراک سے قاصر ہے) حدیث اور قرآن بلکہ اسلام میں شک اور تردد میں تھے ۔ نہ ان کو اس قدر خدا داد علم و فہم تھا جس کی مدد سے وہ ان مسائل کو عقل اور فلاسفہ یورپ کے مطابق کر سکتے ۔ اور نہ مطابق حقیقی مذہب اہل حدیث کے ۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین و سلف صالحین کی تقلید یا اتباع کے عادی رہے تھے ۔ [illegible] گم آن [illegible] کہ دنبال راہی نرفتہ بہ ۔ گم کردہ راہ ۔ اور ڈانواں ڈول تھے ۔ پھر جب اُن کو سر سید مل گئے ۔ تو مسائل مذکورہ اسلامیہ کی تاویل میں وہ اُن کے پیرو ہو گئے ۔ اور جان و مال سے اُن کے انصار بن گئے ۔ پھر جب مرزا پیدا ہوا ۔ اور اُنھوں نے دیکھا کہ عقلی تاویل و تسویل میں وہ سر سید سے بڑھ کر چلتا پُرزا ہے ۔ تو مذہب اہل حدیث کو جس کی طرف بظاہر منسوب تھے خیرباد کہکر مرزائی مذہب میں داخل ہو گئے ۔ اور بجائے اہل حدیث اہل قرآن کہلانے لگ گئے ۔ انہی کے چیلے چانٹے چکڑالوی کے مقلد ہیں ۔ وہ محض جاہل اور کندہ ناتراش ہونے کی وجہ سے برائے نام بھی اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہ تھے ۔ نہ وہ حدیث کا علم رکھتے تھے نہ کسی عقلی علم سے واقف تھے ۔ وہ صرف علمائے اہلحدیث کی صحبت و میل جول و پیروی سے پانچوں سواروں میں داخل ہو کر اہل حدیث کہلانے لگے تھے ۔

-134

اور درحقیقت بحکم العامی لامذهب له یعنی عامی کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ خود کوئی مذہب نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ پہلے علمائے اہل حدیث کے مقلد تھے۔ اور پیچھے کر (جب کہ اُن کی بیباکیوں اور خود سریوں کی وجہ سے اُن کے علماء نے اُن کی سربراہی اور اُن کی دستگیری چھوڑ دی) تو وہ **خاکی شاہ کی کتیا** کی مانند (جو جس کے جوتڑوں کو خاکستر آلودہ دیکھتے اس کے پیچھے ہو چلتے) چکڑالوی کے پیچھے ہو لئے۔ اور وہ بھی مرزائیوں کی طرح اہل قرآن کہلانے لگ گئے۔ اور اہل حدیث ہونے سے صاف منکر ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں کوئی منصف مزاج عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ یہ مذاہب باطلہ عقلیہ تاویلیہ مذہب اثری سلفی اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔

شائد یہاں سوال ہوگا - کہ ہم نے مانا مذاہب نیچری و مرزائی و چکڑالوی مذہب اہل حدیث کی شاخیں نہیں۔ وہ عقلی مذاہب ہیں۔ اور اہل حدیث سلفی و اثری مذہب ہے۔ مگر وہ مذاہب باطلہ ترک تقلید کا نتیجہ تو ضرور ہیں۔ جو لوگ نیچری مرزائی۔ اور چکڑالوی ہو گئے ہیں۔ وہ اگر کسی مذہب حنفی یا شافعی کے مقلد ہوتے تو کبھی نیچری۔ مرزائی۔ چکڑالوی نہ ہوتے۔ اور ترک تقلید کا مسئلہ ہندوستان و پنجاب میں علماء اہل حدیث ہی نے پھیلایا ہے۔ اور عام لوگوں سے جو حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے حنفی مذہب چھوڑ کر لامذہب بنا دیا۔ جب ہی وہ ڈانواں ڈول پھرتے ہیں۔ اور جو نیا مذہب نکلتا ہے اس کے پیچھے خاکی شاہ کی کتیا کی مانند چل پڑتے ہیں۔ بھلا اگر چکڑالوی۔ یا حکم الدین اپنے پُرانے طریق حنفی پر ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ وہ چکڑالوی بنتے اس صورت میں پھر وہ ہی الزام علماء اہل حدیث کی طرف عائد ہوتا ہے ؎

باد صبا این ہمہ آوردہ تست

الجواب

یہ سوال اگرچہ بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت وہم و مغالطہ ہے

اور اوھن من بیت العنکبوت یعنے مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف تر۔

بھلا صاحب اگر چٹو۔ اور محکم الدین کو حنفی مذہب کی تقلید سے ہٹا کر علماء اہل حدیث نے چکڑالوی بنایا ہے۔ تو سراج الحق جمالی یا صابری کو حنفی مذہب اور چشتی مشرب سے کس اہلحدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔ یا منشی احمد جان لدھانوی حنفی نقشبندی کے بیٹے افتخار احمد کو حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔!

اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری وخود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے۔ اور ہندوستان کے ہر شہر وبستی وکوچہ وگلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو۔ اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے۔ میں نے بعض ہندو تعلیم یافتہ کو اپنے کانوں سے یہ کہتے سُنا ہے کہ کیا مذہب سالا کھانے پینے سے کہیں جاتا رہتا ہے۔ اور ان کا یہ عمل بہت لوگوں نے دیکھا ہے کہ اُس جانور کے جن کی اُن کے مذہب میں ممانعت ہے برملا کباب کھاتے ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دیکھو وہ قطعی محرمات کو استعمال میں لاتے ہیں۔ سونا۔ اور ریشم پہنتے ہیں۔ داڑھیاں صفاچٹ کراتے ہیں۔ لبوں کا ایک بال نہیں کٹواتے۔ لباس انگریزی پہنتے ہیں۔ بہت لوگوں کو دیکھا جاتا ہے تو اُن کی صورت سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان یا عیسائی۔ ایک بڑے بھاری تعلیم یافتہ کی ہم کو بسند معتبر چشم دید روایت پہونچی ہے۔ کہ اُس نے ایک گورنر کی دعوت میں خنزیر کا گوشت کھایا۔ اور اور خانساماں کی اطلاع دینے پر بھی اُس سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ کیا یہ آزادی کسی اہل حدیث کی تلقین کا نتیجہ ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اب تو قیامت کا نمونہ مشاہدہ میں آتا ہے۔ کہ ہر شخص اُس امر کا مختار بن رہا ہے جس کا وہ اہل نہیں۔ ہر شخص کا مذہب اُس کی اپنی رائے واجتہاد سراپا الحاد ہے علماء اہل حدیث نے تو کسی کو بھی مذاہب حقہ آئمہ اربعہ سے نہیں ہٹایا۔ اور نہ مطلق تقلید اور

مذہب سے آزاد کیا ہے۔ ہندوستان میں عمل بالحدیث کا بیج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بویا۔ اور اُس کا پودا جمایا۔ اور ان کے ذریات آپ کے خلف الرشید شاہ عبدالعزیز صاحب اور آپ کے پوتے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید۔ اور اُن کے نواسے مولانا محمد اسحاق صاحب نے اس کو پانی دیا۔ اور آپ کے شاگرد رشید حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا مولوی صاحب سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے متواتر آبیاری سے اُس کو پکایا۔ اور بارآور کیا۔ اور تمام ہندوستان میں اس کا پھل تقسیم کیا۔ ان سب حضرات میں سے کسی نے بھی اپنی تقریر یا تحریر میں کسی شخص کو پیروی مذہب خاص سے نہیں ہٹایا۔ اور مطلق تقلید سے مطلق العنان نہیں کیا۔ ان حضرات نے جس تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے وہ دو قسم کی تقلید ہے :۔

ایک تقلید بمقابلہ نص (آیت وحدیث) ہے

دوسری تقلید شخصی کہ [illegible] کا التزام کیا جاتا ہے اور باوجود ضرورت شدید کسی دوسرے مذہب حق کی پیروی کو جائز نہیں سمجھا جاتا۔

اس دو قسم کی تقلید سے بچکر جس مذہب پر منجملہ مذاہب ائمہ اربعہ کوئی چلے اس کو ان حضرات نے نہیں روکا۔ جس کی تفصیل ہم اس مضمون کے نمبر دوم میں کرینگے۔ پھر کسی منصف مزاج کا انصاف اور ایمان اور کانشنس کب اجازت دیتا ہے کہ وہ بعض ازاد منش کے بد مذہب ہو جانے پر علماء اہل حدیث کو الزام دے۔ کہ یہ بد مذہبی تمہارے مسئلہ ترک تقلید کا نتیجہ ہے۔ اور یہ کہے ؎

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

(باقی نمبر دوم مضمون میں)

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر نہم — جلد نوزدہم

بابت جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ مطابق ستمبر ۱۹۰۲ء

شرح قیمت رسالہ

اس رسالہ کی قیمت عموماً مع محصول ۳ سالانہ ہے۔ خاص قیمت (جو روسائے اسلام سے لیجاتی ہے) چوبیس روپیہ جنکی آمدنی للعہ ماہوار سے زیادہ نہیں ان سے ۶ جن کی دس عـ روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ان سے رعایتاً ۳ جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے پر بضاعت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں انکو بلا قیمت دیا جاتا ہے۔

ارسال زر بذریعہ منی آرڈر اور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونا چاہیئے +

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

زمانہ اقامت شملہ میں ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کی قومی خدمات

نمبر اوّل

اڈیٹر اشاعۃ السنہ (خاکسار) وسط اگست میں شملہ پہنچا تو اسکو معلوم ہوا کہ رپورٹ مردم شماری میں بعض جگہ اہل حدیث کے حق میں لفظ وہابی لکھا گیا ہے۔ و از آنجا کہ یہ امر حکم و قرار داد سپریم گورنمنٹ اور تمام لوکل گورنمنٹوں کے برخلاف تھا لہذا خاکسار پہلے صاحب سپرنٹنڈنٹ مردم شماری پنجاب (ایچ اے روز صاحب بہادر) سے ملا۔ اور بذریعہ ایک تحریری درخوست خواستگار ہوا کہ از راہ مہربانی و انصاف پروری اس نک نیم (بدنام) کو رپورٹ میں بدل دیا جائے۔ اس درخواست میں یہ ظاہر کیا کہ اس بُرے لقب کو اپنے حق میں کوئی اہلحدیث استعمال نہیں کرتا۔ اور اپنے آپ وہابی نہیں کہلاتا۔ یہ لفظ کاغذات مردم شماری میں بعض اشخاص فرقہ اہلحدیث کی نسبت درج ہو گیا ہے تو اسکی وجہ دو ہیں۔ **اوّل**۔ سرکاری محرروں کی جو مردم شماری پر مقرر تھے ناواقفی دوسرے

فہرست مطالب نمبر ہذا

(۱) پرانٹ قادیان کی پیشگوئی ۲۱ نومبر سنہ ۹۹ء کا بورا نہ ہونا۔ (اور علمائے ہندوستان پنجاب کی شہادت کہ ہم نے ابو سعید محمد حسین کے حق میں کفر نہیں دیا)۔

(۲) کیا نیچریت رنائیت و چکڑالویت مذہب اہلحدیث کی شاخیں ہیں؟ نمبر دوم

(۳) میری وصیت سے میرے بعض وارثوں کی ناخوشی اور اسکا نتیجہ انکی محرومی۔ (۴) کمیشن یونیورسٹی کی رپورٹ پر اسلامی عام رائے

(۵) شکریہ و شکایت

ایک افسوسناک حادثہ اور اسکے متعلق اہلحدیث کیلئے مشورہ

افسوس! صد افسوس!! ہزار افسوس!!! شیخنا و شیخ الکل شمس العلماء حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے

اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا

اہل محلہ کی جو نام لکھوانے کے وقت محرروں کے ساتھ رہے دشمنی یا ناواقفی۔ صاحب موصوف
نے افسوس کے ساتھ ظاہر کیا کہ لفظ رپورٹ میں چھپ چکا ہے و مع ہذا اس درخواست کو اپنی سفارشی
ریمارک کے ساتھ گورنمنٹ پنجاب میں بھیجدیا۔ پھر یہ خاکسار ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب اور انکے سیکرٹری یو ڈن
کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست مذکور کی نقل اور سرکاری چٹھیات جن میں لفظ وہابی کے استعمال
سے ممانعت کا حکم وارد ہے اور ہزارہا اشخاص اہلحدیث کی شہادات اور تحریرات کو جن میں اس لفظ کے
استعمال سے اہلحدیث پنجاب و ہندوستان نے اپنی نارضی کا اظہار کیا تھا پیش کیا جسپر ہماری دینی مخبر
حضور ہزآنر لفٹنٹ گورنر سر چارلیس ریواز صاحب بہادر نے حکم صادر فرمایا کہ جن کاغذات مردم شماری
میں لفظ ''وہابی'' لکھا گیا ان کو رد کر کے از سر نو کاغذات چھپائے جائیں۔ جسکی وجہ سے تمام اہل حدیث
پنجاب ہز آنر کے دل سے ممنون و شکر گذار ہو گئے ہیں۔

اس حکم گورنری سے خاکسار کو روز صاحب بہادر نے زبانی اطلاع دی تھی پھر اسکی تائید و تصدیق
میں سرکاری چٹھی (گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے) بھی پہنچگئی +

اس کارروائی کے بعد [illegible] ہوا اور بذریعہ
تحریرات بھی انکو متوجہ کیا کہ دوسرے صوبجات ہند میں بھی اس امر کی ہدایت کی جاوے۔ کہ اگر کسی
صوبہ کی رپورٹ میں بجائے اہل حدیث لفظ ''وہابی'' لکھا گیا ہو تو وہاں بھی اسکی تبدیلی و اصلاح عمل
میں آوے۔ صاحب سکرٹری گورنمنٹ ہند نے بھی خاکسار کی زبانی تسلی کی۔ اور اسکی تائید میں
سرکاری چٹھی گورنمنٹ ہند بھی پہنچ گئی +

ذیل میں ان چٹھیات کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:-

ترجمہ چٹھی گورنمنٹ پنجاب

''دفتر سکرٹریٹ۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ لاہور۔
نمبر ۱۱۱۰۔ مورخہ ۱۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء۔

۱۰ رجب سنہ ۱۳۲۰ھ کو اس دار فانی کو چھوڑ کر خلد برین میں جگہ لی۔ اس حادثہ جانکاہ کا افسوس ہندوستان کے جملہ فرقہ ہا اہل اسلام کو ہوا ہے اور ہر کس جناب مرحوم کے لئے دست بدعا ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهِ

بخدمت مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ لاہور۔

جناب من۔

آپکی درخواستین جو آپنے ۸ و ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو بخدمت جناب سکرٹری گورنمنٹ ہند اس مضمون کی ارسال کی ہین کہ پنجاب و دیگر صوبہ جات کی مردم شماری کی رپورٹون مین لفظ "وہابی" کو اہلحدیث سے تبدیل کر دیا جائے پہنچین۔ اور مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ مین آپکو اطلاع دون کہ اس مضمون کے متعلق ضروری ہدایات بنام صاحب سپرنٹنڈنٹ مردم شماری پنجاب بھیج دیگئی ہین۔

حسب الحکم مسٹر جے ٹی سالٹ سپرنٹنڈنٹ ان چارج
فار جوڈیشل اینڈ جنرل سکرٹری گورنمنٹ پنجاب۔"

ترجمہ چٹھی گورنمنٹ ہند

ہوم ڈیپارٹمنٹ شملہ

"نمبر ۲۰۳ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء

منجانب مسٹر اے ولیمز صاحب بہادر ڈپٹی سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا۔

بخدمت مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ لاہور۔

جناب من۔

تین ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء تک جو خط و کتابت آپنے اس بارے مین کی ہے کہ مردم شماری کی رپورٹون مین بجائے لفظ "وہابی" اہلحدیث درج کیا جائے اسکے جواب مین آپکو اطلاع دیجاتی ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مین اس معاملے کی طرف گورنمنٹ پنجاب کو متوجہ کرون چنانچہ اسکی تعمیل مین مینے گورنمنٹ موصوف کو احکام جاری کر دیئے ہین +

آپکا تابعدار۔ اے ولیمز۔
ڈپٹی سکرٹری گورنمنٹ ہند پنجاب۔

وعیذہ من عذاب القبر و من عذاب النار۔ اہلحدیث خصوصاً علماء تلامذہ ممدوح کا فرض ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مسنون آپکے حق مین کیا کرے۔ خاکسار اہلحدیث مختلف صوبجات خصوصاً پنجاب بنگال کو جنہین آنحضرت کے تلامذہ کثرت کے ساتھ ہین مشورہ دیتا ہے کہ وہ ماہ دسمبر ۱۹۰۲ء کے اخیر مین دہلی مین جمع ہون اور حضرت ممدوح کے پسماندگان کی تعزیت کے بعد آپکی جگہہ درس حدیث و فقہ وغیرہ علوم دینیہ کے قائم رکھنے کی تدبیر عمل مین لادین خاکسار سب سے پہلے حاضر ہوگا اور اس امر مین دلی کوشش کریگا۔ آیندہ حضرت

جس صوبۂ ہند کی رپورٹ مین اس ہدایت گورنمنٹ کے خلاف بجائے "اہلحدیث" لفظ "وہابی" درج ہوگیا ہو۔ وہان کے اہلحدیث خاکسار کو جلد اطلاع دین تاکہ اسکی اصلاح تبدیلی مین جلد کوشش کیجائے ⁂

نمبر دوم

خاکسار نے متعدد اخبارون مین دیکھا تھا کہ دربار دہلی مین مسلمانان ہند کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ ایڈریس مبارکباد پیش ہوگا۔ جسپر خاکسار نے بمشورہ بعض اعیان اہلحدیث پنجاب (لاہور۔ امرتسر۔ لودہانہ وغیرہ) و بنگال (آرہ ضلع دربھنگہ وغیرہ) گورنمنٹ پنجاب سے اس مضمون کی درخوست کی کہ ہرچند مختلف اضلاع اور شہرون کے تمام جلسون مین جنمین عام اہل اسلام ہندوستان نے بتقریب تاجپوشی ہز میجسٹی کنگ امپرر مسرت کا اظہار کیا ہے مسلمانان اہلحدیث بہی شامل رہے ہین مگر خاص موقع دربار دہلی مین وہ لوگ خصوصیت کے ساتھ اظہار مسرت چاہتے ہین لہذا اُنکی استدعا ہے کہ اس موقع پر انکو بذریعہ ڈیپوٹیشن ایڈریس پیش کرنیکی اجازت دیجائے اور اگر گنجائش وقت نہو توکم ازکم اس فرقہ کے معزز ممبرون کو اس ڈیپوٹیشن مین شامل کیا جائے جو کل مسلمانون کی طرف سے ایڈریس [illegible] گا

اس درخوست کے جواب مین سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے یادداشت نمبری ۹۳۶ دفتر اشاعۃ السنہ مین موصول ہوئی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تخت نشینی ہز میجسٹی کنگ امپرر کے تقریب پر ہندوستان کے مختلف فرقون کو ایڈریس مبارکباد پیش کرنیکا کئی دفعہ موقع دیا گیا ہے لہذا گورنمنٹ ہند کی تجویز نہین ہے کہ اب دربار دہلی مین کوئی ڈیپوٹیشن ایڈریس پیش کرے۔ ہان فرقہ اہلحدیث معمولی طور پر گورنمنٹ ہند کی خدمت مین مبارکباد کا ایڈریس پیش کرے تو گورنمنٹ ہند کو اسکے قبول کرنے مین عذر نہوگا ⁂ بناءً علیہ بعض اعیان اہلحدیث پنجاب و بنگال کی یہ رائے قرار پائی ہے کہ اہلحدیث مختلف صوبجات ہند کی طرف سے ایک ایڈریس مبارکباد تیار کرکے گورنمنٹ ہند کی خدمت مین پیش کیا جائے لہذا کل صوبجات ہند (پنجاب و بنگال و بمبئی و مدراس و ممالک شمال اودہ و ممالک متوسط) کے جملہ اعیان اہلحدیث سے جو رائے دینے کے لائق ہین اور وہ قوم مین دینی یا دنیاوی امتیاز و خصوصیت رکھتے ہین (مثلاً قوم کے سرگروہ و رہنمائے عالم دین ہین۔ یا رؤسا و تجار و زمیندار مالگذار ہین یا سرکاری عہدہ دار یا اسلامی انجمنون کے رکن یا سرکاری کمیٹیون کے ممبر ہین) اس تجویز تیاری ایڈریس کی نسبت اپنی رائے اور رضامندی کا اظہار کرین تاکہ مسودہ ایڈریس چھاپکر ان حضرات کی خدمات مین دستخطون کے واسطے بھیجا جائے پھر اس مسودہ اور انکے دستخطون کو مطلا کاغذ پر ثبت کرکے گورنمنٹ کی خدمت مین ارسال کیا جائے پس جن صاحبون کو اس تجویز سے اتفاق ہو اور ان کے دستخط اس ایڈریس پر ثبت ہونے ضروری ہون وہ بہت جلد اپنی رائے اور نام ونشان کسی مشہور اخبار مین درج کرا کر اسکا پرچہ ہمارے پاس بھیجدین۔ یا بذریعہ خطوط خاکسار ریزیڈنٹ (قائمقام یا وکیل) اہلحدیث کو اطلاع دین تاکہ ماہ نومبر مین ایڈریس تیار ہوکر گورنمنٹ ہند کی خدمت مین پیش کیا جائے۔ (باقی نمبر سوم وغیرہ)

آئندہ بعد ظہور نتیجہ ⁂

اسلام و اہل اسلام کے متعلق خبریں

حالات کابل۔ آفریدیوں کے متعدد جرگے یکے بعد دیگرے جو پچھلے دنوں کابل میں جاتے رہے ہیں۔ امیر صاحب اُن سے اسقدر متاثر ہوئے ہیں کہ ہز ہائینس نے ایک دو آفریدی رجمنٹیں بھرتی کرنے کا ارادہ کیا ہے غالباً ہز ہائینس ہمارے ہمسایوں کے نیچر سے بخوبی واقف نہیں ہیں بعض جرگے تو محض اس نیت سے کابل کا عزم کرتے ہیں کہ کچھ نقدی اور خلعت وغیرہ امیر صاحب سے حاصل ہوگا کیونکہ دربار کابل سے سرداروں کو عام طور سے زادِراہ اور خلعت دینے کا دستور ہے۔ اور بعض آفریدی سردار ملک خواص خاں کے ایماء سے جاتے ہیں جو جنگ تیراہ کے وقت کابل میں پناہ گزین ہیں غالباً عام طور پر آفریدی کابل کے جنگی ملازمت کو پسند نہ کرینگے۔ جہاں تنخواہ کم اور پنشن کا بھروسہ نہیں ہے۔ وہ انگریزی فوج خصوصاً خیبر رائفلز میں شوق سے بھرتی ہوتے ہیں جہاں تنخواہ اور پنشن کافی اور یقینی ہے۔ ملا سید اکبر جو آجکل امیر صاحب کا وظیفہ خوار ہے

ممکن ہے کہ آفریدیوں کو افغانی ملازمت پر مائل کرے۔ لیکن اکثر صاحب اثر آفریدی سردار اوسکے برخلاف ہیں۔ ملا سید اکبر کی جمیعت میں زیادہ تر اسکے مرید یا سرحدی ڈاکو یا سرحد پار کے سرکش جو کم و بیش ہر ایک سرحدی فرقہ میں پائے جاتے ہیں شامل ہیں! فریدیو میں ملاؤں کا چنداں زور نہیں ہے حتیٰ کہ ملا سید اکبر بھی اونکو موم کے ناک کی طرح جیطرف چاہے نہیں پھیر سکتا ہے۔ جاگی فرقہ کے لوگ جنہوں نے سال گذشتہ میں افغان حکام کے خلاف شتر گردن میں سرکشی اختیار کی تھی اور انگریزی علاقہ میں پناہ گزیں ہوئے تھے اور پھر امیر صاحب کے خطا بخشنے پر اپنے وطن چلے گئے تھے۔ اب پھر بے چینی ظاہر کرنے لگے ہیں۔ امیر صاحب نے حکم دیا ہے کہ ان میں سے بعض شخصوں کو غزنی سے آگے علاقہ ہزارہ میں آباد کیا جائے۔ افغانستان میں باغیوں کو ہوش میں لانے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ انکو اپنے وطن سے جلاوطن کرکے دوسری جگہ آباد کیا جائے

(رفیق ہند)

امیر صاحب نے اپنے والد مرحوم کے لقب محافظ دین کی سالگرہ کا دربار ۱۰ ستمبر کو کابل میں منعقد فرمایا۔

سرحد کوہاٹ سے خبر آئی ہے بالائی کورم میں سرحد پار کے مسلح جاگیوں کے ساتھ مقابلہ خونخوار رہا۔ یہ لوگ کورم کے چراگاہوں پر قابض ہوتے جاتے ہیں۔ فوج کورم ملیشیا نے انکو سرحد سے پار بھگا دیا۔

کاشغر کے سخت زلزلہ سے وہاں کا مشہور رئیس حاکم بیگ مسمی محمود مع بیٹوں دب کر مرگیا۔ (تنا لیف وتجارت)

کابل سے [illegible] خان کی وفات کی خبر آئی ہے۔ اسکو گورنر جلال آباد مقرر کرنے کا ارادہ تھا۔

خوشی کی بات ہے کہ جناب خان بہادر عبدالغفور خاں صاحب آف زیدہ کو بھی دربار دہلی کیلئے چیف کمشنر صوبجات شمال مغربی کی طرف سے دعوت شرکت پہونچی ہے۔

سید پرویز شاہ صاحب بہادر کو علاقہ تحصیل شبقدر میں ۰۰ مربع اراضی گورنمنٹ نے عنایت کی ہے۔ اور لوگوں سے جنکو اراضی دی گئی ہے ۳۰۰ روپیہ فی مربع گورنمنٹ نے نذرانہ لیا ہے مگر جنرل صاحب کو یہ نذرانہ بھی معاف کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہزار روپیہ نقد گورنمنٹ عالیہ نے جنرل موصوف کو عطا کیا ہے گورنمنٹ کی قدردانی اور عزت افزائی پر ہم جنرل صاحب موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں۔

نوشہرہ میں دریائے کابل کا ریلوے پل چند ہفتوں میں بالکل تیار ہو جائیگا۔ گاڈر رکھے جا رہے ہیں۔

خبر ہے کہ امیر صاحب آفریدیوں پر بہت مہربان ہیں اُنکی چند پلٹنیں بھرتی کرنا چاہتے ہیں۔ ([illegible]اج الاخبار)

بغداد کی ریلوے کے لئے فرانسیسی ساہوکاروں سے تاید لینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اب جرمنیوں کا یہ خیال ہے کہ اس مہم میں انگریزی ساہوکاروں سے تایند لیجانی مناسب ہے۔ مگر اون کے آگے جب یہ مقدمہ پیش ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس ریل کا ٹربنس قویت رکھا جائے۔ جسپر ترکیوں کو اعتراض ہے۔ جب تک رقم کثیر کی گنجائش نہ ہو اس ریل کا ترقی کرنا بہت مشکل ہے۔ (تحفہ قیصریہ)

پرافٹ قادیاں کی پیشگوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کا پورا نہونا

(جس شخص کے دماغ میں ایک ذرہ عقل وفہم اور دل میں ایک ذرہ انصاف وایمان ہوگا

وہ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد پرافٹ قادیاں کو راست گو نہ سمجھیگا اور اُس کا معتقد نہ رہے گا)

مرزا غلام احمد پرافٹ (پیشنگو) قادیاں کا تو یہ دعوے ہے کہ اس کی صدہا بلکہ ہزارہا پیشگوئیاں پوری ہوگئی ہیں جنکو اُسکے کم فہم و نادان پیروان نے مان لیا ہے۔ مگر جو لوگ عقل وقلب سلیم وفہم وحواس مستقیم رکھتے ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ اُسکی ایک پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی اور وہ سب کی سب جھوٹی نکلی ہیں۔ ہرچند بعض پیشگوئیاں کاہنوں۔ رمالوں۔ نجومیوں۔ جوتشیوں۔ اٹڑ بوپو کہلانے والوں کی بھی توافق اصول ماخذ یا اتفاق سے پوری ہوجاتی ہیں۔ مگر خدا کی قدرت اور حکمت اور پرافٹ قادیان کی الٹی کرامات کو دیکھو کہ اُسکی پیشگوئیوں میں سے ایک بھی سچی نہیں نکلی۔ اسکی بڑی مشہور پیشگوئیاں تین ہیں عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی۔ پنڈت لیکھرام کے قتل یا خواری کی پیشگوئی اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیاں کی موت کی پیشگوئی جنمیں سے ایک [illegible] جلد ۱۵ و ۱۶ [illegible] کے ناظرین پر مخفی نہیں کہ ان تینوں میں سے ایک بھی مطابق بیان پرافٹ قادیاں کے پوری نہیں ہوئی۔

عبداللہ آتھم اور لیکھرام گو فوت ہوگئے ہیں مگر میعاد پیشگوئی پرافٹ قادیاں کے مخالف نہ اُس کے مطابق (جس میں ناظرین جلد ۱۸ وغیرہ اشاعۃ السنہ کو ذرہ بھر شک نہوگا) اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیاں تو ابتک زندہ رہا اور بچے جنا رہا ہے (جس میں کوئی احمق سے احمق بھی جو آنکھ کان سلامت رکھتا ہوگا ذرہ شک نہ کرے گا۔

اُسی سلسلہ پیشگوئیوں میں پرافٹ قادیاں نے خاکسار کے حق میں تیرہ مہینے کے میعاد کی پیشگوئی عذاب ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کو کی تھی جو جھوٹی نکلی اور پوری نہ ہوئی۔ اور اس کا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا کہ آئندہ اُس کی اس قسم کی پیشگوئیوں کا خاتمہ ہوگیا (جس کی تفصیل ہمارے مضمون "مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا" میں بصفحہ ۹۷ وغیرہ جلد ہذا ہو چکی ہے۔ اس پیشگوئی کے جھوٹی نکلنے اور اس سے

۶

نتیجہ مذکورہ ظاہر ہو جانیکے بعد ہمکو حاجت نہ تھی کہ ہم اس پیشگوئی کے متعلق قلم اُٹھاتے اور اس کا پورا ہونا ثابت کر دکھاتے اگر ظہور اس نتیجہ کے بعد پراف قادیاں اس پیشگوئی کی سچائی کا دم نہ مارتا اور اس کی سچائی بلمعہ دکھانے کے لئے اشتہارات ۳ و ۶ و ۷ جنوری و ۲۷ نومبر ۱۸۹۹ء جاری نہ کرتا۔ مگر کمال افسوس ہے کہ اُس نے بڑی سرگرمی و عرق ریزی سے ان اشتہارات کو مکرر چھپوا کر شائع کیا۔ اور اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا دعوے کرکے مصرع مشہور ؎ چہ دلاور ہست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کا مصداق بنکر دکھا دیا۔ اس پر بھی ہم نے صبر وسکوت اختیار کیا۔ اور اس بیہودہ کارروائی پراف کو لغو و بے اثر سمجھا۔ اور اس وجہ سے عرصہ تین سال (۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۱ء) تک اُن کا نوٹس نہ لیا۔ سال حال (۱۹۰۲ء) میں اسکے اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کی صرف دو باتوں پر (۱) ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو گورنمنٹ سے زمین عطا ہونا وہ ذلت ہے جس کی پیشگوئی اشتہار ۲۱۔ نومبر ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی (۲) مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے ایڈیٹر اشاعۃ السنہ سے اقرار کرالیا تھا کہ وہ آئندہ پراف قادیان کو کافر نہ سمجھے اور اپنے فتوے تکفیر کو منسوخ کردے) رسالہ نمبر ۴ کے صفحہ ۹۶ و ۱۰۰ میں مختصر ریمارک کیا تھا کہ یہ باتیں محض دروغ بے فروغ ہیں۔

ان دنوں ہم نے ایک شخص کو اُسکے بد افعال و بیجا حرکات سے روکا۔ اور محض حسبۃً للہ و نصحاً لخلق اللہ ٹوکا تو اُس نے ہماری نصیحت کے مقابلہ میں پراف کے اشتہارات جنوری ۱۸۹۹ء کو دست آویز بنا کر ہم پر یہ اعتراض کیا کہ وہ زمین جو تم کو عطا ہوئی ہے وہ امام مہدی سے انکار کرنے کے صلہ میں عطا ہوئی ہے۔ لہٰذا اس زمین کی آمدنی تمہارے لئے ناجائز ہے۔ اس شخص کا یہ اعتراض بعینہٖ اس شخص کا سا اعتراض ہے جس کو کسی ناصح مشفق نے کہا تھا کہ بھائی تمہارے آزار ٹخنے سے نیچے ہے۔ اور یہ شرعاً جائز نہیں تو اُس نے اُس کے جواب میں کہا کہ میاں تمہارے باواجی کے نکاح پر جو کھانا کھلایا گیا تھا۔ اس میں نمک کہاں برابر تھا۔

اس شخص کے اس اعتراض سے ہم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا نافہم احمقوں سے خالی نہیں

بلکہ بقول بہلول انا دنیا میں عقلمندوں کی نسبت احمق ہی زیادہ ہیں۔ شاید ان اشتہارات پرافٹ قادیاں نے اور احمقوں کو بھی اس شبہ میں ڈال رکھا اور ان اشتہارات کے مضمون کو سچا بتا کر اس خاکسار کی نسبت بدگمان کر رکھا ہو۔ ان بدگمان احمقوں کی بدگمانی دور کرنے کو (نہ پرافٹ قادیاں سے بحث کا اکھاڑ جمانے کو) ہم ان اشتہارات کی غلط بیانیوں کو ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پرافٹ قادیاں کی وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور سچی نہیں نکلی اس پیشگوئی کو سچا کرنے کے لئے جو اُس نے عمل کیا ہے اس میں مسلمانوں کو دہوکا دیا ہے۔ اور جو کچھ اشتہارات ۳ و ۲۶ و ۷ جنوری و ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں اُس نے کہا ہے اس میں خاکسار پر اور علماء وقت پر اور مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ پر افترا کیا۔ اور بہتان باندہا ہے نہ اس عاجز نے کسی تصنیف یا اشتہار یا مجلس میں اصلی امام مہدی سے انکار کیا ہے۔ نہ اس انکار کے سبب علماء وقت نے میری نسبت کوئی فتوے دیا ہے اور نہ اس انکار کا کوئی صلہ مجھے گورنمنٹ سے ملا ہے۔

غلط بیانی اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے متعلق رسالہ نمبر ۴ جلد ہذا میں ریمارک ہو چکا ہے اشتہارات ۳ و ۲۶ و ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کی غلط بیانیوں کا اظہار اس مضمون میں کیا جاتا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

پس واضح ہو کہ پرافٹ قادیاں کی پیشگوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کا یہ مضمون تھا کہ فلاں فلاں اشخاص (اس خاکسار اور دو اشخاص دیگر ملا محمد بخش مینجر اخبار جعفر زٹلی۔ اور مولوی سید ابو الحسن تبتی) کو تیرہ مہینے میں ذلت کی مار ہو گی۔ جس کے معنے لغت عرب اور ہند کی شہادت اور پرافٹ صاحب کی قدیم بول چال و محاورہ اور عادت کے مطابق یہ سمجھی گئی۔ کہ اس عرصہ میں اس خاکسار اور دوسرے دو اشخاص پر عذاب آئیگا۔ جو قتل کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ عذاب وارد ہے۔ اسکے معنے ترجمہ ہندی شاہ عبد القادر صاحب اور ایک سیالکوٹی مرید قادیانی میں لفظ مار سے کی گئی ہے۔ اور لفظ مار یا عذاب سے قرآن میں بضمن قصہ فرعون آیت یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ میں قتل کے معنے مراد بتائے گئے ہیں۔ اور پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنی

5

بعض پیشگوئیوں میں اس عذاب سے مراد قتل بتائی ہے۔ اِس وجہ سے خاکسار نے اِس پیشگوئی سے قتل مراد سمجھ کر اپنی حفاظت کے لئے لائیسنس ہتھیاروں کی درخواست کی تھی۔ پر افٹ کو جب اس امر کا علم ہوگیا اور اس معنے کی مراد سمجھے جانے کو اُس نے سُن لیا تو اُس نے بخوف عدالت معنے قتل کو ٹلانے کے لئے ذلت کی مار سے مراد یہ قرار دی۔ کہ جیسے ابو سعید محمد حسین کی کوشش سے اُن پر فتوے کفر لگایا گیا ہے۔ ایسا ہی اور اسی کی مانند اُس پر فتوے لگایا جانا اس پیشگوئی سے مراد ہے۔ مگر اُس نے غور فرما کر یہ تو نہ سوچا کہ اگر اس پیشگوئی میں عذاب سے اس قسم کی ذلت مراد ہے تو پھر یہ پیشگوئی دوسرے دو شخصوں (ملا محمد بخش مینجر اخبار جعفر زٹلی اور سید ابو الحسن تبتی) کے حق میں کیونکر پوری ہوگی۔

اِن دونو صاحبوں نے تو اس مضمون کا فتوے پر افٹ قادیاں کے حق میں جاری و مشتہر نہ کیا تھا۔ اور نہ ان دونو کے حق میں پر افٹ قادیاں نے اس مضمون کا فتوے حاصل کر کے اس ذلت کا اُن کو محل بنایا ہے۔ وبایں ہمہ اس معنے ذلت کو پیدا کرنے کے لئے آپ نے خود کوشش کی اور اس قسم کا فتوے کفر حاصل کرنے سے الگ آپ نے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے خیال میں آمد مہدی کی آمد کا منکر قرار دیا۔ اور منکر مہدی کے حق میں ایک استفتا لکھ کر اپنے دو مخلص مریدوں ڈاکٹر اسماعیل خاں ملازم افریقہ۔ اور مرزا خدا بخش ملازم مالیر کوٹلہ کے ہاتھ میں دیا۔ اور اُن کو یہ سمجھایا کہ وہ علماء امرت سر۔ لاہور۔ دہلی کے پاس جاکر خود بدولت پر افٹ صاحب کا نام لے کر اور اُن کے اعتقاد کی حکایت و شکایت کر کے ان کو منکر مہدی بنا کر اُن کے حق میں فتوے حاصل کریں تاکہ اس فتوے کو آپ خاکسار پر جما دیں۔

اُن مخلص مریدوں نے حسب ہدایت پیر ایسا ہی کیا۔ سب سے پہلے مفتی مولوی عبد الحق صاحب غزنوی کے پاس جاکر ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان کیا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات آمد مہدی سے انکار وغیرہ پھیل گئے ہیں۔ میں ان لوگوں کی اصلاح و درستی خیال یا وہاں سے اُن کے اخراج کے لئے یہ استفتا پیش کرتا ہوں۔ آپ

اسکا جواب دیں۔ ایسا ہی اور علماء کے پاس بیان کیا۔ اور منکر مہدی پرافٹ قادیانی کو بنایا۔
اُن حضرات نے بھی مسئول عنہ و محل استفتار اسی پرافٹ کو سمجھا۔ اور اُس پر فتوے کفر وغیرہ لگا دیا۔ جب ڈاکٹر اسماعیل خان وہ فتوے کفر حاصل کرکے پرافٹ کے حضور میں پہونچے تو آپکی درگاہ میں اُن کی بڑی عزت و تحسین ہوئی۔ اور ان کی اس دہوکہ دہی پر صد آفرین کہی گئی۔ جس کے وقوع و ثبوت پر رسالہ موسومہ بہ "مسلمانون کا حلفی بیان" شاہد ہے۔ جو اسلامیہ پریس لاہور میں چھپکر شائع ہوا ہے۔ جنھوں نے وہ رسالہ نہیں دیکھا وہ بارسال ٹکٹ ۲ وہ رسالہ خاکسار سے طلب کر سکتے ہیں۔ اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی وغیرہ علماء کے پاس ڈاکٹر اسمٰعیلخان کا بیان مذکور مولوی عبدالحق کے اشتہار اور اُنکے اور دیگر علماء کے جوابات استشہاد میں جو اس مضمون میں منقول ہونگے نیز پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنے اشتہار ۷ جنوری ۱۸۹۹ء میں شائع کردی ہے۔ کہ علماء اہل افتاء نے وہ فتوے خود بدولت قادیانی کے حق میں دیا ہے۔ خاکسار (ابوسعید محمد حسین) کے حق میں وہ فتوے نہیں دیا۔ اور کہا ہے اگر علماء اہل افتاء کو یہ امر معلوم ہوتا کہ وہ استفتاء ابوسعید محمد حسین کی نسبت کیا گیا ہے تو وہ ہرگز اس کے حق میں فتوے نہ دیتے۔ یہہ بات اصل عبارت اشتہار ۷ جنوری ۱۸۹۹ء سے جو عنقریب منقول ہوگی ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی۔

اِس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ پرافٹ کی پیشگوئی اس بناوٹی معنے سے بھی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ کسی مولوی نے وہ فتوے خاکسار کے حق میں نہیں دیا۔ اور اس عاجز کو منکر مہدی ٹہراکر کافر وغیرہ نہیں کہا۔ جو کچھ کہا وہ بحسب اعتراف خود پرافٹ صاحب کے اُن ہی کو کہا ہے اور اُن ہی کے حق میں (جو اعتقاد آمد مہدی موعود سے منکر ہونے کے برملا مدعی ہیں۔ اور اسپر فخر کرتے ہیں) فتوے دیا ہے۔

اور اگر بالفرض والتقدیر وہ علماء میری کلام میں آمد مہدی سے انکار پاتے اور اس وجہ سے مجھ پر وہ فتوے کفر لگاتے تو پھر بھی چونکہ اس پیشگوئی کا پورا ہونا پرافٹ قادیان کی اپنی کوشش

وتدبیر سے ہوتا۔ اس لئے اس پیشگوئی کا ان بناوٹی معنے سے پورا ہونا ایسا ہوتا جیسا کہ ایک پیر کا اپنی پیشگوئیوں کو خود پورا کرنا یوں مشہور ہے۔ اور وہ رسالہ ردّ قادیانی تالیف مولوی عبد الحکیم صاحب دہرم کوٹی میں مسطور ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو جو اُن کو نذر نیاز نہ دیتے تھے پیشگوئی سناتے کہ اگر تم میری نذر نیاز نہ دوگے تو تمہارا مال چور یا ڈاکو لوٹ کرلے جائیں گے۔ اور پھر وہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے خود چوروں یا ڈاکوؤں کو جو اس کام کے لئے اُنھوں نے مقرر کر رکھے ہیں بھیجتے اور وہ اُن کا مال لوٹ کرلے آتے۔ پھر پیر صاحب فخر سے کہتے کہ تم نے میری پیشگوئی کا پورا ہونا دیکھ لیا۔ تم نے میری نیاز نہ دی تو تمہارا مال لوٹا گیا۔ جس کو کوئی شخص آسمانی پیشگوئی سمجھتا ہے اور نہ آسمانی طور پر اُسکے پورا ہونے کا یقین کرسکتا ہے۔ یہ تو اس پیشگوئی کے سچے نہ نکلنے کا بیان و وجہ ثبوت ہے۔ اب اس کے اشتہارات ثلثہ ۳ - ۶ - ۷۔ جنوری ۱۸۹۹ء کے افترارات وبہتانات کو بیان کیا جاتا ہے جنکو اپنی پیشگوئی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے اُس نے مشتہر کیا ہے۔

اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں پرافٹ قادیان لکھتے ہیں کہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر۔ دجال۔ ملحد رکھا تھا۔ اور اوس نے فتوٰے کفر وغیرہ میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا × × × سو اب یہی فتوٰے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے اُستاد نذیر حسین نے اُسکی نسبت دیدیا یعنے یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور اہل سنت سے خارج ہے۔ اور اس فتوٰے کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علمار پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا۔ اور کافروں سے لڑیگا۔ مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اُس کی خونریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اُتریگا۔ اور اُس نے علمار کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے مین نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ مگر اب میں نے اس قول سے رجوع کرلیا ہے۔ اور اب میں پختہ اعتقاد سے

جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئیگا - اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑیگا - اُس کی تائید کے لئے عیسٰے علیہ السلام آسمان سے اتریں گے - تا دونو ملکر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں یہ اعتقاد اُس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا - جبکہ اُس نے میرے کافر ٹھرانے کے لئے ایک فتوے لکھا تھا - اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اُسکی لڑائیوں سے منکر ہے - لیکن جب اِن دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے پوشیدہ طور پر ۱۴ - اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اُس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جسکے مسلمان منتظر ہیں - اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اُس کے آنے کی خبر ہے - اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی - اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارہ میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے - اور گورنمنٹ کو یہ سُناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں - تب میں نے اُس کے بارہ میں ایک استفتار لکھا اور فتوے لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا - تب مولویوں اور نذیر حسین اس کے اُستاد نے بھی وہ استفتار پڑھ کر اُسیطرح محمد حسین کو کافر اور دجّال ٹھرایا - جیسا کہ مجھے ٹھرایا تھا - اور اُسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے - سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اُس نے جھوٹے فتوؤں سے مجھے ذلیل کیا تھا - سو اس طرح یہ پیشگوئی پوری ہوگئی یہی بات الٹ پھیر کر اُسنے اشتہار جنوری میں بھی ہے اور اشتہار جنوری ۱۸۹۹ء کے شروع میں اس نے کہا ہے "اس بات سے تو ہم کو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبد الجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو جس نے مہدی خونی کے آنے کی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا بوجہ اس کے اس عقیدہ کے ہکو کذاب او مفتری اور دجال اور کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اپنے فتوؤں میں لکھا اور سطر چہ

اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیشگوئی پوری کی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی اور

نیز ان احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں اور اپنے طریق

عمل سے اُن کی صحت پر گواہی دیدی۔ مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا

کہ اُن لوگوں کے یہ فتوے دیانت اور ایمانداری پر مبنی نہیں۔ بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی

اغراض اور تعصبات اور کینہ وری پر مبنی ہیں چنانچہ اُن لوگوں کی یہی کارروائی اُنکے حالات باطنی

پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتاء مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء میں اُن سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ

فتوے طلب کیا گیا تھا کہ اُس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اُس مہدی کے آنے کا

مُنکر ہو جسکی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا۔ اور بذریعہ لڑائیوں

کے دین کو غالب کریگا۔ تو اُن مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند

تو یہی شخص یعنے یہ عاجز (غلام احمد) ہے۔ محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی۔ کہ آؤ اب بھی اس

فتوے کے رو سے اُسکو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں۔ تب فی الفور یہ گندے اور پلید

فتوے لکھ مارے۔ اور اگر اُن کو پہلے سے خبر ہوتی کہ یہ استفتا شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ

کے لئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتوے نہ دیتے۔

پھر اس اشتہار کے صفحہ ۴ میں کہا ہے ”ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشبہ سچا اور صحیح اعتقاد

یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچتی۔ اور جس قدر صحاح ستہ

میں حدیثیں لکھی گئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور اگر جاہل اور بیوقوف اور

خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمانداری اور راست گوئی سے خالی ہیں ایسی مجروح اور

مردود حدیثوں کے رد کرنے والے اور ایسے مہدی کے مُنکر کی نسبت کافر اور دجال اور کذاب اور

مفتری ہونے کا فتوے دیں جیسا کہ نذیر حسین اور عبدالجبار اور رشید احمد اور عبدالحق وغیرہ نے

فتوے دیا۔ تو یہ فتوے محض بددیانتی کی راہ سے ہے“

پھر اُسکے صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ اس فتوے لکھنے کے بعد یہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے

نوٹ۔ ناظرین سطور زیر خط کو ملاحظہ کریں اسمیں پرافٹ قادیاں نے کیسا صریح اقرار کیا ہے کہ وہ فتوے اُسپر لگایا گیا ہے

نہ خاکسار پر۔ +

اِس اقرار لینے اور اُس کو مشتہر کرانے کے بغیر کہ وہ بھی اُسی طرح آمد مہدی کا قائل ہے اُس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں گے تو وہ مولوی خود دجال اور منقر (؟) ہیں۔

خُلاصہ بیان اشتہارات پرافٹ قادیان

ان اشتہارات ثلثہ میں پرافٹ قادیان نے دو مختلف و باہم متناقض بہتان مجھ (خاکسار) پر قائم کیے ہیں۔ اور دو مختلف و متناقض بہتان علماء اہل افتاء پر قایم کیے ہیں۔ خاکسار پر (۱) **ایک بہتان** کہ یہ شخص دل سے ایسے مہدی کے آنے کا (جو انگریزوں وغیرہ سے لڑنے آئیگا) معتقد و قایل ہے۔ اور احادیث متعلقہ مہدی کو جو اُس نے اپنے رسائل میں ضعیف کہا ہے اُس سے رجوع کر چکا ہے۔ اور اس رجوع سے علماء وقت کو اطلاع دے چکا ہے۔ اور اس اعتقاد میں وہ تمام علماء وقت کا ہم عقیدہ و ہم خیال بلکہ اُنکا معلم و سرگروہ ہے۔ اور فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ میں (جو ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء کو اُس نے خفیہ طور پر شائع کی ہے) گورنمنٹ کے سامنے اس اعتقاد سے انکار ظاہر [illegible] جھوٹ اور فریب اور نفاق [illegible] ہے۔ (۲) **دوسرا بہتان** اس کے برخلاف و متناقض یہ کہ یہ شخص دل سے مہدی موعود کے آنے سے منکر ہے۔ اور گورنمنٹ کے پاس اس انکار کے اظہار میں جو فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء میں اس نے کیا ہے) وہ سچا ہے۔ اور گورنمنٹ کا سچا او رمخلص فرمانبردار ہے۔ اُس کی اُس دلی انکار کی وجہ سے علماء وقت نے اُس کو مسلمانوں کے پاس جھوٹ بولنے والا اور منافق قرار دیکر اُسپر کفر کا فتوے لگا دیا ہے۔ **ایسے ہی علماء اہل افتاء پر** پرافٹ قادیان نے دو مختلف و متناقض بہتان قائم کیے ہیں۔ **اوّل** یہ کہ اُنہوں نے اس شخص (خاکسار) کی فہرست مطبوعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء پر اطلاع پائی تو اُس شخص کو منکر مہدی سمجھکر اُسپر فتوے کفر لگا دیا۔ اور اُس کی نسبت تعجب سے کہا۔ کہ یہ شخص منافق ہے۔ ہمارے سامنے مہدی کی آمد کا اعتقاد ظاہر کرتا رہا۔ اور ہم کو یہ عقیدہ سکھاتا رہا

اور در حقیقت یہ مہدی سے منکر ہے۔ اور گورنمنٹ کا خیر خواہ ہے۔ اور آجتک ہم کو دہوکھ دیتا رہا
اور ہمارے ساتھ منافقانہ برتاو کرتا رہا۔

اس بہتان کے ساتھ اور اُسکے متعلق قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ فعل ان مولویوں کا
گو عام لوگوں کے خیال میں دینداری کی وجہ سے ہو۔ مگر درحقیقت یہ انکی بیدینی ہے۔ کیونکہ
مہدی موعود کی بابت جسقدر حدیثیں صحاح ستہ میں لکھی گئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی صحت کو
نہیں پہنچی۔ وہ سب کی سب جرح سے خالی نہیں۔ لہذا منکر مہدی کی نسبت ان کے یہ فتوے
گندے اور ناپاک ہیں جو محض بے دیانتی کی راہ لکھے گئے ہیں۔

دوسرا بہتان۔ بہتان اول کے برخلاف علمار اہل افتا پر یہ کہ ان مولویوں نے وہ
گندے اور ناپاک فتوے محض بدنیتی سے لکھے ہیں۔ اُنہوں نے منکر مہدی مجھ (قادیانی) کو کہا۔
اور اگر وہ یہ سمجھتے کہ یہ فتوے ابو سعید محمد حسین کی نسبت اور اسکے حق میں پوچھا گیا ہے تو وہ ہرگز
فتوے نہ دیتے۔ پھر خاکسار کے حق میں ان کا یہ فتوے نہ دینے کی وجہیں (جو قادیانی نے بیان
کی ہیں) وہ بھی آپس میں متناقض و مخالف ہیں

وجہ اوّل یہ کہ وہ سب مولوی بے دین اور منافق ہیں۔ اس وجہ سے مجھ (قادیانی)
کو منکر مہدی سمجھ کر کافر و خارج از اسلام قرار دے چکے۔ مگر یہی بات (انکار اعتقاد آمد مہدی)
وہ ابو سعید محمد حسین میں پاتے ہیں۔ تو اُسکو کافر و خارج اسلام نہیں سمجھتے۔ اور اس سے میل ملاقات
ترک نہیں کرتے۔

دوسری وجہ اُسکی متناقض یہ کہ وہ محمد حسین کو اعتقاد آمد مہدی کا منکر نہیں جانتے
بلکہ اسکو اپنا ہم عقیدہ و ہم خیال اور اس اعتقاد کا معلم و سرگروہ جانتے ہیں۔ اور اس وجہ سے
اس سے میل ملاقات رکھتے اور اس سے اجتناب نہیں کرتے۔

ان افتراؤں اور بہتانوں کے جواب میں اس سے زیادہ کہنا اور اُسپر خارجی دلائل کی
شہادت پیش کرنا ضروری نہیں۔ کہ قادیاں کے یہ افترا جو مجھ پر کئے ہیں۔ خواہ علماء اہل افتا پر سیکیر

11

متناقض و متخالف ہیں۔ ان میں سے ایک کو سچا اور صحیح مانا جائے تو اس سے دوسرے کا جھوٹ و فتراء ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مثلاً خاکسار کی نسبت جو اول بہتان باندھا گیا ہے کہ یہ شخص دل سے آمد مہدی مذکور کا قائل و معتقد ہے۔ اور اس وجہ سے علمار کا ہم خیال و سرگروہ مانا جاتا ہے۔ اور گورنمنٹ کے پاس آمد مہدی سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کو دہوکھ و فریب دے رہا ہے۔ یہ سچ اور صحیح مانا جائے تو پھر اسکے مخالف دوسرا بہتان کہ وہ دل سے مہدی کا منکر ہے۔ اور اسوجہ سے علمانے اس کو کافر ٹھہرایا ہے صحیح نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مانا جائے چنانچہ قادیانی نے اشتہار ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء میں اس کو یقینی سچ کہا ہے تو اس صورت میں پہلا بہتان کہ یہ شخص (خاکسار) دل سے مہدی کا معتقد ہے۔ اور انکار کرنے سے گورنمنٹ کو دہوکھ دے رہا ہے۔ صحیح نہیں ہوسکتا۔ بحکم عقل اور بشہادت اعتراف قادیانی (جو اشتہار جنوری ۱۸۹۹ء میں اوسنے کیا ہے) مختلف و متناقض دو اعتقاد ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ اور نیز علمار اور دیگر اہل عقل ایک ہی شخص کو ایک ہی امر کا منکر اور قائل ٹھہرا کر [illegible] اہل اسلام کا سرگروہ نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک امر کے اقبال یا انکار میں راستباز بھی اور دہوکھ باز بھی نہیں ٹھہرا سکتے۔ اگر میں علمار کے نزدیک آمد مہدی کے قایل اور انکا معلم اور سرگروہ ہوں تو پھر اُن کے نزدیک کافر نہیں ہوں۔ اور اگر اُن کے نزدیک اب منکر ٹھہر چکا اور اس اعتقاد کی تعلیم و اظہار سے اُن کو دہوکھ دیتا رہا ہوں تو پھر اُن کا ہمخیال و سرگروہ نہیں ہوں اور نیز اس صورت میں اس انکار سے گورنمنٹ کو دہوکھ دینے والا اور منافق نہیں ہوں۔ بلکہ گورنمنٹ کے پاس سچ بولنے والا اور اس کا مخلص وفادار ہوں۔ یہ بات محال اور بحکم عقل ناممکن ہے کہ میں عقیدہ آمد مہدی کے اقرار و اظہار میں سچا ہو کر علمار کا سرگروہ بھی بنا ہوں اور اسمیں جھوٹا ہو کر اُن کے نزدیک کافر بھی ہوں۔ ایسا ہی یہ ناممکن ہے کہ اس اعتقاد سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کا سچا تابعدار و فادار بھی ہوں اور اسکو دہوکھ دینے والا اور منافق بھی ہوں۔

ایسا ہی جو پرافٹ قادیاں نے اہل افتار کی نسبت جو اوّل بہتان باندہا ہے کہ اُنہوں نے فہرست ۱۴ - اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اُس شخص (خاکسار) کا اعتقاد آمد مہدی سے انکار دیکھکر سابق اظہار اعتقاد آمد مہدی میں منافق قرار دیا - اور مجھ پر فتوے کفر لگایا صحیح اور سچا تسلیم کیا جائے تو پھر اُسکے برخلاف ان پر یہ دوسرا الزام صحیح نہیں ہے - کہ اُنہوں نے وہ فتوے اس شخص (خاکسار) پر نہیں لگایا - بلکہ قادیانی کو منکر سمجھ کر اُسپر فتوے لگایا ہے - اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مان لیا جائے تو پھر پہلا بہتان کہ اُنہوں نے اس (خاکسار) پر فتوے کفر لگا دیا ہے صحیح نہیں ہوتا - یہ دو باتیں بھی عقلاً محال ہیں - اور جمع نہیں ہو سکتیں کہ ان علماء نے خاکسار پر فتوے کفر لگا بھی دیا ہے - اور نہ بھی لگایا ہو -

ایسے ہی اس فتوے کے نہ لگانیکی دونو وجہیں باہم متناقض و متخالف ہیں - اگر اوّل وجہ صحیح تسلیم کی جائے کہ وہ علماء بد دیانت و بددین ہیں اس خاکسار کو منکر مہدی جانکر [illegible] کفر نہیں لگاتے تو اس سے دوسری وجہ غلط ثابت ہوتی ہے کہ وہ علماء اس خاکسار کو منکر مہدی نہیں جانتے - اِس وجہ سے وہ فتوے کفر نہیں لگاتے - اور اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے پہلی وجہ ردّ ہو جاتی ہے -

یہ اختلاف بیان پرافٹ قادیان اُس کے بہتان ہونے پر کافی دلیل ہے اور اُن پر خارجی شہادت کی کچھ ضرورت باقی نظر نہیں آتی - تاہم دلائل و شواہد خارجیہ سے اس کا بہتان ہونا ثابت کیا جاتا ہے -

خاکسار نے ان علماء اہل افتار سے استفتا کیا کہ جو فتوے آپ لوگوں نے منکر مہدی کے حق میں دیا ہے کیا - وہ خاکسار کے حق میں دیا ہے - اور کیا خاکسار کی کسی کلام میں آپ نے آمد مہدی موعود سے انکار پایا ہے یا نہیں - تو اُنہوں نے صاف یہ جواب دیا اور فتوے لکھدیا کہ وہ فتوے ہم نے تمہارے حق میں نہیں دیا - کیونکہ تمہاری کسی کلام

میں ہم نے آمد مہدی سے انکار نہیں پایا۔ بلکہ وہ فتوے قادیانی کے حق میں دیا ہے جسکے رسایل و تصنیفات میں جابجا آمد مہدی موعود سے صریح انکار پایا جاتا ہے۔

اس استفتاء کے ساتھ میں نے اُن علماء سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اس انکار کے برخلاف میں نے آپ لوگوں کے سامنے آمد مہدی کے اعتقاد کا اظہار و اقرار بھی کیا ہی تو اُس کے جواب میں بھی اُنہوں نے صاف فرمایا کہ تم نے آمد مہدی کے متعلق کبھی اعتقاد کا اظہار بھی ہمارے سامنے نہیں کیا۔ اور کہا کہ مہدی کے متعلق نفیاً یا اثباتاً ہمارے سامنے کبھی تم نے کہیں کچھ نہیں کہا۔ ذیل میں ان علماء کے جوابات بعینہ نقل کئے جاتے ہیں :۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

حضرات علماء وقت سے استفسار و استشہاد

جن علماء نے اہلِ حدیث منکرِ مہدی موعود کی نسبت فتوے کفر وغیرہ لکھا ہے اُن سے استفسار ہے کہ اُنہوں نے اس فتوے کے لکھنے کے وقت منکر مہدی کس شخص کو سمجھا تھا۔ مرزا غلام احمد کو یا خاکسار مستفسر کو۔ یا کسی خاص شخص کو بھی نہیں سمجھا۔ صرف فرضی منکر زید عمر کے حق میں وہ فتوے دیا ہے۔ اگر اُنہوں نے مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا تو اسکی وجہ بیان کریں۔ اور اگر اس خاکسار کو سمجھا تھا تو فرماویں کہ اُنہوں نے مہدی موعود سے انکار میری زبان سے سُنا تھا۔ یا میری کسی تحریر میں پایا تھا۔ اور ایسی کونسی میری تحریر اُن کی نظر سے گذری تھی۔

اس استفسار کے مقابلہ میں اُن حضرات سے یہ بھی سوال ہے۔ کہ آیا میں نے اُن حضرات میں سے کسی صاحب کے پاس اس انکار کے برخلاف اس اعتقاد کا اظہار بھی کیا۔ اور اُن کو کہا تھا کہ مہدی موعود آئیگا اور وہ عیسائیوں وغیرہ کافروں سے لڑیگا

تم اس اعتقاد پر پختہ رہو۔ یا یہ اعتقاد لکھ کر ان کو دیا تھا۔ اور خاص کر مولوی احمد اللہ صاحب سرگروہ اہل حدیث و میونسپل کمشنر امرت سر سے سوال ہے کہ کیا میں نے آپکے روبرو کبھی یہ کہا ہے۔ کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا۔ اب میں نے اُن سے رجوع کر لیا ہے۔ آپ حضرات اراکین دین او ر اساطین ملت سیّد المرسلین ہیں۔ لہذا آپ صاحبوں کے سامنے ادائے شہادت کی ضرورت و وجوب کا بیان کرنا اور آیت ولا تکتموا الشّہادۃ پیش کرنا ضروری نہیں ہے۔

المستفسر

ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السّنّۃ النّبویّۃ

الجوابُ

اس فتوے کی تصدیق کے وقت میں نے منکر مہدی مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا کیونکہ سائل نے مرزا کو منکر بتایا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب کا مجھے خیال بھی نہیں گذرا تھا۔ میرے روبرو کبھی مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے نہیں کہا۔ کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا۔ اب میں اُس سے رجوع کرتا ہوں۔

ابو عبید احمد اللہ عفی عنہ

جواب استفسار دوم۔ ہم کو مولوی محمد حسین صاحب نے کبھی نہ زبانی کہا۔ اور نہ لکھکر دیا۔ کہ مہدی موعود عیسائیوں سے لڑنے کو آئے گا۔ تم اس بات پر پختہ رہو۔

ابو عبید احمد اللہ عفی عنہ امرتسری

فتوے معہود کے بارے میں یہ بات ہے۔ کہ مُستفتی نے ظاہر کیا تھا۔ کہ برہما کے

علاقہ میں ایک شخص مرزائی امام مہدی کے ظہور سے منکر ہے۔ میں وہاں نوکر ہوں اور
یہ بھی اُس نے کہا تھا کہ میں بھی پہلے معتقد مرزا تھا۔ اب میں قادیاں سے آیا ہوں
اُن سے بھی بہت سے مسائل پوچھے۔ سو چونکہ اُس نے اکثر جواب برخلاف اہل اسلام
کے دیئے اِس لئے میں اب اُس کا منکر ہوں۔ نیز مولوی محمد حسین صاحب نے قبل از
تحریر فتوے معہود کبھی میرے ساتھ دربارہ امام مہدی کوئی بات نہیں کی ہے۔ نہ اثباتاً
نہ نفیاً۔ اور باقی تعیین مصداق فتوے میں سو یہ کچھ ضرور نہیں۔ فتوے ہر ایک شخص
کے حق میں یہی ہوگا۔ کوئی ہو۔

عبد اللہ الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول
الحنفی القاسمی عفی عنہ

فتوے مذکور نوشتہ مولوی عبد الحق نزد من مستفتی نہ آوردہ۔ بلکہ مستفتی ہمدست
شخصے بر مکان نزد احقر فرستادہ۔ زبانی شخص مذکور ہمیں شنیدم کہ قادیانی منکر مہدی
موعود است در حق او چہ فتوے است۔ لہذا احقر حروف ہمراہ انکار مہدی انکار نزول
عیسے علیہ السلام و خروج دجال ہم شامل نمود۔ تا کہ بیننده را واضح شود کہ فتوے
در حق قادیانی است کہ منکر ہر سہ قادیانی است لاغیرہ۔ بالفرض اگر غیر از مرزا کسے
دیگر منکر ایں سہ باشد۔ بر وہم ہمیں فتوے است۔ کہ بر مرزا است۔ باقی مولوی
محمد حسین صاحب گاہے نزد احقر نہ ذکر انکار مہدی موعود نمودہ و نہ اقرار آں۔

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی رضی اللہ عنہ

فتوے مذکور کے بارے میں میں نے مفصل اشتہار چھپوایا۔ درحقیقت مستفتی نے
مرزا سے سخت تبرا اور انکار ظاہر کیا۔ اور مرزا کو دجال اور دیگر سخت الفاظ سے ذکر
کرتا تھا۔ اور کہا کہ فقط مرزائیوں کے اخراج اور اہانت اور تسوید وجہ کے واسطے
یہ فتوے چاہتا ہوں۔ کہ مرزائیوں کو افریقہ سے نکال دوں۔ اور مولوی محمد حسین

کا نام بھی نہیں لیا۔ رہا مولوی محمد حسین سو اُس نے مہدی کے بارے میں اقراراً یا انکاراً ہمارے ساتھ تذکرہ نہیں کیا۔ اور نہ میں نے مخالف اہل سنت کے کوئی تحریر اُسکی دیکھی اور اگر بالفرض مرزا کے سوا کوئی اور مہدی کے آنے سے انکار ظاہر کرے تو ہمارا اُس پر بھی فتوے ہے۔ جو مرزا کے بارے میں لکھا گیا۔

حررہ عبد الحق غزنوی مباہل قادیانی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت یہ فتوے نہیں لکھا گیا۔ اُنھوں نے میرے سامنے کبھی مہدی موعود کے آنے سے انکار نہیں کیا۔ اور نہ کوئی تحریر بھیجی ہے۔ جس میں اس اعتقاد کا اظہار ہو۔ کہ میں ایسے مہدی کے آنے کا معتقد ہوں جو عیسائیوں وغیرہ سے لڑنے کے لئے آئے گا۔ تم اس اعتقاد پر پختہ رہو۔ بلکہ مہدی کے بارہ میں کبھی نفیاً واثباتاً ذکر نہیں ہوا۔

فقیر غلام محمد بگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور

حامداً ومصلیاً ومسلماً

بندہ کے پاس جو استفسار در باب مہدی موعود آیا تھا تو بندہ اس کو قطعاً مرزا قادیانی کے باب میں یقین کرتا تھا۔ اور اسی خیال پر اُسکا جواب لکھا گیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے نہ کبھی میں نے زبان سے کچھ سُنا اور نہ کبھی ان کی تحریر نہ کسی شخص کی تقریر سے انکار مہدی موعود کا معلوم ہوا۔ مگر ہاں جو شخص انکار مہدی موعود کا کرے اُسکے باب میں وہ ہی فتوے بندہ کا ہے جو مرزا کے باب میں۔ اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ہی ثابت ہے تو بندہ کو ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اُس کا انکار کیا ہو فقط واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

کیا نیچریّت ۔ مرزائیت ۔ اور چکڑالویّت وغیرہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں؟

(نمبر دوم)

اس مضمون کے پہلے نمبر میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مذاہب مذہب اہل حدیث کی شاخیں نہیں ۔ بلکہ یہ مذاہب پرانے بتدعین معتزلہ وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں ۔ اور کچھ ملاحدہ یورپ سے ۔ پھر یہ سوال ہوا تھا کہ سُنی حنفیوں میں ان مذاہب کا پھیل جانا ترک تقلید کا نتیجہ تو ضرور ہے ۔ اور مسئلہ ترک تقلید ہندوستان و پنجاب میں اہل حدیث ہی نے پھیلایا ہے اسکا جواب بھی مضمون نمبر اوّل میں ادا ہوا ۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مطلق تقلید کو ترک کرنیکا مسئلہ بھی یورپ ہی سے آیا ہے ۔ علمائے اہل حدیث ہندوستان و پنجاب نے یہ مسئلہ کہیں نہیں فرمایا ۔ ان کی قلم و زبان صرف دو قسم کی تقلید (۱) تقلید بمقابلہ نص (آیت و حدیث) ۔ (۲) تقلید شخصی باعتقاد فرضیت کے ممانعت نکلی ہے ۔ اس دو قسم کی تقلید سے بچکر جس مذہب پر منجملہ مذاہب اربع کوئی چلے ان حضرات نے اُس سے منع نہیں کیا اس نمبر (۲) میں اس اجمال کی تفصیل کا وعدہ تھا جو پورا کیا جاتا ہے ۔

پس واضح ہو کہ جن حضرات نے ہندوستان میں عمل بالحدیث اور نص کے مقابلہ میں ترک تقلید کا بیج بویا ہے اُن میں سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہیں ۔ آپنے مطلق تقلید کو بُرا نہیں کہا ۔ اور اس سے مطلقاً منع نہیں کیا ۔ بلکہ اُن ہی دو تقلیدوں (۱) تقلید بمقابلہ نص (۲) تقلید شخصی باعتقاد فرضیت کو برا کہا ہے ۔ اور مطلق تقلید کو واجب کہا ۔ اور تقلید محمود قرار دیا ہے ۔ آپ اپنے رسالہ عقد الجید میں فرماتے ہیں :۔

اعلم ان تقلید المجتهد علی وجهین واجب وحرام فاحدهما ان یکون من اتباع الروایة ولو دلالة تفصیله ان الجاهل بالکتاب والسنة لایستطیع بنفسه التتبع ولا الاستنباط فکان وظیفته ان یسئال فقیها ما حکم رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسئلة کذا وکذا فاذا اخبر اتبعه سواء کان ماخوذا من صریح نص او استنباط منه او مقیسا علی المنصوص فکل ذلك راجع الی الروایة عنه صلی الله علیه وسلم ولو دلالة وهذا اتفقت الامة علی صحته قرنا بعد قرن بل الامم کلها اتفقت علی مثله فی شرائعهم وامارة هذا التقلید ان یکون عمله بقول المجتهد کالمشروط بکونه موافقا للسنة فلا یزال متفحصا من السنة بقدر الامکان فمتی ظهر حدیث یخالف قوله نبذه واخذ بالحدیث والیه

جان لو کہ تقلید کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت میں تقلید واجب دوسری صورت میں حرام ہے۔ واجبی صورت یہ ہے کہ تقلید اس نیت سے ہو کہ جو امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور روایت پہنچا ہو اس کی پیروی کیجائے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب اللہ اور حدیث کا علم نہ رکھتا ہو اُس کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ وہ بذاتِ خود کسی مسئلہ کو کتاب اللہ اور حدیث سے تلاش کرے اس کا تو یہی کام ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی سمجھدار عالم سے سوال کرے۔ کہ فلاں مسئلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔ پھر جب اسکو خبر ملے تو وہ اُس کی پیروی کرے۔ خواہ وہ مسئلہ صریح آیت وحدیث سے لیا گیا ہو خواہ اجتہاد کے ساتھ اسے نکالا گیا ہو۔ خواہ صریح حکم پر اسکا قیاس کیا گیا ہو۔ ان سبھی اقسام کے مسائل درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روائت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایسی تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت محمدیہ کا اتفاق ہو چکا ہے۔ بلکہ پچھلی اُمتیں بھی اپنی

۲۱

اشار الائمة قال الشافعی اذا صح الحدیث فاعملوا به واضربوا کلامی الحائط وقال مالك ما من احد الا وماخوذ من کلامه ویردو علیه الا رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال ابو حنیفة رح لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وقال لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا غیره وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة

...... والوجه الثانی ......

ان یظن بفقیه انه بلغ الغایة القصوی فلا یمکن ان یخطئ فمهما بلغه حدیث صحیح صریح یخالف مقالته لم یترکه او ظن انه لما قلده کلفه الله بمقالته وکان کالسفیه المحجور علیه فان بلغه حدیث واستیقن بصحته لم یقبله لکون ذمته مشغولة بالتقلید فهذا اعتقاد فاسد وقول کاسد لیس له شاهد من النقل والعقل وما کان احد من القرون السابقة یفعل ذلك وقد

شریعتوں میں ایسی تقلید کے جائز ہونے پر متفق رہی ہیں اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ مقلد کا عمل کسی مجتہد کے قول پر اس شرط سے مشروط کیا گیا ہو کہ وہ قول حدیث کے موافق ہو اور وہ اس خیال سے حتے الامکان حدیث کی تلاش میں لگا رہے پھر جب اسکو کوئی حدیث اس قول کے مخالف معلوم ہو تو وہ اس قول کو چھوڑ دے اور حدیث کو لے لے اسی طرف آئمہ مجتہدین اشارہ کر گئے ہیں امام شافعی نے فرمایا ہے جب میرے قول کے برخلاف کوئی حدیث تم کو صحیح معلوم ہو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار سے دے مارو۔ اور امام مالک نے فرمایا ہے کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی کلام (مخالف نص) کے سبب ماخوذ نہ ہو۔ اور وہ کلام اسکی طرف پھیرا نہ جائے بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے (کہ نہ تو انپر مواخذہ ہے اور نہ انکی کلام کو پھیرا جاتا ہے) اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے قول کی دلیل قرآن و حدیث سے نہ جانے اسکو لایق نہیں کہ اس قول کے مطابق فتویٰ دے اور آپنے فرمایا نہ تو بے دلیل میرے قول کو مانو نہ امام مالک کے قول کو نہ کسی اور امام کے قول کو اور احکام شرعی

کذب فی ظنہ من لیس بمعصوم من الخطاء معصوما حقیقتۃ او معصوما فی حق العمل بقولہ وفی ظنہ ان اللہ تعالیٰ کلفہ بقولہ وان ذمتہ مشغولۃ بتقلیدہ وفی مثلہ نزل قولہ تعالیٰ وانا علی اٰثارہم مقتدون وھل کان تحریفات الملل السابقۃ الا من ھذا الوجہ (عقد الجید)

وہاں سے لو جہاں سے ائمہ نے لئے ہیں یعنے کتاب اللہ وسنت سے (آپکا یہ قول اُس شخص کے حق اور خطاب میں ہے جو کتاب وسنت میں نظر رکھتا ہو اور وہ فتوے دینے کے لائق ہو) **دوسری** صورت جسمیں تقلید حرام ہے یہ ہے کہ کسی مجتہد کے حق میں یہ گمان کر لیا جائے کہ وہ اجتہاد میں ایسے نہایت درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ پھر اُس سے خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے پھر ایسے خیال والے شخص کو کوئی صریح اور صحیح حدیث بھی پہنچ جائے جو قول اس مجتہد کے مخالف ہو تو وہ اُس قول کو نہ چھوڑے یا وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ جب اُس شخص نے اس امام کی تقلید کی تو پھر وہ خدا کیطرف سے فرض ہو گئی اور وہ شخص اس مجتہد کی تقلید میں ایسا ہو گیا جیسے کوئی بیوقوف اپنے خدا داد مال میں تصرف کرنے سے بحکم قاضی روکا جاتا ہے پھر ایسے اعتقاد والے کو کوئی حدیث پہنچتی ہے تو وہ [illegible] اس حدیث کو قبول نہیں کرتا یہ اعتقاد اُس شخص کا فاسد ہے اور اُسکا قول کھوٹا ہے اسپر نہ نقل (کتاب وسنت) سے شہادت پائی جاتی ہے نہ عقل سے ایک مجتہد غیر معصوم کو معصوم سمجھنے سے جھوٹا گمان کیا ہے اور اپنے آپ پر اُسکی تقلید فرض ٹھہراتے ہیں یہی وہ جھوٹا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ آیت قرآن نازل ہوئی ہے جسکا یہ ترجمہ ہے کہ ہمنے اپنے بزرگوں کو جس خیال پر پایا ہے ہم اُسی خیال کے پیچھے چلینگے پہلے دینوں (یہودیت ونصرانیت) میں جو تحریف ہوئی ہے اسی اعتقاد سے ہوئی ہے ایسا ہی آپنے کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے اُسمیں دوسری صورت تقلید ناجائز کو بیان کر کے آپ فرماتے ہیں

فانہم اتفقوا علی جواز تقلید المجتہدین مع العلم بان المجتہد یخطی ویصیب مع الاستشراف لنص النبی فی المسئلۃ والعزم علی انہ اذا اظہر حدیث صحیح خلاف ما قلد فیہ ترک التقلید واتبع الحدیث

(حجۃ اللہ البالغہ)

کہ تقلید مجتہدین کی جائز ہونے پر اتفاق ہے اس شرط واعتقاد کے ساتھ کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور وہ درست اور ٹھیک بات بھی فرماتے ہیں اور اس شرط کے ساتھ کہ حدیث نبوی کی تاک جھانک میں لگے رہیں اور اس نیت وعزم کے ساتھ کہ جب اس مسئلہ کے برخلاف جسمیں تقلید کر چکے ہوں حدیث صحیح ظاہر وثابت ہو گی اس مسئلہ کو چھوڑ دینگے۔ اور حدیث صحیح کی پیروی کرینگے *

(باقی آئندہ)

میری وصیت سے میرے بعض وارثوں کی ناخوشی

اور اُس کا نتیجہ اُن کی محرومی

میں نے صرف اپنی اولاد کی خیر خواہی اور محض حق تعالےٰ کی رضا جوئی کی نیت سے اپنی وصیت رسالہ نمبر ۱ جلد ۱۹ میں شتہر کی تھی جس میں میری اولاد کی سراسر بہبودی پائی جاتی ہے۔ مگر افسوس اس وصیت کو میرے بعض انگریزی خوان وقانون دان وارثوں نے غلط فہمی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے قبول نہ کیا۔ اور میرے بعض لڑکوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اُنھوں نے اس وصیت کے متعلق چند سوالات واعتراضات ایک ہندو بیرسٹر ایڈوکیٹ چیف کورٹ پنجاب کے واسطے سے ۹ ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو میرے پاس بھجوا دیئے۔ میں نے اسی روز ان سوالات واعتراضات کے جوابات قلمبند کر کے ان کی طرف روانہ کئے۔ جن کا ماحصل یہ ہے۔ کہ تمہارے جملہ سوالات واعتراضات غلط فہمی اور [illegible] ہیں۔ اور [illegible] اعتراضات [illegible] کی وجہ سے اس وصیت کو منسوخ کر دیا جائے۔ تم لوگ ان سوالات واعتراضات کو واپس لیکر اس وصیت کو منظور نہ کرو گے تو میں قانوناً وشرعاً جائز طور پر ایک حصہ جائداد اپنی حین حیات میں تعلیم دینے کے لئے کسی غیر کو ہبہ یا وقف اغیار کر دوں گا۔ اور یہ امر تمہاری محرومی کا موجب ہوگا میری وصیت تمہارے نزدیک جائز نہیں تو کیا میرا ہبہ اور وقف اغیار بھی جائز نہیں ہے میری وصیت کی رو سے تو تم ہی میری جائداد کے کل منافع کے مالک ومستحق رہو گے تم لوگوں کے خرچ سے کچھ بچے گا تو غیر کو ملے گا۔ اور اگر میں نے کوئی حصہ جائداد کا بذریعہ ہبہ یا وقف غیر کو دے دیا تو اُس حصّے سے تو تم خواہ مخواہ محروم ہو جاؤ گے۔ میری اس ہدایت ونصیحت کو اُن لوگوں نے ان کر اُس وصیت کے مضمون سے اتفاق کر لیا۔ تو پھر میں گورنمنٹ میں اس امر کی تحریک کرونگا۔ کہ مسئلہ وقف علے

اَلْاَوْلَادِ وَالْاَقَارِبْ" (جو اسلامی کتب فقہ میں موجود ہے) کے مطابق قانون پاس کیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کی جائدادیں نالایق اولاد کی دستبرد اور تباہی سے بچ جاویں۔ میں نے اوّلاً یہ چاہا تھا کہ ان لوگوں کے سوالات و اعتراضات اور اُن کے جوابات رسالہ میں مشتہر کردوں۔ مگر آخر یہ خیال آیا کہ وہ سوالات اعتراضات تو محض لچر و پوچ و فضول و نامعقول ہیں۔ اُن کی اشاعت فضول ہے۔ اور اُن کے جوابات کی اشاعت بھی ویسی عبث ہوگی۔ لہٰذا ان سوالات و اعتراضات کی اشاعت کو ملتوی کرکے اُس کا ماحصل مشتہر کیا گیا ہے۔ و معہٰذا اصل وصیت کو دوبارہ شائع کرکے اِس کے بعض الفاظ و فقرات کی (جنکے معنے سمجھنے میں اُن لوگوں نے غلطی کی ہے۔) مزید تشریح بین القوسین (بریکٹوں یا خطوط وحدانی میں) کی جاتی ہے۔ اُن تشریحات کو پڑھ کر امید ہے اُن لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اور وہ اپنے سوالات و اعتراضات کو واپس لے کر مضمون وصیت سے اتفاق کرینگے۔ اور اگر اُنہوں نے پھر بھی اپنی غلطی کو نہ سمجھا [illegible] اعتراضات [illegible] سوالات [illegible] تو پھر بمجبوری اصل جوابات کو رسالہ میں شایع کر دیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

نقل وصیّت خاکسار ابوسعید محمد حسین

وَصَّی اللّٰہُ وَوَصَّتْ رُسُلُہٗ فَلِذَا

خدا تعالےٰ نے وصیّت کی اور اُس کے رسولوں نے بھی کی

کَانَ التَّاَسِّیْ بِھِمْ مِنْ اَفْضَلِ الْعَمَلِ

اس امر میں اُن کی پیروی افضل اعمال سے ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مروی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حق امرءٍ مسلمٍ له شيءٌ یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده متفق علیه (مشکوٰة ص۲۵۷)

ہے کہ کسی مسلمان کا جس کے پاس وصیت کے لائق مال ہو۔ یہ حق (کام) نہیں کہ وہ دو شب بسر کرے بجز اُس حالت کے کہ اُس کی وصیت لکھی ہوئی اُس کے پاس ہو۔ +

اس وصیت نبوی کے مطابق یہ خاکسار ہمیشہ اپنی وصیت کو کاغذات اور بیاضوں میں لکھ رکھتا ہے۔ مگر اب خیال آیا ہے کہ حیات مستعار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور متفرق کاغذ اور بیاض اکثر متعلقین کی نظر سے نہیں گذرتے۔ لہذا مناسب سمجھا کہ میں اپنی وصیت کو اپنے رسالے میں مشتہر کروں جو عام اہل اسلام کے ملاحظہ سے گذرتا ہے۔ اور اس کی تعمیل پر ہر ایک مسلمان باغیرت و دیندار میرے وارثوں کو مجبور کر سکتا ہے۔ اگر کوئی وارث اس سے انحراف کرے تو اس تعمیل کے واسطے گورنمنٹ کا حکم ایک قوی و موثر سبب موجود ہے۔

میرے انتقال کے بعد اگر کچھ جائداد منقولہ میرے ترکہ میں رہے تو وہ بعد ادائے دَین (جو میرے ذمہ ہو۔ اور وہ میرے کاغذات و رجسٹروں میں موجود ہو یا میرے قرضخواہوں کی دست آویزات بہی کھاتہ یا میری دستخطی رقعات میں پایا جائے) مطابق حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بطور وراثت تقسیم کیا جائے۔ (اس وقت جو میرے ذمہ قرض ہے وہ میری جائداد منقولہ سے کم ہے) اور جو جائداد غیر منقولہ اس وقت تک میرے قبض و تصرف میں ہے وہ بطور وراثت تقسیم نہ ہو۔ بلکہ وہ میری اولاد اور (ان) متعلقین پر جنکا نفقہ میرے ذمہ واجب ہو وقف[۱] ہو۔ اس میں

[۱] اس وقف کو کتب فقہ میں وقف علے الاولاد والاقارب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ + اسباب میں ایک مفصل مضمون اس غرض سے لکھا جائیگا کہ اُسکے مطابق

نہ کسی وارث کو بیع کا اختیار ہو نہ رہن کا نہ ھبہ کا۔ بلکہ سکونتی مکانات میں صرف اُن کو سکونت کا اختیار رہے اور اراضی کی آمدنی سے بقدر گذارہ خرچ لینے کا استحقاق رہے (خرچ کی تفصیل و تشریح میں اپنی اور اپنی اولاد کے موجودہ حالت اور طرز گذران کے اندازہ اور نظر سے ایک مفصل تحریر کروں گا۔ مثلاً لڑکوں کو سالانہ خرچ خوراک و پوشاک اسقدر ملے۔ اور لڑکیوں کو اس قدر اور دونو بیویوں کو اِس قدر اور خرچ بیاہ شادی اولاد اس قدر اولاد لایق تعلیم کا خرچ تعلیم اس قدر و علے ہذاالقیاس۔ اور سرکار میں اس کی رجسٹری کرادوں گا) اور جو اُن کے اخراجات سے بچ رہے وہ کسی مدرسہ اسلامیہ میں یا صرف تعلیم دین کے لئے دیا جائے (اور اگر (خدانخواستہ باشد) میرے وارثوں سے کوئی نہ رہے تو میری جائداد کی کُل آمدنی وقف تعلیم دینی ہو۔)

سکونتی مکان میری اپنی خداداد زر سے خریدے ہوئے۔ (نہ وراثت جدی سے پہنچے ہوئے)[سلہ] تین ہیں۔ ایک حویلی قدیم۔ دوسرا دیوانخانہ۔ تیسرا مکان منہدم جسکا صرف ملبہ (خشت و چوب) و افتادہ زمین باقی ہے۔

حویلی اور دیوان خانہ میرے دونو عیال کی سکونت کے واسطے وقف ہو۔ دیوانخانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۵۔ گورنمنٹ قانون پاس کرے۔ وہ قانون پاس ہوگیا تو بہت سے مسلمان اپنی جائداد کو حفاظت و قیام کی نظر سے اپنی اولاد کے لئے وقف کرینگے۔ سر سید نے اس قسم کا ایک بل تجویز کر کے اسکا مسودہ مشتہر کیا تھا مگر اُس میں شروط مخالف شرع لگا کر اُسکو ناجائز کر دیا۔ اور سب سے پہلے اُسکا خلاف اشاعۃ السنہ نے کیا۔ اور وہ مسودہ سر سید کا ناپسند ہوا۔

ہمارا مضمون انشاءاللہ تعالےٰ عام مسلمانوں میں پسند ہوگا۔ اور گورنمنٹ سے امید ہے۔ کہ وہ اُسکے مطابق قانون پاس کرے گی۔

سلہ در اصل وہ مکانات جدی ہیں۔ مگر مجھے وراثت میں نہیں پہنچے۔ بلکہ کچھ تو میری والد مرحوم سے بذریعہ ھبہ بالعوض (جو شرعاً بیع کے حکم میں ہے) مجھے عطا ہوئے اور کچھ میں نے دیگر وارثوں سے خریدے۔

میں والدہ حافظ عبد الشکور و ابو اسحٰق و عبد الباسط وغیرہم (معہ اپنی اولاد) سکونت کرے۔ حویلی قدیم میں والدہ عبد السلام و عبد الرشید و محمد اطہر و احمد حسین و عبد الشکور وغیرہم (اپنی اولاد کے ساتھ) رہے۔ منہدم مکان کو میری زندگی ہی میں اُسکا ملبہ خشت و چوب کو اپنے تصرف میں لاکر میری بیٹی امۃ السلام جو صاحب اولاد ہے۔ اور وہ اُس مکان کی درخواست کرتی ہے) اپنے خرچ سے تعمیر کرلے۔ یہ مکان اس کے واسطے اور اس کی اولاد کے لئے وقف رہے۔ پھر کسی وارث کا حق نہ ہوگا کہ وہ اُس مکان سے اس کو بے دخل کرے۔ یا سکونت میں اُس کی مزاحمت یا مشارکت چاہے۔ ہاں وہ اپنی رضامندی سے جس کو چاہے ساتھ رکھے۔

اراضی جو خدا تعالےٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلوائی ہے۔ چار مربع ہے۔ از انجملہ دو مربعوں کی کاشت زمین و انتظام کا اختیار حافظ عبد الشکور۔ اور اُسکے بھائیوں کے سپرد رہے۔ اور دو مربعوں کی کاشت وغیرہ انتظام کا اختیار عبد الرشید اور اس کے بھائیوں کے سپرد رہے۔ اس انتظام میں کوئی ایک فریق دوسرے فریق کی مزاحمت نہ کرے۔ ہاں بہ تراضی طرفین جو چاہے دوسرے کا شریک رہے۔ (آمد و خرچ چاروں مربعوں کا کھاتہ ایک جگہ رہے۔ اور فریقین کے اشخاص کو اپنے ہم جنس سے ساوی طور پر گذارہ لینے کا حق رہے۔)

اس دخل و اختیار و استحقاق گزارہ کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ پہلی نرینہ اولاد نماز و روزہ وغیرہ احکام دین کی پابند اور دین کے خادم رہیں۔ اور علم دین کم سے کم قرآن و حدیث پڑھیں پڑھائیں۔ اور سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت اختیار نہ کریں جس میں پڑھنا پڑھانا اُن سے چھوٹ جائے۔ ہاں جو شخص شغل تعلیم کے ساتھ ملازمت بھی کرے۔ اور وہ اپنی تنخواہ کو آمدنی زمین میں شامل کردے تو وہ دوسروں کے ساتھ مساوی حق رکھے گا۔ جو شخص اس شرط کا

خلاف کرے گا - اس کا کوئی استحقاق نہ ہوگا - کہ وہ اس کے انتظام میں دخل دے - یا اُس سے گزارہ لے - (اس امر کی تحقیق و تصفیہ کے لئے کہ اُنہوں نے شرط کو پورا کیا ہے یا نہیں - ایک جماعت ناظر وقف مقرر ہوگی - وہی جماعت قدر فاضل کو تعلیم دینے میں صرف کرنے کا استحقاق رکھے گی -) میری اس وصیت میں میرے کسی وارث کو کوئی شرعی یا قانونی عذر ہو تو وہ اُس کو بذریعہ تحریر ظاہر کرے خواہ اس تحریر کو کسی اخبار میں چھپوا دے - یا میرے پاس بھیجدے - تا کہ میں اس کو رسالہ میں مشتہر کر کے اس کا جواب دوں - اور اگر کسی نے کوئی عذر نہ کیا تو اُس کے سکوت کو اُس کی رضا سمجھا جائیگا - اور بحکم حدیث نبوی اُس کی رضامندی سے اس وصیت کو جائز تصور کیا جائے گا - وہ حدیث یہ ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز وصیة لوارث الا ان یشاء الورثة یعنے وصیت کسی وارث کے لئے جائز نہیں - ہاں اس صورت میں جائز ہے کہ باقی ورثہ اس [illegible] مان لیں -

(ابو سعید محمد حسین)

یونیورسٹی کمیشن کی رپورٹ پر اسلامی عام رائے

یونیورسٹی کمیشن کی رپورٹ حسب معمول قدیم دفتر اشاعۃ السنہ میں بھی پہونچی - اس رپورٹ کا ترجمہ بہت سے اخبارات میں شایع ہو چکا ہے - اس لئے اب ہم اس کی اشاعت کی ضرورت نہیں دیکھتے - اور نہ اس کے تجاویز اور سفارشوں کی نسبت اظہار رائے کی ضرورت دیکھتے ہیں - کیونکہ وہ بھی اکثر اخباروں میں ظاہر ہو چکی ہے - ہم صرف کمیشن کی اس تجویز کی نسبت کہ پنجاب یونیورسٹی میں مشرقی علوم کی ڈگریاں حاصل کرنیوالوں کے لئے انگریزی تعلیم کو لازم کر دیا جاوے - اسلامی عام رائے ظاہر کرتی ہیں - جو ہمارا خاص منصبی

فرض ہے۔ اور وہ رائے کسی اور اخبار میں ہماری نظر سے نہیں گذری:۔

اور وہ یہہ ہے

کہ اُدھر تو کمیشن نے سنڈیکیٹ کی جانب سے فیس کا بہت زیادہ مقرر ہونا۔ اور دوسرے درجے کے کالجوں کا بند ہو جانا تجویز کرکے عام مسلمانوں پر جن میں اکثر کم استطاعت ہیں اعلےٰ تعلیم کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ جس پر مسلمانوں کی پبلک خصوصًا بنگال میں بہت واویلا مچگیا ہے۔ اور محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن کلکتہ نے ایک مجمع عام میں اظہار ناراضی کیا۔ اور ادھر پنجاب یونیورسٹی کے اورنٹیل برانچ میں انگریزی دانی کو لازمی ٹھیرا کر ان مسلمانوں کو جو کسی مجبوری کی وجہ سے انگریزی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور مشرقی علوم میں ترقی کے خواہاں ہیں۔ اور ان میں وہ مسلمان اور غیر مسلم رؤسا و اعیان پنجاب بھی داخل ہیں۔ جنھوں نے ہزارہا روپیہ مشرقی علوم کی ترقی و اعزاز کے لئے عطا کی [illegible] اگر [illegible] منظور ہو گئی تو ان مسلمانوں پر یہ مضمون صادق آویگا۔ ؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ✢ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ✢

اس نتیجہ ناراضگی عام اہل اسلام سے نظر اُٹھا کر انگریزی کو لازمی کر دینے کی شرط کو نظر غور و تعمق سے دیکھا جائے تو بھی یہ شرط عبث و فضول نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ شرط تحصیل حاصل ہے۔

جو لوگ اورنٹیل کالج میں پڑھکر کوئی علمی ڈگری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انکی غرض اس ڈگری حاصل کرنے سے سرکاری ملازمت ہوتی ہے تو وہ خوب یقین رکھتے اور ایمان لاچکے ہیں کہ سرکاری ملازمت انگریزی پڑھنے کے سوا ناممکن ہے۔ اس یقین و ایمان کے تقاضے سے وہ انگریزی پڑھنے کو ایسا فرض جانتے ہیں کہ اگر گورنمنٹ اورنٹیل کالج میں انگریزی پڑھنے کی ممانعت بھی کر دی تو وہ اس کالج کو چھوڑ دینگے۔ یا کالج میں رہکر خارجی سکولوں اور پرائیویٹ وسائل سے انگریزی پڑھ کر اسکا امتحان دینگے۔ گو سب کو سرکاری ملازمت ملنا ایک خام خیال اور سودائے محال ہے۔ گورنمنٹ با آواز بلند کہہ رہی ہے اور گورنر جنرلوں اور لفٹننٹ گورنروں سے درباروں میں بارہا یہ آواز سُنی گئی ہے کہ تعلیم انگریزی ملک میں شائستگی پھیلانیکی غرض سے ہے نہ سرکاری ملازمت دینے کے وعدے سے اور یہ بات تجربہ میں

بھی آچکی ہے۔ مدراس اور بنگال میں گریجوایٹ (تعلیم یافتہ) دربدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور نوکری نہیں ملتی۔ ڈاکٹر لیٹنر بانی اورینٹل کالج کلکتہ میں پہنچے تو انکو اسٹیشن پر بوجھ اٹھانے کے طالب دو قلی ملے۔ ایک گریجوایٹ (ایم اے۔ یا بی اے) دوسرا ان پڑھ۔ ڈاکٹر لیٹنر نے اپنا بوجھ دینے کیلئے اسی کو پسند کیا جو ان پڑھ تھا۔ انہی کا یہ بیان ہے کہ ایک ایم اے یا بی اے کو ماہانہ دس یا سات روپیہ پر (؟) سپاہی سپاہی (؟) دیکھا۔ پنجاب میں ہنوز انگریزی خوانوں کی یہ کثرت نہیں ہوئی۔ اسیواسطے انگریزی خوانی کا عشق جوبن پر ہے۔ مگر تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مڈل و انٹرنس پاس شدہ نوکری کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں بعض چٹھی رسانی کے طالب ہیں اور وہ بھی نہیں ملتی اور نوکری کی یہ حالت ہے ادہر ان سے انکا اپنا آبا و اجداد کا کام دوکانداری کاشتکاری و حرفت وغیرہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کوٹ پتلون اور انگریزی بوٹ اور حُرٹ اور انگریزی طرز معاشرت ان کو ان آبائی کاموں اور پیشوں سے مانع ہو رہا ہے۔ انکے حال پر یہ مثل خوب صادق آ رہی ہے۔ سے دو نو دین سے گئے پانڈے نہ حلوا نہ مانڈے۔ پس ایسی حالت میں اور انگریزی کے ایسے دلدادہ اور فدائی اشخاص کے لئے انگریزی کو لازمی کرنا ایک امر حاصل کی تحصیل و عبث نہیں تو اور کیا ہے۔ اور جو لوگ اورینٹل شاخوں کی ڈگریاں حاصل کرنے سے سرکاری ملازمت کی غرض [illegible] تعلیم سے قومی پابندی قواید مد نظر رکھتے ہیں انکے لئے انگریزی کو لازمی کر دینا انصاف کا اور انکے مقاصد کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے گورنمنٹ سے التجا و امید ہے کہ وہ اورینٹل کالج کے متعلموں کو انگریزی دانی شرط سے بری رکھے تعلیم سے جو گورنمنٹ کا مقصود ہے (دلیسی شائستگی پھیلانا اور تہذیب سکھانا) وہ مشرقی علوم سے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو جو شائستگی و تہذیب اخلاق مشرقی علوم سے حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ انگریزی خوانی سے حاصل ہونا ناممکن ہے یہ شکایت بھی بڑے بڑے جلیل القدر عہدہ داران گورنمنٹ کی سپیچوں میں سنی گئی ہے کہ اکثر انگریزی خوان متکبر اور بے ادب ہوتے ہیں اور برائے مشرقی علوم کے تعلیمیافتہ منکسر مزاج و باادب۔ ہمارے اس مضمون کو پڑھکر انگریزی خوان نوجوان جنکو انگریزی نے حضیض اسفل سے اوج معول پر پہنچا دیا ہے اور اس وجہ سے انکے خیال میں انگریزی دانی معراج ہے ناخوش ہونگے۔ مگر تھوڑے تدبر و غور سے وہ اس ناخوشی کو واپس لینگے۔ ہم انگریزی دانی کے مخالف نہیں۔ حامی ہیں۔ اور انگریزی کی تائید میں کئی مضامین رسالہ میں چھاپ چکے ہیں۔ ہمارا مقصود اس مضمون سے یہ ہے کہ انگریزی تو خود بخود ترقی کر رہی ہے اور اسکا سیلاب ایسا امڈا چلا آ رہا ہے کہ اسکو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ لہذا انگریزی کے ساتھ مشرقی علوم عربی

[illegible] اپر سخت افسوس ہے کیا وہ اسکے جاری ہونے سے ناخوش ہیں اگر ایسا ہے تو وہ اطلاع دیں تاکہ انکا رسالہ بند کر دیا

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر دہم لغایت دوازدہم جلد نوزدہم

بابت رجب۔ شعبان۔ رمضان سنہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء

شرح قیمت رسالہ وغیرہ امور

اس رسالہ کی قیمت عموماً عہ/ سالانہ ہے۔ خاص قیمت (جو رؤسائے اسلام سے لیجاتی ہے) پچیس روپیہ ہے۔ جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ان سے چھ روپیہ۔ جن کی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ان سے رعایتاً تین روپیہ لئے جاتے ہیں۔ اسمیں یہ شرط ہے۔ کہ سالانہ پیشگی دیں۔ جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے پر بضاعت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں۔ انکو بلا قیمت دیا جاتا ہے۔ یہ شرح قیمت رسالہ ہر سال رواں کے لیئے ہے سالہائے گذشتہ کی قیمت حسب ذیل ہے۔ جلد یا سال اول لغایت پنجم کی عام سالانہ قیمت عہ/۔ جلد یا سال ششم لغایت دوازدہم کی سالانہ عہ/۔ جلد یا سال سیزدہم لغایت نوزدہم کی سالانہ عہ/ خریدار کل کو چارم حصہ قیمت معاف۔ خاص قیمت ہر سال گذشتہ مطابق ہر سال رواں۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر اور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونا چاہیئے۔ (۲) نمونہ کا پرچہ بارسال ادنئے قیمت یک پرچہ ۴ ٹکٹ مل سکتا ہے۔ نمونہ رسالہ پسند نہ ہو تو رسالہ واپس کریں۔ اور قیمت واپس لیں (۳) خط کا جواب جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے جو لوگ اپنا نام و مقام بخط واضح نہ لکھینگے یا ٹکٹ یا کارڈ ارسال نہ کریں گے۔ جواب نہ پائیں گے۔

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور۔

معذرت و ضرورت و شکایت

انتظام زمینداری میں مداخلت سے خاکسار یکبارگی فارغ نہیں ہوا۔ میرے لڑکے اپنے آپ وہ کام سنبھال نہیں سکتے الا کوئی مہتمم امین و ہوشیار میسر نہیں آتا۔ اسوجہ سے پھر رسالہ میں فترت واقع ہوئی۔ سائقین کوشش کر کے کوئی مہتمم بہم پہنچا دیں۔ تو میں نگرانی زمین سے فارغ ہو جاؤں۔ اور رسالہ ماہ بماہ شائع کروں۔

(اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا)

فہرست
نمبر ۱۰-۱۱-۱۲
پرافٹ قادیان کو الٹیمیٹم۔
(۲) چکڑالوی پر اقبال کی ڈگری۔
اس مضمون میں پہلے چکڑالوی کی کلام سے انکار حدیث نبوی کا صریح اعتراف نقل کیا ہے پھر اور امور مسلمہ اہل سنت سے اس کا انکار نقل کر کے پھر علماء ہندوستان و پنجاب کا فتوے اسکے حق میں نقل کیا ہے۔ بعد ازاں شعراء میں اسکے انکار کے دلائل کا جواب دیا ہے۔

اگر مہتمم صاحب اہل علم ہوں اور میرے تین جوان لڑکوں کو شرح ملا تک عربی تعلیم کریں یا وہ صرف حافظ قرآن ہوں اور ایک حافظ لڑکے کو قرآن کا دور ہی کروا دیا کریں تو میں اور بھی شکر گذار ہونگا۔ اور معاوضہ اہتمام زمین المضاعف ہوگا۔ اور اگر کوئی مہتمم پیدا ہو تو مخلص شائقین دعا بھی کیا کریں کہ خدا تعالیٰ کوئی بہتر صورت انتظام زمین مہیا کرکے خاکسار کو دینی خدمات کے لیے پورا وقت عطا کرے۔

ایک مانع اشاعت رسالہ حسب موقعہ یہ بھی ہے کہ شائقین بلکہ عاشقین رسالہ چندہ ارسال کرنے میں سست ہیں۔ اگر الحمد خواہی صد بخوانم۔ پر عمل کرتے ہیں اور وعدوں پر وعدے کرنے اور خطوط پر خطوط لکھوانے کے ساتھ بھی بزبان حال ؎ گزر مطلبی سخن دریں ست منا بہ ہے ہیں۔ اور بعض حضرات خطوط کا جواب تک نہیں دیتے۔ اگر چندہ واجب الادا وقت پر پہونچتا ہے تو جہاں میں ہوں اور جس کام میں ہوں وہیں سے رسالہ کے مضمون بھیجتا رہوں۔ اور رسالہ ماہ بماہ نکلتا ہے۔ چندہ نہ پہونچنے کی وجہ سے مجھے طبع واشاعت رسالت کے لیے خاص لاہور میں آنا اور اسکے مصارف کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ایک عزیز متمول سرکاری عہدہ دار خریدار رسالہ نے یہ بھی کہا تھا کہ اب تو مولوی صاحب مالدار زمیندار ہوگئے ہیں۔ اب اونکو چندہ کی کیا پرواہ ہے۔ باوجودیکہ اس بات کا جواب رسالہ نمبر ۹ جلد ۱۹ میں بصفحہ ۹۵ پیشگی دیا گیا تھا۔ اگر یہی خیال اور لوگوں کو بھی ارسال چندہ سے مانع ہو رہا ہے تو وہ صفحہ مذکور ملاحظہ فرماکر اس خیال کی اصلاح اور اس مرض کا دوا کریں اور ارسال چندہ میں توقف نہ کریں اگر رسالہ ماہ بماہ لینا چاہتے ہیں ورنہ جیسا کرینگے ویسا پائیں گے۔

پرافنٹ قادیان کو الٹیمیٹم (آخری اعلان جنگ)

قادیان کے مرزا کو ہم تو چھوڑ چکے تھے۔ مگر وہ صاحب ہمکو نہیں چھوڑتے اور دریا میں بہتی ہوئی گٹھڑی سیاہ کمل کی نظیر بن رہے ہیں۔ ہر تحریر ہر تصنیف ہر اشتہار ہر ایک قادیان کے اخبار میں ہمسے چھیڑ چھاڑ کیے جاتے ہیں۔ ہم اسپر بھی صبر واختیار کرتے اور کچھ عرصہ اور بھی خاموش رہتے مگر ہمارے پچھلے دو سال تک خاموش رہنے پر وہ صاحب دلیر ہوگئے ہیں۔ اور یہانتک غضب ڈھا چکے ہیں کہ ہماری نسبت رسالہ اعجاز احمدی صفحہ ۵۱ میں قصیدہ عربی کے شعر ذیل میں پیشگوئی سراسر لاف زنی و دروغ گوئی کر بیٹھے ہیں ؎ اقلب حسین یہتدی من دبطنہ * عجیب و عند اللہ هین و الیسر * اور چونکہ اس شعر کا مطلب در بطن شاعر تھا کیونکہ قواعد عربیت ونحو کی رو سے [illegible] بطن کا مفعول ثانی اور عجیب کا مبتدا [illegible] اس شعر کا ترجمہ خود ہی اونکو کرنا پڑا اور اپنے یہ ترجمہ کیا۔ کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائیگا۔ یہ کون گمان کرسکتا ہے۔ عجیب بات ہے۔ اور خدا کے نزدیک سہل و آسان ہے۔ اس پیشگوئی (نہیں نہیں لاف زنی و دروغ گوئی) نے مرزائی پارٹی کے گھر گھر نعرہ شادی مرگ بلند کیا۔ اور اس سرے سے اوس سرے تک کہرام مچا دیا۔ اور یہ خیال پھیلا دیا کہ یہ خاکسار اعتقاد مرزا کا تابع ہو جاوے گا اس خیال سے مرزائی مجھے بذریعہ خطوط مبارکبادیاں پہونچاتے ہیں۔ اور کئی بالمشافہ اگر یہہ خوشخبری سناتے اور کہتے ہیں کہ اب ہمکو اپنے امام کیطرف سے آپکی تعظیم کا حکم ہوگیا ہے۔ اور خود بھی اونکے امام نے ایک رجسٹرڈ پمفلٹ خاکسار کے نام بھیجا تو اوسکے لفافے پر بدست خاص و بقلم خود یہ عنوان لکھا۔ بخدمت حضرت مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب جہاں ہوویں پہونچے۔ راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۹ مارچ ۱۹۰۲ء (جو آپکی سابق عادت دہ سالہ کے بالکل برخلاف وقوع میں آیا۔ اور بعض بلاد بعیدہ مدراس وغیرہ میں تو یہ بھی ان حضرات صادق الکلمات نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ خاکسار مرزا کا تابع و موافق ہو ہی گیا ہے۔ ان حضرات کے اس عمل واعتقاد پر بھی اگر خاکسار گذشتہ دو سالوں کیطرح سکوت اختیار کرتا ہے تو یہ اپنے مرزائی ہونے کو تسلیم کرلیتا ہے۔ اور عام مسلمانوں کو جو اس خاکسار سے اعتقاد و محبت رکھتے ہیں گمراہی کے گڑھے میں دھکیلنا ہے ؎ اگر بینم کہ نابینا و چاہ است * اگر خاموش بنشینم گناہ است * کا مرتبہ بڑھکر مصداق ہے اسوجہ سے خاکسار کو پھر ان سے لڑنا پڑا اور اسی غرض سے یہ الٹیمیٹم جاری کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس جنگ میں کوتاہ ہتھیاروں سے مرزا کے ہر ایک تقریر و تحریر دلغو و تحریر یا بے کے جواب دینے سے مقابلہ نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ چھ سالوں کے چھ جلدوں میں بکافی وافی ہو چکا ہے۔ بلکہ خاصکر اوسکی دروغگوئیوں اور لاف زنیوں پر گولہ باری اور تیر اندازی سے ڈیفنڈ (دفاع) عمل میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پرافٹ قادیان اپنی خیر چاہتا ہے۔ تو اس پیشگوئی کو وہ ڈرا کے دینے واپس لے یا منسوخ کرے (اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک نسخ اخبار جائز نہیں مگر اوسکو مسلمانوں اور اونکے اصول و مسائل سے کیا کام ہے) یا اس پیشگوئی کی ایسی تاویل کردے جیسے پیشگوئی متعلق عبد اللہ آتھم اور شوہر ثانی منکوحہ آسمانی کی تاویل کردی تھی نہیں تو نمبر آیندہ سے گولہ باری شروع ہو جاوے گی انشاء اللہ تعالیٰ

بقیہ مضمون صفحہ ۳۰

نے وحی الٰہی مان لیا ہے۔ دیکھو تفسیر چکڑالوی صفحہ ۱۸۶۔ جنکی عبارات اس رسالہ صفحہ (۳۱-۳۲-۳۳) منقول ہیں وہ وحی خفی نہیں تو کیا جلی ہے۔ مغالطہ نمبر ۳ صفحہ ۱۸ مسائل صرف و نحو کا سوال قرآن سے بیجا ہے۔ وجہ۔ جو شخص قرآن کے علاوہ حدیث نبوی کو بھی نہ مانے اس سے یہ سوال بیجا ہے۔ کہ وہ جس بات کا مدعی ہو وہ قرآن ہی سے نکالدے۔

مغالطہ نمبر ۴۔ صفحہ ۱۹ عہد بمعنے تعریف لغت میں آیا ہے۔ وجہ الف لام عہدی و جنسی و استغراقی لغوی نہیں اصطلاحی ہیں۔ انکی نسبت لغت کو پیش کرنا ناواقفی اور بےعلمی کا اظہار ہے۔

مغالطہ نمبر ۵ صفحہ ۱۹ جنس لغت میں مثل ادرہم شکل کو کہتے ہیں۔ وجہ جنس کے جو الف لام جنسی سے مراد ہوتی ہے معنے لغوی مثل مراد بتانا اصطلاحات علوم سے جہالت کا اقرار کرنا اور پھر بحث اور جواب کے لیے تیار ہو جانا۔ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔

مغالطہ نمبر ۶ صفحہ ۲۱ بیوی اور اسکی چچا زاد بہین ایسے ذی القربےٰ نہیں جیسے دو بہنیں۔ وجہ جس آیت میں جہاں ذوے القربیٰ کا حکم ہے وہاں یہ قید کہاں ہے کہ جو دو بہنیوں کی مثل ہوں انہیں بیان کرو۔ مغالطہ نمبر ۷ صفحہ ۲۱ [illegible] الف لام الاختین کا ترجمہ کیا ہے۔ وجہ تثلیث نہ الف لام۔ الاختین کا ترجمہ ہے نہ کسی دوسری آیت کا مفاد۔

مغالطہ نمبر ۸۔ صفحہ ۲۲۔ الاختین کا الف لام استغراقی نہین جنسی ہے۔ وجہ کسی مدرسہ علوم اسلامیہ میں جاؤ۔ اور استغراقی و جنسی کے معنے دریافت کرو۔ ورنہ منہ بند رکھو ؏ حلوا خوردن را روے باید۔

مغالطہ نمبر ۹ صفحہ ۲۲ مولوی صاحب نے دخلتم بہن پر غور نہیں کیا۔ وجہ۔ مینے کب اور کہاں کہا ہے کہ غیر مدخولہ عورت کی نانیاں دادیاں بھی حرام ہیں۔

مغالطہ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۵-۲۰-فرزند نوح علیہ السّلام کو کہا گیا ہے۔ کہ وہ تیرا اہل نہیں۔ وجہ۔ یہ تو نہیں کہا کہ وہ تیرا بیٹا نہیں۔ اور حکم وراثت قرآن میں بیٹے اور غیرہ اولاد کیلئے ہی نہ اہل کے لیے جو تابعدار کہلاتا ہے۔ مغالطہ نمبر ۱۱ صفحہ ۲۹۔ میں سارے مال کا صدقہ جائز نہیں سمجھتا۔ وجہ۔ پھر اس سے نو سطر پہلے کیوں کہتے ہو کہ وارثوں کے لیے ورثہ چھوڑنے کی تاکید نہیں ہے ہی ہے ؎

دروغگو را حافظہ نباشد۔

مغالطہ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۱۔ احادیث جمع حقیقی نماز مزدلفہ وعرفات باطل ہیں۔ اور عمل ورواج عام مسلمانوں کا لائق اقتدار ہے تو تقلید خاص ایک امام کی ہی لازم ہونی چاہیئے۔ توجہ احادیث صحیحہ نبویہ کو باطل کہنا کفر ہے۔ اس کفر کی وجہ سے یہ ہمارا اجمالی بیان مضمون چکڑالوی پر اتبالی ڈگری کا مؤید ہوا۔ اور اس فعل نبوی میں تمام مسلمانوں کا اتباع تقلید بلا دلیل نہیں ہے۔

مغالطہ نمبر ۱۳ صفحہ ۳۲۔ گدھے سے مکذبین کو تشبیہ دی گئی ہے۔ اور اسکو بکس یعنے بری تشبیہ کہا گیا ہے۔ اسلئے گدھا حرام ہے۔ انعام سے کافروں کو تشبیہ دی گئی ہے اور بکس یعنے برا نہیں کہا اس لیے انعام حرام نہیں۔ وجہ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ چکڑالوی نے یہ بات مباحثہ کے دن کہنی تھی۔ علاوہ بریں یہ بھی شرم کرکے سوچنا چاہیئے کہ انعام سے کافروں کی تشبیہ کو برا نہیں کہا۔ تو کیا اچھا کہا ہے؟ اور وہ مقام ذم ہے؟ یا مقام مدح؟ اور کافر جو غیر مکذب ہو برا ہے یا اچھا؟۔ افسوس یہ فہم ہے اور ایسا وسیع اجتہاد سراسر الحاد ہے۔

اس [illegible] چکڑالوی [illegible] علمی [illegible] اہل علم سے دریافت کریں۔ چکڑالوی سے تو یہ امید ہی نہیں کہ وہ اسکو سمجھے۔ بحمد اللہ وبتوفیقہ چکڑالوی کے رسالہ اشاعۃ القرآن کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا۔ کہ جسکا جواب نہ لکھا گیا ہو۔ آیندہ سمجھنا اور اس سے نفع اٹھانا

چکڑالوی کی من گھڑت نماز کا مختصر رسالہ

چکڑالوی نے ایک رسالہ چھوٹے ۸ صفحہ کا شائع کیا ہے۔ جسمیں آنحضرت کی تعلیمی اسلامی نماز کے مقابلہ میں اسنے ایسی نماز شائع کی ہے جس میں بجائے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) وان اللہ ہو العلی الکبیر تجویز کیا ہے۔ اور بجائے رکوع وسجدہ آیات قرآن کا پڑھنا اور بجائے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ وبجائے التحیات ربنا لا تؤاخذنا الخ وبجائے درود معروف سبحان ربک رب العزۃ الخ اور بجائے سلام معروف سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ تجویز کیا ہے*۔ اس نماز کی پہلی تکبیر تحریمہ ہی غلط ہے عربی میں وان اللہ بالفتح شروع کلام میں نہیں آتا۔ اسکے اور اجزا وارکان کا بطلان اسکے رسالہ مطول شائع کرنے پر عمل میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

* اعوذ وآمین کو بالکل اڑا دیا ہے۔

چکڑالوی پر اقبالی ڈگری

چکڑالوی نے ایک رسالہ موسومہ باشاعۃ القرآن شائع کیا ہے - اسمین اکثر ان الزامات کو جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ - ۶ - ۷ - جلد ۱۹ مین اسپر قائم کئے گئے ہین - تسلیم کرلیا ہے - اور بعض الزامات سے گو انکار بھی کیا ہے مگر اس انکار کے ساتھ انکا اقرار بھی اُسکے کلام مین پایا جاتا ہے - جسکو وہ بحکم "دروغگو را حافظ نباشد" بھول سیکھے یا دانستہ دہوکہ دہی کی غرض سے اُن سے انکاری ہوتا ہے - لہذا وہ فتوے جو علماء وقت نے اُسپر لگایا ہے - اور وہ نمبر ۷ جلد ۱۹ مین شائع ہوا ہے - اسپر اقبالی ڈگری ہے -

اس مضمون مین اس فتوے کی تائید و تصدیق مین اور علماء کے فتوے جو پشاور - آرہ ضلع شاہ آباد وغیرہ اضلاع بنگال کے پہنچے ہین نقل کئے جائینگے - مگر اس نقل سے پہلے چکڑالوی کے تازہ اعترافات نقل کرنے ضروری ہین -

پس واضح ہو کہ منجملہ ان الزامات کے جنکی نظر سے علماء وقت نے اسپر فتوے کفر لگایا ہے - **بڑا بھاری الزام** یہ تھا - کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جملہ احادیث کو جو احکام قرآن مجید کی تفصیل و تشریح کرتی ہین - یا اُنمین احکام قرآنی پر زیادتی پائی جاتی ہے - منکر ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف قرآن کے الفاظ کا ایک **چھٹی رسان** ڈاک خانہ یا **ندکوری تحصیل** کی مثل مبلغ (پیغام رسان) جانتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالی کی طرف سے تشریع احکام حلال و حرام و توضیح و تشریح مطالب و معانی قرآن کا منصب عطا ہونے کا منکر ہے - سو اس **الزام** کا اُس نے اس رسالہ مین **کھلے** بند اقرار کرلیا ہے - او سابق سے بڑھکر احادیث نبویہ سے جنمین احکام قرآن کی تشریح یا اسپر زیادتی پائی جاتی ہے - صاف و صریح انکار کیا ہے - **سوال** اول خاکسار کے جواب مین تو اُسنے تعلیم عملی مین حدیث شریف کی ضرورت و سخت احتیاج کو تسلیم کیا تہا - (اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ - جلد ۱۹ و مباحثہ مطبوعہ چکڑالوی کے صفحہ ۲ ملاحظہ ہو) اور اب حدیث نبوی سے بلا تفصیل و بغیر تمیز کے کلی انکار کیا ہے - چنانچہ اس رسالہ کے

صفحہ ۳۵ پر آگے اصطلاحی حدیث پر بحث شروع کرکے کہا ہے۔

اہل حدیث کا اعتقاد ہے۔ کہ رسول اللہ پر دو طرح کی وحی آتی تھی۔ ایک وحی جلی یا متلو۔ دوسری وحی خفی یا غیر متلو۔ وحی جلی سے مراد قرآن ہے وحی خفی سے حدیث رسول اور یہ بھی انکا اعتقاد ہے۔ کہ قرآن مجید مین جسقدر احکام بیان ہوئے ہین وہ سب کے سب مجمل ہین وحی خفی مین انکی تفصیل کی گئی ہے اگر یہ تفصیل و تشریح نہ ہوتی۔ تو قرآن مجید کے کسی حکم پر بھی عمل کرنا ممکن نہ تہا۔ (اس اعتقاد نمبر ۲ کے بیان مین چکڑالوی نے جھوٹ بولا ہے۔ اور اہلحدیث پر افترا کیا ہے۔ اہلحدیث یا اہل فقہ یا اہل کلام یا اہل اصول مین سے کوئی بھی یہ اعتقاد نہین رکھتا۔ کہ جسقدر احکام قرآن مین بیان ہوئے ہین۔ وہ سب کے سب مجمل ہین۔ حدیث انکی تفصیل نہ کرتی تو قرآن مجید کے کسی حکم حکم پر عمل ممکن نہ تہا۔ بلکہ یہ خلاف اس اعتقاد کے اس فتوے مین جو نمبر ۲ مین منقول ہے بصفحہ ۲۱۲۔ سطر ۱۰۔ صاف تصریح ہے۔ کہ ایک حکم بھی منجملہ ان احکام کے جو شرعی اور اسلامی اصطلاح کے احکام ہین۔ اور صرف لغت عرب انکے سمجھنے کیواسطے کافی نہین بغیر مدد حدیث اور تفسیر نبوی کے سمجھ اور عمل مین نہین آسکتا"۔ ناظرین ان الفاظ منجملہ ان احکام [illegible] اسلامی اصطلاح [illegible] لغت [illegible] چکڑالوی کے مفتری ہونے کا یقین کرین) پہر چکڑالوی نے صفحہ ۳۰ مین بیان اعتقاد ۳ اہلحدیث مین کہا ہے اور صدہا مسائل ایسے ہین جنکا قرآن مین ذکر نہین ہوا۔ وہ صرف وحی خفی کے ذریعے حدیث رسول مین بیان ہوئے ہین۔ اور بہت سے مسائل ایسے ہین۔ جو قرآن مجید اور حدیث رسول (حدیث مرفوع) مین نہین ہین۔ وہ حدیث صحابہ و تابعین (حدیث موقوف و حدیث مقطوع) سے ملتے ہین۔ (اس اعتقاد نمبر ۳ کے بیان مین بھی چکڑالوی نے جھوٹ بولا اور اہلحدیث پر دوسرا بہتان باندہا ہے۔ اہلحدیث حدیث موقوف اور حدیث مقطوع کو حجت شرعیہ نہین جانتے اور کسی ایک یا دو یا چار یا دس صحابی یا تابعی کے اختلافی قول یا فعل کو دلیل شرعی نہین سمجھتے۔ ہان وہ تمام اہلسنت و الجماعت کے شمولیت مین جماعت

جو رسالہ اصول احادیث جو جامع ترمذی کی ابتدا مین ملحق و مطبوع ہے کہا ہے الموقوف مطلقاً ما روی عن الصحابۃ من قول و فعل ولیس بحجۃ المقطوع ما جاء عن التابعین من اقوالھم و افعالھم ولیس بحجۃ ۱۲

صحابہ وتابعین و سلف صالحین کے اتفاقی واجماعی اقوال وافعال کو اس حسن ظنی کے ساتھ کہ ان اقوال
وافعال کی سند کتاب و سنت مین ہوگی۔ گو ہمکو اسپر اطلاع نہوئی ہو۔ لائق تمسک سمجھتے ہین۔ اور اوسکو ملحق
بالسنتہ اور سبیل المومنین خیال کرتے ہین) پھر چکڑالوی نے بیان اعتقادات اہلحدیث مین کہا ہے۔ اور
قرآن مجید شہادت وحکم دیتا ہے کہ حدیث نہایت ہی ضروری چیز اور واجب الاتباع ہے۔ اور جس طرح تواتر
سے ہمکو قرآن شریف پونہچا ہے۔ اسی طرح حدیث بھی پہنچ گئی ہے۔ (اس اعتقاد نمبر ۹ کے بیان مین بھی
چکڑالوی نے جھوٹ بولا ہے۔ اور اہلحدیث پر تیسرا افترا کیا ہے۔ اہلحدیث۔ فقہا۔ اصولی وغیرہ اسلامی
وسنی فرقون سے کوئی قائل نہین ہین کہ احادیث سب کی سب تواتر کے ساتھ پونہچی ہین۔ بلکہ وہ سب جنمین
اہلحدیث بھی شامل ہین۔ احادیث مرویہ کی تین اقسام (متواتر۔ مشہور۔ خبر واحد) بیان کرتے چلے آئے
ہین۔ اور خبر واحد کے تواتر سے پہنچنے کا کوئی قائل نہین) اصل الزام چھٹا نمبر ۷ جلد ۱۹ مین چکڑالوی پر قائم
کیا گیا تھا۔ یہ ہے۔ کہ اگر چکڑالوی صحابہ کو دل سے ایسا ہی (منافق) جانتا ہے۔ اور حدیث کو اسوجہ
سے بے اعتبار ٹھہراتا ہے کہ اسکے راوی یہی اصحاب نبوی ہین تو اُسکو چاہیے کہ قرآن کو بھی بے اعتبار
ٹھہراوے۔ اور اسلام کو بھی سلام اور خیرباد کہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے راویان بھی یہی اصحاب نبوی ہین
اور قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھلے لوگون تک بلاواسطہ اصحاب خود نہین پونہچایا
اور اسکو کسی مطبع مین چھپوا کر یا اسکی ہزارہا قلمی نقلین لکھوا کر آفاق مین شائع نہین کیا۔ پھر صفحہ ۲۰۷
مین کہا گیا تھا۔ کہ اگر حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وقت مین جمع نہونا دوسری یا تیسری
صدی مین جمع ہونا اُسکے نزدیک حدیث کی بے اعتباری کا موجب ہے تو اسکو چاہیے کہ قرآن کا بھی اعتبار
نہ کرے۔ کیونکہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت خلیفہ اول پھر خلافت خلیفہ سوم
مین جمع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین اس ہیئت و ترتیب سے جو اُسمین پائی جاتی ہے۔ ایک
جگہ جمع نہین ہوا۔ اس دندان شکن الزام کو تو چکڑالوی نے اہلحدیث کی طرف سے نقل نہین کیا اور بجائے
اسکے اور ششم افترا کرکے انکی طرف منسوب کردیا ہے۔ ان مفتریات ثلثہ کے افترا سے چکڑالوی کی غرض
یہ ہے۔ کہ ان مفتریات کے قرآن مجید سے ثابت ہونے سے اہلحدیث پر اعتراض قائم کرے۔ کہ جو امر قرآن سے

21

ثابت نہین اسکو انکار کی وجہ سے اسکو کافر کیون کیا گیا ہے - آن چھ امور کو بیان کرنے کے بعد اسنے ہر ایک امر پر ملا انکار کیا ہے - اور بزعم خود معتزلہ وغیرہ فرقہ ضالہ کی مانند قرآن مجید کی آیات سے اس انکار کی سند و وجہ ثبوت پیش کی ہے -

اس مقام مین ہر ایک امر سے اسکے انکار کو اسیکے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے اور جو آیات اسنے انکار کی وجہ ثبوت مین اسنے پیش کئے ہین - انکا جواب ختم مضمون کے بعد خاتمہ مین دیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ - امر اوّل سے انکار کی سند و ثبوت مین اسنے متعدد آیات قرآن جنمین قرآن کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ "وہ خدا کی طرف سے وحی ہے اور وہ افترا نہین ہے" - اور اسکی مثل کوئی شخص بنا نہین سکتا" اور وہ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے" نقل کرکے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے - کہ حدیث خدا تعالےٰ نے نہین اُتاری اسکی وحی خدا کی طرف سے نہین ہوئی اسکے مطابق حکم کرنے والے کافر ہین ظالم ہین فاسق ہین - چنانچہ صفحہ ۳۸ مین اسنے کہا ہے - حدیثون کی مثل حدیثین بن سکتی ہین - چنانچہ واقع مین لاکھون بن گئین ہین لیس حدیث وحی نہین ہوسکتی - اور صفحہ ۲۴ مین کہا ہے دنیا یوحی (خدا کی طرف سے وحی شدہ) وما انزل اللہ (خدا کی اتاری ہوئی چیز) صرف قرآن مجید ہے - اور بس - اور تمام قرآن شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے - کسی جگہ سے یہ ثابت نہین ہوسکتا - کہ قرآن شریف کے ساتھ کوئی اور شئے بھی رسول اللہ پر نازل ہوئی تھی - اور اگر کوئی شخص کسی مسئلہ مین قرآن مجید کے سوا کسی اور چیز سے دین اسلام مین حکم کریگا - تو وہ مطابق آیت مذکورہ بالا کافر ظالم اور فاسق ہو جائیگا - اور صفحہ ۴۴ مین کہا ہے - دوسری چیز جسکو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے - قرآن مجید سے اسکے رسول اللہ پر نازل ہونیکا کچھ پتہ نہین چلتا"

یہ صاف و صریح چکڑالوی کے اعترافات ہین کہ وہ حدیث نبوی کا منکر ہے اور حدیث کو خدا کی طرف سے نازل اور وحی الٰہی نہین جانتا - آگے چلکر اس سے بھی بڑھکر اسنے انکا رسنو گ صفحہ ۲۹۲ وغیرہ دیکھو امر دوم کے متعلق جو اسنے اہلحدیث کے اعتقاد مین ازخود جھوٹ ملا دیا ہے - اس سے انکا کے سبب تو اسپر کوئی الزام قایم نہین کیا گیا - اور جو واقعی اہل حدیث کا اعتقاد ہے کہ احکام

قرآنی متعلقہ اصطلاح اسلامی جنکے سمجھنے کے لیئے لغت عرب کافی نہین۔ بغیر مدد حدیث نبوی کے سمجھہ اور عمل مین نہین آسکتے اس سے چکڑالوی نے صفحہ ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ مین انکار کیا۔ اور اس انکار کے ثبوت مین چند آیات کو جنمین قرآن مجید کو تفصیل و مفصل فرمایا گیا ہے نقل کرکے کہا ہے۔ پس جبکہ شریعت مین اسلام کی ہر ایک چیز من کل الوجوہ (اس لفظ کو ناظرین انصاف سے دیکہین اور چکڑالوی دروغگو سے دریافت کرین۔ کہ من کل الوجوہ کس لفظ قرآن مجید کا ترجمہ ہے) مفصل ومشرح طور پر بیان ہوگئی ہے۔ تو اب وحی خفی یا حدیث کی کیا ضرورت ہے۔

امر سوم سے چکڑالوی نے صفحہ ۴۹ و ۵۰ مین انکار کرکے اسکی تایید مین وہی آیات جنمین قرآن مجید کو تفصیل و تبیان فرمایا ہے۔ نقل کرکے ص۵۱ مین اس سے انکاری نتیجہ نکالا اور یہ کہا ہے۔ پس وحی خفی یا حدیث کی کونسی حاجت باقی رہ گئی۔

امر چہارم مین جو چکڑالوی نے اہلحدیث کے اعتقاد مین از خود جھوٹ ملایا ہے۔ اسکے انکار سے تو کوئی الزام انپر لگایا نہین گیا۔ اور جو واقعی اہلحدیث کا اعتقاد ہے کہ اقوال و افعال اجماعی و اتفاقی صحابہ تابعین و سلف صالحین الی اللہ و تمسک [illegible] ہین۔ اس چکڑالوی نے صفحہ ۵۳ وغیرہ مین انکار کیا۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ آیت ارشاد اتباع سبیل المؤمنین مین سے صحابہ وغیرہ ہرگز مراد نہین۔ بلکہ رسل و انبیاء مراد ہین۔ المومنین مین الف لام حرفی استغراقی صفاتی ہے (دیکھو مختصر المعانی و مطول وغیرہ) لہذا المؤمنین کے معنے ہین ایسے مؤمنین جو نہایت ہی اعلے درجہ کے کامل صفات جامع کمالات ہون اور وہ صرف رسول ہی ہین"۔

امر پنجم سے چکڑالوی نے صفحہ ۵۵ مین صاف انکار کیا ہے اور اس انکار کی کوئی سند دلیل بیان نہین کی بلکہ جن آیات قرانیہ سے فتوے مین حدیث کا واجب الاتباع ہونا ثابت کیا گیا تھا انکا لغو اور بیہودہ جواب دیا ہے۔ اس جواب کا جواب بعد ختم مضمون خاتمہ مین دیا جائیگا انشاء اللہ یہان صرف اسکا انکار نقل کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ امر پنجم کیا قرآن مجید حدیث کو واجب الاتباع ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری نے اپنی تحریر مین چودہ آیات

درج کی ہین جن سے اُنہون نے بزعم خود حدیث کو واجب الاتباع کہا ہے۔ لیکن ان آیات مین سے کسی سے بھی ہرگز ہرگز حدیث کی وجوب کا ثبوت نہین ملتا۔

امر ششم کے متعلق جو چکڑالوی نے اہل حدیث کے اعتقاد مین از خود جھوٹ ملایا ہے۔ اُس لئے کے سبب تو اُسپر کوئی الزام قایم نہین کیا گیا۔ **اصل الزام** جو اسپر قایم کیا گیا تھا[1]۔ اسکا جواب ایسے یہ دیا ہے کہ قرآن مجید کو اصحاب نبوی نے ہمکو نہین پہونچایا۔ اور نہ انہون نے اسکو لکھا۔ اور نہ جمع کیا۔ بلکہ وہ خداتعالیٰ کی طرف سے لوح محفوظ سے نقل ہو کر نازل ہوا تھا۔ صفحہ ۳ ۷ سے ۸۰ تک اُسنے اس مضمون کی آیات قرآن جنمین ارشاد ہوا ہے۔ کہ اُس کتاب مین شک نہین‘‘۔ اِس کتاب کی آیات باحکمت ہین‘‘۔ ہمنے ایسی کتاب بھیجی ہے۔ جو مفصّل ہے‘‘۔ یہ کتاب لکھی ہوئی ہے اسکو جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے‘‘ یہ کتاب لوح محفوظ مین ہے۔ جسکو پاک فرشتے چھوتے ہین‘‘ یہ قرآن رمضان مین اترا ہے‘‘۔ نقل کرکے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن کتاب کی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین لکھا گیا اور جمع ہو گیا تھا۔ جسکو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے۔ چنانچہ صفحہ [illegible] مین کہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس اپنی کتاب کا جامع اور مؤلف ہے یعنے اسکی جمع اور تالیف نہ کسی فرشتے نے کی ہے نہ کسی جن و بشر نے یہانتک کہ جبرائیل آمین اور محمد کا بھی اسمین دخل نہین۔ چہ جائیکہ کسی اور انسان کا‘‘

(چکڑالوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمقام مین صرف محمد کہا ہے۔ اور صفحہ ۲ ۷ مین حضرت محمد عربی۔ اور ایک اور جگہ حضرت لفظ صاحب جیسے بعض مہذب ہندو و عیسائی وغیرہ اہل اسلام سے مکالمہ وخطاب کے وقت آپکا نام لیتے ہین۔ اور اسم مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ لفظ نبی یا رسول کہا ہے۔ اور نہ درود و سلام کا لفظ ملایا۔ یہ سوادبی و بے تعظیمی چکڑالوی کی اُس اعتقاد کا نتیجہ ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ ایک چٹھی رسان یا نوکری تحصیل جانتا ہے۔ بلکہ ان احادیث کی نظر سے جو اسکے خیال مین قرآن کے مضمون سے زاید ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب التعظیم نہین سمجھتا چنانچہ ص۶۲ اور ص۶۶ رسالہ مین لکھہ چکا ہے جسکی اصل عبارت صفحہ ۳۰۹

[1] جو صفحہ ۲۸۷ مین منقول ہے ۱۲

۲۲

مین منقول ہوگی۔) نعوذ باللہ من ہذا الجسارۃ و سوء الادب)

اور صفحہ ۷۹ مین کہا ہے کہ رسول اللہ نے قرآن کریم کو اس تالیف و ضع و ترتیب ترکیب پر لکھوایا اور جمع کر دیا ہے جسطرح کہ وہ لوح محفوظ مین لکھا ہوا موجود ہے۔ اور جیسے جبرائیل کو وہان سے نقل ہو کر ملا۔ اور صفحہ ۸۰ مین کہا ہے یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ تمام قرآن مجید رسول اللہ کی زندگی ہی مین کامل ترتیب کے ساتھ حسب تعلیم و ہدایت جبرائیل لکھا گیا تھا اور یہ با ترتیب جمع ہو گیا تھا اور جس طرح لوح محفوظ سے نقل ہو کر ملا تھا اُسنے اسی طرح آگے پڑھا اور نقل کروا دیا۔ پھر چکڑالوی نے از خود یہ سوال کیا کہ قرآن مجید سارے کا سارا ایک دفعہ پیغمبر صاحب پر نازل نہین ہوا کہ آپنے اسکو ایک کتاب کیصورت مین لکھوا دیا ہو۔ یہ تو تھوڑا تھوڑا آپ پر نازل ہوا ہے۔ اور جس ترتیب کے ساتھ اب لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔ اس ترتیب پر نازل نہین ہوتا تھا۔ پھر آپکے زمانہ مین کیونکر اس ترتیب کے ساتھ جمع ہو سکتا تھا۔

پھر خود ہی اسکا جواب یہ دیا ہے۔ کہ کیا خدا تعالےٰ و جبرائیل و محمد تینون ایسی کوئی تجویز نہ سوچ سکتے تھے کہ جسقدر قرآن مجید اترتا جائے اسی قدر ترتیب وار جمع ہوتا جائے۔ کیا یہ ممکن نہین ہے کہ خالی ورقون کی ایک کتاب رسول اللہ نے جلد کرائی ہو۔ اور ہر ایک سورہ کو کچھ کچھ ورق چھوڑ کر لکھنا شروع کر دیا ہو۔ اور جون جون آیات نازل ہوتی گئین۔ انکو جس صورت مین جبرائیل نے کہا لکھ دیا ہو اور اسی طرح رفتہ رفتہ کتاب مکمل ہو گئی ہو۔ سرکاری محکمون ساہوکارون بلکہ چھوٹے چھوٹے دکانداروں کی ہان بھی ایسے خالی ورقون کی کتابین ہوتی ہین۔ جنمین کچھ کچھ فاصلے پر مختلف لوگوں کے نام لکھے ہوتے ہین۔ اور پھر وقتاً فوقتاً ہر ایک شخص کا حساب اسکے نام کے نیچے درج ہوتا رہتا ہے۔ جبتک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ کتاب بالکل پُر ہو جاتی ہے پس ایسا آسان اور مفید طریق جمع کا قرآن مجید کے لیئے کیون اختیار نہ کیا ہو گا"

یہ من گھڑت تجویز قرآن کے جمع و ترتیب کی نسبت بیان کرنیکے بعد چکڑالوی نے اعتبار ی حدیث کی طرف متوجہ ہوا اور صفحہ ۸۱ مین کہا ہے۔ حدیثین دو قسم کی ہین ایک تو وہ جنکے مضامین قرآن مجید

23

ہے بالکل جدا اور علیحدہ اور زیادہ ہین ۔ چونکہ یہ امر پہلے ثابت ہوچکا ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن مجید ہی اللہ تعالی کی طرف سے اُترا ہے ۔ سوا اِسکے اور کوئی چیز نہین اُتری اور یہ کہ ہم صرف ما انزل اللہ کے اتباع کے لیئے مامور ہین پس اس قسم کی احادیث (جنکے مضامین قرآن مجید سے زاید ہین) بالفرض والتقدیر اگر رسول اللہ سے یقینی اور قطعی طور پر بھی ثابت ہوجائین (جو ناممکن ہے) توبھی وہ ہمارے لئے واجب الاتباع نہین ہین ۔ کیونکہ وہ ما انزل اللہ نہین ہین ۔ دوسری قسم کی احادیث وہ ہین جنمین قرآن شریف ہی کے مضامین ہین ۔ یہ حدیثین از روے روایت صحیح ہون یا ضعیف بہرحال وہ باطل نہین کیونکہ وہ ما انزل ہی کا مضمون ہین ۔ پس ایسی حدیثون کے راویون کے حال پر بحث کرنا بھی فضول ہے ۔ الغرض ہمکو اس امر کے تلاش کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہین کہ آیا ہمین صحیح صحیح پہنچ گئی ہین یا نہین ۔

یہ چکڑالوی کی صاف اور صریح اعترافات ہین کہ وہ حدیث نبوی کا (جسمین قرآن مجید کے احکام پر زیادتی یا اُنکی تشریح پائی جاتی ہے) منکر ہے ۔ صحابہ وغیرہ راویان کا اور روایت حدیث کا وہ کچھ اعتبار نہین کرتا ۔ حدیث کے نظر واعتبار کی وہ [illegible] نظر سے علماء وقت نے اسکو کافر لکہا ہے اسکو بڑے فخر سے اور بغیر کسی تاویل کے تسلیم وقبول کرتا ہے ۔ ان اعترافات سے بڑھکر اسکے اعترافات صفحہ (۳۲۹) مین منقول ہونگے ۔ انمین اسنے پیروی حدیث نبوی کو طاغوت کی پیروی قرار دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت توہین کی ۔ دوسرا الزام (مستلزم کفر) اسپر یہ لگایا گیا ہے ۔ کہ وہ جملہ کتب احادیث کو جلانے کے قابل کہتا ہے تیسرا الزام مستلزم کفر یہ کہ وہ مردون کے لئے سونا اور ریشم پہننے کو حلال کہتا ہے ۔ سو ان الزامات کو گو اُسنے صریح الفاظ سے تسلیم نہین کیا مگر ان الزامات کے انکار بھی نہین کیا جیسے بعض الزامات سے جنکو وہ بزعم خود ناحق سمجھتا تھا ۔ انکار کیا ہے ۔ اور اگر وہ ان الزامون کو درست نہ سمجھتا تو ان الزامات مین جنکو وہ ناحق سمجھتا تھا اُنکو بھی شامل کرتا ان الزامات کو ان الزامات مین شامل نکرنے اور انکے انکار سے اسکے ساکت رہنے بحکم السکوت فی معرض البیان بیان ثابت

ہوتا ہے کہ وہ ان الزامات کو بھی تسلیم کرتا ہے۔

اِن الزامات مُستلزم کفر کے علاوہ چند الزامات اُسپر ایسے لگائے گئے تھے جنکی نظر سے علمارِ وقت نے اسکو گمراہ و مبتدع و معتزلہ وغیرہ کہا تھا۔ انکو بھی اُسنے اس رسالہ مین بلا دھڑک مان لیا ہے۔ اور معتزلہ وغیرہ کی طرح اُنکی تائید مین آیات قرآن کو پیش کیا ہے۔ **از انجملہ ایک الزام انکا** نسخ ہے۔ اُسکی نسبت اُسنے اس رسالہ کے صفحہ ۳ مین یون اعتراف کیا ہے۔ "کہ مین اسکے متعلق اپنی تفسیر مین صفحہ ۳۰۱ سے ۳۳۱ تک بتفصیل بحث کر چکا ہون اور یہی بحث رسالہ کی صورت مین علیحدہ چھپ گئی ہین جسکا نام **الرد النسخ المشہور فی کلام الرب الغفور** ہے) اس نام مین لفظ رد صاف مشعر ہے کہ وہ نسخ سے منکر ہے (جیسے ابو مسلم جاحظ وغیرہ معتزلہ قدیم اور زمانہ حال کے پیر نیچر علیگڈھ اس سے منکر ہین) اور تفسیر چکڑالوی کی ان صفحات مین جن کا وہ حوالہ دیتا ہے اسکا صاف صریح انکار موجود ہے۔ **از انجملہ ایک الزام مردہ کو صدقہ** کھانا وغیرہ کا ثواب پہنچنے سے انکار کرنا ہے۔ اس الزام کو اُسنے صفحہ ۴ مین رسالہ کے تسلیم کرلیا ہے۔ اور کہا ہے [illegible] غیرہ کا کسی چیز کا ثواب نہین پہنچتا۔ پھر اس انکار پر چند آیات سے استدلال کیا ہے۔ جن سے قدیم معتزلہ نے استدلال کیا ہے۔ و از انجملہ ایک الزام **شفاعت** انبیا سے انکار ہے۔ سو اسکو اسنے **صفحہ ۴** رسالہ مین تسلیم کرلیا اور کہا ہے۔ "شفاعت کرنے سے یہ مراد لیجاتی ہے۔ کہ جب لوگ میدان حشر مین تنگ آکر انبیار کے پاس جائینگے اور کہینگے کہ آپ خدا کے پاس جاکر ہماری سفارش کرین تو اوسوقت سب انبیار کچھہ نہ کچھہ عذر کرینگے اور پھر اخیر مین محمد رسول اللہ کے پاس آئینگے اور آپ سفارش کرینگے"۔ اس شفاعت کا مین بے شک منکر ہون۔ کیونکہ اس تمام قصے کا قرآن مجید مین کہین بھی ذکر نہین۔ پھر اس انکار کی تائید مین چند آیات قرآنی کو پیش کیا ہے۔ جنکو معتزلہ وغیرہ شفاعت کی دلیل بناتے ہین۔

و از انجملہ ایک الزام نماز تراویح کو ضلالت کہتا ہے۔ اس الزام کا بھی اسنے اقرار

کر لیا ہے اور کہا ہے۔ کہ اسکے متعلق ایک علیحدہ رسالہ لکھا جا چکا ہے جسکا نام **البیان الصریح لاثبات کراہۃ التراویح** ہے۔ اس رسالہ کے بھی نام ہی سے اسکا مضمون سمجھہ آسکتا ہے اور اس رسالہ کے صہ۴ سطر ۸ مین نماز تراویح کو جو باجماعت مسجد مین ادا ہو بدعت اور صفحہ ۶ سطر ۱۱ و ۱۲ مین بدعت ضلالت مفضی الی النار (آگ کی طرف پہنچانے والی) اور صہ۳۹ سطر ۵ مین بدعت ضالہ مردود نرہ ہوقہ اور صفحہ ۴۲ سطر ۹ و ۱۰ مین بدکاری ضلالت وخباثت نجاست کہا ہے۔

وازانجملہ ایک الزام یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ۱۸ افعل شیطانی صادر ہونیکا قائل ہے۔ اسنے رسالہ کے صہ۴۳ و ۴۴ مین وہ آیت نقل کی ہے جسمین یہ ذکر ہے کہ نبیون اور رسولون کی بات مین شیطان نے کچھہ ملادیا تو ہمنے شیطان کی بات کو مٹا کر اپنی آیات کو محکم کر دیا۔ اسکے بعد یہ کہا ہے کہ مطابق آیت بالا دوسرے رسول کی طرح رسول اللہ کی زبان مبارک سے بھی دین اسلام کے متعلق دو چیزین ظاہر ہوتی ہین یا تو کتاب اللہ یا سہوًا کوئی آپکا اپنا خیال وقیاس وآرزو جس مین القاء شیطانی موجود ہوتا تھا پس آپ کی آرزو کو اللہ تعالے منسوخ کر کے اپنی کتاب کی آیات کو ثابت کرتا ہے [illegible] خیالات و آرزو وسہوًا آپ کی زبان مبارک سے ظاہر ہوتے رہے ہین۔ خاکسار کے علم کے مطابق انکی تعداد اٹھارہ سے زیادہ نہین ہے کم ہو تو ہو پھر اسکی تمثیل مین چار واقعہ چکڑالوی نے نقل کئے ہین۔ اوّل آپکا بیوی کی خاطر سے کسی حلال چیز کی نسبت قسم کہانا دوسرا خولہ رض کو اسکے خاوند کے ظہار کے سبب حرام کہدینا۔ تیسرے بعض لوگون کو جنگ مین نہ جانے کی اجازت دینا۔ چوتھا ایک رئیس قریش کے وعظ مین متوجہ ہونے کی وجہ سے ایک اندھے سے منہ پھیرنا۔

چکڑالوی کے یہ اعتراضات اسکے عبارات سے ہمنے نقل کر دی ہین۔ تو اب اسپر وہ فتوائے تکفیر وتبدیع جو علماء وقت نے اسپر لگایا ہے۔ اقبالی ڈگری ہے۔ لہذا اب ہم اس فتوے کی تائید مین دوسرے علماء کے فتاوے جو بعد موصول ہوئے ہین نقل کرتے ہین۔

فتاوائے علماء پشاور و اطراف آن

حامدًا و مصلیًا یقول الراجی عفو ربہ الکریم المفتی عبد الرحیم البشاوری ان قائل ہذہ الکلمات المذکورۃ فی صفحہ ۲۴۲ من اشاعۃ السنۃ للمولوی محمد حسین البٹالوی کافر مبدع لاشک فی کفرہ۔ اذ ہذہ الکلمات مخالفۃ عن عقائد السلف والخلف رحمہم اللہ ۱۲

ترجمہ معافی رب کریم کا امیدوار مفتی عبد الرحیم پشاوری کہتا ہے کہ ان کلمات کا جو صفحہ ۲۴۲ مین رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۱۹ کے منقول ہین کافر اور بدعتی ہے۔ اسکے کفر مین کوئی شک نہین کیونکہ یہ کلمات عقائد سلف و خلف سے مخالف ہین۔

حررہ العبد الاثیم المفتی عبد الرحیم عفا عنہ ربہ الکریم فی تاریخ ۱۵ من جمادی الثانیہ

من اہان الاحادیث النبویۃ صلی اللہ علیہ [illegible] او قال لم یطلع علی ما ہو من ضروریات الدین فقد کفر لاشک فی کفرہ واحادیث الصحاح حق آمنا بہا کما آمنا بالقرآن المجید و ما قال علمائنا فی حق الچکڑالوی فہو حق وہم علی الصواب فی ہذا الامر جزاہم اللہ خیرًا

الراقم المفتی مسعود خلف المفتی برکت اللہ۔

ترجمہ جو شخص احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کرے اور یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ضروریات دین کی خبر نہ تھی (جو اس شخص کو سوجھی ہین) وہ بلاشک کافر ہے۔ اور احادیث صحاح حق ہین ہم انپر ایمان لا چکے ہین جیسا کہ قرآن مجید پر ایمان لائے ہین اور جو ہمارے علمائے اہلسنت نے چکڑالوی کے حق مین کہا ہے (کہ وہ کافر ہے) وہ درست ہے۔ اسکو کافر کہنے مین علماء راستی پر ہین۔

لا یخفی علی من لہ رائحۃ من الاسلام ان الانکار عن وجوب اتباع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

ترجمہ جس شخص کو اسلام کی بو بھی پہنچی ہوا سپر یہ بات مخفی نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

25

واصحابہ وسلم لیس الا انکار عن قولہ تعالیٰ وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا الاٰیۃ وایضاً یلزم منہ کذب قولہ تعالیٰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون فمن اعتقد الاعتقادات الباطلۃ المشتملۃ علی توھین الانبیاء خصوصاً علی تخفیف سیدنا خاتم النبیین سید المرسلین المؤید بالحجج والبینات الذی یجب اتباعہ علی کافۃ الانام من الخواص والعوام کما ھو المستفاد من قولہ تعالیٰ الذین یتبعون النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التورات والانجیل الاٰیۃ کما ھو منقول [illegible] عن عبد اللہ الچکڑالوی فی صفحہ ۱۴۲۔ لاشک فی کفرہ وکفر من سلک مسلکہ یعتقد معتقداتہ ھذا ما وجب علی وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

پیروی واجب ہے اس پیروی سے انکار خدا تعالیٰ کے اس قول کو ماننے سے انکار ہے۔ جسمین ارشاد ہے کہ رسول تمکو جو (حکم) دے وہ لے لو۔ جس سے روکے رک جاؤ۔ اور نیز آنحضرت کی پیروی واجب ہونے سے انکار اس قول خداوندی کو جھوٹا کہنا ہے جسمین ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسکو سب دینون پر غالب کرے اگرچہ مشرکین اس سے ناخوش ہون پس جو شخص ایسے باطل اعتقادات رکھے جنمین تمام انبیا خصوصاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (جو روشن دلائل وگواہیون سے خدا کی طرف سے مؤید [illegible] جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے جسمین حق تعالیٰ نے مومنون کی تعریف کی ہو کہ وہ نبی امی کی پیروی کرتے ہین جسکو توریت وانجیل مین لکھا ہوا پاتے ہین) توہین پائی جاتی ہے جیسا کہ چکڑالوی سے بصفحہ ۱۴۲ نمبر ۷ جلد ۱۹ رسالہ اشاعۃ السنۃ منقول ہین۔ اسکے کافر ہونے مین کوئی شک نہین۔ ایسا ہی اس شخص کے کفر مین شک نہین جو اسکی چال چلے اور اسکے اعتقادات کا معتقد ہو

کریما کرم کن سید جلال
ساکن تھانہ ماڑی پشاور

الراقم:-
خادم العلماء خاکسار مولوی محمد یوسف
امام ومدرس مسجد قاسم علیخان شہر پشاور

هذا هو الحق ولنعم ما قال المجیب ان الچکڑالوی کافر

قاضی احمد ساکن قریہ لنڈی

ایها الچکڑالوی لعنة الله علیك وعلی اتباعك علیك بشد الزنار والجلوس فی کناسة الکفار۔

محمد شاکر اللہ

اعتقادات الچکڑالوی مخالفة لکافة الانام من اهل الاسلام وسوء اعتقاده فی حق الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین وهجوه الصریح فی حق خاتم النبیین من الکفر الصریح اعاذنا الله منه [illegible] لقوله تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه الآیة

العبد

محمد خانپوری

لاشك ان هذا الشخص الذی ذکرت عقائده

ترجمہ:- مجیب نے خوب کہا ہے کہ چکڑالوی کافر ہے۔

ترجمہ اے چکڑالوی تجھپر اور تیرے پیروان پر خدا کی لعنت ہے تونے رسول اللہ کی پیروی سے انکار کیا ہے تو تجھکو چاہیئے کہ اب تو زنار پہن لے اور کسی ٹھاکر دوارہ مین جا بیٹھ۔

چکڑالوی کے اعتقادات تمام اہل اسلام کے مخالف ہین اور اسکا اصحاب نبوی کی نسبت بد اعتقاد ہونا اور آنحضرت خاتم النبیین کی ہجو کرنا کھلا کفر ہے خدا تعالی ہمکو اس سے بچا دے۔ اسپر دلیل یہ قول خداوندی ہے [illegible] جو شخص رسول اللہ کی مخالفت کرے اسکے بعد کہ اسکو آنحضرت کی راہ ہدایت معلوم ہو جائے اور وہ مومنون کی راہ کے سوا اور راہ چلے اسکو ہم ادہر ہی پہیر دینگے جدہر وہ پہر گیا ہے اور اسکو جہنم مین داخل کرینگے۔ اور وہ بری پہرنیکی جگہ ہے اور یہ قول خداوندی جسمین خدا تعالے نے اصحاب کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ پہلا ایمان مین اگاڑی پڑہنے والے ہین اللہ تعالی انسے راضی ہوا اور وہ خدا تعالے سے راضی ہووے۔

ترجمہ اسمین شک نہین کہ یہ شخص جسکے اقوال وعقائد ان اوراق

وما قوالہ فی ھذہ الاوراق التی بلغتنا من ا ھم الدین ورأ ذالملحدین اعنی جناب المولوی محمد حسین ضال مضل متبع غیر سبیل المؤمنین و السلف الصالحین ھداہ اللہ الی صراط المستقیم۔

مین منقول ہین مولوی محمد حسین صاحب سے ہم کو پہنچے ہین گمراہ ہے اور ون کو گمراہ کرنے والا مؤمنین کے راستہ سے اور سلف صالحین کے خلاف چلنے والا خدا اُسکو سیدہی راہ چلادے

کتبہ عبد الرحمن باجازت الراجی الی الحنان المنان حافظ محمد رمضان

فتوےٰ مدرسہ احمدیہ آرہ ضلع شاہ آباد بنگال (نمبری ۴۰)

ایسا شخص جسکے ہذیانات مندرجہ استفتا (منقول اشاعۃ السنتہ) نمبر ۷ جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۹ تا صفحہ ۲۱۱) ہین اسکی صریح کافر ہونے مین (اگر خلل دماغی نہین رکھتا و نہ اسکے یہ ہذیانات بنوع شبہ ہین بلکہ عناداً ہین) کچھ بھی شبہ نہین ہے اور اسکے اقوال و مسائل مندرجہ استفتا نہ مذہب اہل سنت کے اقوال و مسائل ہین و نہ مذہب اسلام کے بلکہ محض ہذیانات وکفریہ و بدعیہ مسائل ہین۔ سوالات خمسہ منجانب مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب کے جوابات منجانب چکڑالوی منقولہ اشاعۃ السنتہ نمبر ۵ جلد ۱۹ اصفحات صاف شہادت دے رہے ہین کہ شخص مذکور ضرور خلل دماغی رکھتا ہے۔ یعنے اسکو ایک سخت قسم کا مالیخولیا ہوگیا ہے ورنہ کوئی مسلمان سلیم الدماغ سوالات مذکورہ کے ایسے جوابات کبھی نہین لکھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد اللہ الغازیفوری ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

فتوےٰ سرہند پنجاب

استفتاء

علمائے دین و اساطین شرع متین سے سوال ہے الخ (مندرجہ اشاعۃ السنتہ نمبر ۷ جلد ۱۹ بابت ۱۳۲۰ ہجری مطابق ۱۹۰۲ء)

۶۵

الجواب واللہ الموفق الملھم للحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکفرون والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وورثائہ ونوابہ وعلینا معھم اجمعین الی یوم الدین اما بعد واضح ہو کہ میری تحقیق مین یہ شخص مثل مرزا غلام احمد قادیانی اشد المرتدین عجیب کافر منافق لاثانی ہے۔ (فتوائے علماء پنجاب ہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان) اسکا قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامی) محض مثل چٹھی رسان۔ یا نذکوری کے تھے اسکے کفر پر دلیل روشن اور خلاف نص صریح قولہ[1] وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما کے ہے۔ اس آیت کریمہ مین عام احکام آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع اور فرمانبرداری فرض بیان فرمائی گئی ہے۔ خواہ بذریعہ وحی جلی (قرآن) ہون خواہ بذریعہ وحی خفی (حدیث) نیز اس آیت سے بخوبی ثابت ہوا کہ آنحضرت حکم علی [illegible] قرآنی جسکا اپنے آپ کو قائل بتاتا ہے) کافر مرتد زندیق بنا۔ مین کہتا ہون کہ اگر نقل کفر کفر نباشد آنحضرت محض مثل نذکوری تحصیل یا چٹھی رسان کے تھے تو اس پروانہ (قرآن) کے جہلا[2] کو کھولکر معانی سمجھانے والا کون ہے شاید (یقیناً حسب اقوال سر سید و مرزا و چکڑالوی) نیچریون کی جانب سے سر سید و مرزایون کیجانب سے مرزا و چکڑالویون کی جانب سے چکڑالوی اسکا جواب ملیگا۔

یہ کلمات جو آنحضرت ؐ کی شان مبارک مین چکڑالوی نے اپنے منہ سے نکالے ہین اعلے درجہ کی بے ادبی گستاخی۔ بلکہ سب وشتم کا حکم رکھتے ہین۔ قاضی عیاض صاحب شفا فرماتے ہین اعلم وفقنا اللہ وایاک ان جمیع من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ او الحق بہ نقصا فی نفسہ او دینہ او نسبہ او خصلۃ من خصالہ او عرض بہ او شبہ بشیٔ علی طریق السب لہ او الازراء علیہ

[1] تیرے رب کی (یعنی اپنے) قسم ہے یہ لوگ کبھی مسلمان نہونگے جبتک ان تو مین جھگڑا اختلاف کرین تجھکو اپنا حاکم نہ بنا دین پھر اس فیصلے سے جو تو کرے اپنے دلون مین تنگی نہ پا دین اور دل سے نہ مان لین (محشی)

[2] یعنے ان لوگون کو جو قرآن کی ایسی باتین (جو صرف زبان عربی جاننے سے نہین کھلتی) نہ جانتے تھے جیسے حقیقت نماز و مقدار زکوٰۃ وغیرہ چنانچہ تفسیر عزیزی سے بصفحہ ۲۱۳ نمبر ۷ جلد ۱۹ منقول ہے (محشی)

او التصغیر لشانه او الغض منه او العیب له فهو ساب فالحکم فیه حکم الساب یقتل کما نبینه ان شاء الله تعالیٰ (شفا[۳۲]) اور فرمایا قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی الله علیه وسلم و المتنقص له کافر والوعید جار علیه بعذاب الله وحکمه عند الامة القتل ومن شک فی کفره و عذابه فقد کفر (شفا[۳۲]) اور فرمایا ومن روایت ابی المصعب و ابن ابی اویس سمعنا مالکا یقول من سب رسول الله صلی الله علیه وسلم او شتمه او عابه او تنقصه قتل مسلما کان او کافرا (شفا[۳۲]) اور فرمایا قال ابن عتاب الکتاب و السنة موجبان ان من قصد النبی صلی الله علیه وسلم باذی او نقص معرضا او مصرحا وان قل فقتله واجب (الی) وکذالک اقول حکم من غمصه او عیره برعایة الغنم او السهو و النسیان الخ (شفا[۳۲]) اسجگہ اگر کوئی یہ سوال جواب طلب پیش کرے کہ یہ احکامات اس شخص کے واسطے ہیں جو قصداً و عمداً بنیت توہین و تحقیر و تنقیص یہ کلمات کہے۔ اور اگرچہ ان کلمات کا کہنا اہلسنت کے نزدیک کفر ہے۔ مگر چکڑالوی تو بنیت توہین و تنقیص و تحقیر ان کلمات کو زبان پر نہیں لاتا اور نہ یہ امور اوسکا غایت المرام ہے بلکہ بخیال خام خویش ایک امر واقعہ کا جو جہالت و سفاہت اوسکے ذہن نشین ہو چکا ہے [illegible] جواب ہیں قاضی القضاۃ صدر الصدور حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں سنقدم الکلام فی قتل القاصد لسبه علیه الصلوٰة والسلام والازراء به وغمضه بای وجه کان من ممکن او محال فهذا وجه بین لا اشکال

آپ کو تشبیہ دے یا بکریوں کو چرانا یا اگر کوئی عیب لگائے یہ وہ دشنام دہندہ اور اسکا حکم وہی قتل ہے جو گالی دینیوالے کا حکم ہے جسکو ہم تفصیل بیان کرینگے۔ [۱] محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ علماء اسلام کا اسپر اجماع و اتفاق ہے کہ آنحضرت کو گالی دینے والا اور آپکے شان گھٹانیوالا کافر ہے اور اسپر وعید عذاب الٰہی جاری ہوگا اور امت کے نزدیک اسکا حکم قتل ہے جو شخص ایسے کافر یا معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے [۲] ابو مصعب ابن ابی اویس سے روایت ہو کہ ہمنے امام مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص رسول اللہ کو گالی دے یا عیب لگاوے یا آپکی شان گھٹائے وہ کافر ہے قتل کیا جاوے۔ وہ مسلمان کہلاوے خواہ کافر ہو [۳] ابن عتاب نے کہا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت (حدیث) دونو ثابت کرتی ہیں کہ جو شخص آنحضرت کو ایذا رسانی کی نیت کرے یا آپ کی شان گھٹاوے اشارةً یا صراحةً کم ہی کیوں نہ ہو تو اسکو قتل کرنا واجب ہے یہانتک کہا کہ ایسا ہی حکم اس شخص کا جو آپ کی عیب گیری کرے یا آپ کو بکریوں کے چرواہے ہونے یا سہو و نسیان کی نظر سے عار دلاوے [۴] اسکے یہ کلام پہلے گذر چکا ہے کہ جو شخص آنحضرت کو گالی دینے یا تحقیر کرنے یا اسکی [illegible] وجہ سے ممکن ہو یا محال عیب گیری کرنیکا قصد کرے وہ قتل کیا جاوے اسکی وجہ ظاہر ہے

ف) نوٹ: یہ حکم لائق تعمیل عام لوگوں کے نہیں ہے اور نہ سلطنت انگلشیہ اسکے اجرا کا محل ہے اسلامی سلطنت اسکے اجرا کا محل ہے اور وہی اسلامی حکومت اسکی تعمیل کا حق رکھتی ہے عام مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ رسول اللہ کے گالی دینے والے کو بلا حکم حاکم وقت قتل کر دیں۔ اور پھر خود اسکے بدلے پھانسی پاویں ایسا کرنے سے وہ آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة کا خلاف کرینگے اور گنہگار ہونگے۔ ([illegible] ایڈیٹر)

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹۹

نیر الوجه الثانی لاحق به فی البیان والجلاء وهوان یکون القائل لما قال فی جهته صلی الله علیه وسلم غیر قاصد للسب والازراء ولا معتقد له ولکنه تکلم فی جهته صلی الله علیه وسلم بکلمة الکفر من لعنه او سبه او تکذیبه او اضافة ما لا یجوز علیه او نفی ما یجب له مما هو فی حقه علیه الصلوٰة والسلام نقیصة مثل ان ینسب الیه اتیان کبیرة او مداهنة فی تبلیغ الرسالة او فی حکم بین الناس او یغض من مرتبته او شرف نسبه او وفور علمه او زهده او یکذب لما اشتهر من امور اخبر بها علیه الصلوٰة والسلام وتواتر الخبر بها عنه عن قصد لرد خبره او یاتی بسفه من القول او قبیح من الکلام ونوع من السب فی جهته وان ظهر بدلیل حاله انه لم یعمد ذمه ولم یقصد سبه اما لجهالة حملته علی ما قاله او لضجر او سکر اضطره الیه او قلة مراقبة وضبط للسانه او عجرفة وتهور فی کلامه فحکم هذا الوجه حکم الوجه الاول القتل دون تلعثم اذ لا یعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی زلل اللسان ولا بشیٔ مما ذکرناه اذا کان عقله فی فطرته سلیما الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان وبهذا افتی الاندلسیون علی ابن حاتم فی نفیه الزهد عن رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی قدمناه ۔ خلاصہ اسکا یہ ہے ۔ کہ ہر طرح تحقیر سے

ایک صورت توہین اور ہی جو اس (پہلی) صورت سے ملتی ہے وہ یہ کہ آنحضرت کے حق میں بُرا کہنے والا نیت دشنام و تحقیر تو نہیں رکھتا پر وہ ایسی کلمات دشنام و لعنت و تکذیب وغیرہ جو آنحضرت کے حق میں کہنے جائز نہوں جیسے آنحضرت کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کہنا یا آنحضرت کو تبلیغ رسالت میں مداہن (سستی کرنیوالا) قرار دینا یا آنحضرت کے علم و زہد کی نفی کرنا یا اس حدیث کو جو آنحضرت سے تواتر منقول ہو رد کرنا (جیسا کہ چکڑالوی کرتا اور کہتا ہے کہ حدیث مخالف قرآن متواتر بھی ہو تو میں نہ مانونگا) جہالت سے یا بے سوچے اٹکل سے بولتا ہے اسکا حکم بھی یہی قتل* ہے اور اسکی جہالت عذر نہیں ۔ اگر اسکی عقل درست تھی ۔ اسی کے مطابق علماء اندلس نے ابن حاتم پر فتوے کفر لگایا تھا ۔ جبکہ اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زہد کو مٹایا تھا ۔

* فٹ نوٹ :۔ اس حکم قتل کے متعلق صفحہ ۲۹ کا فٹ نوٹ پڑھو ۔ عام لوگوں کو حکم نہیں ہوا حکام اسلام کو حکم ہے ۔

آنجناب کو یاد کرنیوالا مرتد و زندیق ہے خواہ قصداً و عمداً ہو خواہ سفاہتہً و جہالتہً کیونکہ کافر کا کفر مین عذر جہالت مقبول نہین ہے۔

(۲) اور اسکا یہ قول کہ کوئی حدیث لائق اعتبار نہین ہے سراپا لغو جیسا ارتداد ہی ہر ملحد زندیق مبتدع کے لئے پہلا زینہ انکار حدیث ہی کیونکہ بلا اسکے وہ اپنی خود غرضی مین بہت کم کامیاب ہو سکتا ہے

(۳) اور حدیث بھی مثل قرآن ہے اور وحی خفی ہے جیسا کہ مجیب نے ثابت کیا ہے جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ ایک روایت مین ہے۔ کتب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بتعلم السنة والفرائض واللحن ای اللغة وقال ان ناساً یجادلونکم یعنی بالقران فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ (شفا ۱۹۴)

(۴) اور اسکا اہلسنت یعنے اہل حدیث و حاملین حدیث یعنے جہابذہ محدثین مثل بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی وغیرہم کو جو مصداق ارشاد مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام۔ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین ولا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامة کے ہین برا اور بے اعتبار اور اہل حدیث کہلوا نیکو کفر کہنا انوکھی بات نہین۔ بلکہ اہل الحاد و زنادقہ کا طبقہ بعد طبقہ یہ شیوہ چلا آتا ہے چنانچہ مفتاح الہدایت ترجمہ عوارف شیخ الشیوخ مین ہے۔ شریعت محمدی و ملت احمدی طریقے مستقیم و جادۂ مسلوک ست خاتم المرسلین و امین رب العالمین با چندے ہزار افواج امت از اولیا و صفیا و شہدا و صلحا بران جادہ رفتہ اند و از ا ازخار و خاشاک و شکوک و شبہات رُفتہ اعلام و منازل آن معین و مبین کردہ از ہر قدمے نشانے باز دادہ و در ہر منزلے نُزلے نہادہ دفع قطاع

حضرت عمر بن خطاب نے تحریری حکم دیا تھا کہ لوگ حدیث اور فرائض اور علم لغت سیکھین اور فرمایا کہ لوگ قرآن شریف کر اپنے خیالی معنے نکالکر تسے جھگڑا کرینگے۔ تم انکو احادیث کے فیصلے پیش کر کے پکڑو اور یہ کہو کہ جو معانی قرآن رسول اللہ صلعم نے کئے ہین۔ وہی معنے قرآن کے صحیح ہونگے۔ سے اس علم کو عادل پیروان سلف اخذ کرینگے جو زیادتی کرنیوالون کی تحریف اور جاہلون کی تاویل کو مٹائینگے۔ میری امت سے ایک جماعت (اہلحدیث) قیامت تک غالب رہے گی۔

الطریق را بدرقہ ہمت ہمراہی فرستادہ اگر مہوسے مبتدع دعوے کند کہ طریق مستقیم نہ انیست
وخلق را بطریقے دیگر دعوت کند نزدیک عقلا باید کہ قول او مسموع و مقبول نباشد و نصرت دین
حق را دفع او از جملہ فرائض ولوازم بود و اہل بدعت وضلالت طائفہ باشند کہ خود را در لباس اہل اسلام
بتلبیس ظاہر گرداند و کفر و عداوت اسلام در باطن پوشیدہ دارند۔ و با اہل اسلام بظاہر در آمیزند
و خود را در ہیات علماء محقق و حکماء مدقق بخلق نمایند و مردم را تلقین حجج و براہین قدم عالم وانکار
حشر و نشر کنند و علماء و مشائخ اسلام را دشمن دارند و پیوستہ بتقبیح صورت حال ایشان کند چہ
بنور علم ایشان عورات و سوات این طائفہ مکشوف گردد و علماء ربانی نجوم آسمان شریعت اند
ہموارہ آنرا از تصرف شیاطین الانس محفوظ دارند انفاس نوازی ایشان بمثابت شہب ثواقب
پیوستہ مسترقان و مختطفان اسرار شریعت را اعنی مردہ شیاطین انسی رجم و قذف میکنند و
ایشان را از جانب پراگندہ و بیقرار سیدارند و شر کیدہ ایشان از خلق دفع مینمایند و ازین طائفہ
[illegible] تنفر کنند و در نفوس مستعدان
تصرفات شیطانی و تخریب قواعد ایمانی با فساد عقائد و خلع ربقہ اسلام از رقبہا نام اغاز ہا بنہند
و دلہا سادہ پاک را از طہارت فطرت بگردانند و خود را در پس سپر اسلام بپوشانند۔ و نیز اغواء
اضلال بر ہدم دین و ملت راست کنند و پنہان از نظر مردم را بضلالت وہلاک خوانند انہ
یرٰیکم ہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم این جماعت اند اعداء دین و اخوان شیاطین جہال
آئین۔ وضال مضلین در حدیث صحیح ہست کہ ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ
من الناس ولکن یقبض العلم بقبض العلماء فاذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا
جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ہیچ عبادت در حضرت رب العالمین چندان وقعتے

اللہ تعالی علم لوگوں کے سینوں سے نکالکر علم کو نہ اٹھائیگا بلکہ علما کی جان نکالکر علم کو قبض کریگا۔ پر جب کوئی
عالم باقی نہ رہیگا۔ لوگ جاہلوں کو سردار بنا لینگے۔ انسے لوگ مسئلہ پوچھینگے۔ تو وہ بدون علم فتوے
دینگے۔ خود گمراہ ہونگے اور لوگوں کو گمراہ کرینگے۔

نذار دکہ رفع اجماعت رفع اساس بدعت و زندقہ ایشان و نصرت دین نبوی و ملت مصطفوی - و اہل القیاد و دو طائفہ اند اہل قدرت و اہل علم اہل قدرت بطریق قتل* و صلیب با نکال و عقوبت یا نفی و ابعاد و اہل علم بکشف عوار و اظہار زندقہ و الحاد ایشان و ہر کہ بر یکے ازین دو طریق قدرت دارد بدان مامور بود و بایستان آن جو رو بہتر کہ ماخوذ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ و السلام گفتہ ست یخرج فی اخر الزمان قوم یتکلمون بکلام لا یعرفہ اہل الاسلام ویدعون الناس الی کلامھم فمن لقیھم فلیقاتل فان قتلھم اجر عظیم عند اللہ عز و جل انتہی صفحہ ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - اگرچہ ہر ملحد زندیق اس عبارت مبارک کا مصداق ہے - مگر مرزا غلام احمد قادیانی اور غلام نبی عرف عبداللہ چکڑالوی کا تو یہ نہایت صاف اور بے عیب فوٹو ہے اور اس حق مین جن ممبرون پر ان دونون نے سارٹیفکیٹ (سند) حاصل کیا ہے اوسکی نظیر ملنی محال - ناممکن ہے - چنانچہ ان کے اقوال اس امر مین شاہد ہین - پس با این ہمہ انکے کفر و ارتداد مین کیا شک و شبہ رہگیا - انواع بارکا سہ مین ہے سے دینی علم یا عالمان کرے اہانت کو ہو یا کرے اہانت شرعی وہ بھی کافر ہو

اور اہلحدیث [illegible] شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہین - واعلم ان لاھل البدع علامات یعرفون بھا فعلامۃ اھل البدعۃ الوقیعۃ فی اھل الاثر و علامۃ الزنادقۃ تسمیتھم اھل الاثر حشویۃ و یریدون ابطال الاثار و علامۃ القدریۃ تسمیتھم اھل الاثر مجبرۃ و علامۃ الجھمیۃ تسمیتھم اھل السنۃ مشبھۃ و علامۃ الرافضۃ تسمیتھم اھل الاثر ناصبۃ و کل ذلک عصبیۃ و غیاظ

ف آخری زمانہ مین لوگ ایسی باتین کہین گے جنکو اہل اسلام نہ پہچانینگے (جیسا کہ اسوقت چکڑالوی کہہ رہا ہے) وہ لوگون کو اپنی باتون کیطرف بلائین گے جو شخص انکو ملے وہ اونکو قتل کرے* - انکے قتل مین بڑا ثواب ہے - ۱۰ ف اہل بدعت کی چند علامات ہین جنسے وہ پہچانے جاتے ہین - بدعتیون کی علامت یہ ہو کہ وہ اہلحدیث کو برا کہتے ہین - زندیقون (پکے مرتدون) کی علامت یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کو حشویہ کہتے ہین - جس سے انکا مقصود یہ ہے کہ حدیث و آثار ثابت جاوین اور قدریہ کی علامت یہ ہو کہ وہ اہل سنت کو جبریہ کہتے ہین - اور جہمیہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہلسنت کو مشبہ کہتے ہین - رافضیون کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو خارجی کہتے ہین یہ سب انکا تعصب اور غصہ بحق اہلسنت ہے

* فٹ نوٹ :- اس حکم قتل کے متعلق صفحہ ۳۰ کا فٹ نوٹ پڑھو - یہ عام لوگون کو حکم نہین ہوا حکام اسلام کو حکم ہے ۱

لاهل السنة ولا اسم لهم الا اسم واحد وهو اصحاب الحديث ولا يلتصق بهم ما لقبوهم اهل البدع كما لم يلتصق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بتسمیة کفار مکة ساحرا و شاعرا و مجنونا و مفتونا و کاهنا انتهی (غنیہ صفحہ ۱۹۰) تو اہل الاثر لے اہل الحدیث و ترجمہ مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی مرحوم

(۵) اور ان مسائل مین کہ جنکو کفریات کہتا ہے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنانا مخالف اجماع امت محمدیہ و حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ ہو کر کھلم کھلا کافر ہو گیا - اور اسکا مسائل مندرجہ استفتا کو بزعم خود قرآن سے نکالنا داخل وعید شدید من فسر القرآن برایہ الحدیث ہے - اور عرش کو قدیم کہنا - اور آنحضرت صلعم کی عصمت سے انکاری ہونا اور آنحضرت کی جناب مین فہم قرآن اور احکام معراج مین غلطی کہانیکا اقرار کرنا ایسا کفر ہے کہ اس سے بڑا اور کوئی نہین ہو سکتا صاحب شفا فرماتے ہین - واعلم ان الامة مجمعة علی عصمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الشیطان وکفایته منه لا فی جسمه بانواع الاذی ولا علی خاطره بالوسواس وقد اخبرنا القاضی الحافظ ابو علی رحمہ اللہ تعالی قال انا ابو الفضل بن خیرون العدل حدثنا ابو بکر البرقانی وغیرہ نا ابو الحسن الدارقطنی نا اسمٰعیل الصفار نا عباس الترقفی نا محمد بن یوسف نا سفیان عن منصور عن سالم ابن ابی جعد عن مسروق عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما منکم من احد الا وکل اللہ به قرینه من الجن

اور اہلحدیث کا صرف یہی ایک نام اہلحدیث ہے - اور جو لقب انکو اہل بدعت دیتے ہین وہ انکا لقب نہین ہو جاتا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار مکہ نے ساحر شاعر مجنون کہا تو وہ آنحضرت کا لقب نہین ہوا

امت محمدیہ کا اجماع و اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطان سے محفوظ و معصوم ہین نہ اسنے آپکے جسم پر اثر کیا نہ دل مین وسواس ڈالا - ہمکو باسناد ابن مسعود سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہین جسکے ساتھ ایک ہم نشین فرشتہ اور ایک ہم نشین شیطان نہ لگایا گیا ہو -

باقی ترجمہ بصفحہ ۳۰۶

وقرينه من الملٰئكة قالوا واياك يا رسول الله قال واياى ولكن الله تعالىٰ اعانني عليه فاسلم زاد غيره عن منصور فلا يامرنى الا بخير وعن عائشة رضي الله عنها بمعناه وروى فاسلم بضم الميم اى فاسلم انا منه الخ ص٢٥ اور فرمايا واجمعت الامة فيما كان طريقه البلاغ انه معصوم فيه من الاخبار عن شيء منها بخلاف ما هو به لا قصدا ولا عمدا ولا سهوا ولا غلطا ص٢٦ اور فرمايا هذا القول فيما طريقه البلاغ واما ما ليس سبيله سبيل البلاغ من الاخبار التى لا مستند لها الى الاحكام ولا اخبار المعاد ولا تضاف الى وحى بل فى امور الدنيا واحوال نفسه فالذى يجب اعتقاده تنزيه النبى صلى الله عليه وسلم عن ان يقع خبره فى شيء من ذلك بخلاف مخبره لا عمدا ولا سهوا ولا غلطا وانه معصوم من ذلك فى حال رضاه وفى حال سخطه وجده ومزحه وصحته ومرضه ودليل ذلك اتفاق السلف واجماعهم عليه وذلك انا نعلم من دين الصحابة وعادتهم مبادرتهم الى تصديق جميع احواله والثقة بجميع اخباره فى اى باب كانت وعن اى شيء وقعت وانه لم يكن لهم توقف [illegible] سهو ام لا (شفا) ص٣٣

لوگوں نے عرض کیا کہ آپکا کیا حال ہے ۔ آپنے فرمایا میرے ساتھ بھی تھا مگر خدا کی مدد سے وہ میرے تابع ہوگیا ہے ۔ وہ مجھے اچھی بات ہی کہتا ہے ۔ امت محمدیہ کا اسپر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امور میں جنکی تبلیغ کا آپ کو حکم تھا معصوم ہیں نہ قصدًا آپ سے اسمیں قصور ہوا نہ سہوًا ۔ یہ قول ان احکام کے متعلق ہے جو تبلیغی طور پر آپنے فرمائے تھے اور جو امور تبلیغی نہیں دنیاوی ہیں ۔ انہیں بھی آپ کے معصوم ہونے کا اعتقاد واجب ہے اسپر دلیل ہے کہ ہمکو اصحاب نبوی کی عادت معلوم ہے کہ وہ ہر ایک امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتے نہ تو کسی امر میں تردد توقف کرتے اور نہ یہ تحقیق دریافت کرتے کہ آپ کو اس کام میں سہو یا غلطی ہوئی ہے یا نہیں ۔

بالجملہ عبارت مرقومہ صدر سے ثابت ہوا - کہ قائل ان اقوال کا بلاشک کافر مرتد - زندیق منافق ہے تاوقتیکہ باعلان عام اپنا ان اقوال سے رجوع اور توبہ ظاہر نکرے کل اہل اسلام کو عموماً اور گروہ باشکوہ اہلحدیث کو خصوصاً اسکی اتباع کی صحبت سے پرہیز لازمی امر ہے ۵ نخست موعظت پیر دانش این سخن ست + کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید - اور حسب الحکم کتاب و سنت اجماع امت اس سے برتاؤ اسلامی کرنا قطعاً حرام ہے - جیسے سلام مسنون کرنا اور دعوت مسنونہ مین بلانا - اور اسکی نماز مین اقتدار کرنی اور اگر اپنی اقوال و عقاید پر مرجاوے تو اسکے جنازہ کی نماز پڑہنی وغیرہ ذلک - واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط الراقم راجی رحمت اللہ الصمد الفقیر ابو المنظور محمد عبد الحق کوٹلوی السرہندی متمقام سرہند مورخہ ۳ جمادی الآخر سنہ ۱۳۲۰ھ

فتوے علمار دہلی و کلکتہ وغیرہ

فتوے مطبوعہ نمبر ۷ جلد ۱۹ کی [illegible] حضرت شیخنا و شیخ کل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی قدس اللہ سرہ کی خدمت بابرکت مین بھیجے گئے تھے دہان سے جواب تب آیا جبکہ رسالہ نمبر ۷ جلد ۱۹ شایع ہوچکا تھا - آپکے اور آپ کے دونون صاحبزادگان نافلہ کی طرف سے اس فتوے کی پوری تصدیق باین الفاظ ہوئی تھی -

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
سید محمد نذیر حسین	سید محمد عبد السلام	سید محمد ابو الحسن

هذا جواب صحیح صفدر علی خفف اللہ اثقالہ سید عبد الوہاب

انہی دلون کلکتہ سے مولوی عبد الجبار صاحب عمرپوری کا فتوے انکے بھائی مولوی ضیاء الرحمن صاحب مالک و مدیر رسالہ ضیاء السنتہ نے ارسال کیا تہا اس فتوے مین سوالات متعلقہ چکڑالوی مندرجہ اشاعۃ السنتہ نمبر ۵ و ۷، کا انپر پانچ سوال اور بڑہا کر جداگانہ جواب لکھا ہے - اور بعض ان امور کی وجہ سے چکڑالوی کو دائرہ اسلام سے خارج کیا ہے بعض کیوجہ سے دائرہ اہلسنت سے

خارج کیا ہے۔ ازانجا کہ وہ جواب طویل ہے۔ اور اب اس رسالہ میں پورے جواب نقل کرنیکی گنجایش نہیں رہی۔ لہذا اس جواب کا مفتح و خاتمہ انہی کے الفاظ سے نقل کرکے اسکی مصدقہ مہریں و تحریرات علمار کو نقل کیا جاتا ہے۔

مفتح جواب

الجواب

امور مذکورہ سوال مین اکثر باتین اس قسم کی ہین کہ انکا قائل و مُقِر اسلام سے خارج اور آیات احکام الٰہی کا منکر اور زندیق (چھپا مرتد) و ملحد ہے۔

خاتمہ جواب

خلاصہ جواب یہ کہ امور مذکورہ سوال کا جو شخص قائل ہو وہ مرزا قادیانی خیالی مسیح کا برادر خورد اور نائب دجال ہے وہ دین کی تخریب اور گمراہی کو رواج دینا چاہتا ہے اور نصوص شرعیہ صریحہ کا منکر ہے ایسے شخص سے مسلمانون کو ہرگز ارتباط و اختلاط کرنا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ الخ ومن یتولہم منکم فانہ منہم شخص مذکور برملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و تحقیر کرتا ہے اور آپکو غلط فہم بتاتا ہے لہذا اسکو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں واللہ اعلم کتبہ محمد عبد الجبار عمر پوری۔

ما جیرو نصدق القرطاس نهو حري بان یوضع علی العین والراس وانا العبد الضعیف الراجي الی اللہ ابو محمد المدعو بعبید اللہ غفر اللہ لہ　[مہر ابو محمد عبید اللہ]

هذا الجواب موافق للسنة والکتاب لا یعرض عنه الا من کان معرضاً عن السنة والکتاب ومن کان معرضاً عن السنة والکتاب فله اشد العذاب في یوم الحساب وانا خادم السنة والکتاب المکنی بابي تراب رحیم بخش محمد ثابت سنتری عفی عنہ　المجیب مصیب ابو الیمان محمد سلیمان

جواب صحیح ہے [illegible] محمد ابراہیم　[مہر] [illegible]　جواب صحیح ہے ابو سعید محمد اسحاق (دنیا کو کی ادر لفظ سے ہنین جانتا)　[illegible]　میرے نزدیک ایسا شخص ضرور مبتدع اور گمراہ ہے واللہ اعلم کتبہ محمد علی ابو المکارم غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۱۴

جو صاحب اصل اس فتوئے اور فتوئے علماء دہلی کو دیکھنا چاہے وہ لاہور مین منشی محمد اسحق صاحب پنشنر پوسٹ آفس کلرک کے پاس جا کر یا اسے منگوا کر ملاحظہ کرین۔

لاہور کے ایک مشہور اہل تشیع عالم کا فتویٰ

یہ فتوے صرف اہل تشیع کے اعلام و افہام کے لئے انہی کی فرمایش سے مع انکے خط کے درج کیا جاتا ہے

جناب مولوی صاحب سلمہ الواہب عن المصائب مع الاقاریب!

بادامیکہ باب السلام در روضہ اسلام مفتوح وایت شریفہ سلام قولاً من رب رحیم مرجع ہموارہ از کافہ سکاره و آفات محفوظ باشید اشاعۃ السنہ را زیارت کردم بابت کفر و ضلالت چکڑالوی عجالتہ کلماتے نوشتم تا مردم دانستہ باشند کہ در طریقہ حضرات تشیع نیز چنین معتقد عقائد فاسدہ کافر میباشد طبع فرمایند تا بر حضرات امامیہ نیز حجت خدا اتمام شدہ باشد۔

من الاحقر سید علی حایری لاہوری

بسم اللہ تعالیٰ شانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد عقائد فاسدہ کاسدہ غلام نبی چکڑالوی را دیدم اگرچہ در رسالہ شریفہ حجت شاہدہ* کہ بجواب خلافت راشدہ نوشتہ ام بالجملہ متعلق وے تعریضے کردہ ام لیکن بجواب استفتا معروض است کہ چنین شخصے نہ تنہا در حضرات اہلسنت یا حضرات اہلحدیث کافر گفتہ میشود بلکہ جمیع فرق ہفتاد و سہ گانہ اسلام چنین شخصے را کافر میدانند زیراکہ عقائد باطلہ عاطلہ وے با جمیع فرق اسلامیہ مخالف میباشند البتہ اسلام و اسلامیان را عار و ننگ است کہ چنین ضال و مضل را در ظل خود بگیرند امیست کہ حضرت اہل تشیع را نیز با دیگر فرق اسلامیہ در کفر و ضلالت و جہالت چکڑالوی مذکور اتفاق است وے مخرب دین متین و مضل خلق رب العالمین و از اخوان الشیاطین است عامہ اہل اسلام را لازم است کہ از ضلالت و مزخرفات اخوان الشیاطین یعنی غلام نبی چکڑالوی و غلام احمد

* یہ رسالہ مؤلف نے میرے پاس بہیجا۔ مگر میری نظر سے ہنوز نہیں گذرا۔ بوقت فرصت ملاحظہ کیا جائیگا۔ اسمین کوئی بات [illegible]

32

کافی گریزان باشند انشاء اللہ تعالے اللھم احفظنا وجمیع المسلمین من النفس الامارۃ
والضلالۃ بعد الھدی بحق محمد بدر الدجیٰ شموس الدین والدنیا من لاھو مبارک حولیہ

حررہ خادم الشریعۃ المطہرہ سید علی حائری لاہوری

ان فتاوے کی نقل اور اشاعت سے غرض و مقصود ناظرین پر مخفی نہوگا کہ چکڑالوی کا رسول و حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انکار اب طشت از بام کا مصداق ہوگیا ہے اور اسپر فتوے کفر اقبالی ڈگری ہے لہذا اب خواص مسلمان کو چاہیئے کہ آیندہ اس سے کسی فرعی یا اعتقادی اسلامی مسئلہ مین بحث نکرین اور اسکو مسلمان سمجھکر مخاطب نبناوین۔ اور اگر کسی موقعہ مجبوری پر اس سے گفتگو کا اتفاق ہو تو اس طور پر گفتگو کرین جیسے ایک مخالف اسلام ہندو یا عیسائی یا دہریہ سے گفتگو کی جاتی ہے اور عوام کو چاہیئے کہ اسکو صبیغ[1] سمجھکر اسکی صحبت سے بچین اور اسکے دام مین نہ آوین۔

اقبالی الزامون کے ثبوت سے چکڑالوی پر اقبالی ڈگری ہو چکی تو اسکے ذیل مین اسکے ان الزامات کا جن سے اسنے انکار کیا ہے [illegible] سے ثبوت بہم پہنچاکر اس ثبوت کی نظر سے بھی اسکو اس ڈگری کا مستحق ہونا اور اس انکار مین اسکا جھوٹا ہونا ثابت کیا جاتا ہے وباللہ التوفیق

پس واضح ہو کہ جن الزامات سے چکڑالوی نے انکار کیا ہے۔ اور انکی نسبت صہ۲ رسالہ اپنے کہا ہے کہ وہ مجھ پر محض افترا کیا۔ وہ چار ہین جو صہ۳ مین رسالہ کی اسنے نقل کیے ہین۔

اول اسکا یہ دعوے ہے کہ مطالب معانی قرآن جو اسکی سمجھ مین آئے ہین وہ نہ صحابہ کو سوجھے نہ تابعین مفسرین۔ محدثین۔ اور تمام سلف صالحین کو۔

۲۔ اسنے رسالہ کراہۃ التراویح مین صحابہ وغیرہ کو بدعتی و گمراہ و منافق قرار دیا ہے۔

۳:۔ اسکا مشن (مدعا) یہ ہے کہ لوگون کو اپنا پیرو بناوے۔

۴:۔ وہ صاف کہتا ہے کہ حدیث کے مطابق فتوے دینے والے سلف یا خلف فقہا۔ مجتہدین محدثین اور مفسرین سب کافر ہین۔ ہر چند ان الزامات سے چکڑالوی کا انکار فتوے علما

[1] صبیغ ایک مبتدع کا نام ہے جو حضرت عمرؓ کے وقت مین تھا اور وہ چکڑالوی کی طرح قرآن کی آیات مین کج بحثی کیا کرتا۔ حضرت عمرؓ نے اسکو تین دفعہ مارا اور توبہ کرائی اور ابوموسی اشعری کی طرف یہ حکم لکھا کہ کوئی مسلمان اسکے پاس نہ بیٹھے۔ یہ قصہ مسند

وقت کو ضرور نہیں پہنچاتا اور اسکے اثر کو نہیں گھٹاتا - اس فتوٰے تکفیر کی صحت و تاثیر
کے لئے چکڑالوی کا حدیث نبوی سے انکار کرنا اور اس انکار کا بڑے فخر سے تحریرات سابق
و رسالہ حال مین اظہار کرنا اسکے کافر ہونے کے لئے کافی و وافی سبب ہے خواہ ان الزامات اربعہ
کا وہ اقرار کرے یا منکر ہو جائے - تاہم اسکی دروغگوئی ظاہر کرنی اور اس فتوے کی تاثیر و قوت
کو زیادہ کرنے اور اقبالی ڈگری کے ذیل مین انکاری جرم کا شہادت سے ثبوت بہم پہنچا کر اسکو ڈگری کا
مستحق ثابت کرنے کی غرض سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ ان الزامات اربعہ سے اسکا بھی انکار کرنا
دروغ محض ہے - اور ان امور اربعہ کا اقرار اسکی کلام سابق و رسالہ حال مین صاف موجود ہے
یا ایسا ثابت و مفہوم ہے جیسے دو اور دو کا چار ہونا -

الزام اول کا ثبوت ایک سوال کے جواب سے بآسانی ملتا ہے

ہم چکڑالوی سے پوچھتے ہین جو خیالات و مقالات جدیدہ تمنے تفسیر وغیرہ تحریرات سابقہ و
حال مین ظاہر کیئے ہین (مثلاً حدیث نبوی سے جو احکام قرآن کی تشریح کرے یا انپر زیادتی
[illegible] سے انکار یا شفاعت انبیاء کے
انکار یا اموات کو وصول ثواب صدقہ سے انکار یا اس امر کا اظہار کہ معراج مین پانچ ہی
نمازین فرض ہوئی تہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلطی سے انکو پچاس سمجھا اور بار بار
خدا تعالےٰ سے تخفیف کا سوال کیا - ان خیالات و مقالات کا کوئی صحابی یا کوئی تابعی اور
اہل سنت والجماعت سے کوئی امام کوئی مجتہد اور سلف صالحین کے کوئی مفسر کوئی محدث قائل
ہے یا نہین - اگر کوئی قائل ہے تو کم سے کم ایک شخص کا نام بتلاوین اور الزام اول سے بری
ہو جائین - اگر کسی کو قائل نہ بتاوین اور کسی ایک کا نام بھی نہ لے سکین تو پہر ان خیالات
و مقالات کے ادعا و بیان و اشاعت سے بجز اسکے تمہارا اور کیا دعوے مفہوم ہوتا ہے
کہ جو ہم (خود بدولت) سمجھتے ہین وہ صحابہ و تابعین سلف صالحین آئمہ مجتہدین و محدثین
و مفسرین سے کوئی بھی نہین سمجھا - بلکہ دلی ہیچ بولو اور صاف طور پر اپنے مافی الضمیر کا اظہار

کردو تو تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ جو مطلب قرآن ہمنے سمجہا ہے وہ خدا تعالی بھی نہین سمجہا۔

ثبوت الزام دوم بھی ایک سوال کے جواب سے بآسانی ہو سکتا ہے

میان چکڑالوی۔ تمنے البیان الصریح لاثبات کراہتہ التراویح کے صہ سطر ۴ صہ سطر ۱۱ و ۱۲ صہ ۳۹ سطر ۴ و صہ ۴۲ سطر ۹۔۱۰ مین جماعت نماز تراویح کو بدعت ضلالت و خباثت و نجاست کہا ہے۔ اور صہ ۴۸ سطر ۴ و ۹ مین نماز تراویح جماعت سے پڑہنے والے جماعت صحابہ کو جنکے امام ابی بن کعب تہے (چنانچہ صہ ۱۸ سطر ۱ و ۹ مین تمہارا یہ اقرار موجود ہے) شرکش اور سرکشون کی نومسلم جماعت کہا ہے۔ اور صہ ۵۲ سطر ۱۰ و ۱۲ مین حضرت عمر کے وقت کے لوگون کو منافق بھی کہا ہے۔ ان مقامات مین ان الفاظ سے حضرت عمرؓ کے وقت مین باجماعت نماز تراویح پڑہنے والے صحابہ کو بدعتی اور منافق نہین کہا گیا۔ تو اس بدعت و خباثت و نجاست کے مرتکب اُسوقت اور کون لوگ تھے۔ اور حضرت ابی بن کعب انمین داخل تھے یا نہین۔ اس سرکش جماعت نماز تراویح پڑہنے پڑہانیوالے صحابہ کے سوا اور لوگ تھے تو اُنکے نام بتاوین اور الزام دوم سے بری ہوجائین۔ اور اگر کسیکا نام نہ بتاوین اور ابی بن کعب پر اپنی اس چوٹ چلانے کو تسلیم کرین تو پہر کچہہ شرم کو کام مین لاکر انصاف نہین کہ اس الزام مین اپنے کو کتنا ہیس ملا دیا ہے۔

الزام سوم کا ثبوت بہی ایک سوال کے جواب سے صاف ملتا ہی

میان چکڑالوی۔ اپنے خیالات و مقالات جدیدہ کی اشاعت و اشتہار سے اگر تمہارا یہ مدعا نہین کہ لوگون کو اپنا پیرو بنا وین تو پہر کیا اس سے تمہارا یہ مدعا ہے کہ کوئی تمہاری پیروی نکرے۔ اور ان مقالات و خیالات کو باطل مردود سمجہکر لوگ اس سے کنارہ کش رہین۔ آپکے ایک دام افتادہ مالدار مگر مخص اُمی بے علم نے اسی غرض سے دس ہزار روپیہ کی جائداد کو وقف کیا ہے اور جب آپ مسجد چینیانوالی سے کمال اعزاز کے ساتھ (جسکے مستحق تھے) نکالے گئے ہین۔ اور کہین آپ کو پاؤن رکھنے اور بات کرنے کی جگہ نہین رہی۔ تب آپکے خیالات کی اشاعت کے واسطے اُسی شخص نے ایک نیا مکان خرید لیا ہے۔ کیا وہ بھی اسی غرض سے ہے کہ آپ کی

پیروی کوئی نکرے - اگر یہی غرض ہے تو بیشک آپ الزام سوم سے بری ہین - آپ اس غرض کا اظہار بذریعہ اشتہار کرین گے تو ہم آپکو اس الزام سوم سے بری کرینگے -

ثبوت الزام چہارم

اس الزام سے انکار تو چکڑالوی کی کمال درجہ کی جرات وبہادری ہے حدیث نبوی کو وحی الہی اور خدا کی طرف سے منزل (اتاری گئی) ہونے سے خارج کرکے اسکے مطابق کسی مسئلہ مین حکم کرنے والے شخص کو بلا استثنار صحابہ وتابعین ائمہ مجتہدین ومحدثین وغیرہ سلف صالحین اپنے صفحہ ۲۴ سطر ۸ امین کافر ظالم وفاسق کہدیا ہے - چنانچہ اصل عبارت آپکی ص۳۰۳ مین نقل ہوئی ہے - اور یہ بات نہ آپ پر مخفی ہے نہ کسی اور اہل علم واسلام پر مخفی کہ تمام صحابہ تمام تابعین محدثین تمام مجتہدین اور جملہ سلف صالحین حدیث نبوی کے مطابق ہر ایک مسئلہ مین جو بجز حدیث کہین نہ ملا ہو حکم کرتے چلے آئے ہین اس سے اسکے سوا اور کیا نتیجہ قطعی نکل سکتا ہے کہ وہ سب کے سب آپکے نزدیک کافر ظالم فاسق ہین - اور اگر اس حکم تکفیر سے صحابہ وتابعین سلف صالحین [illegible] نہین لائے بلکہ مجالس عام مین اسکے برخلاف انکو کافر کہتے ہین) مستثنےٰ ہین تو آپ اسکا اظہار بذریعہ تحریر واشتہار کرین ہم بڑی خوشی سے اس الزام سے آپکو بری کرینگے - اور اعلان عام کردینگے - کہ آپنے حدیث پر عمل کرنیوالے صحابہ وتابعین سلف صالحین مجتہدین ومحدثین کو کافر کہنے سے رجوع فرمایا ہے الزامات اربعہ کے بشہادت ثابت ہوجانے سے فتوے تکفیر کی تائید پوری ہوگئی اور اس تائید سے یہ بات ثبوت کو پہنچے کہ وہ فتوے تکفیر وتبدیع جو چکڑالوی پر علماء وقت نے لگایا ہے - وہ اسپر اقبالی ڈگری ہونے کے علاوہ ایک واقعات ثابتہ کی شہادت پر مناسب اور منصفانہ حکم ہے والحمد -

خاتمہ مضمون

اس مضمون اقبالی ڈگری مین چکڑالوی کی ان عذرات کا جو دجوہات اور دلائل فتوے کے مقابلہ مین اسنے پیش کئے ہین - یا ان آیات قرآنی کا جو اپنے انکار کی تائید وثبوت مین اسنے پیش کی ہین

جواب دینا کچھہ ضروری نہ تہا - کیونکہ فتوے دینے والے اپنے فتوے مین اُن دلائل کو جن کے حکم سے وہ فتوے دیتے ہین پیش نظر رکھتے ہین - اور اس شخص کے (جسکے حقمین فتوے دیا جاتا ہے) غلط واہیات وجوہات باطلہ کو ہرگز نہین سنتے جیسا کہ حاکم مجسٹریٹ وسیشن جج بدمعاش مجرم وملزم پر اپنے قانون کی ہدایت وشہادت سے حکم سزا قید یا پہانسی لگا دیتے ہین - اور وہ ملزم کی بکواس ہرگز نہین سنتے وہ بولتا وبکتا بلکہ گالیان دیتا ہی رہتا ہے کہ حاکم اسکو پہانسی یا قید کا حکم سنا دیتے ہین - کیونکہ فتوے وحکم حاکم کوئی بحث ومناظرہ نہین ہوتا - کہ اسمین جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ جاری رہے - بلکہ وہ ایک فیصلہ ہوتا ہے جسکا اجرا مفتی وحاکم کے وقت اختیار مین ہوتا ہے لہذا ہم پر کوئی حق لازم نہ تہا کہ ہم ان عذرات کا جواب دیتے یا آیات قرآن سے چکڑالوی کے استدلالات کو رد کرتے - تاہم اس خاتمہ مین **دو غرض** سے ہم ان عذرات کا جواب و استدلالات کا رد قلم مین لاتے ہین **اول** یہ کہ جو اہل اسلام حدیث نبوی کو واجب الاتباع جانتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چکڑالوی کی طرح مذکوری تحصیل یا چٹھی رسان ڈاک خانہ نہین جانتے - بلکہ آپکا منصب تشریع احکام حلال و حرام [illegible] یقین کرتے ہین وہ اس اعتقاد مین اور بہی پختہ ہو جائین - اور ملحدین اور منکرین حدیث کے دانت توڑنے کے لئے انکے ہاتھ مین اور بہی مضبوط ہتہیار آجاوین - **غرض دوم** یہ ہے کہ پیروان چکڑالوی جو ناواقف مگر خدا ترس ہین اور وہ دہوکہ مین آکر اسکے دام مین پہنس گئے ہین اور انکو چکڑالوی کی طرح ضد وعناد نہین ہے - وہ ہمارے جوابات کو پڑھکر واقف کار ہوکر راہ راست پر آجاوین اور چکڑالوی کے دام تزویر سے نجات پاوین ہمارے اس جواب خطاب مین چکڑالوی اور اُسکے ضدی پیرو ہرگز مخاطب نہین ہین - اور نہ ہم انکو لائق خطاب جانتے ہین - یہ بات ہم رسالہ نمبر ۷ جلد ۱۹ کے صفحہ ۲۰۲ مین یہی کہہ چکے ہین اور چکڑالوی اور اُسکے غالی وضدی اتباع کو اپنے خطاب سے علیحدہ کر چکے ہین وہ لوگ ہمارے خیال مین (و اللہ حسیبہم) معاندین (ضد سے عمداً حق کا خلاف کرنے والے) اور آیت وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلماً وعلواً

کے مصداق ہین، ہمارے جواب کو دیکھکر انکی دال نہ ٹپک پڑے اور وہ جواب الجواب کی
تکلیف نہ اٹھاوین ۔

فاقول ومن اللہ التوفیق وبہ الثقۃ وھو خیر رفیق

امر اول سے انکار کی وجہ کے ثبوت مین اُسنے چند آیات معترضہ کیطرح پیش کی ہین ۔ از انجملہ پہلی
اور دوسری اور آٹھوین آیت کا یہ مضمون ہے ۔ کہ قرآن کی مثل بنانے پر کوئی قادر نہوگا اس
سے چکڑالوی نے یہ نتیجہ نکالا ہے ۔ کہ وحی آلہی وہی ہوتی ہے ۔ جسکی مثل بنائی نہ جاسکے اور کہا
ہے کہ چونکہ حدیث کی مثل لاکھون حدیثین وضعی بن چکی ہین ۔ اسلئے وہ وحی الٰہی نہین ہے ۔

الجواب

چکڑالوی نے اس نتیجہ نکالنے مین صریح جھوٹ بولا ہے ۔ اور مسلمانون کو دھوکہ دیا ہے ۔ ان
آیات مین تو خاصکر قرآن مجید کی نسبت یہ دعوے کیا گیا ہے ۔ کہ اسکی مثل و نظیر بنائی نہین جاسکتی
مطلق اور عام وحی الٰہی کی نسبت یہ دعوے نہین ہے تاکہ حدیث کو بھی شامل ہو اور نہ ہی اہل اسلام
[illegible] دین الفاظ
حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہین (جو کلام بشر ہے) وحی خفی صرف اسکے
معانی کی ہوتی ہے ۔ اہل اسلام جو حدیث کو وحی غیر متلو کہتے ہین تو اسکی ایک وجہ یہی ہے
کہ انکے اعتقاد مین جبرائیل امین الفاظ حدیث خداتعالی کیطرف سے نہین لاتے ۔ اور وہ الفاظ
قرآن مجید کی مانند پڑہکر نہین سنائے گئے ۔ مضامین حدیث خداتعالی کی طرف سے ہین جو بواسطہ
وحی خفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچے ہین انکی الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ ہین دوسری
وجہ یہی کہ الفاظ حدیث کی قرآن مجید کی مانند تلاوت مقصود و مطلب شارع نہین ۔ اور اسکے حرف حرف پر
دس دس نیکیون کی اجر کا وعدہ نہین دیا گیا ۔ جو تلاوت قرآن کے حرف حرف پر دیا گیا ہے
پس جبکہ اہل اسلام کے اعتقاد مین الفاظ حدیث خداتعالی کیطرف سے نہین ۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے الفاظ ہین ۔ تو پہر اگر الفاظ حدیث کی مانند کسی نے الفاظ بنالئے

توکیا ہوا معانی احادیث نبویہ (جو جوامع الکلم ہین اور مخزن اسرار و حکم) تو ایسی ہی بے مثل ہین کہ کوئی بشر انسانی طاقت سے اسکے مثل بنا کر پیش کرنے پر قادر نہین جو حکمتین اور اسرار معنوی احادیث صحیحہ نبویہ مین پائی جاتی ہین انکی نظیر دو مثل موضوع حدیثون مین یا اور کلام بشر مین چکڑالوی یا کوئی اور بتلاوے تو جو انعام چاہے پاوے -

اور اگر تحقیق حق پوچھو اور تہہ کی بات سننا چاہو تو قرآن مجید کی مثل بنانے پر کسی بشر کے قادر نہونے کی بڑی بھاری وجہ قرآن مجید کی یہی حکمتین و اسرار معنوی[۱] ہین - مجرد الفاظ عربی کی تک بندی تو مسیلمہ کذاب نے بھی کر دکھائی تھی - جسکی زٹلیات مشہور ہین الفیل ما الفیل لہ خرطوم وذنب طویل - والزارعات زرعًا والطاحنات طحنًا فالخابزات خبزًا - والنساء ذات الفروج الخ - الم تر الی الحبلی الخ وغیرہ یہ زٹلیات اسی وجہ سے مثل قرآن تسلیم نہین ہوے کہ وہ حکم اسرار معنوی سے عاری ہین اور اس واہی شعر کے مشابہ ہین جنمین عبث باتین بیان ہوئی ہین سہ وندانت جملہ در دہا نند - چشمان تو زیر ابروان نند - اس [illegible] بھی اسی قسم سے ہے - اور علاوہ بران اسکے الفاظ بھی غریب قلیل الاستعمال کریہ اور محاورے وصلی غلط اور اشعار قواعد عروض کے مخالف ہین اسیوجہ سے علما وقت اس عربی کو توجہ کی نگاہ سے نہین دیکھتے - بلکہ لاشئے محض اور کالم یکن سمجھتے ہین اور جب یہ زٹلیات حکم و اسرار سے خالی ہونے کی وجہ سے مثل قرآن نہین سمجھی گئی سے تو موضوع حدیثین الباذنجان لما اکل لہٗ یعنے بیگن جس غرض کے واسطے کھائین اسی غرض کو مفید ہوتے ہین - و امثال ذالک کیونکر احادیث صحیحہ نبویہ کی مثل متصور و مسلم ہونگی - اور ان زٹلیات سے کیونکر ثابت ہو گا کہ حدیث نبوی وحی الہی نہین ہے -

ازان جملہ تیسری - چوتھی - پانچوین اور چھٹی - آیت کا یہ مضمون ہے کہ قرآن

---

۱ اشاعۃ السنہ ۱۵ - جلد کا صفحہ پارہ آخری نمبر ۳ ملاحظہ ہو - تفسیر کبیر صفحہ ۶۳ جلد ۵ صفحہ ۵۴ جلد ۴ صفحہ ۳۹۹

۲ - مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۷۶ لغایت ۸۰ ملاحظہ ہو +

مجید خدا کی طرف سے وحی ہے۔ جسکے پہنچانے اور اُس کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈرانے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے۔ اِن آیات سے چکڑالوی نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ حدیث نبوی وحی نہیں ہے۔

الجواب

یہ نتیجہ صرف چکڑالوی کی دروغ گوئی اور دہوکہ دہی کا نتیجہ ہے۔ بے شک اِن آیات میں قرآن کو وحی کہا گیا ہے۔ اور اِس قرآن پہچانے اور اُس کے ذریعہ ڈرانے کا حکم ہوا ہے۔ مگر اِن میں یہ حکم یا ارشاد نہیں ہوا کہ بجز قرآن آنحضرت صلعم پر اور وحی نہیں ہوئی۔ اور نہ یہ ارشاد ہے کہ بجز قرآن اور وحی سے آپ اِنذار و ابلاغ کے مامور نہیں۔ اِن آیات میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو وحی کو قرآن میں محصور کرے۔ اور حدیث کے وحی ہونے کی نفی کرے۔

بلکہ آیت نجم۔ اِنَّمَا اُنْذِرُکُمْ بِالْوَحْیِ تو بالفاظہا حدیث کو شامل ہے۔ کیونکہ حدیث بھی تمام اہل اسلام کے نزدیک وحی خفی ہے نہ غیر وحی۔ اہل اسلام کی بات چکڑالوی نہ مانے وہ اپنی کلام و تفسیر کی طرف رجوع کرے۔ اس میں اس نے صاف اقرار و تسلیم کیا ہے کہ حدیث صحیح نبوی بھی وحی الہی ہے۔ چنانچہ اصل عبارت تفسیر چکڑالوی عنقریب ص۱۳۳ میں منقول ہوگی۔ پہر اس مقام میں چکڑالوی کا حدیث نبوی کو وحی الہی سے خارج کرنا دروغگوئی اور دہوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

از انجملہ ساتویں آیت کا مضمون یہ ہے۔ کہ جو شخص خدا کی طرف سے منزل (نازل شدہ) چیز کے مطابق حکم نہ کرے۔ وہ کافر۔ ظالم۔ فاسق ہے۔ اس آیت سے چکڑالوی نے دین دنیا کی شرم اٹھا کر یہ نتیجہ نکال لیا ہے۔ کہ حدیث خدا کی طرف سے نازل شدہ نہیں۔

الجواب

یہ بہی چکڑالوی کی دروغگوئی اور دہوکہ دہی کا نتیجہ ہے۔ اِس آیت میں تو صریح

یہ لفظ موجود ہے۔ کہ حدیث خدا نے نہیں اُتاری۔ نہ اس مضمون کا کوئی اور لفظ یا اشارہ ہے۔ چکڑالوی کتاب اللہ قرآن سے ہنسی کر رہا ہے۔ اور دین سے کھیل رہا ہے کہ جن چیزوں کا قرآن میں نام ونشان ذکر واشارہ بھی نہیں۔ قرآن سے اُنکے ثبوت کا مدعی ہے۔ جیسے ڈاڑھی مونڈوانے والے بھنگ پینے والے فقیر آیت کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ سے ڈاڑھی مونڈوانا اور کلّا صاف کرانا۔ اور آیت مُطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ سے بھنگ گھوٹنے کا ثابت کرتے ہیں۔ اِن ہی کا بھائی ایک پنجابی مردہ شو ملا تھا وہ مردہ کو غسل دے چکا تو بولا پیاز لاؤ اسکے منہ میں ڈالا جائے گا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو بولا کیا تمنے التحیات میں والصلوات نہیں پڑھا۔ وہاں یہی حکم ہے کہ وسل (جو پنجابی میں پیاز کو کہتے ہیں) وات (جو پنجابی میں منہ کو کہتے ہیں) میں ڈالو۔

اِن جہلا میں اور چکڑالوی میں فرق ہے تو صرف یہی ہے۔ کہ وہ لوگ قرآن کے عربی الفاظ کو پنجابی بنا کر اس سے اپنا مدعا نکالتے ہیں۔ چکڑالوی اس امر کی پروا نہیں کرتا کہ میرے لفظ کا ہم آواز لفظ [illegible] پنجابی [illegible] اس لفظ کے معنی یا مفہوم ہی قرآن میں موجود ہو۔ واہ رے چکڑالوی تو نے اُن جاہلوں کے بھی کان کاٹے۔

اسکے پیرو بھی ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ وہ اُس سے اتنا نہیں پوچھتے کہ اس آیت میں وہ لفظ یا اُسکے معنے کہاں ہیں جس سے تم نکال لیتے ہو کہ حدیث خدا کیطرف نازل شدہ نہیں ہے۔ طرفہ یہ کہ وہ اپنی سابق کلام تفسیر میں صاف بیان کر چکا ہے۔ کہ حدیث خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے اور ما انزل اللہ میں داخل ہے۔ اس کی تفسیر کی اصل عبارت صـ۳۳۲ میں منقول ہو گی انشاءاللہ۔

امر دوم سے انکار کے ثبوت میں چکڑالوی نے گیارہ آیات قرآن پیش کی ہیں جن میں صرف یہ مضمون ہے کہ قرآن تفصیل و مفصل ہے۔ پھر اس سے یہ احمقانہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ پھر تفصیل احکام قرآن کے لئے حدیث یا وحی خفی کی کیا ضرورت ہے

الجواب

یہ نتیجہ بھی چکڑالوی کی دروغگوئی دہوکہ دہی اور اس سے علاوہ پرلے سرے کی بے شرمی کا نتیجہ ہے یہی دعوے (جو اُس نتیجہ میں ہے) اس نے اپنے اشتہار تائید القرآن میں کیا تھا اسی دعوے کے متعلق اس سے مباحثہ میں پہلا سوال ہوا تھا (جو صفحہ ۱۳۶ نمبر ۵ جلد ۱۹ میں منقول ہے) کہ قرآن شریف میں تمام احکام شرعیہ کی مفصل و مشرح ہونے سے کیا مراد ہے۔ اس سوال کے جواب میں چکڑالوی نے مباحثہ میں کسی مطلب و مراد کا اظہار نہ کیا اور اسی دعوے کا اعادہ کر دیا (جو اسی نمبر کے صفحہ ۱۴۲ میں منقول ہے) تو پھر مجبوری بہنے دوبارہ وہی سوال اس تشریح کے ساتھ پیش کیا (جو اس نمبر کے صفحہ ۱۴۹ میں منقول ہے) کہ اگر احکام اسلام کی تشریح و تفصیل قرآن میں موجود ہے۔ تو آپ زیادہ تکلیف نہ اٹھاوین صرف یہ بیان کر دیں کہ نماز کی کیفیت و ترتیب ارکان و اذکار کہ پہلے تکبیر ہو پھر ثنا پھر سورت فاتحہ پھر رکوع پھر قومہ اور سمع اللہ لمن حمدہ پھر سجود الخ اور زکوۃ کی مقدار نصاب بتا دین اس کا جواب نہ اُس نے رسالہ اشاعۃ القرآن میں دیا اور نہ رسالہ نماز جدید میں (جسکو وہ شائع کر چکا ہے) کچھ دیا۔ اور بجائے تمثیل تفصیل پھر اسی دعوے کا اعادہ کیا اور اس کی تائید میں ان ہی آیات کو انہیں چند آیات اسی مضمون کی اور ملا کر پیش کر دیا۔ اور ان سے وہی نتیجہ جس کا پہلے روز اسکو دعوے تھا نکالکر پارہ شدہ اس رسالہ میں درج کیا۔ یہ کمال درجہ کی بے شرمی و بے غیرتی نہیں تو دنیا میں بے شرمی کس کا نام ہے۔ اور بے غیرتی کس کو کہتے ہیں۔ چکڑالوی پر تو کوئی افسوس نہیں۔ جو نیا مذہب اُس نے ایجاد کیا ہے اس کلیہی لازمہ ہے۔ مگر افسوس ان لوگوں پر ہے۔ جو اہلحدیث کہلا کر اُسکے پیرو ہو گئے ہیں۔ وہ اس سے اتنا ہی نہیں پوچھتے کہ قرآن میں احکام اسلام نماز روزہ مفصل و مشرح طور پر موجود ہیں تو اُن کی شرح و تفصیل قرآن سے نکالکر کیوں نہیں بتاتا۔ اور اس کو شائع کیوں نہیں کرتا۔ تو نے رسالہ نماز جو شائع کیا ہے۔ اِس میں ایک لفظ ایک رکن کا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں کیا صرف یہ آرڈر و حکم (بلا وکیل جاری کر دیا ہے۔ کہ مثلاً بجائے اللہ اکبر (جو مسلمان آنحضرت صلعم کے حکم سے پڑہتے ہیں۔ تم وان اللہ ھو العلی الکبیر پڑہا کرو۔ اور رکوع و

37

سجود میں بجائے تسبیحات قرآن پڑھا کرو - وعلیٰ ہذا القیاس - اِن دونوں دو پیروان چکڑالوی کو مینے خود اپنے پاس لاہور میں بلاکر کہا کہ جو نماز چکڑالوی نے آنحضرت صلعم کی سکھائی ہوئی نماز کے مقابلہ میں از خود گھڑ کر شائع کی ہے - اسکے اذکار و ارکان سے کسی ایک کا حکم بھی اُس نے قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں کیا - وہ بولے کہ اسکے ثبوت میں وہ ایک طولانی رسالہ نماز شائع کرنیکو تیار ہے - مین نے کہا جس رسالہ طولانی کا تمکو وعدہ دیتا ہے - وہ خدا جانے کب شائع کریگا - تم اُس سے ایک ذکر یا رکن نماز کے حکم کا ثبوت قرآن سے لیکر آج ہی مجھے سنا دو - وعدہ کرکے چلے گئے اور ابتک اُن میں کوئی جواب لیکر واپس نہیں آیا - تیسرے اَور شخص (چکڑالوی کے شاگرد طالب علم) کو میرے دوست حکیم احمد علیخان زبدۃ الحکماء لاہور میرے پاس لائے - اوس سے بھی یہی سوال کیا گیا کہ قرآن مجید کا مفصل و تفصیل ہونا اہل اسلام کے نزدیک اِن ہی معنے سے ہے - کہ بعض احکام کی تفصیل تو قرآن مجید میں ہو چکی ہے - اور بعض کی تفصیل حدیث شریف میں ہے - اور کہا گیا کہ جو شخص قرآن کے مفصل ہونے کی یہ معنے تسلیم نہ کرے - وہ جملہ احکام کی تفصیل قرآن ہی سے نکال دے - اگر وہ یہ تفصیل قرآن سے نہ نکال سکیگا - تو اس کو ایک دن قرآن چھوڑنا پڑیگا - اور وہ قرآن کو جھوٹا سمجھکر اپنے اسلام سے مرتد ہو جائیگا - میرے اس قول کی تصدیق اُس طالب شاگرد چکڑالوی نے اسی وقت اسی مجلس میں کردی اور صاف یہ بات کہدی کہ اگر اذکار نماز کی تفصیل اور حکم کہ فلان ذکر فلاں محل میں چاہئے فلان ذکر فلاں محل میں قرآن مجید سے نہ نکلا جسکا وعدہ ہمکو چکڑالوی دے رہا ہے - اور طولانی رسالہ نماز میں وہ یہ وعدہ پورا نہ کرے گا - تو ہم نماز پڑھنا چھوڑ دینگے اور بجائے نماز صرف دعا کیا کرینگے - مینے کہا کہ بس یہی قرآن کو چھوڑنا ہے اور اسی کا نام مرتد ہونا ہے - اور یہی چکڑالوی کے مذہب ایجادی کا انجام اور علت غائی ہے -

قرآن کی مفصل و شرح ہونے کے معنے جو ہمنے بیان کئے ہیں - اسپر عام مسلمانوں کا اتفاق ہے - اسلام کے حق ماننے والے - اور قرآن کو سچا جاننے والے ان معنے پر ایمان و یقین رکھیر

اور اسکی وجہ ثبوت سے سنیں۔ آسمانی کتابیں انسانی محاورہ کے مطابق نازل ہوئی ہیں توریت کو بھی قرآن

ثم آتینا موسی الکتب تماما علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شیٔ وھدًی ورحمۃ لعلھم بلقاء ربھم یؤمنون

مجید میں تفصیل کہا گیا ہے۔ وہ بھی اسی معنے سے صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ جو تفصیل توریت کی حضرت موسیٰ و دیگر انبیائی کی وہ توریت ہی کی تفصیل ہے۔ اور یہ عام قاعدہ انسانی ہے جو ہر ملک و ہر زبان میں رائج ہے۔ کہ جو شخص کسی کا خط یا کوئی حکم یا پیغام دوسروں کو پہنچاتا ہے۔ اور خط کا راقم یا حاکم حکم یا پیغام دہندہ اس خط اور حکم اور پیغام میں اپنے فرستادہ کو اپنا معتمد و خلیفہ و مختار لکھدیتا ہے اسکو کل اختیار ہوتا ہے کہ وہ حسب مرضی فرستندہ اور اُس کی اجازت سے جو چاہے اس خط اور حکم اور پیغام کی تشریح و توضیح کرے وہ تشریح و توضیح اس خط و حکم و پیغام کی تفصیل متصور ہوتی ہے۔ لہذا اس تشریح و توضیح کی نظر سے راقم خط و حاکم حکم و فرستندہ پیغام اپنے خط و حکم و پیغام کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمنے سب کچھ لکھدیا ہے۔ اور اس کہنے میں وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ کا قرآن کو یا توریت کو مفصل و تفصیل کتاب ہی اس معنے اور اسی محاورہ کے مطابق ہے کہ جو تفصیل ہمارے رسولوں نے کی وہ ہماری تفصیل ہے اور وہ ہمنے خود کی ہے۔

لفظ کلشیٔ جو آیت تفصیل کل شی اور تبیانا لکل شیٔ میں وارد ہے وہ بھی اسی انسانی محاورہ کے مطابق بولا گیا ہے انسان منعم عموماً بولتے ہیں کہ ہمکو خدانے سب کچھ دے رکھا ہے۔ جس سے ان کی مراد اکثر چیزیں ہوتی ہیں نہ تمام جہان کی ساری چیزیں۔ اور اکثر کو کل کہنا تمام انسانوں میں مروج و معمول ہے جسکی وجہ یہ قاعدہ کلیہ لِلاکثر حکم الکل عربی میں بطور مثل مشہور ہے۔ حالانکہ بعض چیزیں ایسی بھی دنیا میں ہوتی ہیں کہ اُنکے پاس نہیں ہوتیں۔ اور بایں ہمہ وہ اس قول میں جھوٹے نہیں سمجھے جاتے۔ اسی محاورہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کہا تھا وَ اُوتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یعنے ہمکو خدا کی طرف سے سب کچھ دیا گیا ہے۔ جسکو خدا تعالےٰ نے سورہ نمل کے دوسرے رکوع میں نقل فرمایا ہے۔ اور نبی کا قول کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔ حالانکہ اُسوقت تک تخت بلقیس اور ملک بلقیس اُنکے ہاتھ میں نہ آیا تھا۔ اور اسی محاورہ سے بلقیس کے حق میں ہُدہُد نے کہا تھا وَ اُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ

یعنے بلقیس کو سب کچھ دیا گیا تھا جسکو خدا تعالےٰ نے اسی رکوع میں نقل کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کسی کی جھوٹی بات کو بغیر ردّ و انکار نقل کرنے سے پاک ہے۔ حالانکہ حضرت سلیمان کا ملک و تخت بلقیس کے پاس نہ تھا۔ اسی محاورہ کے مطابق قرآن کو ہر چیز کی تفصیل و بیان کہا گیا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ اکثر حصّہ دین کی تفصیل قرآن میں ہو چکی ہے۔ لہٰذا اُس حصہ تفصیل کی نظر سے قرآن کو تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ کہنا صحیح ہو گیا گو بعض احکام کی تفصیل قرآن میں نہیں ہے۔ اور وہ صرف حدیث نبوی میں پائی جاتی ہے۔ وہ تفصیل موجودہ حدیث بھی اسوجہ سے کہ آنحضرت خدا تعالےٰ کے نائب و خلیفہ ہیں۔ اور جو تفصیل احکام قرآن آپنے کی ہے وہ خدا تعالےٰ کی وحی و اجازت سے کی اور آپکے ساختہ پرداختہ کو خدا تعالےٰ نے اپنا ساختہ پرداختہ قرار دیا ہے۔ قرآن ہی میں داخل کہلاتی ہے۔ یہ **دوسری وجہ** پیدا ہو گئی جس کی نظر سے قرآن کو ہر چیز کی تفصیل کہنا صحیح ہو گیا۔

علماء اہل اسلام جانتے اور مانتے ہیں کہ قرآن کی **علوم و تعلیمات کے پانچ حصہ ہیں**[۵]۔ اوّل علم توحید و صفات باری تعالیٰ [illegible] دوسرا حصہ وعدہ وعید کہ جنت میں مومنوں کو نعمتیں ملینگی اور کافروں کو دوزخ میں یہ دکھ پہنچینگے **تیسرا حصہ** قصص و اخبار سابقہ و آئندہ کہ فرعون سے یہ ہوا اور قیامت سے پہلے پہلے یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ **چوتھا حصہ** امثال کہ کافروں مشرکوں کی مثال ایسی ہے۔ مومنوں کی ایسی۔ **پانچواں حصہ** احکام۔ کہ نماز پڑھو۔ اور زنا مت کرو و علےٰ ہذا القیاس۔ ان علوم و تعلیمات کے **پہلے چاروں** حصوں کی تفصیل تو **خود** قرآن مجید میں ہو چکی ہے۔ حدیث میں اُن کی تفصیل ہوئی ہے تو وہ محض توضیح ہے۔ نہ ایسی تشریح کہ اگر وہ نہ ہوتی تو مطالب و مقاصد قرآن کسی کی سمجھ میں نہ آتے۔ **رہا حصہ پنجم**۔ اسمیں سے بھی جو **عام اخلاق** نیک و بد کے متعلق احکام ہیں مثلاً عدل و رحم اور احسان کرو اور بے حیائی۔ زنا۔ بغاوت سے بچو۔ سو انکی تفصیل بھی خود **قرآن** میں ہو چکی ہے۔ **ہاں بعض خاص اسلامی اصطلاح کے احکام مثلاً**

---

۵ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ملاحظہ ہو۔

نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو"۔ سو اس قسم کے احکام کی تفصیل و تشریح قرآن مجید میں نہیں ہے - یہ تشریح خدا تعالےٰ کے خلیفہ و نائب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہے - اگر آنحضرت صلعم بیان نہ فرماتے کہ نماز یوں پڑھو اور اُسکے اذکار و ارکان یہ ہیں - اور زکوٰۃ اس مقدار نصاب پر واجب ہے اور وہ نقدی میں اس قدر ہے - اور حیوانات بکریوں - گائے - اونٹ میں اس قدر ہے تو ہم ان احکام کو نہ سمجھتے اور نہ عمل میں لا سکتے - لہذا قرآن کا مفصل اور تفصیل ہونا اس انسانی محاورہ کے رو سے جو اوپر بیان ہوا ہے - ان چاروں حصہ علوم قرآن اور اکثر حصہ احکام عام کی نظر سے بھی صحیح ہوا - اور بعض حصہ احکام اصطلاحی کو حدیث کی تفصیل و تشریح کی نظر سے بھی صحیح ہوا۔

قرآن کے مفصل ہونے کی نسبت جو یہ اعتقاد علماء اسلام نے بیان کیا ہے اس کی تصدیق عبارات مفسرین صفحہ ۲۲۳ وغیرہ میں منقول ہونگی - ہمارے اس بیان کو پڑھکر امید ہے - چکڑالوی کے دوام انتقاد [illegible] آ جائینگے - اور [illegible] اسکے دام تزویر سے بچ جائینگے - انشاء اللہ تعالےٰ چکڑالوی نے امر پنجم کے ضمن میں بجواب آیت نمبر ۱۳ دستاویز فتوائے جسپر غلطی سے نمبر ۱۴ لکھا گیا ہے) اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۷ میں کہا ہے کہ رسول خدا تعالےٰ کا ایسا وکیل نہیں ہوتا جس کا ساختہ پرداختہ خدا کو منظور ہو - اور اسپر آیت وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ سے تمسک کیا ہے - اس کا جواب دندان شکن اُسی موقعہ پر دیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

امر سوم سے انکار کی وجہ ثبوت چکڑالوی نے وہی آیات تَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ وَتِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ - اور تین اور آئتیں جن میں ارشاد ہے کہ قرآن میں فروگذاشت نہیں ہوئی - اور وہ کافی کتاب ہے اور وہ ہر مثال پر مشتمل ہے پیش کی - اور اُنسے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن ایسا ہے تو پھر حدیث کی کیا حاجت ہے۔

الجواب

اسکا جواب بھی وہی ہے جو نتیجہ آیات وجہ انکار امر دوم کا ابھی جواب دیا گیا ہے کہ بے شک قرآن

38

مفصل بیان ہے مگر اُسے معنے سے جو بیان ہوئے بیشک قرآن میں فروگذاشت نہیں ہوئی۔ اور وہ کافی ہے۔ مگر اُسی وجہ سے کہ اس کی کچھ تفصیل اس کی شرح حدیث میں پائی جاتی ہے۔ اور قرآن مجید کے ہر مثال پر مشتمل ہونے کو تو محل بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن کا حصہ امثال کو خود شرح کرنا تو ہم خود بیان کر آئے ہیں۔

امر چہارم کے متعلق جو چکڑالوی نے اعتقاد اہلحدیث میں از خود جھوٹ ملا دیا ہے اُسکے انکار سے تو اسپر کوئی الزام قائم نہیں کیا گیا اور جو اصل اعتقاد اہلحدیث اور تمام اہل اسلام کا ہے۔ کہ قرار داد صحابہؓ تابعین و سلف صالحین سبیل المؤمنین ہے جس کا وجوب اتباع بوعید آیت ویتبع غیر سبیل المؤمنین سے نکلتا ہے اس سے انکار کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ صرف آیت وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ کا یہ جواب دیا ہے کہ المومنین میں الف۔ لام حرفی استغراقی صفاتی ہے (دیکھو مختصر معانی و مطول وغیرہ) لہذا المؤمنین کے معنے ہیں ایسے مؤمنین جو نہایت اعلےٰ درجہ کے ہوں اور وہ صرف رسول ہی ہیں

الجواب

اس جواب میں چکڑالوی نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اس الف لام کو حرفی استغراقی صفاتی نہ مختصر معانی میں کہا ہے نہ مطول میں نہ کسی اور علم کی کسی کتاب میں اور نہ مختصر معانی یا مطول یا کسی کتاب میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ اس آیت میں مومنین سے نبی رسول مراد ہیں۔ چکڑالوی کو کچھ شرم و حیا ہے تو مطول یا مختصر معانی یا کسی اور کتاب کی عبارت نقل کرے جسمیں الف لام کو حرفی۔ صفاتی استغراقی کہکر یہ مسئلہ بیان کیا ہو۔ چکڑالوی خود بے علم ہے۔ اسکے پیروان سے ایک بھی اہل علم نہیں ہے وہ ان جاہلوں کو کتابوں کے نام سنا کے دام میں لاتا ہے۔ اور جھوٹی باتیں کہکر انکو اپنا مرید بناتا ہے۔ مطول اور مختصر تو اس نے کبھی آنکھ سے بھی دیکھی نہ ہوگی۔ وہ کسی اور ہی کتاب سے یہ مسئلہ نکال لایا ہے۔

ہاں کتب اصول فقہ (تلویح و توضیح) وغیرہ میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔ المطلق اذا اطلق

اذ یراد منہ الفرد الکامل یعنے کوئی مطلق رہے قید) لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ مگر اس کامل سے مراد اکمل و افضل نہیں ہے۔ بلکہ کامل سے وہ فرد مراد ہے جسپر مطلق بغیر کمی کے صادق آوے جیسے پانی کا لفظ ہے کہ وہ آب زمزم۔ اور آب دریا اور آب تالاب اور جنگل کے پانی پر باوجود تفاوت مراتب ان چیزوں کے برابر صادق آتا ہے۔ اور پانی کا فرد ناقص وہی ہے جسپر لفظ پانی بلاقید صادق نہیں آتا جیسے کھجور کا پانی۔ یا انگور کا پانی چکڑالوی بے علم اور اسکے اتباع جہلا ان باتوں کو نہیں سمجھینگے۔ لہذا ہم زیادہ تفصیل نہیں کرتے۔ اس قاعدہ اصول فقہ کے رو سے بھی لفظ المؤمنین آیت مذکورہ میں ہر ایک مومن پر افضل المؤمنین ہو (جیسے انبیاء علیہم السلام) یا مفضول جیسے عام مومن ہیں صادق آتا ہے۔ اور جو امر جملہ اہل اسلام میں خواص ہوں خواہ عام بالاتفاق مسلم چلا آیا ہے۔ جیسے حدیث نبوی کو ماننا اور رسول اللہ صلعم کی اطاعت کو فرض جاننا۔ وہ سبیل المؤمنین ہے جسکے پیروی کا اس آیت میں حکم ہے۔

امر [illegible] کی بلکہ اُن آیات کا جنکو فتوے میں آنحضرت صلعم کے وجوب اتباع اور آنحضرت کے منصب تشریع و تحکیم کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے جواب دیا ہے۔ لہذا چکڑالوی کیطرف ان آیات کا جواب نقل کر کے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس مدعا کے ثبوت کے لئے فتوے میں پہلی وہ آیت پیش ہوئی ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد ہے کہ آپ مومنوں پر خدا کی کتاب پڑھتے اور اُن کو اُس کے معانی سکھاتے ہیں۔

اسکے جواب میں چکڑالوی نے یہ کہا ہے۔ کہ آنحضرت کا کتاب سکھانا یہ معنے رکھتا ہے۔ کہ آپ (الفاظ قرآن) لوگوں کو پڑھاتے اور سکھاتے اور بار بار کہلا کر یاد کراتے جیسے اُستاد شاگردوں کو پڑھاتے ہیں۔ اِس جواب میں چکڑالوی نے آنحضرت صلعم منصب تشریح معانی و تفصیل احکام قرآنی کو (جو اس قرآن میں مذکور نہیں اور وہ صرف آپ ہی کے سینہ منور سے اور عمل مبارک سے امت کو پہنچی ہیں۔ کہ نماز سے یہ مراد ہے اور زکوٰۃ سے یہ مراد) مٹا دیا ہے اور آنحضرت کو صرف ایک مسجد کا

ملا اور مکتب کا میان جی بنایا ہے۔

الجواب

اے انصاف کے دشمن اور حق کے معاند اگر آنحضرت صلعم کے اصحاب جنکو آپنے قرآن سکھایا ہے۔ چکرالہ یا میانوالی کے رہنے والے پنجابی اور بلاد کے عجمی ہوتے۔ اور قرآن اُن کی زبان میں نازل نہ ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم اُنکو قرآن کے ہجے کرا کے یاد کراتے اور یہ امر کسی تاریخی روایت میں (حدیث کو تو مانتا ہی نہیں اس لئے تواریخ کا ذکر ہوا ہے) ذکر ہوتا۔ تو تیری اس من گھڑت کو کوئی نادان مان بھی لیتا۔ قرآن تو اصحاب کی زبان تھی پھر اُن کو میانجی کیطرح آپکا قرآن یاد کرانا کب صحیح ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی تو غور و حیا کو کام میں لاکر سوچ۔ کہ یہ لفظ یعلم و تعلیم قرآن میں صدہا جگہ وارد ہے کہیں بھی اسکے معنے ملانوں کی سی تعلیم کے ہیں آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ اور آیت عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور آیت عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور آیت عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں خدا تعالےٰ نے اس تعلیم کو اپنی طرف منسوب کیا ہے کیا خدا تعالےٰ نے کسی نبی کو یا انسان کو یا حضرت خضر علیہ السلام کو یا حضرت یوسف کو یا آنحضرت صلعم کو اسیطرح پڑھ کر یاد کرایا ہے۔ اور خدا تعالےٰ بھی کسی مسجد کا اور کسی مکتب کا میانجی ہے۔ رسول اللہ صلعم کی جناب میں گستاخی کرتے ہوئے تو تجھے شرم نہیں آتی (کیونکہ تو اُنکو نعوذ باللہ کوئی اچھی رسان سے بڑھکر نہیں سمجھتا) تو خدا تعالےٰ سے تو شرم کر اور اُس کا رتبہ تو اس قدر نہ گھٹا اور اُسکو مسجد کا ملا اور مکتب کا میانجی نہ بنا۔ آیت علمك مالم تكن تعلم کے معنی چکڑالوی نے خود اپنی تفسیر میں معنے سکھانے کے کئے ہیں اور دیکھیں

دوسری آیت فتوے میں یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم پر خدا تعالےٰ نے کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔ چکڑالوی نے اسکے جواب میں کہا ہے۔ کہ لفظ حکمت سے بھی اس آیت میں قرآن مراد ہے۔ کیونکہ دوسری آیت میں خدا تعالےٰ نے وحی قرآن کو حکمت کہا ہے۔ ایک آیت میں حکمت کو متلو کہا ہے

ﷺ: چکڑالوی نے ایک سالہ نماز شایع کیا ہے۔ اسکی لوح پر اس کا نام یوں لکھا ہے صلواۃ القرآن ما علّم الرحمن کیا یہاں بھی اسکی یہی مراد ہے کہ یہ نماز خدا تعالےٰ اسکو آکر پڑھا گیا اور میاں جی کیطرح یاد کرا گیا ہے ﷺ آیت و لنعلمہ من تاویل الاحادیث

ﷺ اصل عبارت تفسیر چکڑالوی ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ وغیرہ میں منقول ہوگی۔ قرآن مجید میں خدا کی تعلیم سات اشخاص کی نسبت بیان ہوئی ہے (۱) آدم۔ و علم آدم الاسماء (۲) حضرت خضر علمناه من لدنا علما (۳) حضرت یوسف و علمتنی من تاویل الاحادیث (۴) حضرت داؤد علمنا صنعۃ لبوس (۵) حضرت سلیمان علمنا منطق الطیر

ایک آیت میں قرآن کو متلو کہا ہے - اور حدیث کو اہلحدیث خود غیر متلو کہتے ہیں - لہذا حکمت سے حدیث مراد نہیں ہو سکتی - چکڑالوی نے یہ بھی دعوے کیا ہے - کہ قرآن میں جہاں کہیں الحکمۃ - کا لفظ آیا ہے اُس سے کتاب اللہ ہی مراد ہے - اور جہاں کتاب کے بعد حکمت کا لفظ آیا ہے وہاں ایک صفت کا دوسری صفت پر عطف ہے یعنے وہ تاکید ہے - تاسیس (نئی اور دوسری چیز کا بیان) نہیں ہے -

الجواب

اس جواب میں چکڑالوی نے دہوکہ دہی اور دروغگوئی کو حد کمال تک پہنچا دیا ہے - اور اس کمال میں مرزا قادیانی اور نیچری علیگڈہ کو بھی مات کر دیا ہے - یہ بات تو مسلّم ہے کہ قرآن مجید بھی حکمت ہے - مگر یہ محض کذب و مغالطہ ہے کہ قرآن کے سوا اور وحی الہی جلی یا خفی حکمت نہیں ہے جن آیات سے چکڑالوی نے اس دعوے پر استدلال کیا ہے نہ اُس کا یہ ترجمہ یا مفہوم ہے - نہ قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بجز قرآن اور کوئی وحی الہی حکمت نہیں ہے - بلکہ قرآن کی بہت سی آیات میں قرآن کے سوا دوسری وحی الہی کو بھی حکمت کہا گیا ہے -

وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (سورہ ص رکوع ۲)

ایک آیت میں حضرت داؤدؑ پر وحی نازل شدہ کو حکمت کہا گیا ہے -

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ (سورہ لقمان رکوع ۲)

ایک آیت میں حضرت لقمان حکیم کی - (جو بالاتفاق صحابہ و جمہور تابعین جنکے مخالف صرف ایک تابعی عکرمہ ہیں) نبی نہ تھے صرف دینی حکیم تھے) ان باتوں کو جو خدا تعالےٰ اُنکے دل میں ڈالتا تھا حکمت کہا گیا ہے - ایک اور آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی

فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (سورہ نسا رکوع ۷)

اولاد انبیا کی ان باتوں کو جو کتاب آسمانی کے علاوہ اُنکو ملی تہیں حکمت کہا گیا ہے -

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ (سورہ آل عمران رکوع ۸)

ایک اور آیت میں تمام انبیا کی اِن باتوں کو جو کتاب کے سوا انکو عطا ہوئی تہیں حکمت کہا گیا ہے -

ان دو پچھلی آیتوں میں عطا شدہ کتاب کو ذکر کرنے کے بعد حکمت کا عطا ہونا بیان ہوا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کتاب کے علاوہ اُنکو حکمت یعنے وہ دانائی دین کی باتیں۔ جو انبیاء کے دل میں ڈالی جاتی تھیں۔ اور وہ اُنکی احادیث کہلاتی تھین۔ جیساکہ اسلام میں آنحضرت صلعم کی ایسی باتین احادیث کہلاتی ہیں۔ ان چار آیتون میں سے پہلی دو آیت تو کتاب اللہ کا ذکرو نشان تک نہیں ہے۔ لہذا ان آیات میں حکمت سے کتاب اللہ مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً آیت دوم میں جس میں حکمت کا عطا ہونا لقمان حکیم کی نسبت بیان ہوا ہے۔ جنکا نبی ہونا اور اُنکو کتاب عطا ہونا نہ کسی دلیل خارجی سے ثابت ہے اور نہ بالاتفاق مسلم ہے۔ رہی پچھلی دو آئتیں سو اُنمیں اگرچہ حکمت سے پہلی کتاب کا ذکر ہوا ہے۔ مگر چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ بعرب عرباء و عزہ عقلاء ہے۔ التاسیس خیر من التاکید۔ یعنے متعدد الفاظ کلام سے ایک نئے معنے پیدا کرنا اس سے بہتر ہے۔ کہ ایک نئے لفظ کو پچھلے لفظ کی تاکید بنایا جاوے بھذا الحکم اس قاعدہ کے پچھلی دو آیتوں میں بھی معنے لفظ حکمت کتاب سے جداگانہ [illegible] وہ اس قاعدہ سے واقف نہیں ہے۔ اسیوجہ سے وہ کتاب کے بعد لفظ حکمت وارد شدہ کو عطف صفت بر صفت قرار دیتا ہے اور اس حکمت سے وہی کتاب اللہ ہی مراد سمجھتا ہے۔ عطف صفت بر صفت وہان تجویز و تسلیم کیا جاتا ہے۔ جہاں کوئی نیا مصداق لفظ پیدا نہ ہو سکے۔ اس محاورہ اور قاعدہ کے رو سے اس آیت میں جسمیں آنحضرت صلعم کو کتاب کے بعد حکمت کا عطا ہونا وارد ہے۔ حکمت سے حدیث نبوی جو وحی خفی آپکے مبارک دل پر نازل ہوئی تھی مراد قرار دیا جائیگا اور حکمت سے کتاب اللہ مراد قرار دینے سے وہ اولے ہوگا۔

رہا چکڑالوی کا یہ کہنا کہ دوسری آیت میں حکمت کو ماتُتلٰی یعنے متلو کہا گیا ہے اور حدیث اہلحدیث کے نزدیک بھی متلو نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث نبوی کے متلو ہونے سے اہلحدیث کو کیا کسی کو بھی انکار نہیں حدیث نبوی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے۔ ازواج مطہرات بھی

آنحضرت صلعم کے اقوال و روایات اور لوگوں کو سنائیں اور بیان کریں یہی اُس کا پڑھنا ہے۔ غیر متلو تو حدیث کی وحی کو کہا جاتا ہے۔ یعنے وحی حدیث جو آنحضرت صلعم کیطرف ہوتی وہ جبرائیل امین خدا تعالےٰ کے الفاظ و حروف سے پڑھکر نہ سناتے اور نہ آنحضرت صلعم اُسکے پڑھنے پر قرآن کی حرف حرف دس دس نیکیوں کا اجر و ثواب فرماتے۔ چنانچہ ص۱۵ و ۳۱ میں مفصل کہا گیا ہے یہ بات چکڑالوی کی سمجھ میں نہ آوے یا وہ اسکو سمجھ بوجھکر ضد سے اور ہٹ دہرمی سے قبول نکرے تو وہ صرف اس آیت سے جسمیں حکمت کو مایتلی (متلو) کہا گیا ہے۔ حکمت سے کتاب اللہ مراد ٹھہراوے اور خاص اس آیت کے حکم ذکر و تلاوت کو قرآن ہی سے مخصوص کرے۔ اس آیت سے یہ تو کبھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ جہاں قرآن میں لفظ حکمت وارد ہے۔ وہاں حکمت سے بھی قرآن متلو مراد ہے۔ تلاوت کا جو اس آیت کے متعلق ہے حکم جداگانہ ہے۔ اور حکمت کا جس کا آنحضرت صلعم کو عطا ہونا بیان ہوا ہے۔ جداگانہ حکم ہے۔ اور وہ پیروی ہے۔ لہذا ایک حکم (تلاوت) کے مخصوص بقران ہونے سے دوسرے حکم (پیروی) کا مخصوص بقرآن ہونا لازم نہیں آتا۔ اب ہم اپنے ناظرین [illegible] چکڑالوی اور اس کے غالی مقلدوں کو) یہ بتاتے ہیں۔ کہ لفظ حکمت کے جو معنے علماء اسلام بیان کرتے چلے آئے وہی معنے آجتک اور اس سفید ریش ہو جانے کی عمر تک چکڑالوی نے سمجھے اور بڑے زور و شور سے اس معنے کا ثبوت اپنی کتاب تفسیر میں دیا۔ اور ان آیات قرآن کا وہی ترجمہ اس نے کیا جو ہمنے بیان کیا ہے۔ اس تفسیر میں حدیث کو خدا کیطرف سے وحی۔ اور خدا کی طرف سے منزل نازل شدہ بھی اس نے بڑے زور و شور سے بتایا ہوا ہے۔ وہ یہی ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جس کا ص۲ و ۳ میں اس کا وعدہ دیا گیا تھا۔

پس واضح ہو کہ چکڑالوی صاحب بہادر اپنی تفسیر کے ص۳ میں آنحضرت صلعم کو معنر [illegible] حکیم حقانی کہکر آپ کی یہ حدیث کہ سورہ فاتحہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے نقل کی ہے پھر اس کے صفحہ ۲۸ میں کہا ہے۔ پس جو حدیث خواہ قولی یا فعلی یا تقریری رسول اللہ صلعم سے صحیح طور پر ثابت

ہوگی وہ عین بعین بلا چون وچرا قرآن مجید کے الفاظ کا ترجمہ اور اس کی حکمت و تفسیر ہوگی اور ایسی صحیح حدیث کوئی بھی نہ ہوگی جو کسی آیت کا ترجمہ و تفسیر نہو۔ پھر اسکے صفحہ ۳۰ میں آیت وَنزلنا الکتب تبیانًا لکل شیٔ نقل کرکے کہاہے۔ پس یہاں بھی اول تو ہم قرآن کے دعوے اور اُسکے دلائل کو دیکھتے ہیں۔ بعدش یہ دیکھینگے کہ مفسر حقانی حکیم ربانی محمد رسول اللہ صلعم کا ارشاد اسبارہ میں کیاہے۔ اور جب خود قرآن کریم اور ربانی حکیم دونوں کا ارشاد معلوم ہو جاوے تو فیصلہ ہو جاتاہے۔

پھر صفحہ ۳۳ آنحضرت صلعم کو مفسر روحانی اور حکیم ربانی کہکر آپ کی ایک حدیث کو قرآن کی تشریح اور تفصیل اور تفسیر کہکر نقل کیاہے۔ پھر اُسکے صفحہ ۵۸ میں نماز میں **آمین** کہنے کا مسئلہ (جسکو اب نماز جدید میں اُڑا دیاہے) بیان کیاہے۔ اور کہاہے۔ کہ اس سورۃ (فاتحہ) کے متعلق ایک اور مسئلہ بیان کرنا رہگیاہے۔ جو بہت ضروری ہے۔ یعنے مسئلہ آمین۔ کیونکہ یہ لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں اور رسول اللہ صلعم اس سورت کے بعد اسکو پڑہا کرتے۔ اور اوروں کو پڑہنے کے لئے حکم دیا کرتے۔ جیسا کہ بخاری میں روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آیاہے یہ حدیث [illegible] صحیح بخاری سے نقل کرکے [illegible] میں کہاہے۔ جب آمین قرآن کریم کا لفظ نہیں۔ تو پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسکو کیوں پڑہا کرتے تھے اور اوروں کو کیوں پڑہایا کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اس کے حل سے تمام مشکلات متعلق احادیث حل ہو جاتی ہیں۔ سو مختصر جواب یہ ہے کہ جملہ احادیث صحیحہ نبویہ محض **ترجمہ یا تفسیر یا تفصیل ہوتے ہیں** **قرآن مجید** کے الفاظ مبارکہ جامعہ کی اور وہ جملہ احادیث حقیقت میں قرآن کے اندر موجود اور اس کے لفظوں کے اندر پڑے ہوئے ہیں یعنے وہ قرآن مجید ہی ہوتے ہیں اگرچہ وہ الفاظ نہیں ہوتے جو قرآن مجید کے ہوتے ہیں اور یہ جملہ احادیث نبویہ تعلیم الہی سے نبی صلعم کو قرآن مجید سے اسی طرح تعلیم فرمائی گئی تہیں۔ جس طرح خود احادیث کا ماخذ یعنے قرآن شریف کی عبارتیں تعلیم فرمائی گئیں تہیں۔ پس جو حدیث صحیح مروی عن النبی صلعم

ہوگی اس کا ماخذ ضرور قرآن مجید کی کوئی آیت ہے۔ نہ کوئی اور ماخذ اور ان احادیث بنویہ کا
نام **قرآن شریف میں حکمت** کے نام سے جابجا مذکور ہے۔ پس آمین بھی قرآن مجید ہی میں سے ہے
اگرچہ یہ لفظ بعینہ قرآن شریف میں موجود نہیں یعنے یہ کہ یہ قرآن شریف کے بعض الفاظ کا یہ ترجمہ
ہے۔ جو تعلیم **وحی**✲ سے رسول اللہ صلعم نے سیکھا اور اُسپر عمل کیا اور اس آیت میں اُسکو مسنون
ٹھہرایا پھر اُس کے تائید میں یہ ایک آیت نقل کی ہے مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی
اور اس کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے یعنے ہمارا رسول اپنی طرف سے دین کے بارہ میں فقط وہی
کچھ کہتا ہے۔ جس کے کہنے کے لئے بذریعہ **وحی**✲ اسکو حکم ہوا ہے۔ پھر اور **آئتین** اور نقل کرکے کہا ہے
خلاصہ ان آیات شریفہ کا یہ ہے کہ رسول اللہ جو حدیث فرمائی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے
جو بذریعہ **وحی**✲ حاصل ہوئی تھی بیان فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے کوئی بات بھی اس دین کے اندر شامل نہیں
کی اور نہ کرسکتے تھے۔ اور نہ ایسا کرنے کے مجاز تھے ص۳۳ اور نہ ہی آپکو ایسا کرنے کی مجال تھی وہ اللہ تعالےٰ
کے سچے اور پکے رسول تھے۔ کوئی حدیث مروی عنہ موجود نہیں۔ جسکی تعلیم رسول اللہ صلعم اسی طرح
نہیں ہوئی [illegible] الفاظ قرآن [illegible] اب [illegible] چاہیے کہ آیا ان احادیث
صحیحہ کا ماخذ صرف قرآن کریم ہی ہے یا قرآن کریم کے علاوہ اور کوئی ماخذ سو ہر ایک شخص مومن
مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اسبات کا یقین اور اعتقاد رکھے۔ کہ سوائے قرآن شریف کوئی
اور ماخذ احادیث بنویہ کا نہیں ہے۔ صرف قرآن شریف ہی ہر ایک دینی معاملہ کا ماخذ ہے اور
بس اور جملہ احادیث صحیحہ بنویہ۔ **قرآن شریف کا ترجمہ و تفسیر اور تفصیل ہوتی**
ہیں اور قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے ان احادیث کا نام **حکمت** کے نام سے یاد فرمایا ہے

کما قال اللہ تعالےٰ جل شانہٗ و عم نوالہٗ۔ اللہ تعالےٰ نے جو جو احسان اور انعام اور اکرام تمپر کئے ہیں۔	وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَۃِ یَعِظُکُمْ بِہٖ پ۲ رکوع ۱۳

سب کو یاد کرو اور اس بڑی نعمت کو بھی یاد کرو کہ اُس نے تمپر کامل صفات والی کتاب قرآن
شریف اور **الحکمت** یعنے اس کی صحیح صحیح اور پوری سمجھ یعنے **حدیث** شریف نازل فرمائی ہے۔

✲ یہاں تعلیم آمین کو چکڑالوی نے تعلیم وحی کہا ہے حالانکہ قرآن میں لفظ آمین کا موجود نہ ہونا وہ خود بیان کرچکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چکڑالوی کے سابق اعتقاد میں وحی لفظ قرآن میں محصور و محدود نہیں وحی معنے بھی وحی کہلاتی ہے جسکو اہل اسلام وحی خفی و وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ کیا اب بھی چکڑالوی وحی خفی سے انکار کرے گا۔

تاکہ ان دونوں کے ذریعہ تمکو نصیحت کرے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ پ ۳ ع ۱۵	یعنے اے بنی لوگوں کو وہ وقت بہی یاد دلاؤ جبکہ اللہ تعالے نے تمام رسولوں سے عہد لیا تہا کہ کہ ہم تم کو اپنی عظیم الشان اور عالیقدر کتابیں سے

کچھ کچھ دیتے رہینگے۔ اسکے سوائے پوری سمجھ ساتھ ساتھ دیوینگے۔ تم سب کے بعد ختم الرسل محمد رسول اللہ صلعم آوینگے اور جو کچھ تم کو دیا جاویگا۔ ان سب کی تصدیق کرینگے۔ تو دیکھو تم سے یعنے تمہاری امتوں نے اسپر ضرور ایمان لانا اور ضرور ضرور اُنکا ساتھ دینا۔ اور ہر طرح مال و جان سے اس کی مدد کرنا۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا پ ۵ ع ۵	کتاب آسمانی اور اوسکے سمجھ عطا کرنے کا دستور کچھ نیا نہیں۔ یعنے خاندان ابراہیم

علیہ السلام کو آسمانی کتاب بہی دی اور اس کتاب کی سمجھ بہی اور ہمنے اسکو بڑی بہاری بادشاہی بہی دی۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ پ ۵ ع ۱۴	اور اللہ تعالے نے تجھپر کامل صفات والی کتاب یعنے قرآن شریف اور اُسکے ساتھ حکمت یعنے حدیث نازل کی اور تمکو اسی باتون

کی تعلیم فرمائی کہ جن کا ادراک بلا تعلیم عملی تجکو نہیں ہو سکتا تہا جب تک جبرائیل ان باتوں کی صورت بناکر نہ سنادیتا۔ تب تک تجکو بہی ان باتوں کا کبھی پتہ نہ لگ سکتا تہا اور تجہپر خدا کا بڑا ہی فضل ہے

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ الخ پ ۲ ع ۲	اور ہمارے یہ احسان جنکا اوپر ذکر ہوا ہے۔

سی قسم کے ہیں جیسا ہمنے تمہارے درمیان تم ہیں سے عظیم الشان رسول محمد صلعم کو بہیجا جو تمکو ری آیات پڑھکر سناتا ہے اور تمکو ہر طرح کے کفر کی آلایش سے پاک کرتا ہے اور کامل صفات صفات والی کتاب یعنے حدیث شریف تعلیم فرماتا ہے۔ اور تمکو وہ باتیں سکہاتا ہے جو تم بلا عملی صورت دیکھے کبھی نہ سمجھ نہ سکتے تھے۔

نوٹ یہاں میاں چکڑالوی حدیث کے ایمان و تسلیم میں ایسے محو و سرشار ہوئے ہیں کہ کتاب سے بہی حدیث مراد بتاتے ہیں۔

هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۲۸ ع ۱۶	وہی ذات پاک ہے جس نے ان پڑھ جاہل عربوں کے درمیان انہیں میں سے ایک عظیم الشان رسول کو بھیجا جو انکو اللہ تعالےٰ کی آیات پڑھکر سناتا ہے - اور ہر طرح کی ظاہری اور

باطنی میل کچیل سے اُنکو پاک کرتا ہے اور کامل صفات والی کتاب یعنے قرآن مجید اور اس کی حکمت کی حدیث شریف کی اُنکو تعلیم کرتا ہے - اور نبی کی تعلیم سے پہلے پہل یہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے - خلاصہ ان آیات متبرکہ طیبّہ کا یہ ہے کہ قرآن کریم کے تین حصہ ہیں ایک حصہ تو اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ ہے یعنے الفاظ وعبارت قرآنیہ دوسرا حصہ الحکمۃ ہے یعنے الفاظ وعبارات قرآن شریف کی سمجھ اور اُس کا پورا پورا اور حق مفہوم ومعنے اور تیسرا حصہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ میں داخل ہے یعنے وہ حصہ جو محض عمل کے متعلق اور اُس کی تعلیم بلا عملی تعلیم کے کماحقہ سمجھ میں نہین آسکتی - مثلاً نماز کی ہیئات مفروضہ کے اور اگر [illegible] موجود ہیں اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پھر چکڑالوی نے ص۸ میں بیان کیا ہے - کہ آمین قرآن کی اس دعاء رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ - کا ترجمہ یا خلاصہ ہے اور یہ جتایا ہے کہ لفظ آمین گو قرآن میں نہیں مگر پھر بھی وہ حکم قرآن ہے کیونکہ حدیث میں ہے جو قرآن کی حکمت اور یہ تعلیم وحی قرآن سے ماخوذ ہے - اور اپنی تفسیر کے ص۱۱ میں آیت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی تفسیر میں کہا ہے - ایمان بالغیب کے معنے ہیں اُن جملہ امور کی تصدیق کرنی جو عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ - رب العالمین نے قرآن مجید کی صریح عبارتوں کی حکمت یعنے حدیث شریف میں بیان فرمائی ہیں - جو مفسر حقانی حکیم ربانی رسول اللہ صلعم کی زبانی معلوم ہوئی ہیں - پھر ص۱۱۱ میں کہا ہے کہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت اور جنت کے کل لوازمات مومن کی موت سے لیکر دیدار خدا تک حدیث میں وارد ہیں - پس ان جملہ امور پر ایمان لانا

متقین کی صفت ہے یعنے یہ کہ یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ کے یہی معنے ہیں۔ کہ وہ متقین لوگ
ان تمام امور مغیبات پر جو قرآن کریم میں بعبارت یا بدلالۃ النص یعنے حکمت قرآن جو حدیث
کہلاتی ہے۔ ثابت شدہ ہیں صدق دل سے ایمان لاتے ہیں یعنے دل سے تصدیق کرتے
ہیں اور زبان سے اقرار کرتے ہیں چنانچہ مفسر حقانی حکیم ربانی رسول اللہ نے خود یُؤمِنُونَ
بِالْغَیْبِ کی تفسیر و تفصیل بر وفق مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْیٌ یُوحٰی فرمادی ہو
جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ اسواسطے اب آپکی تفسیر کے سوا باقی جس قدر تفسیریں ہیں وہ قیاسات
او ظنون ہیں پھر اسی تفسیر کے صفحہ ۳۰۳ میں کہا ہے خلود فی النار جہاں کہیں قرآن
مذکور ہوا ہے۔ تو وہاں قرائن حالیہ و مقالیہ سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس سخت
سزا کے مستوجب فقط کافرین مشرکین منکرین اسلام ہی ہوتے ہیں اور بس۔ اور بعض
لوگوں کا چند روز جہنم میں رہکر پھر جنت میں داخل ہونا ان تمام آیات سے ثابت ہے۔
جہاں جہنم کے دخول کے ساتھ خلود کی قید نہیں لگائی گئی اور جنکی تفصیل و تفسیر مفسر حقانی
[illegible] تعلیم ربانی [illegible] ہے کہ کچھ لوگ اپنے گناہوں کے بدلے جہنم میں معذب ہونگے

پھر اللہ تعالے انکو اپنے فضل سے جنت میں داخل کریگا۔ کہ انکا نام جہنمیوں ہوگا۔
بخاری اور مسلم میں اسقدر احادیث اس بارہ میں موجود ہیں جنسے قطعی
اور یقینی ثبوت حاصل ہوتا ہے کہ کچھ لوگ کسیقدر عرصہ جہنم میں رہکر جنت میں داخل
ہو جائینگے۔ پھر اُسکے صفحہ ۲۷۳ میں کہا ہے۔ اور چونکہ رسول اللہ صلعم مفسر حقانی کی زبانی قطعی
طور پر ثابت ہے۔ کہ کسی کسی وقت کچھ مدت کے بعد پھر کچھ لوگ دوزخ میں سے نکالے
جاوینگے اسواسطے۔ الا ماشاء ربک کا ترجمہ الا من شاء ربک کیا گیا ہے تاکہ آیت
اور حدیث یعنے آیت اور اُس کی حکمت کا اتحاد و ارتباط و توافق ظاہر ہو جاوے
چکڑالوی نے ان تمام آیات قرآن میں جہاں کہیں لفظ حکمت کتاب اللہ یا آیات
کتاب کے بعد وارد ہے اس سے حدیث شریف کو مراد بتایا ہے۔ اور جابجا آنحضرت صلعم

کو قرآن کے تفصیل کنندہ اور ربانی مفسر اور حدیث کو قرآن کی تفسیر و تفصیل و تبیین قرار دیا ہے اور جن آیات میں حکمت وارد ہے ترجمہ اُنکا وہی کیا جو ہم نے اور عام مسلمانوں نے کیا اور حدیث نبوی کو خدا کیطرف سے وحی اور خدا کی طرف سے نازل شدہ قرار دیا ہے۔ اب اس کا حدیث کے حکمت اور تفسیر قرآن اور آنحضرت صلعم کے مفسر قرآن ہونے سے انکار کرنا۔ اور حدیث کے وحی اور منزل من اللہ ہونے سے انکار کرنا عقل و انصاف و شرم و حیا کے رو سے کیونکر جایز اور لایق اور قبول و سماعت ہے۔ اسکے جواب میں شاید یہ کہے کہ میری یہ عبارات و اعترافات اسوقت کے ہیں جبکہ میں حدیث نبوی کا قائل تھا۔ اب تو میں حدیث نبوی کا منکر ہو گیا ہوں۔ اب میری پرانی تصنیفات تفسیر وغیرہ جن میں حدیث نبوی کو حکمت تسلیم کیا ہوا ہے یا اُن سے بطور استدلال تمسک کیا گیا ہے میرے نزدیک مردود مطرود ہیں۔ لہذا ان عبارات و تصنیفات کو میرے روبرو اور مقابلہ کے لئے پیش کرنا مناسب نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تیری تفسیر وغیرہ تصانیف جن میں احادیث نبوی کو حکمت تسلیم کیا گیا ہے۔ یا اُنسے استدلال واقعہ ہوا ہے اب تیرے نزدیک مردود و مطرود ہیں۔ تو پھر ان کتابوں کو تو جلا کیوں نہیں دیتا۔ اور اُنکے مطرود و مردود ہونے کا اشتہار کیوں نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے برعکس اسی رسالہ اشاعۃ القرآن کے صفحہ ۳ و ۱۲ میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور تیرے ایک خلیفہ نے رسالہ نماز کے پہلے ورق میں ان کتابوں کی قیمت کا اشتہار دیا ہے۔ اس صورت میں تو ان کتابوں کا بیچنا اور اس کا دام کھانا۔ ایسا ہے جیسے نجاست کا بیچنا اور دام کھانا۔ پھر جب تو ان کتابوں کو جلا دیگا یا اُسکے جلا دینے کے لایق ہونے کا اشتہار دے گا۔ اُسوقت ہم تیرے اس سوال کا جواب اور دینگے۔ بالفعل وہ جواب ریزرو (محفوظ) رکھا جاتا ہے۔ اور جبتک تو ان کتابوں کو جلا دے اور اُن کی بے اعتباری کا اشتہار

نہ مانے تب تک بھی اُسپر الزام قایم ہوتا رہے گا۔ تو مانے خواہ نہ مانے اہل اسلام تو جان لینگے کہ جن باتوں سے تو اب انکار کرتا ہے یہ ایسی باتیں ہیں کہ اس عمر تک تو بھی اہل اسلام کی طرح ان باتوں کا قائل رہا تھا۔ اور یہی ان باتوں کے نقل کرنے سے اصلی مقصود ہے۔ شاید کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ایک بات کی غلط ہونے سے ساری کتاب تو لایق رد اور جلا دینے کے نہیں ہو جاتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اُس کی ان کتابوں میں حدیث کو حکمت اور تفسیر قرآن ماننا یا اُس سے استدلال کرنا ایک بات اور ایک چھوٹا سا جزو کتاب نہیں ہے۔ بلکہ اس کی کتابیں تو سب کی سب اول سے آخر تک حدیث کی تسلیم و استدلال سے پر ہیں۔ اور اس کا اکثر حصہ اور جزو اعظم حدیث ہی حدیث ہے۔ پھر جس حالت میں حدیث اسکے نزدیک لایق رد ہے جو کل کتابوں کا جزو اعظم ہے تو کل کتابیں کیونکر لایق رد اور جلا دینے کے نہ ہونگی۔ اب یا تو ان کتابوں کو اپنے نئے اعتقاد کے مطابق جلا دے یا حدیث نبوی کو مان لے۔ ان دونوں سے ایک بات ضرور [illegible] ان کتابوں کو مسلم بھی رکھے اور معتبر کہے۔ اور حدیث نبوی کی حکمت و تفسیر قرآن ہونے سے بھی انکار کرے۔

ازانجملہ تیسری۔ چوتھی۔ پانچویں اور چھٹی آیات جسکو کاتب نے غلطی سے نمبر ۲ لکھا ہے فتوے میں اس مضمون کی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو۔ جبتک تم رسول کو اپنا حاکم نہ بناؤ گے۔ مسلمان نہو گے۔ جو رسول ہمنے بھیجا ہے۔ وہ اس لئے بھیجا ہے کہ لوگ خدا کے حکم سے اس کا حکم مان لیں۔ جس نے رسول کا حکم مانا اس نے خدا کا حکم مانا۔ ان آیات کا جواب چکڑالوی نے بڑی بیہودگی اور لغویت اور بے ادبی حضرت رسالت سے دیا اور کہا ہے کہ پھر تمہارے دو حاکم ٹہرے ایک خدا دوسرا رسول۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے اور آیات میں فرمایا ہے۔ حاکم خدا تعالےٰ ہی ہے اور محمد صرف رسول ہے۔ اور تم لوگ

خود ہی کہتے ہو کہ آنحضرت جو کہتے وحی سے کہتے - پھر حکومت کہاں رہی محض رسالت ہی ہی
اور رسالت صرف ابلاغ قرآنی میں منحصر ہے - لہذا ان آیات کا صحیح ترجمہ ہوا کہ اللہ کی اور
رسالت کی یعنی قرآن کی اطاعت کرو اور قرآن کے سوا جو رسول نے کہا ہے اس کو
خدا تعالےٰ نے منسوخ کر دیا ہے - وہ قریبًا ۱۸ باتیں تھیں (جنکو چکڑالوی نے بصفحہ ۴۳
القائے شیطانی کہا ہے) لہذا قرآن کے سوا رسول کی کسی بات کو ماننا طاغوت کی پیروی
کرنا ہے جسکی ممانعت دوسری آیت فمن یکفر بالطاغوت میں وارد ہے - اور
طاغوت سے مراد ہر ایک باطل متبوع ہے جسمیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی داخل
ہیں نعوذ باللہ من ذالک کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا -

الجواب

اس جواب میں چکڑالوی نے ایسا کھلا کفر بکا ہے - کہ اسکے کفر ہونے میں کسی مسلمان کو شک
نہ ہوگا - آنحضرت کے احکام دین اسلام میں علاوہ از قرآن کو طاغوتی حکم قرار دیا ہے - اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان احکام کے سبب [illegible] (نقل کفر کفر نباشد) طاغوت
ٹھہرایا ہے - یہ کلمہ غیر اسلامی حکومت میں چکڑالوی نے کہا اور شایع کیا ہے اور اگر کسی اسلامی
سلطنت میں یہ کلمہ منہ سے نکالتا - تو اس کا بدلہ فورًا پاتا - ہم مسلمان اس ملک میں رہکر
اس کا کیا جواب دیں - اس کا جواب خدا تعالےٰ ہی دے - یا اگر مسلمانوں میں کچھ حمیت اور
اسلامی عزت ہو تو وہ چکڑالوی پر ہادی دین اور بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین
کا استغاثہ کر کے جواب عدالت سے دلوائیں - موجودہ سلطنت گو اسلامی نہیں ہے - مگر
نیوٹرل ہونے کی وجہ سے کسی دین مذہب کی توہین کو پسند نہیں کرتے - اور توہین کنندہ
کو سخت سزا دیتے اور واصل جہنم دنیا وی (جیل) کرتی ہے - اس توہین کا معاملہ ہم پہلے ہی
خدا تعالےٰ کے اور پھر باغیرت مسلمانان حامیان اسلام کے سپرد کر کے اس مقام میں صرف چکڑالو
کے اس مغالطہ اور دہوکہ کا کہ آنحضرت کے احکام دین کو تم وحی کہتے ہو - پھر اونکو حاکم ٹھہرا کر اپنے

دو حاکم بناتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں جسکو ہم فتوے میں کھلم کھلا ظاہر کر چکے ہیں۔ حقیقی حاکم صرف ایک ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام اس حکومت میں خدا تعالےٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اور جو حکم وہ علاوہ از کتاب اللہ دین میں دے چکے ہیں وہ حکم بھی خدا تعالےٰ کی وحی خفی سے خدا تعالےٰ کی مرضی سے خدا تعالےٰ کے اذن و اجازت سے دے چکے ہیں۔ لہذا حقیقی اور اصلی حاکم صرف اکیلا خدا تعالےٰ ہے اور رسول اللہ صلعم اس حاکم حقیقی کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اور جو حکم وہ دے گئے ہیں وہ بھی درحقیقت خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ جو کچھ بذریعہ وحی جلی (کتاب اللہ) ظاہر ہوا ہے اور جو کچھ بذریعہ وحی خفی (احادیث صحیحہ نبویہ) ظاہر ہوا ہے۔ لہذا اہل اسلام کا آنحضرت صلعم کو حاکم واجب الاتباع کہنا۔ خدا تعالےٰ کو حاکم حقیقی ماننے اور آنحضرت کو رسول ماننے کے مخالف نہیں حاکم ایک حکم ایک پر اس حکم کے ماخذ و مظہر دو ہیں۔ ایک قرآن دوسرا حدیث اس جواب کی مزید توضیح جواب الجواب آیت ۱۳ میں ہوگی (جس پر غلطی سے ۱۴ لگایا گیا ہے اور جو ان آیات [illegible] تحریف [illegible] کیا ہے اس کا جواب جواب آیت ۹ کے (جس پر غلطی سے نمبر ۱ لگایا گیا ہے) ضمن میں دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

یہاں چکڑالوی کی اصل عبارت کو جس میں اس نے حدیث کی پیروی کو طاغوت کی پیروی ٹھہرا کر گویا آنحضرت کو معاذ اللہ طاغوت بنایا ہے۔ اور آنحضرت کی تعظیم کو شرک قرار دیا ہے جنکی نقل کا وعدہ صفحہ ۲۹ و ۳۰ میں دیا گیا تھا۔ تاکہ چکڑالوی کے کافر و منکر رسول اور آنحضرت کی توہین کنندہ ہونے میں کسی کو بھی شک و تامل باقی نہ رہے اور فتوے علماء وقت کی تصدیق زیادہ ہو وہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۵ و ۶۶ میں آیات ۴ و ۵ و ۶ میں لفظ رسول اور رسول کی ضمیر مخاطب (ک) کا ترجمہ رسالت سے پھر رسالت کا ترجمہ قرآن سے کر کے لکھتا ہے اس آیت کی آیت ذیل میں مزید تفصیل ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ	ترجمہ جو شخص منکر ہو (ناظرین یہ لفظ آنحضرت اور

اَسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی (پ ۳ ع ۲)	آپ حدیث کو طاغوت میں شامل کرنے کی

غرض سے بڑھایا ہے ورنہ اس لفظ کے بڑھانے کی اسکو ضرورت نہ تھی) طاغوت سے انکار کرے
اور کتاب اللہ کے ساتھ ایمان رکھے تو اُس نے ہماری نہایت ہی پختہ رسی کو پنجہ مارا۔ اس
آیت میں طاغوت کے مقابلے میں کتاب اللہ پر ایمان لانے کا حکم ہے اور اسلئے "یحکموں"
میں طاغوت کے مقابلے میں کتاب اللہ کو حکم بنانے کا فرمان ہے۔ طاغوت سے مراد ہر ایک
باطل متبوع ہے۔ ناظرین یہاں بھی لفظ ہر ایک کے کہنے سے چکڑالوی کی غرض آنحضرت اور
آپ کی حدیث پر چوٹ کرنا ہے ورنہ یہاں بھی اس لفظ کے بڑھانے کی اسکو کوئی ضرورت نہ تھی
اور اس سے پہلے صفحہ ۶۲ میں وہ یہ کفر بکا ہے دین میں محمد کا بھی حکم ہے اور خدا کا بھی یہ
قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کے صریح خلاف ہے۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ ھُوَ خَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ (پ ۷ ع ۱۳)	ترجمہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی کا ذرہ بھر بھی حکم نہیں بیان کرتا ہے حق کو اور وہی حق و باطل میں خوب تمیز و فیصلہ کرنے والا ہے۔
اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ [illegible]	ترجمہ اللہ کے سوا کسی کا ذرہ بھر حکم نہیں اور اس نے

یہ حکم دیا ہے کہ خاص اس کے سوائے اور کسی کے تعظیم نہ کرو۔ اس بیہودہ گوئی میں اطاعت حکم
کے متعلق جو کچھ چکڑالوی نے کہا ہے اس جواب تو بصفحہ ۳۴۴ گذر چکا ہے۔ یہاں صرف اس کے
اصل کلمات کفر کا نقل و بیان مقصود تھا سو ہو گیا۔ آیت اخیر میں جو اس نے لَا تَعْبُدُوْٓا کا
ترجمہ کسی کی تعظیم نہ کرو کیا ہے۔ اس سے اس کا یہی مقصود ہے کہ آنحضرت کی تعظیم جائز نہیں
کیونکہ اس آیت کو اُس نے اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ کہ کیا دین میں محمد کا حکم
بھی اور خدا کا بھی۔ اسی واسطے وہ آنحضرت کا نام تعظیم سے نہیں لیتا اور اسکے ساتھ لفظ
صلوٰۃ سلام نہیں ملاتا۔

اِس مقام میں اس ترجمے کا غلط اور کفر ہونا ظاہر کیا جاتا ہے۔ لَا تَعْبُدُوْٓا کا

صحیح ترجمہ عبادت نہ کرو ہے نہ یہ کہ تعظیم نہ کرو لاتعبدوا کا مصدر جس سے یہ لفظ نکلا ہے عبادت ہے اور عبادت کے معنے اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے معبود کے سامنے اس قدر ذلت کا اظہار کریں جو کسی ہم جنس مخلوق کے سامنے ظاہر نہ کیجاتی ہو اور اُس کی عظمت ایسی دل میں رکھیں جو کسی مخلوق کی نسبت دل میں نہ ہو اور اس عظمت کے اظہار ایسے افعال سے عمل میں لائیں جو مخلوق کے لئے عمل میں نہ آتے ہوں جیسے رکوع و سجود وغیرہ مطلق تعظیم تکریم و ادب و عزت جو چھوٹا مخلوق بڑی مخلوق کی نسبت کرے عبادت نہیں کہلاتی اور قرآن میں غیر اللہ کیلئے اسکی ممانعت نہیں آئی بلکہ اس تعظیم و تکریم کی تو قرآن میں صاف اجازت بلکہ تاکید آچکی ہے اور ایسی تعظیم و تکریم تو اللہ تعالے نے باوجود خالق اور سب بڑوں سے بڑا ہونے کے اپنی پیاری اور معزز مخلوق (انبیاء و ملائکہ) کی کی ہے۔ایک آیت میں ارشاد ہے

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (سورہ فتح ع)	اے نبی ہمنے تجھکو شاہد بناکر اور بشارت دینے اور ڈر سنانے والا بھیجا ہے تاکہ (اے مومنو) خدا تعالے و رسول پر ایمان لاؤ۔

اور اس رسول کی عزت و توقیر کرو۔

شاید چکڑالوی اس میں یہ کہے۔کہ ضمیر تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ خدا تعالے کیطرف راجع ہے۔کیونکہ اللہ تعالے کا بھی اس سے پہلے ذکر ہے جیساکہ رسول اللہ ذکر ہے لہذا ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں جس میں خدا تعالی کا پہلے ذکر نہیں وہ آیت یہ ہے جو بالفاظہا بصفحہ ۲۷ منقول ہوگی اس کے اخیر میں ارشاد ہے جو لوگ اس رسول پر ایمان لائے اور اونہوں نے آپ کی عزت کی اور ان کی مدد کی وہی نجات پانے والے ہیں

یہ آنحضرت کی تعظیم و تکریم کے حکم متضمن آیات ہیں اب خدا کے اس فعل تکریم کا بیان سنو۔ قرآن میں جہاں کہیں حضرت سے خطاب ہوا ہے وہاں یا ایہا الرسول یا ایہا النبی فرمایا گیا ہے کہیں بھی یا محمد یا احمد نہیں کہا گیا یہ آنحضرت کی تعظیم و تکریم نہیں تو اور کیا ہے۔ایک آیت میں ارشاد ہے

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ

یہ قرآن عزت والے رسول کا قول ہے یعنے اُس کے مُنہ سے بالہام الٰہی نکلا ہے یہ کسی شاعر کا قول نہیں - شاید چکڑالوی دشمن رسول کریم یہ کہے - کہ یہ قول جبرئیل کے حق میں ہے - اسکے جواب میں کہا جائیگا - کہ جبرائیل بھی ایک مخلوق ہے اس سے بھی خدا تعالے کا ایک مخلوق کی تعظیم کرنا ثابت ہوتا ہے - ایک آیت میں ارشاد ہے - مومنو تمہارے پاس تم میں سے ایسا رسول آیا ہے جسکو تمہارا رنج و گناہ ناگوار ہے اور وہ تمہاری بھلائی کا حرص کرنیوالا اور مومنوں کے حق میں نہایت نرم دل نہایت مہربان ہے اس آیت میں خدا تعالے

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ پ ۱۱ ع ۵

نے آپکی تکریم حد کمال کو پہنچاوی کہ اپنی دو صفتوں (۱) رؤف (۲) رحیم کے ساتھ آپ کی تعریف کی - یہ دو صفتیں اللہ تعالےٰ میں حقیقی اور اصلی معنے سے موجود ہیں آنحضرت میں انکا وجود ظلی طور پر ہے - اس سے بڑھکر کسی کی عزت کیا ہوگی خالق نے آنحضرت کی یہ عزت کی ہے تو اوس مخلوق پر جو آپ پر ایمان لائے ہیں - کیون یہ عزت کرنا واجب ہو [illegible] دیا ہو - ایک آیت میں ارشاد ہے لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا جسکے معنے تفاسیر میں یہ لکھے ہیں کہ آنحضرت کو یا محمد کہکر نہ پکارا کرو یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہا کرو -

از انجملہ ساتوین اور آٹھوین آیت فتوی ہیں اس مضمون کی ہیں کہ ہر ایک رسول اپنی قوم کے زبان کے ساتھ رسول ہو کر اسواسطے آیا ہے - کہ وہ ان کے آگے کتاب کا مطلب بیان کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اسیواسطے بھیجا ہے کہ آپ لوگوں کے آگے احکام الٰہی قرآنی کی جو حرف لغت سے سمجھ میں آتے ہیں تفصیل و تفسیر کریں ان آیات کے جواب کا چکڑالوی نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۸ و ۴۹ پر حوالہ دیا ہے اور ان صفحات میں یہ کہا ہے کہ یبین و لیبین کے جو ان آیات میں ہیں معنی صرف ظاہر و آشکارا کرنے کے ہیں شرح و تفصیل کرنے کے نہیں دیکھو منتہی الارب وغیرہ - پھر کہا ہے - مولویصاحب

اور اُن کے ہمراہی قیامت تک کوئی ایسی آیت پیش نہ کرسکینگے جس میں پیغمبر صاحب کی نسبت قرآن شریف کی تفصیل کرنے کا لفظ ہو۔ آپ کی نسبت صرف قرآن مجید کے بیان و تبلیغ و تعلیم وغیرہ اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

الجواب

جن الفاظ کو چکڑالوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن مجید مین مستعمل اور وارد شدہ تسلیم کرتاہے۔ اِنْ ہی الفاظ کے معنے لغت عرب مین تفصیل و تشریح و توضیح کے آگئے ہیں اور اُسپر وہی کتب لغت شاہد و ناطق ہیں جنکا چکڑالوی نے حوالہ دیاہے اور اسی لغت و محاورہ کی نظر سے عامہ مفسرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا مفسر و تفصیل کنندہ قرار دیاہے اور مفسرین کو چکڑالوی نہ ملنے اس کی تفسیر مین ان الفاظ قرآن اور ان آیات کے یہی معنے اور آنحضرت کا یہی خطاب مفسر وغیرہ جابجا بیان ہوا ہے۔

ازانجملہ ایک لفظ یُعَلِّمُ ہے دوسرا لفظ یبین۔ لفظ یعلم سے آنحضرت کا مفسر حقانی قرآن ہونیکا اور [illegible] مفسر [illegible] کی عبارت [illegible] ہے۔ رہا لفظ یبین جو آیات زیر بحث میں آنحضرت و دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت وارد و موجود ہے۔ اسپر یہان بحث کیجاتی ہے۔ قاموس میں ہے۔ بان بیانا اتضح فھو بین و بینۃ وابنتہ واستبنتہ اوضحتہ وعرفتہ۔ اس عبارت میں بیان کے معنے توضیح کے کئے گئے ہیں جو تفصیل و تفسیر کے ہم معنی ہیں۔ اور منتہی الارب صفحہ ۱۲۳ میں ہے بیان فصاحت و زبان آوری۔ البیان ما تبین بہ الشیٔ من الدلالۃ وغیرہ یعنے بیان وہ ہے جس سے ایک چیز کھل جاے اُس کی دلالت سے یعنے اسکے الفاظ کے معانی و مفہوم سمجھے جاتے ہے۔ یہ دلالت کا لفظ دو چیزوں کو چاہتا ہے ایک دال یعنے لفظ کو دوسرا اس کا مدلول یعنے معنی اور معنی کا واضح کرنا یہی تبیین ہے یہی تفسیر یہی تفصیل ہے۔ ؎ یہ وہ کتاب منتہی الارب ہے۔ جس کا حوالہ چکڑالوی نے دیا تھا اس سے نکلے الفاظ

؎ دیکھو صفحہ ۳۲۵ و ۳۱ و ۳۲۹ و ۳۱۳ وغیرہ

میں نکل آیا کہ بیان وہ ہے جس سے ایک لفظ کے معنی و مفہوم و مدلول کھل جاتی جب چکڑالوی
کی مسلمہ کتب لغت سے بیان کے معنی ثابت ہو گئے تو اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی
شرح و تفصیل کرنے کا منصب عطا ہونا بہ نص قرآن ثابت ہوا اور قیامت سے پہلے پہلے ابھی اور
وم نقد قرآن مجید سے ثبوت مل گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کی تفصیل کرنے والے ہیں
اور قرآن کا بذات خود مفصل ہونا اس معنی سے ہے۔ کہ آنحضرت نے بھی قرآن کے بعض احکام
مطالب کی تفصیل کر دی ہے۔

اب ہم اسباب میں مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہیں پھر خود چکڑالوی کی تفسیر کو پیش کریں گے۔

تفسیر جلالین میں ہے۔ یبین کے معنے یہ بیان کئے تا کہ وہ رسول ان کو سمجھا دے

لیبین لهم لیفهمهم ما اتی به جلالین ص ۲۰۲

جو وہ خود خدا کی طرف سے لایا یعنے قرآن (کتب) وغیرہ۔

ایسا ہی معالم التنزیل بصفحہ ۲۸۶ لکھا ہے اور تفسیر فتح البیان میں یبین کے معنے

لیبین لهم ای یوضح لهم ما امر الله من الشریعة التی شرعها لهم فتح البیان ص ۲ جلد ۶

واضح کرنے کے لکھے ہیں اور کہا ہے۔ کہ لفظ سے یہ مراد ہے کہ انکو تمام شریعت کی توضیح و تشریح
کر دی جو ان کے واسطے مقرر کی تھی۔

اور جس آیت میں خود قرآن مجید کو تبیان کہا گیا ہے اس کی تفسیر میں فتح البیان میں کہا ہے

ومعنی کونه تبیانا لکل شیء ان فیه البیان البلیغ لکثیر من الاحکام والاحالة فیما بقی منها علی السنة وامرهم باتباع رسول صلے الله علیه وسلم فیما یاتی به من الاحکام وطاعته کما فی الآیات القرآنیة الدالة علی ذلک وقد صح عنه صلی الله علیه وسلم انه قال اوتیت القرآن ومثله معه قال الکرخی

قرآن کی ہر چیز کے لئے تبیان ہونے کے یہ معنے ہیں کہ اس میں بہت سے احکام کا بیان ہے اور باقی ماندہ احکام کا سنت نبوی (حدیث) پر حوالہ اور یہ حکم ہے۔ کہ ان احکام میں لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ جیسا کہ آیات قرآنیہ میں ارشاد ہے اور آنحضرت صلعم سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے

اما تبیینہ فی نفسہ لکتاب بلحالتہ علی السنۃ
لقولہ تعالیٰ وما اتاکم الرسول فخذوہ
وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ فاندفع ما
قیل کیف قال اللہ ذلک ونحن نجد
کثیرا من احکام الشریعۃ لم یعلم من القرآن
کعدد رکعات الصلوۃ ومدۃ المسح
والحیض ومقدار حد الشرب ونصاب
السرقۃ وغیر ذلک (فتح البیان ص۲ جلد ۲)

قرآن بھی عطا ہوا ہے اور اس کی مثل بھی۔
یعنی حدیث بھی عطا ہوئی ہے۔ کرخی نے اس
آیت (زیر بحث) کے یہی معنے کئے ہیں کہ احکام
یا تو خود قرآن میں بیان ہوئے ہیں یا قرآن
نے باقی کا حوالہ سنت پر کر دیا ہے چنانچہ فرمایا
ہے رسول جو تم کو دے لے لو۔ اس تقریر سے
وہ سوال رفع ہوا کہ خدا نے یہ بات کیوں کہدی
حالانکہ بہت سے احکام شریعت ہم قرآن
میں نہیں پاتے جیسے رکعات نماز کی تعداد اور مسح موزہ کی مدت اور ایام حیض کی میعاد اور
شراب کی حد (سزا) اور چوری کی مقدار جس پر سزا ہوتی ہے۔ اور جلالین کے حاشیہ میں خطیب سے نقل

قولہ تبیانا لکل شیء لم یضرہا فی بعض الآیات
من الخفاء فی کونہ تبیانا۔ فان المبالغۃ
فی الکمیۃ دون الکیفیۃ من الروح فان
قیل کیف کان القرآن تبیانا لکل شیء۔
اجیب بان المعنی من کل شیء من امور
الدین حیث کان نصا علی بعضہا واحالۃ
علی السنۃ بعضہا حیث امر فیہ باتباع
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وطاعتہ وقد قال
قتادۃ وما ینطق عن الہوی وحثا علی قولہ
تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین وقد
رضی رسول اللہ لامتہ اتباع الصحابۃ والاقتدا

گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قرآن ہر چیز کا بیان
ہے بعض چیزوں کے مخفی ہونے کے مخالف
نہیں ہے۔ یہاں مبالغہ کرکے کل کا لفظ کہنے
سے مقدار اشیاء مراد ہے (یعنی لفظ کل سے
اکثر مراد ہے) نہ کیفیت بیان۔ جیسے روح
کہ اسکی کیفیت بیان نہیں ہوئی۔ اگر کوئی
یہ اعتراض کرے۔ کہ قرآن کل چیزوں کا بیان
کیونکر ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں
کل سے وہ چیزیں مراد ہیں جو ضروریات
دین سے ہیں از انجملہ بعض تو قرآن میں کھولکر
بیان ہوئی ہیں اور بعض کے بیان کا حدیث پر

حوالہ دیا گیا ہے جہاں پر یہ حکم ہوا کہ آنحضرت	پارہ دہم جلالین صـ ۲۲۲)

کی پیروی اور اطاعت کریں۔ قتادہ تابعی نے اسپر یہ قول خداوندی پیش کیا ہے کہ آپ اپنی خواہش نفس سے دین میں کچھ نہیں فرماتے جو کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں اور قرآن میں یہ رغبت دلائی ہے۔ کہ لوگ تمام مومنین کی راہ اختیار کریں۔ آنحضرت نے یہ بھی پسند کیا ہے کہ دوسرے لوگ اصحاب نبوی کی پیروی اختیار کریں۔ یہ اکابر اہل اسلام کی تفسیروں کی شہادت ہے۔ جس میں صاف بیان ہے کہ قرآن مجید کا تفصیل و بیان احکام ہونا اس معنی سے ہے کہ بیان و تفصیل حدیث ہی قرآن ہی تفصیل ہے تفسیر کبیر جلد ۵ کے صفحہ ۴۴ میں تفصیل کل شئی کے یہ معنی ہیں
اب ہم خاص چکڑالوی کی تفسیر سے اس مضمون کے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں اس نے یہ اقرار کیا ہے اور ان الفاظ و آیات کا وہی مطلب بیان کیا اور آنحضرت کا منصب تشریح و تفسیر قرآن تسلیم کیا ہے اور حدیث کو تفسیر و تفصیل و تبیین قرآن اور آنحضرت کو حقانی مفسر تسلیم کیا ہے۔

پس واضح ہو کہ چکڑالوی نے اپنی تفسیر کے صـ۵ سطر ماقبل آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفسر ربانی حکیم حقانی کے خطاب سے یاد فرماکر آیت سبع مثانی قرآن عظیم کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ پھر صـ۱۴ میں آیت یعلمھم الکتٰب والحکمۃ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ رسول مومنین کتاب یعنی قرآن مجید اور الحکمۃ یعنی اوس کی سمجھ اور مطالب سکھاتا ہے یہ صاف و صریح چکڑالوی کا اقرار ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف الفاظ قرآن کا ابلاغ کرتے بلکہ اس کے ساتھ اس کے معانی و مطالب بھی سکھاتے اس اقرار چکڑالوی کو پڑھکر اتباع چکڑالوی اس کی پیروی نہ چھوڑیں۔ تو خداتعالے اُنکو چھوڑے۔ پھر اسی تفسیر کے صـ۳۰ جانب آخر سے چوتھی سطر میں آنحضرت کو مفسر حقانی حکیم ربانی کے القاب سے یاد کرکے آپ سے ایک حدیث کو قرآن کی تفسیر میں نقل کیا ہے پھر اسکے صـ۸۳ میں حدیث کو قرآن کی حکمت اور سمجھ کہا ہے۔ جس کی اصل عبارت بصفحہ ۳۳۱ نقل ہو چکی ہے

* ان مضمون سے بھی ہمارے بیان سابق کی تائید ہوتی ہے

پھر صفحہ ۱۱۱ میں حدیث کو حکمت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مفسر حقانی قرآن کہا ہے۔ اس صفحہ کی عبارت بھی صفحہ ۳۳ میں نقل ہو چکی ہے پھر صفحہ ۱۱۲ میں حدیث کو قرآن کی حکمت اور آنحضرت کو مفسر حقانی کہا ہے اس کی عبارت بھی صفحہ ۳۳ میں نقل ہو چکی ہے پھر صفحہ ۱۹۶ میں آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ نقل کر کے اس کا وہی ترجمہ کیا ہے جسکو اب غلط ترجمہ بتاتا ہے یعنی آنحضرت کی اطاعت کو اور ہر قسم کی حکومت کی اطاعت کو واجب کہا ہے پھر صفحہ ۲۷۹ سطر ۴ جانب اخیر میں حضرت مسیح کے متعلق ایک حدیث نبوی نقل کر کے اسکو قرآن کی تفسیر کہا ہے پھر صفحہ ۲۸۳ سطر ۱۰ میں حضرت مسیح کے متعلق گیاراں پیشگوئیاں نقل کر کے انکو تفسیر حقانی اور قرآن کی تبیین و تفصیل کہا ہے پھر صفحہ ۲۸۳ سطر ۱۱ میں ایک حدیث کو تفصیل قرآن کہا ہے پھر صفحہ ۳۱۵ سطر آخیر میں سنت کو کتاب اللہ کی تفسیر و تبیین و تفصیل کہا ہے پھر صفحہ ۳۴۱ سطر اخیر میں حدیث کو کتاب اللہ کی تبیین و تفصیل کہا ہے۔ ان مقامات کی اصل عبارات ہم نقل کریں تو ایک طومار بن جائے۔ ناظرین یہ الفاظ جو ہمنے نقل کئے ہیں ان مقامات محولہ میں دیکھ لیں اور انصاف سے کہیں کہ ان اعتقادات کے برخلاف چکڑالوی کا اب یہ کہنا کہ آنحضرت کو صرف ابلاغ الفاظ قرآن کا منصب عطا ہوا تھا اور تفسیر و تفصیل مطالب معانی قرآن کا منصب نہیں دیا گیا اور قرآن میں آپ کی نسبت تفصیل کرنے کا لفظ نہیں بولا گیا۔ جو الفاظ بیان تعلیم آپ کی نسبت لکھے گئے ہیں ان سے آپکا منصب تفصیل و تفسیر ثابت نہیں ہوتا" یہ طرفہ دروغگوئی نہیں تو پھر دنیا میں دروغ گوئی کس چیز کا نام ہے اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ مباحثہ میں چکڑالوی سوال اول کے جواب میں خود مان چکا اور بصفحہ (۴) مباحثہ کہہ چکا ہے کہ جن آیات کتاب اللہ میں رسول اللہ صلعم خود ہی اشد محتاج تھے تعلیم الٰہی کے انہیں تمام لوگ عموماً خصوصاً صحابہ قیامت تک شد محتاج ہوتے ہیں حدیث شریف کے جس طرح اشد محتاج خود ہی رسول اللہ صلعم تعلیم عمل کے تھے پھر سوال دوم کے جواب میں بصفحہ ۵ مباحثہ کہہ چکا ہے کہ حدیث صحیح سے مراد قول یا فعل یا تقریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو آپنے کسی مسئلہ قرآنیہ کے متعلق کیا یا کہا یا کسی کے کئے کو ثابت رکھا اور یہ تمام امور قرآن کے ترجمہ یا تشریح تک

محدود ہیں۔ ان اقوال میں چکڑالوی نے حدیث نبوی کو قرآن کی تشریح مان لیا ہے اور عام لوگوں کو سمجھایا کہ رسول مقبول کو عملی تعلیم میں احکام قرآن کی تشریح میں حدیث قولی و فعلی کا محتاج ٹھہرایا ہے۔ اور اب آنحضرتؐ کے منصب تفصیل و تشریح سے انکار کیا جاتا ہے اور احادیث نبویہ کی پیروی کو کفر و شرک اور طاغوت کی پیروی بتایا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر دلیری اور ڈھٹائی دنیا میں اور کیا ہوگی۔

نویں آیت جس پر غلطی سے نمبر ۱۰ لگایا ہے فتوے میں اس مضمون کی ہے۔ کہ جو

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (نساء ع ۱۰)

لوگ خدا اور اس کے رسولوں کے ملنے میں فرق کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا کو تو مانینگے مگر رسولوں کو نہ مانینگے وہ پکے کافر ہیں۔

اس کا جواب چکڑالوی نے کوئی نہیں دیا صرف [illegible] ملحدانہ تصرف [illegible] رسولوں کا ترجمہ رسالت سے کیا ہے۔ پھر رسالت سے قرآن مراد بتایا ہے۔ یہاں اصل ترجمہ چکڑالوی کا نقل کیا جاتا ہے جس سے ناظرین کو اس کا ملحدانہ تصرف معلوم ہو۔ وہ اس کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ یعنی اس کے رسول کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور جو لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسولوں کی رسالت میں فرق کریں یعنی کتاب کو جدا اور رسالت رسول کو جدا سمجھتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کے کچھ حصہ کو مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے الخ۔

الجواب

اس ملحدانہ تصرف کا یہی جواب ہے۔ کہ ظاہر الفاظ قرآن کو چھوڑ کر من گھڑت معنی مراد ٹھہرانا کفر و الحاد ہے اور یہ فرقہ باطنیہ کا شیوہ ہے جو اہل اسلام کے نزدیک کافر ہیں **شرح عقاید** اور **فقہ اکبر** میں ہے۔

50

النصوص من الکتب والسنۃ تحمل علی ظواھرھا مالم یصرف عنہا مانع قطعی والعدول الی معان یدعیھا الملاحدۃ الباطنیۃ زندقۃ (شرح عقائد و شرح فقہ اکبر)

کہ قرآن اور حدیث کے کھلے کھلے الفاظ سے انکے ظاہری معنے مراد لیے جائینگے۔ جبتک کہ کوئی قوی مانع ظاہر سے نہ روکے اور جو معنی خلاف ظاہر ملحدین باطنی مراد بتاتے ہیں وہ چھپا کفر ہے"

باطنی ملحدوں کے اس قسم کے معنی جو آیات نماز و زکوۃ و حج کے وہ مراد بتاتے ہیں۔ ان کی تفصیل اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۳ ا میں بضمن فتوے علماے پنجاب و ہندوستان بحق مرزا قادیان بیان ہوئے ہیں۔ یہ اقوال فہمایش اہل اسلام نقل کئے گئے ہیں۔ چکڑالوی جو حدیث چھوڑ قرآن کو بھی نہیں مانتا چہ جاے اقوال علما۔ اسپر الزام قایم کرنے کے واسطے اس کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ وہ اس آیت کا ترجمہ مباحثہ کے صفحہ میں ایسا کرچکا ہے جس میں رسل سے رسول رسالت مراد بیان کرچکا ہے۔ وہ ترجمہ یہ ہے۔ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کی کلام میں اور اسکے رسولوں کی کلام میں فرق کریں ایسا کرنے سے یہ لوگ بڑے سخت پکے کافر ہیں۔ اس الزام کے علاوہ وہ چکڑالوی [illegible] آیت زیر بحث کا کیا ہے وہ کیونکر بن سکتا اور صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ صاف اور کھلی بات ہے۔ کہ تفرقہ جسپر اس آیت میں وعید ہے ہمیشہ دو چیزوں میں ہوتا ہے نہ ایک چیز اور اس کے دوسرے نام یا تفسیر میں۔ پس اگر آیت زیر بحث میں خدا تعالے اور اسکے رسل سے ایک چیز ہی (قرآن یا کتاب اللہ) مراد ہوتی۔ تو اس ایک چیز میں تفرقہ کرنے پر کفر کا حکم کیون لگایا جاتا اور اُس کے مابعد والی آیت میں اس ایک ہی چیز میں تفرقہ نہ کرنے والوں کو ثواب کا وعدہ کیوں دیا جاتا۔ نزول ان آیات کے وقت میں ایسے کون لوگ تھے جو اللہ تعالے اور اُس کی کتاب کو جدا جدا سمجھتے تھے اور اِس وجہ سے وہ بقول چکڑالوی سخت اور پکے کافر کہلائے۔ اور وہ کون لوگ تھے جنھوں نے خدا تعالی اور اس کی کتاب کو ایک سمجھا اور اس وجہ سے خدا تعالی نے انکو مومن کہا۔ ان دونوں آیتوں میں ان دونوں فریق کے حال کی حکایت ہے۔ لہذا ضروری امر ہے کہ نزول قرآن کے وقت دونوں فریق کے اشخاص موجود ہوں

اور یہ جائز نہیں ہے۔ کہ آج کل کے لوگ اِن آیات کے مصداق ہوں یعنی۔ چکڑالوی اور اس کے
پیرو جو اللہ تعالےٰ کو اور اس کی کتاب کو یا رسالت کو جدا نہیں سمجھتے دوسری آیت کے مصداق
اور مومن ہوں اور روئے زمین کے مسلمان جو اللہ تعالیٰ کو ایک ابدی و ازلی مستقل ذات
سمجھتے ہیں اور اُسکے رسولوں کو جو خدا تعالےٰ کے اشرف مخلوق ہیں یا اُنکے کلام کو جو انسانی کلام
ہے مگر اُس کا مضمون الہامی ہے، جدا سمجھتے ہیں پہلے آیت کے مصداق اور کافر ہوں کیونکہ اُن
آیات میں موجودہ زمانۂ نزول کی حکایت ہے۔ چنانچہ چکڑالوی نے اس کا ترجمہ حال کے صیغوں
"چاہتے ہیں اور جدا سمجھتے ہیں" سے کیا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ زمانہ آیندہ کے افراد اسکے مصداق
ہوں پس اگر چکڑالوی زمانہ نزول کے وقت اِن دونوں آیتوں کے مصداق پیدا نہ کر سکے اور اس کی
مثال میں کسی شخص یا فرقے کا نام نہ لے سکے تو پھر شرم و حیا کو کام میں لا کر مان لے کہ اس کے من گھڑت
معنی صرف اسکا الحاد اور محض زندقہ و الحاد ہے اور آیت کے معنے صحیح وہی ہیں جو تمام مسلمان کرتے
چلے آئے ہیں اور تفسیروں میں بیان ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہی معنے ایسے ہیں جنکے زمانہ نزول آیت
میں مصداق موجود تھے پہلی آیت قرآن کا مصداق تمام کفار تھے جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں میں
یوں فرق کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو تو مانتے ہیں اور اُس کے رسولوں کو نہ مانتے تھے اور آیت دوم کے
مصداق عام مومن مسلمان تھے جو اللہ اور اس کے رسولوں میں سے کسی ایک میں اس طور پر فرق نہ کرتے
کہ خدا تعالےٰ کو تو مانتے اور اسکے رسولوں میں سے کسی کو نہ مانتے۔ آیت دوم میں لفظ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ
اَحَدٍ مِّنْهُمْ یعنے ہم اُن میں سے ایک کو بھی نہ ماننے سے فرق نہیں کرتے ایسا شاہد ناطق اور دلیل
قطعی ہے جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے۔ کہ لفظ رسل سے اس آیت میں خدا تعالیٰ یا اس کا کلام
(قرآن کتاب اللہ) ہرگز مراد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے تمام رسول مراد ہیں۔ جن میں سے ایک کو نہ ماننا بھی
کفر اور ایمان کے برخلاف ہے اور اگر لفظ رسل سے مراد خدا تعالےٰ ہی کا کلام (قرآن) مراد ہوتا تو دوسری
آیت میں لفظ مِنْهُمْ جمع مذکر جس کے واسطے کم سے کم بحکم اقل الجمع ثلث تین اشخاص کا ہونا
ضروری ہے کیوں بولا جاتا ہے اور اس ضمیر کا مرجع کہاں اور کون ہے افسوس مجھے بار بار

کہنا پڑتا ہے۔ کہ چکڑالوی بے علم ہے اس کی بے علمی اور مسائل صرف و نحو و عربیت سے ناواقفی اس کو اجتہاد سراسر الحاد پر جو اس آیت کے ترجمے میں اس سے سرزد ہوا ہے باعث ہوئی ہے۔ صرف و نحو میں تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا بھی یہ جرات نہیں کرسکتا جو اس ترجمہ میں اس سے ہوئی ہے۔ یہی اجتہاد سراسر الحاد چکڑالوی نے آیت نمبر ۳۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں لفظ رسول کے ترجمہ میں کیا ہے چنانچہ ص۲۵ اس رسالہ میں رسول کا ترجمہ رسالت کیا ہے اور واو والرسول واو عطف بنا کر کہا ہے وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ کی تفسیر ہے۔ اس ترجمے کے الحاد ہونے پر وہی دلیل ہے۔ کہ رسول سے رسالت مراد لینا ظاہر کے خلاف ہے جسکا بلا مانع قوی ترک کرنا الحاد ہے اور اس الحاد کا بطلان و فساد معلوم کرنے کے لئے یہ بھی چکڑالوی کو سوچنا چاہئے۔ کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ کا عطف تفسیر اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ہو کیونکر سکتا ہے۔ اور عطف تفسیر کسکو کہتے ہیں اور تفسیر کس کا نام ہے۔ کیا مسلمان صحابہ کرام جو اس آیت میں سب سے پہلے مخاطب ہیں یا اس زمانے کے تمام مسلمان خواص و عوام جو خدا پر اور خدا کی کتاب پر ایمان لاکر یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے مخاطب [illegible] اور اَطِیْعُوا اللّٰہَ کے معنی ان پر مخفی یا مشتبہ تھے جس کے تفسیر کرنی اور کھولنے کی خدا تعالیٰ کو ضرورت ہوئی اور اس کی تفسیر کی اور وہ بھی ایسے الفاظ سے اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ جو اطیعوا اللہ سے بڑھکر نہیں جو تفسیر کے لئے ہونا چاہئے اور یہ ایک ضروری امر ہے بلکہ اطیعوا الرسول کا مضمون تو اطیعوا اللہ کے مضمون کی نسبت بہت کچھ خفا رکھتا ہے۔ تب ہی اور اسیواسطے چکڑالوی کو اسکی تفسیر کی ضرورت پڑی اور رسول سے اس نے رسالت مراد بتائی۔ اگر اطیعوا الرسول میں اطیعوا اللہ کی نسبت وضاحت ہوتی (جو تفسیر کے لئے ایک لازمی امر ہے) تو پھر چکڑالوی کو اس کی تفسیر رسالت سے کیوں کرنی پڑتی۔ کیا دنیا میں کسی نے کبھی ایسی تفسیر بھی کی ہے جو مفسر کی نسبت خفی ہو اور اُس کی تفسیر پھر کرنی پڑے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اِس تفسیر رسالت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اطیعوا الرَّسُوْلَ کو اطیعوا اللہ کی تفسیر کہنا باطل ہے کیونکہ یہ لفظ پہلے لفظ سے معنی

12

مراد میں مخفی ہے اور ایسا مشتبہ جس کو مطلب و ربطن شاعر کہا جا سکتا ہے اور اسی وجہ سے اسکا مفسر ہونا فاسد و باطل و ناممکن ہے۔ یہی اجتہاد سراسر الحاد چکڑالوی نے رسالہ کے صفحہ ۶۵ میں ترجمہ آیت ۴-۵ و ۶ میں کیا ہے۔ انہیں سے جو پہلی آیت میں ک ضمیر مخاطب ہے جو آنحضرت کی طرف راجع ہے اور پانچویں آیت میں ضمیر یطاع سے جو رسول کیطرف راجع ہے رسالت مراد بتائی ہے۔ اس میں الحاد سابق سے بڑھکر الحاد کیا ہے ضمائر سے جو ذات اور شخص خاص کے لئے موضوع ہیں ان کے متعلقات رسالت و کتاب مراد لی ہے اور چھٹی آیت میں اپنے وہی سابق الحاد کیا رسول سے رسالت مراد ٹھہرا کر احمق و بے علم پیرووں کو دہوکہ دیا۔

اس الحاد کے فساد و بطلان پر بھی بیان سابق کافی دلیل ہے علاوہ بران چھٹی آیت میں الحاد کے متعلق یہ کہنا ہی تیر بہدف ہے۔ کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ایک شرط و جزا ہے اور شرط و جزا کے مفہوم و مصداق میں مغائرت ہونا ضروری امر ہے اس ضرورت مغائرت سے صاف ثابت ہے کہ من یطع الرسول سے اطاعت رسول اُس اطاعت سے علاوہ و مغائر خدا کی اطاعت کیجاتی ہے مراد ہے اور اس جملہ شرطیہ سے مقصود خداوندی یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل و تقریر میں اطاعت کرے گا وہ خدا کی کتاب ہی کی اطاعت کرنیوالا قرار دیا جائیگا اور جس شخص نے اس رسول کی اطاعت سے اور خدا کے اُس حکم سے مُنہ پھیرا اوس سے خدا سمجھیگا اور اگر بقول چکڑالوی من یطع الرسول سے بھی خدا تعالیٰ اور اس کی کتاب کی پیروی مراد ٹھہرائی جاوے۔ تو اس جملہ شرطیہ کے معنے یہ ہونگے کہ جس نے خدا کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی جو سراسر لغو و عبث مضمون ہے تعالی اللہ عما یقولون الظالمون الملحدون علواکبیرا۔

اِس تفصیل و تحقیق سے چکڑالوی کے جملہ الحادات کا فساد ظاہر ہوا اور ناظرین کو ثابت ہو گیا کہ یہ شخص آیات کتاب اللہ میں صرف الحاد کرتا ہے آیات قرآنیہ کو جو وجوب اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قطعی نصوص ہیں تحریف کرتا اور قرآن مجید سے کھیل کر رہا ہے۔

دسویں آیت (جسپر غلطی سے ۱۱ لگایا گیا ہے) فتوے میں اس مضمون کی ہے۔ کہ یہ رسول اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتا جو کہتا ہے وحی سے کہتا ہے۔ اسکے جواب کا چکڑالوی نے صـ۳۲ پر حوالہ دیا ہے اور صـ۳۳ میں کہا ہے کہ اس آیت میں یہی مراد ہے کہ آیات قرآن مجید رسول اللہ اپنے ہوائے نفس سے نہیں کہتے ہیں بلکہ وحی سے کہتے ہیں۔ اس آیت میں عام نطق رسولی کو وحی نہیں کہا کیونکہ قرآن مجید میں ایسی باتیں بھی درج ہیں جو آپنے اپنے خیال وخواہش سے کہیں جیساکہ دو چار مثالیں بطور نمونہ نقل ہو چکی ہیں لہٰذا اس آیت کا یہ ترجمہ کرنا کہ آپ جو کچھ دین میں کہتے ہیں خواہش نفس سے نہیں کہتے بالکل غلط ہے اور صحیح معنے یہ ہیں کہ آپ قرآن مجید اپنے پاس سے نہیں بناتے۔

الجواب

جو معنے اس آیت کے ہمنے بیان کیے ہیں اور عام مفسرین بیان کرتے چلے آئے ہیں یہی معنے چکڑالوی نے اپنی تفسیر اور دیگر تصانیف میں بیان کیے ہیں تفسیر کے صـ۲ میں اس آیت کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے۔ یہ ہمارا رسول اپنی طرف سے ہمارے دین کے بارے میں فقط وہی کہتا ہے جسکے کہنے کیلئے بذریعہ وحی اسکو حکم ہوتا ہے۔ اور صـ۱۱۲ میں اس نے آنحضرت کی نقل آیت یؤمنون بالغیب کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا ہے اور وحی الٰہی قرار دیا ہے۔ اور رسالہ تراویح کے صفحہ ۵۹ سطر ۴ میں آنحضرت کا ایک قول متعلق تراویح کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ اور اس قول کو وحی الٰہی قرار دیا ہے اور طرفہ یہ۔ کہ مباحثہ کے صـ۶ میں حدیث نبوی کو ترجمہ قرآن کہکر اور کلام خدا میں فرق کرنے والے کو کافر ٹھہرا کر حدیث نبوی کو اس آیت مصداق ٹھہرایا۔ اور وحی الٰہی قرار دیا۔ اب چکڑالوی کا اس معنے کو بالکل غلط کہنا کیونکر لائق قبول و اعتبار ہو سکتا ہے۔

اس معنے کے غلط ہونے پر جو اس نے دلیل پیش کی ہے کہ آنحضرت سے بعض باتیں خواہش نفس سے بھی سرزد ہوئی تھیں انکو ہر ایک بات کا خواہش نفس ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو باتیں آپ سے خواہش نفس یا انسانی عقل سے سرزد ہوئی تھیں ان باتوں کو خدا تعالیٰ یا خود آنحضرت نے بیان کر دیا ہے۔ اور ان کی نسبت بتایا گیا ہے کہ وہ باتیں لائق پیروی واقعہ نہیں (جیسے آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ انسانی عقل سے حکم دیا تھا کہ نر کھجور کا پھل مادہ کھجور پر

نہ ڈالو۔ اور جب لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی تو کھجور کے پھل کی کمی ہوئی۔ تب آنحضرت نے صاف فرمایا کہ دنیا کے کام تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ ہیں جب دین کے متعلق کوئی حکم دوں تو اسکو قبول کر لیا کرو۔ ایسی باتوں کے علاوہ جس قدر اقوال و افعال و ہدایات متعلقہ دین آنحضرت سے سرزد ہوئے ہیں اور انکو نہ تو خدا تعالےٰ نے نامنظور فرمایا اور نہ خود آنحضرت نے انکا خلاف ظاہر کیا۔ اُن سب کا وحی الٰہی ہوں بحکم آیت مذکورہ باقی و مسلّم رہا۔ تمام مسلمان جانتے اور مانتے ہیں اور جب چکڑالوی مسلمان تھا تو وہ بھی مانتا تھا اور اس مباحثہ میں بھی مان چکا ہے کہ آنحضرت کی تقریر (کوئی کچھ کہے یا بولے اور آنحضرت اسکو دیکھکر یا سنکر سکوت اختیار کریں) لایق سند و حجت ہے اور آنحضرت کے خاموش رہنے سے اس فعل یا قول کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر خدا تعالےٰ کی تقریر (آنحضرت کے قول یا فعل کو دیکھکر اسپر سکوت کرنا اور اسپر ناخوشی ظاہر نہ فرمانا) کیوں شرعی حجت نہ ہوگا؟ اور کیا اس سے ثابت اور متیقن نہ ہوگا؟ کہ وہ فعل یا قول نبوی اللہ تعالےٰ کے حکم اور اجازت و مرضی سے وقوع میں آیا ہے؟ اور یہ بھی ایک قسم کی وحی ہے جسکو وحی تقریری کہا جا سکتا ہے۔ چکڑالوی [illegible] مانتا تو ہم آنحضرت کے ہر ایک قول و فعل کا جسپر خدا تعالےٰ نے انکار کیا ہو نہ خود آنحضرت صلعم نے اس کا خلاف ظاہر کیا ہو خدا تعالیٰ کی وحی اور مرضی سے صادر ہونا صریح آیات قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (یونس رکوع ۶)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اے رسول تو جس حال میں ہوتا ہے اور جو قرآن پڑھتا ہے اور تم سب لوگ جو کام کرتے ہو ہم حاضر و ناظر ہوتے ہیں جب تم اس کام میں لگتے ہو اور تیرے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر اور نہ اُس سے چھوٹی بڑی آسمانوں اور زمین میں غائب و مخفی نہیں ہے۔ ایک اور

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (سورۃ مریم ع ۲)

آیت میں ارشاد ہوا ہے تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے

یعنے ایسا نہیں کہ تجھے بھول جاے اور تجھپر اپنی وحی نازل نہ کرے - یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تب نازل ہوئی تھی جب نزول وحی میں کچھ دیر ہوگئی تھی - ایک اور آیت مین ارشاد ہے

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (سورہ ال عمران ع ۱۷)	خدا ایسا نہیں کہ مومنوں کو جس حال میں وہ ہوں یوں ہی چھوڑدے اور ناپاکی (ناحق) کو پاک

(حق) سے اسے ممتاز نکرے - ان آیات سے صاف اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا یا فرمایا وہ خدا تعالی نے سب کچھ جان لیا - آپ کا کوئی قول یا فعل نہ خدا تعالیٰ پر مخفی رہا اور نہ خدا تعالیٰ اِن اقوال و افعال کی نسبت وحی بھیجنا اور حکم دینا بھول گیا - بلکہ از انجملہ جو قول یا فعل آپ سے بمقتضاے بشریت بطور سہو یا نسیان یا غلطی سرزد ہوا اسکو فوراً دین سے علیحدہ کیا اور اس کی غلطی پر لوگوں کو آگاہ کردیا اور جو کچھ باقی رہا وہ سب کا سب خدا کے نزدیک حق اور دین تھا - اور وہ خدا تعالےٰ کے حکم اجازت اور رضا کے مطابق سرزد ہوا تھا اس میں آپ کی خواہش یا خطا یا وسوسہ شیطان کا کوئی دخل نہوا تھا اگر ہوتا تو خدا تعالی اسکو ضرور [illegible] علیحدہ کرتا [illegible] نہ چھوڑتا اس سے بھی بڑھکر چکڑالوی پر ایک سخت الزامی حجت وہ آیت قرآن ہے - جس میں ارشاد ہے - کہ نبی کی

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (پ ۱۷ ع)	خواہش میں شیطان نے کچھ ملادیا تو خدا تعالی نے شیطانی ملونی کو مٹا دیا۔ اس آیت کو چکڑالوی نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۳ میں نقل کرکے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے - کہ جسقدر

ایسے خیالات اور آرزوئیں سہواً آپ کی زبان ظاہر ہوئے ہیں (جنکی تعداد اٹھارہ سے زیادہ نہیں کم ہو تو ہو) اِن کو خدا تعالیٰ نے منسوخ کرکے رسول اللہ کو ان سے پاک و مبرّی کردیا اور آپکی امت کو ایسی تمنا و خیال کی پیروی سے ہٹاکر خالص اپنی آیتوں کا متبع بنایا" ہم اس نتیجہ مستخرجہ چکڑالوی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے یا فعل احکام دین

٭ یہ تب نزل لما تاخر الوحی ایاماً وقال النبی صلعم لجبریل ما یمنعک ان تزورنا اکثر مما تزورنا فاتلین آ رواہ البخاری عن ابن عباس کذا فی

بذریعہ احادیث قولی و فعلی ظہور پذیر ہوئے اور اُن کی تعداد لاکھوں سے کم نہیں زیادہ ہو تو ہو از انجملہ
جن اقوال و افعال کو خدا تعالےٰ نے مٹا دیا ہے اور اُن کی پیروی سے امت کو ہٹا دیا ہے۔ صرف وہ اقوال
تو خدا کی طرف سے اور اس کے حکم اور وحی اور مرضی سے نہ تھے باقی سب کے سب اقوال خدا تعالےٰ کی
وحی سے اور حکم اور مرضی سے تھے اور افراد وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى میں داخل
ہیں تب ہی خدا تعالےٰ نے انکو نہ مٹایا اور ان کی پیروی سے امت کو نہ ہٹایا۔ اور اگر وہ اقوال خدا کی
وحی سے نہ ہوتے۔ اور القاء شیطانی یا عقل انسانی سے سرزد ہوتے۔ تو خدا تعالےٰ ان کو بھی ضرور
مٹاتا اور آپ کی امت کو اُنکی پیروی سے ہٹاتا اور خوب کھول کر اور صاف صاف الفاظ میں یہ حکم
قرآن میں نازل فرماتا کہ وہ لاکھوں اقوال جو آنحضرت کی زبان سے سرزد ہوئے اور ہوتے ہیں
اور آیندہ زندگی بھر میں ہوتے رہینگے وہ سب کے سب القاء شیطانی ہیں یا نتیجہ عقل انسانی ان کی
پیروی ہرگز نہ کرنا اور انکو ہماری وحی سے اور ہمارے احکام نہ سمجھنا۔ اور ایسا ہی خدا تعالےٰ آپکی
ان افعال کی نسبت جنکا قرآن میں ذکر نہیں حکم نازل فرمایا اور چونکہ نہیں خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں آپکے اُن لاکھوں اقوال
و افعال کی نسبت [illegible] خدا تعالےٰ کے
اس وعدے یا عادت معہودہ کے مطابق جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے بجز اس کے اور کیا یقینی
نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہ اقوال و افعال القاء شیطانی یا نتیجہ عقل انسانی نہیں ہیں بلکہ سر بسر وحی رحمانی
ہے۔ جس کا آیت زیر بحث میں ذکر و بیان ہوا ہے۔ یہ ایک ایسی حجت قاہرہ و برہان ظاہرہ
و باہرہ ہے جسکے نتیجے مذکورہ سے چکڑالوی کہیں بھاگ نہیں سکتا اور قیامت تک اس کا کوئی
جواب اُس سے بن نہ سکیگا۔ اگر وہ کچھ شرم و حیا کا پابند رہا جیسے کہ ایک دانا نے کہا ہے ؎

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند — از ہر چہ فہم رنگ نگیر و حیا کنند
در معنئے کہ غیر خموشی علاج نیست — پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

اور اگر شرم و حیا کو اس نے بالائے طاق رکھدیا تو جو چاہے گا کہیگا۔ یہ بھی داناؤں کا مقولہ ہے ؎
بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔ جو اس حدیث نبوی کا ترجمہ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

اس مدعا کی کہ آنحضرت کا ہر ایک قول وفعل وتقریر جو بسند صحیح آپ سے ثابت ہو وحی الہی ہے۔ اور افراد مَا یَنطِقُ عَنِ الھَویٰ ہے میں داخل اور بہت سی آیات قرآن ہیں جن سے جملہ انبیا اور آنحضرت کی عصمت ثابت ہے۔ مگر اس حجت قاطع وبرہان ساطع کے بعد جو چکڑالوی کے لئے مسلمہ حجت ہے کسی دوسری دلیل کے بیان کرنے کی ضرورت وحاجت باقی نہیں رہتی اور اس آیت نے اس انکار کی ٹانگ توڑ دی ﷲ الحمد (از انجملہ گیارہویں آیت (جسپر غلطی سے ۱۲ لگایا گیا ہے) فتوی میں اس مضمون کے ہے کہ جو کچھ رسول تمکو دے لیلو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ اسکا جواب چکڑالوی نے یہ دیا ہے کہ یہ خاص مال غنیمت کی نسبت حکم ہے۔ نہ عام حکم اور کہا ہے کہ لفظ **ما** جو اس آیت میں ہے گو عام ہے۔ مگر عام کی عمومیت ان چیزوں کی نسبت مراد نہیں لی جاسکتی جنکے مراد ہونے سے کوئی مانع ہو۔ جیسے آیت اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ میں ماوراء سے عورت مشرکہ کا وہ مراد ہونے اور آیت مَا تَرَکَ میں لفظ **ما** سے مال امانت کا مراد ہونے اور آیت مَا آفَاءَ اللّٰہُ میں لفظ **ما** سے شراب وخنزیر اہل کتاب مراد ہونے سے مانع قطعی دوسری آیات قرآن میں موجود ہیں۔

الجواب

اس آیت میں لفظ **ما** سے غنیمت کے علاوہ احکام نبوی کی مراد ہونے سے کوئی مانع نہیں ہے۔ جیسے آیت اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ میں لفظ **ما** سے عورت مشرکہ مراد ہونے سے آیت وَلَا تَنکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ یعنی مشرکہ سے نکاح مت کرو قطعی مانع موجود ہے اور آیت مَا تَرَکَ میں لفظ **ما** سے مال امانت مراد ہونے سے آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا یعنی خدا تعالیٰ تمکو حکم دیتا ہے کہ امانتیں انکے مالکوں کو ادا کرو۔ خود بہضم نہ کر جاؤ قطعی مانع موجود ہے اور آیت مَا آفَاءَ اللّٰہُ میں لفظ **ما** سے خنزیر وشراب اہل کتاب مراد ہونے سے آیات وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ و اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ قطعی مانع موجود ہیں۔ ایسا کوئی مانع آیت وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ

میں لفظ **ما** سے جملہ احکام نبوی مراد لینے سے موجود نہیں ہے۔ بلکہ بر خلاف اس کے قرآن میں صدہا آیات اکہ از انجملہ چودہ آیات فتویٰ میں منقول ہوئے ہیں اور ان کے جواب میں جو چکڑالوی نے کہا ہے کہ اس کے ردّ و جواب مین اب قلم جاری ہے جس نے چکڑالوی کی زبان کو گنگ اور ٹانگ کو لنگ کر دیا ہے) ایسے دلایل قطعی ہین جو آنحضرت کے ہر ایک حکم و قول کے اتباع کو ویسا ہی واجب کرتی ہیں جیسے احکام قرآن کے اتباع کو اور اسیوجہ سے اکابر صحابہ نے جو قرآن کے نزول کے وقت موجود تھے اور وہ قراین حالیہ و مقالیہ و مواقع نزول آیات قران کا مشاہدہ کر رہے تھے اس **ما** کو جملہ احکام نبوی کی نسبت عام قرار دیا ہے۔ چنانچہ فتوے میں بصفحہ ۲۲۱ نمبر ۷ جلد ۱۹ اشاعۃ السنۃ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپنے گودنے والی بال چننے والی دانت باریک کرنیوالی عورتوں کی لعنت کو جو صرف حدیث نبوی مین وارد ہے خدا کی لعنت اور بما لعنت افعال مذکورہ حکم خدا قرار دیا ہے اور آیت وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ میں داخل کیا اسکے مقابلہ میں جو چکڑالوی نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۷۰ میں لکھا ہے۔ کہ جس عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ تو اپنے خاوند پر حرام ہو گئی ہے اس عورت نے آپ کے اس کہنے کو نہ مانا تھا اور اُلٹا آپ سے جھگڑا کیا تھا۔ جیساکہ پارہ ۲۸۔ رکوع (۱) میں مذکور ہے۔ اور اگر رسول کے ہر ایک حکم کی اطاعت فرض تھی تو کیوں اس عورت پر خدا کیطرف سے جھڑکی نہ آئی"۔ یہ محض دروغ گوئی اور دہوکہ دہی ہے۔ اس دہوکہ دہی میں ہی چکڑالوی نے رزا قادیانی اور نیچری علیگڈہ کو مات کر دیا ہے کہ اوّل تو اِس آیت میں وارد ہے نہ کسی حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ اس عورت کو آنحضرت نے یہ کہدیا تھا۔ کہ تیرا خاوند تجھپر حرام ہے۔ مفسرین نے یہ روایت بلا سند نقل کی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ کہ آنحضرت نے اسکو یہ فرمایا تھا کہ تیرے معاملہ کی بابت مجھے خدا تعالےٰ کا کوئی حکم نہیں پہونچا اور چونکہ زمانہ جاہلیت میں یہ عام خیال و رواج تھا کہ جو شخص اپنی بیوی کو والدہ کی پشت سے تشبیہ دے اس کی عورت اسپر حرام ہو جاتی ہے اس لئے وہ عورت گھبرائی اور بار بار اُس نے آنحضرت سے یہ شکایت کی جس کو

خدا تعالےٰ نے جھگڑا کہا ہے۔ وثانیاً (بفرض تسلیم صحت روایت اول مفسرین) حکم عام وجوب اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو صدہا آیات قرآن سے ثابت ہوتا ہے خاص کر یہ حکم نبوی مستثنیٰ سمجھا جائیگا جس کو بقول چکڑالوی آنحضرت نے اپنی خواہش نفس سے کہا تھا اور خدا تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا۔ اور اس کی پیروی سے امت کو ہٹا دیا۔ ولیکن اس خاص حکم میں آنحضرت کی پیروی واجب نہ ہونے سے یہ نکلنا کہ آنحضرت کے ہر ایک حکم کی (گو اس حکم کو خدا تعالےٰ نے نہ مٹایا ہو اور اس کی پیروی سے امت کو نہ ہٹایا ہو) اطاعت فرض نہیں دروغ گوئی ودہوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے اور یہ قیاس مع الفارق بلکہ قیاس بمقابلہ ان نصوص قطعیہ کے (جن میں آنحضرت کی اطاعت کو فرض کیا گیا ہے) نہیں تو قیاس مع الفارق اور قیاس بمقابلہ نص کسی چیز کا نام ہے اور شیطان نے جو بمقابلہ نص اسجدوا لاٰدم قیاس کیا تھا اس قیاس میں اور اس قیاس چکڑالوی میں کیا فرق ہے۔ واز انجملہ بارہوین آیت جسپر غلطی سے نمبر ۱۳ لگایا گیا ہے فتویٰ میں اس مضمون کی ہے کہ جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ عذاب سے ڈریں اس کا [illegible] چکڑالوی [illegible] کہ اس آیت میں [illegible] امرہ کا ترجمہ حکم رسول [illegible] ہے۔ صحیح ترجمہ حکم خدا ہے اور امرہ کی ضمیر امر کی طرف راجع ہے جو پہلے مذکور ہے نہ رسول کی طرف۔

الجواب

آیت کے سیاق وسباق کی شہادت سے امرہ کا ترجمہ حکم رسول صحیح ثابت ہوتا ہے اور ضمیر کا مرجع لفظ رسول ہے جو اس ضمیر سے پہلے تین دفعہ مذکور ہوا ہے۔ اس آیت میں پہلے یہ بیان ہے۔ کہ مومن وہی ہیں جو آنحضرت کے ساتھ کسی قومی کام کے لئے جمع ہو کر بلا اجازت آپ کے نہیں چلے جاتے پھر فرمایا جو لوگ آپ کا اذن چاہتے ہین وہی مومن ہیں پھر فرمایا جب وہ اذن چاہین تو جسکو رسول چاہے اذن دے پھر فرمایا مومنو! رسول کو ایسے طور پر نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ چھپکر چھپکر مجلس سے کھسک جاتے ہیں۔ انکو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ پھر ان لوگون کے حق میں فرمایا کہ وہ لوگ رسول کا حکم خلاف کرنے سے (یعنی بلا اجازت کھسک

جانے سے) عذاب سے ڈرین یہ سیاق صاف مقتضی ہے کہ **امرہ** کا ترجمہ حکم رسول صحیح ہے اور امرہٖ کی ضمیر رسول کی طرف راجع ہے اور اسی نظر سے تفسیر معالم اور فتح البیان میں اس آیت وہی معنی کیے ہیں جو فتوٰی میں بیان کئے ہیں پھر ان معنوں کو غلط کہنا کسی صاحب علم و شرم سے تو ممکن نہین اور جسکو نہ علم نہ شرم وہ جو چاہے سو کہے۔

وازانجملہ تیرھوین آیت ہے جسپر غلطی سے ۱۲ لگایا گیا ہے (فتوے مین اس مضمون کی ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول حکم دین تو مومنون کو اس کے ماننے نہ ماننے کا اختیار باقی نہین ہتا **اس کا جواب چکڑالوی نے** وہی دیا ہے جو آیت نمبر ۳ و ۴ وغیرہ کا جواب دیا ہے کہ اس میں رسول کی رسالت مراد ہے اور رسالت سے قرآن اور کہا ہے کہ اس آیت کا ترجمہ رسول حکم دے غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ جو قرآن حکم دے اسکے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی نہین رہتا۔ **اس کا جواب** بھی وہی ہے جو آیات مذکورہ کے جواب کا جواب دیا گیا ہے کہ یہان رسول سے رسول مراد نہ ہونا کفر و الحاد ہے اور آیت کے صحیح معنے یہی ہین کہ جو رسول حکم دے اسکے ماننے نہ ماننے کا اختیار باقی نہیں رہتا چکڑالوی نے اس آیت کے جواب میں ہنسی بھی کی ہے کہ خدا در رسول صلاح و مشورہ کرکے حکم دیتے ہین اور رسول سے رسالت مراد لینے کی ایک **دلیل** بیان کی ہے کہ رسول خدا کا وکیل تو نہیں ہوتا کہ جو حکم وہ دے خدا کو اس کا ساختہ پرداختہ منظور ہو۔ خدا نے رسول کو صاف ارشاد کیا ہے مَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ یعنے تو ان پر وکیل ہرگز نہین مقرر کیا گیا۔ اس مقام میں **اس ہنسی کا اور اس کی دلیل جواب** دیا جاتا ہے جس کا وعدہ صفحہ (۲۲۳) میں کیا گیا تھا ہنسی **کا جواب** تو یہ ہے کہ خدا تعالے نو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صلاح مشورہ کرکے حکم دیا کرتا تھا۔ مگر اس کے رسول نے تو دین کا کوئی حکم خدا تعالے کی صلاح و مشورہ اور اس کی وحی اجازت کے بغیر نہین دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دین مین احکام قرآن کے علاوہ جب کسی حکم دینے کا موقعہ پیش آیا۔ آپنے وہ حکم خدا تعالے سے دریافت کیا او سپر خدا تعالے نے بواسطہ وحی خفی حکم صادر فرمایا

اور وہی حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو سُنا دیا حاکم حقیقی (خدا تعالی) اور محکوم (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) میں یون ہی صلاح و مشورہ ہوا کرتا تھا۔ اِس صلاح و مشورہ و دلیل وہی آیات قرآن مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی وغیرہ دلائل قطعی ہیں جنکا جواب الجواب دندان شکن چکڑالوی کو مل چکاہے اور اس کا جواب باصواب قیامت تک وہ کچھ نہ دے سکیگا۔

اب رہا اس کی **دلیل** شعر خذلان و موجب تذلیل مستدل ذلیل کا جواب سو یہ ہے۔

ع سخن شناس نۂ ملحد اخطا اینجاست۔ **میان چکڑالوی** نہ تم عربی جانتے ہو نہ محاورات عرب سے واقف ہو۔ نہ قرآن سے تمکو مس ہے اور نہ علوم خوادم قرآن مین تمکو دخل و معہذا تم مجتہد مطلق بن بیٹھے اور اس اجتہاد مین وسیع میدان الحاد تک جا پہنچے ہو نہ تمکو لفظ رسول اور وکیل کے معنی معلوم ہین اور نہ ان الفاظ کے متعلقات (صلات) کی تمکو کچھ خبر ہے۔ اسیوجہ سے تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف چھٹی رسان کی طرح قرآن کا پیغام رسان جانتے ہو اور آپ کے منصب تشریع احکام شرعی اور نیابت و خلافت الٰہی کے تم منکر ہو بیٹھے ہو۔ ذرا کتب [illegible] اور [illegible] اہل [illegible] والون سے پوچھکر یہ بات معلوم کرو کہ دلیل کے معنے گو ایک ایسے بھی ہین جو بجز خدا تعالے کسی میں پائے نہین جاتے۔ مگر ایک معنے ایسے بھی ہین جو معنی رسول کے قریب ہین اور وہ معنی رسول صلے اللہ علیہ وسلم مین بلکہ ہر ایک وکیل مختار میں بھی پائے جاتے ہین۔ ان معنی ثانی کی نظر سے آنحضرت کو رسول کہنا وکیل کہنے کے برابر ہے **خصوصًا** اس حالت میں کہ **آپکو** رسول کہنے کے ساتھ خدا تعالے نے **منصب حکومت** و استحقاق اطاعت و اختیار تشریع احکام حلال و حرام و اجازت امر و نہی و تبیین و تفسیر وحی جلی سب کچھ عطا کر دیا ہے اور آپکے نطق و بیان کو اپنی وحی قرار دیا ہے چنانچہ خوب بسط و تفصیل سے یہ منصب آپ کا ثابت کر دیا گیا ہے۔ جس کا جواب باصواب تا قیامت تم سے ادا نہو سکیگا۔ با این ہمہ عطا و اصطفا پھر جو آپ کی نسبت قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ کہ آپ وکیل نہیں ہین۔ تو اُس کے معنے یہ نہیں کہ

۱۷

آپ خدا کی طرف سے اور خدا تعالی کے وکیل نہین ہین اور آپکو تشریع احکام حلال و حرام کا اختیار
نہین - اگر اس لفظ وکیل سے یہ معنی مراد ہوتے - تو آپ کے حق میں یہ الفاظ فرمائے جاتے
لست لنا بوکیل (یعنے تو ہمارا وکیل نہیں) یا یہ الفاظ ارشاد ہوتے لست منا بوکیل یعنی
تو ہماری طرف سے وکیل بلکہ اس کے معنے تو وہ پہلے معنی ہیں جو اللہ تعالی سے مخصوص ہیں
یعنے لوگوں کا کارسانہ یا اُن کی ہدایت کا ذمہ دار اور اُنپر دار وغہ و جبار نہیں اُن معنی لفظ
وکیل کی نظر سے اس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ لوگون کی ہدایت کا کام ہمنے تیرے سپرد
نہین کیا اور اُن کے نہ ماننے کا تو جواب دہ نہوگا اور تجھسے اس امر کا جواب طلب نہ کیا جائیگا۔
کہ تونے انکو کیون فرمانبردار نہ بنایا اور کیون کفر سے نہ ہٹایا اور کیون راہ راست پر نہ پہنچایا یہ کام
خاص ہمارا ہے - تیرا کام تو صرف ڈرا دینا اور احکام الہی کا سنا دینا ہے - یہ معنے اِس لفظ وکیل
کے جس کی آپ سے نفی کی گئی ہے خود اس آیت سے جس کا ایک ٹکڑا چکڑالوی نے نقل
کیا ہے اس کے لفظ عَلَیْھِمْ سے بآسانی سمجھ مین آسکتے ہیں - مگر بشرطیکہ کچھ سمجھ ہو اور الفاظ
عربی علم ادب [illegible] کے معنے سے کچھ خبر ہو اور اس معنی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نفی ہونے کی مبین اور مفسر قرآن میں اور بہت سی آیات موجود ہین مگر جبکہ کوئی سننے اور دیکھنے
اور سمجھنے والا ہوسے اگر در خانہ کسی است حرفی بس است - اور یہان تو آیات قرآن اور محاورات
عرب اکثرت کے ساتھ اس معنی نفی کی تشریح کر رہے ہین اولاً ہم کتب لغت و محاورات
عرب سے لفظ وکیل کے وہ معنی جنہین پہلے معنے اللہ تعالی سے مخصوص ہیں اور ان ہی معنی وکیل سے
کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں نفی کی گئی ہے اور دوسرے معنی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں اور ان معنی کی نظر سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کو خدا تعالی کا وکیل کہنا صحیح ہے بیان کرتے ہیں - پھر کتب لغت کی تائید مین آیات قرآن
نقل کی جائینگی - قاموس میں ہے وکل باللہ یکل وتوکل علیہ واوکل واتکل استسلم
الیہ ووکل الیہ الامر وکلاً ووکولاً سلمہ وترکہ یعنی جب خدا تعالی کی نسبت لفظ وکل

توکل - او کل - اتکل بولتے ہین تواسکے معنے یہ ہوتے ہین کہ سب کچھ خدا تعالی کو سونپا اور
اوس کی فرمانبرداری کی اور اسکو کارساز بنالیا اور جب کسی انسان کی نسبت کہتے ہین کہ اسکو
وکیل کیا - تو اس کے معنے یہ ہوتے ہین کہ وہ کام اس کو سپرد کیا اور اس کے اختیار مین چھوڑا -
اس عبارت سے صاف ثابت ہے - کہ وکیل بمعنے اول خداتعالی سے مخصوص ہے اور بمعنی ثانی
رسول وغیرہ انسانون پر بولا جاتا ہے - یہی دوسرے معنی قاموس میں ارسال و رسالت
کے کئے ہین جو رسول میں پائے جاتے ہین چنانچہ کہا ہے الارسال التسلیط والاطلاق
والاهمال والتوجیه والاسم الرسالة یعنی ارسال کسی چیز یا شخص کو باوجود خود صاحب قدرت
وطاقت ہونے کے کسی کام مین لگانا اور مطلق اختیار دینا اور اوس پر اسکو چھوڑنا اور متوجہ
کرنا - اسی محاورہ سے لفظ رسالت ہے منتہی الارب میں ہے - وکل باللہ وکلا بالفتح
تکیہ نمود بہ خدا و اعتراف کرد بعجز خود وکل الیہ الامر وکلا ووکولا کار بر وگذاشت و سپرد بوے -
اس عبارت میں پہلے معنے وکیل کو خدا کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور دوسرے معنے کو عام اور یہی
دوسرے معنے منتہی الارب میں ارسال کے کئے گئے ہیں جو انبیاء مین پائے جاتے ہین چنانچہ
صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے ارسل [illegible] فلان [illegible] وصاحب [illegible] ارسال گماشتن
و فروگذاشتن بخود و رہا کردن و فرستادن بہ پیغام - صراح مین ہے - توکیل وکیل
گردانیدن وگذاشتن کار بکسے توکل اعتراف بعجز و اعتماد بر غیر خود کردن - توکلت علی فلان امری
ای اعتمدتہ - اس مین وکالت کے وہ معنے جو خدا تعالی سے مخصوص ہیں مقدم رکھے ہیں اور معنی
وکالت بمعنی رسالت کو نمبر اول پر اور ارسال کے معنے یہ بیان کئے ہیں - ارسال فرستادن
پیغام - رسالت پیغام مرسل رسول فرستادہ - ان عبارات و محاورات سے بخوبی واضح
ہوا کہ لفظ وکیل بمعنے کارساز و عاجز نواز خدا تعالی سے مخصوص ہے اور بمعنی کارندہ و گماشتہ
بندگان خدا کو بھی کہا جاتا ہے اور اس معنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا تعالی کے وکیل
ہیں - اب بیان کتب لغت کی تائید میں آیات قرآن نقل کی جاتی ہین - جنسے صاف ثابت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وکیل ہونے۔ کی بمعنے اول جو خدا تعالےٰ سے مخصوص ہیں نفی کی ہے نہ بمعنی ثانی جو تمام بندگان خدا اختیاران عدالت وغیرہ سب میں پائی جاتے ہیں۔ جس آیت کا ٹکڑا

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (زمر - ع ۴)

چکڑالوی نے نقل کیا ہے اس پورا مضمون یہ ہے۔ کہ ہمنے تیری طرف کتاب لوگون کے رہنمائی کے لئے حق کے ساتھ بھیجی ہے پھر جس نے راہ پائی اسنے اپنی جان کے لئے اور جو بہک گیا اوس کا وبال اُسپر پڑیگا۔ تو اُن کی ہدایت کا وکیل (ذمہ وار) بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ یعنی تجھسے جواب طلب نہ کیا جائے گا۔ کہ کیون وہ راہ پر نہ آئے اس مضمون

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (شوریٰ ع)

کی ایک اور آیت ہے جس میں ارشاد ہے۔ کہ جو لوگ مجھے چھوڑ اپنے کارساز و مالک دوسرون کو بناتے ہین ان کا خدا تعالیٰ خود نگران اعمال ہے اور تو ان پر وکیل (محافظ و ذمہ وار) نہیں یعنی تجھسے سوال نہ ہوگا کہ وہ کیون خدا تعالےٰ سے منحرف ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (ہود - ع ۲)

[illegible] آیت ہے جس میں ارشاد ہے۔ شاید تیرا دل (اے ہماری نبی) تنگ ہو کہ وہ کہتے ہین کہ اسپر خزانہ کیون نہین اوترا۔ تو تو صرف ڈرانیوالا ہے ہر چیز کا کارساز تو خدا تعالیٰ ہے یعنے تیرا یہ کام نہین کہ جو کچھ وہ چاہین وہی انکو بہم پہنچا دے۔ اسی مضمون کی ایک اور آیت ہے جس میں

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (انعام ع ۸)

ارشاد ہے۔ کہ تیری قوم اس قرآن کو جھٹلاتی ہے حالانکہ وہ حق ہے۔ تو کہدے میں تمپر وکیل نہین ہون یعنے میرا یہ کام نہین کہ تمکو جھٹلانے سے روک لون۔ ایک اور آیت مین ارشاد ہے

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۙ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (غاشیہ)

تو اُنپر داروغہ نہین ہے۔ جو منہ پھیر لیگا اور کافر ہوگا اسکو خدا تعالیٰ خود بڑا دکھ دیگا۔

اِن آیات نے صاف فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ جن آیات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ آپ وکیل نہین۔ انمین یہ مراد ہے۔ کہ آپ بندون کی ہدایت کے مالک خود مختار ذمہ وار نہین ہین اِن آیات مین یہ مراد ہرگز نہین کہ آپ خدا تعالی کیطرف سے تشریع احکام حلال و حرام کے مختار اور وکیل نہین۔ اِس معنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وکیل ہونے کی نفی کرنے سے چکڑالوی نے مسلمانون کو دھوکا دیا ہے۔ اور خدا تعالی پر افترا کیا ہے۔ ایسی باتین قرآن سے نکالکر وہ کتاب اللہ کی آیات سے ہنسی کر رہا ہے اور جاہلون کو آیات کے غلط معنی سنا کر گمراہ کرتا ہے۔ اور واقعہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالی کیطرف سے وکیل۔ نائب۔ خلیفہ و رسول سب کچھ تھے اور آپکا ساختہ پرداختہ خدا تعالی منظور ہے اور کیون نہ ہو آپ دین مین اپنی طرف سے کچھ بھی نہین کہتے تھے۔ بلکہ آپ جو فرماتے تھے خدا تعالی کے حکم سے مرضی سے اجازت سے وحی سے کہتے

چودھوین آیت (جس پر غلطی سے نمبر ۱۵ لگا یا گیا ہے) اور اِس فتوے کی آخری آیت ہے اس مضمون کی ہے۔ کہ اُن لوگون پر خدا کی رحمت ہے جو رسول امی کی پیروی کرتے ہین

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف)

وہ نبی جس کا ذکر توریت و انجیل مین پاتے ہین اور اونکو نیک کامون کا حکم دیتا ہے۔ بری باتون سے روکتا ہے ستھری چیزین اُن کیلئے حلال کرتا ہے جنیث چیزین اون پر حرام کرتا ہے اونکے بوجھ اوتارتا ہے اُنکی طوق دور کرتا ہے جو لوگ ایمان لائے اونہون نے آپ کی عزت کی اور آپ کو مدد دی اور اُس نور کی جو اس کے ساتھ اوتارا گیا ہے (یعنی قران و حدیث) پیروی کی وہی چھٹکارا پانے والے ہین اِس آیت مین چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی تعریف و توصیف چند ایسی صفات سے ہوئی ہے

جو رسالت یا قرآن کی صفات بن نہیں سکتی جیسے آپ کا بتی ہونا - امی ہونا وغیرہ وغیرہ لہذا چکڑالوی نے رسول کی تاویل رسالت سے نہیں کی - اور ناچار مجبور ہو کر آپ کی ذات مقدس ہی مراد بتائی مگر اس شرارت سے پھر بھی نہ رہ سکا کہ آپ کے حکم امر ونہی وغیرہ کو احکام کتاب اللہ سے مخصوص کر دیا اور ترجمہ آیت میں از خود یہ بڑھا دیا کہ جو آپ کتاب اللہ کے مطابق حکم دیتے ہین وہ مومن مان لیتے ہین اور جو صریح الفاظ آیت سے آپکا منصب تشریع احکام ثابت ہوتا ہے اس کا یہ جواب دیا ہے - کہ محمد عربی کو اللہ تعالےٰ نے وکیل بنا کر دنیا مین نہین بھیجا تھا بلکہ صرف رسول - بس آپکا صرف یہ منصب تھا کہ آپ خدا کے فرمودہ امر ونہی اور حلال وحرام مذکورہ قرآن لوگون کو پہنچا دین یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک -

الجواب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا کی طرف سے وکیل ومختار ہو کر آنا ابھی ایسا ثابت کیا گیا ہے جسمین چکڑالوی کو دم مارنے کی مجال اور جگہ نہین اب اسکو لازم ہے - کہ وہ اس آیت کو اس کے ظاہری الفاظ اور ان الفاظ کے حقیقی [illegible] سے مان لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب تشریع احکام حلال وحرام کو تسلیم کرلے اور اس آیت کے جو غلط معنی اس نے کئے ہین - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی احکام حلال وحرام جو قرآن مین مذکور ہیں لوگون کو پہنچائے تھے ندامت کے ساتھ واپس لے لے - آنحضرت صلعم کا احکام مذکورہ قرآن پہنچانا تمام اہل اسلام مسلم ہے - اس کے ذکر وبیان وثبوت کی ضرورت ہی کیا ہے - علاوہ بران ایسے احکام بھی آپ نے پہنچائے ہین - جنکا قرآن مین ذکر نہین (جیسے گدھے کتے وغیرہ کی حرمت) اور آیت بلغ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ان احکام کو بھی شامل ہے - اور لفظ مَآ اَنْزَلَ عام ہے جس مین احکام علاوہ از قرآن جو بذریعہ وحی خفی خدا کی طرف سے نازل ہوتے تھی داخل ہین - اور اس بات کا چکڑالوی اپنی تفسیر مین اقرار کر چکا ہے چنانچہ اصل عبارت تفسیر صفحہ ۳۳۲ وغیرہ مین نقل ہو چکی ہے لہذا اب اس کا مَآ اَنْزَلَ کو قرآن مجید سے مخصوص

کرنا اور احکام حدیث نبوی علاوہ از احکام قرآن کو اس سے خارج کرنا تحریف والحاد و زندقہ (چھپا ارتداد) نہین تو اور کیا ہے

امر ششم کے متعلق جو اصل الزام چکڑالوی پر قائم کیا گیا اور صفحہ ۲۸۶ مین منقول ہے۔ اسکے اُٹھانے اور مٹانے کے لئے چکڑالوی نے صحابہ کے ذریعہ پچھلے لوگون کو قرآن پہنچنے کے انکار کی تائید مین چند آیات قرآن پیش کی ہین۔ جن سے وہ الزام رفع نہیں ہوسکتا اور یہ امر ثبوت کو نہین پہنچتا کہ پچھلے لوگون تک قرآن صحابہ کے ذریعہ نہین پہنچا۔ از انجملہ چار آئتین ایسی پیش کی ہین جن مین قرآن مجید کو صرف کتاب کہا گیا ہے۔ ان آیات کو نقل کرکے اُن سے چکڑالوی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جس حال مین قرآن مجید لکھا لکھایا کتاب کی صورت میں بنا بنایا آنحضرت کے وقت موجود تھا تو پھر صحابہ کا اس مین کیا دخل ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۷ رسالہ مین وہ لکھتا ہے۔ کہ اسی طرح اور کئی مقامات مین قرآن مجید کو کتاب کہا گیا ہے۔ اگر زمانہ رسول صلعم مین قرآن مجید کتاب کی صورت مین نہین تہا۔ بلکہ لوگون کی زبانون و منتشر اوراق و پراگندہ ہڈیون او پتون پر ہی تھا تو اسکو اللہ تعالےٰ کا کتاب فرمانا [illegible] لکھی ہوئی اور جمع کی ہوئی چیز کو کہتے ہین (دیکھو منتہی الارب) پس لفظ کتاب ہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ قرآن مجید رسول اللہ کے زمانہ ہی مین لکھا گیا تہا اور جمع ہوگیا تہا۔

الجواب

چکڑالوی نے جو کچھ کہا ہے محض جھوٹ کہا ہے اور اس سے بہی اس کا مدعا و نتیجہ ثابت نہین ہو سکتا۔

اس کی جھوٹ دروغ گوئی کا بیان

یہ بات نہ تو منتہی الارب مین لکھی ہے اور نہ کسی اور کتاب لغت عربی مین ہے کہ کتاب وہی کہلاتی ہے

جو سب کی سب پوری لکھی گئی ہو اور کتاب کی صورت مروجہ زمانہ حال مین جمع ہو گئی ہو۔ بلکہ منتہی الارب وغیرہ کتب لغات مین ہر ایک نوشتہ کو کتاب کہا گیا ہے۔ خواہ دو حرفی خط ہی کیون نہو جلد ۴ منتہی الارب مین بصفحہ ۲۳۵ لکھا ہے۔ کتاب بالکسر نبشتہ ونامہ ایسا ہی صراح مین لکھا ہے۔ کتاب۔ نوشتہ ونامہ۔ اور قاموس مین ہے کتبہ۔ کتباً وکتابتہً خطہ کلتبہ واکتتبہ او کتبہ خطہ واکتتبہ استملاہ کاستکتبہ والکتاب مایکتب فیہ والصحیفۃ یعنے کتاب کے معنے لکھنے کے ہین اکتتب کے معنے دوسرے سے لکھوا لیا کتاب اس کو کہتے ہین جسمین کچھ لکھا جاوے اور خط کو بھی کہتے ہیں۔ اس شہادت ومحاورات عرب کے موافق کتاب ہر ایک کتبہ ونوشتہ (خواہ وہ پتھر یا ہڈی پر ہو خواہ ایک ہی ورق ہو) کتاب ہی کہلاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ان متفرق پارہاے قرآن کو جو آنحضرت کے وقت مین کھجور کے پٹھون بکری کے شانون اور متفرق کاغذون پر لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری مین ہے اور وہ بصفحہ (۱۷۳) تفسیر چکڑالوی سے منقول ہوگا۔ جھوٹ نہین کہلاتا جھوٹ وہی بات ہے جو چکڑالوی نے کہی۔ کہ زبان عرب مین کتاب وہی کہلاتی ہے جو سب کی سب ایک جگہ جمع ہو کر کتاب کی عرفی صورت مین آگئی ہو۔

اس کے اس جھوٹ سے بھی اس کے مدعا ونتیجہ کا ثابت نہ ہونا

بطور فرض محال فرض کیا اور مان لیا کہ آنحضرت کے وقت مین قرآن مجید ایک جگہ لکھا گیا تھا اور کتاب کی عرفی صورت مین جمع ہو گیا تھا پھر بھی مداخلت اور وساطت صحابہ کے بغیر لکھا نہین گیا۔ اس کو کتاب کی صورت مین جمع کرنے والا کون تھا۔ کیا وہ آسمان سے خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے لکھا ہوا آیا تھا یا جبرئیل علیہ السلام لکھکر لایا تھا۔ ان دو نو احتمالون کی نفی چکڑالوی کے اس اعتراف سے بخوبی ہوتی ہے جو صفحہ ۸۰ رسالہ مین اس نے کیا ہے اور وہ بصفحہ (۲۹۱) نمبر (۱۱) منقول ہوا ہے۔ کہ قرآن تئیس سال مین تھوڑا تھوڑا نازل ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالی ورقون کی ایک کتاب

جلد کرالی ہوگی - اس میں جون جون آیات نازل ہوتی گئین - انکو جس صورت مین جبرئیل نے کہا لکھدیا اور اپنی تفسیر مین چکڑالوی نے یہ بھی کہا ہے - کہ حضرت جبرئیل لوح محفوظ سے قرآن یاد کر کے آتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یاد کرا دیتے چنانچہ اصل عبارت تفسیر عنقریب منقول بصفحہ (۱۷۱) ہوگی - اب رہا تیسرا احتمال کہ آنحضرت خاص اپنے دست مبارک سے قرآن لکھہ لیتے - چکڑالوی کا ادعا اسکے قول آیندہ مین بھی پایا جاتا ہے - مگر قرآن اس ادعا کو صاف جہلاتا ہے - قرآن نے آنحضرت کو امی کہا ہے اور یہی امر عام اہل اسلام وغیرہ اقوام مین مسلم چلا آتا ہے اور امی وہی کہلاتا ہے جو نہ لکھہ سکے اور نہ لکھا ہوا پڑھ سکے اور آنحضرت کی نسبت یہ بھی قرآن مین آگیا ہے کہ آپ کبھی نہ لکھتے اور نہ لکھا ہوا پڑھ لیتے - ایسا ہوتا تو منکرین کو قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک کرنے کا اور اس کی ثبوت مین یہ عذر پیش کرنے کا موقعہ

وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك إذا لارتاب المبطلون (سورہ عنکبوت ع ۵)

ملجاتا - کہ یہ شخص لکھا پڑھا ہے اپنی لیاقت علمی سے یہ قرآن ازخود تصنیف کر لیا ہے -

اور جب ایک جگہہ جمع ہونا اور لکھا جانا قرآن کا نہ خدا کی طرف سے ہے نہ جبرئیل کیطرف سے اور نہ حضرت [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] اس قرآن کو ایک جگہہ کرنیوالے اور لکھنے والے بجز اصحاب نبوی جو کاتبان وحی کہلاتے تھے اور وہ پانچ مشہور کاتب تھے اور کون شخص ہو سکتا ہے - اور یہی اہل اسلام کا اعتقاد ہے - اور اسیکو چکڑالوی نے اپنی تفسیر مین تسلیم و بیان کیا ہے - چنانچہ اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے -

قرآن مجید کی تالیف و جمع اور ترتیب و ترکیب کا مسئلہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے تھوڑے دنون کے پیچھے ہی معرض سوال مین آگیا - اگرچہ قرآن مجید کو کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہین اور اس کی اپنی اندرونی شہادت کافی وافی اور شافی ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے مگر تاہم اب ہم ہر موافق و مخالف کی تفہیم کے لئے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آیات مرقومۃ الصدر کی تعلیم کے موافق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح اور کس طریق پر تقریری اور تحریری طور پر تبلیغ

فرمایا کرتے اور کس طرح یہ قرآن مجید جواب ہمارے ہاتھوں مین بین الدفتین موجود ہے اسی کی تالیف و جمع اور ترتیب کی نسبت سوال ہونے اور پھر اُن کے جواب ملنے لگے سو اِن باتوں کے دیکھنے کے لئے سب سے معتبر اور سب سے صحیح تاریخ کی ضرورت ہے - اور وہ سب کو معلوم ہے کہ بعد کتاب اللہ اصح الکتب صحیح بخاری ہے - سو پہلے تو ہم اسی کتاب کی روایات کو معرض نقل مین لاتے ہین اور پھر اسکے بعد صحاح کی اور کتابوں کی معتبر اور صحیح روایتون کو جنپر سے جرح مدفوع ہے بطور شہادات و متابعات بعونہٖ و منہٖ و توفیقہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں -

احادیث متعلقہ تالیف و جمع قرآن کریم

(۱) عن قتادۃ رضہ قال سئلت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ من جمع القران علی عہد النبی صلعم قال اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید (البخاری باب القراء من اصحاب النبی من کتاب فضائل القران)

ورقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تابعی ہیں اور سنہ ۱۱۷ ہجری کے بعد ان کی وفات ہوئی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اکثر بار عموماً ساتھ ہی رہتے تھے سوال کیا کہ یہ قرآن مجید بین الدفتین اسی ترتیب و تالیف ہم مین پڑھا جاتا ہے نبی صلعم کے عہد مبارک مین اس کا جامع کون تھا اونہون نے فرمایا کہ چار شخصون نے جو سب کے سب انصار تھے اس کو جمع کیا تھا اور وہ چار شخص یہ ہین - ابی بن کعب - معاذ بن جبل - زید بن ثابت اور ابو زیدؓ - اِس حدیث مین لفظ القران و جمع کچھ تشریح طلب ہیں القران مین ال عہدی حضوری ہے اور جو معنے ھٰذا یا ھٰذہ آتا ہے گویا تابعی قرآن مجید کو جو اُن کے وقت ہیں جس ترتیب آیات و سور اور جس تالیف او جمع کے ساتھ موجود تھا اور رات دن اس کی تلاوت ہوتی تھی سامنے حاضر کر کے سوال کرتا ہے اور صحابی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اسی قرآن مسئول عنہ کی بابت فرماتے ہین جو اوپر لکھا گیا ہے اور جمع کی مراد سینے کی جمع نہیں ہے - سینے مین جمع کرنے والے یعنے حفاظ تو بکثرت تھے یہان صرف جمع کتابت مراد ہے یعنے قرآن مجید جون جون نازل ہوتا تھا حسب فرمان ہدایت نبوی صلعم لکھنے والے - اور واضح رہے کہ کاتبان وحی کئی ایک اصحاب تھے

تھے جنمین سے سب سے احص کاتب ... چیف زید بن ثابت تھے اور اگر اتفاقاً یہ کبھی ... نزول موجود نہ ہوتے تھے تو اور اصحاب سے یہ کام ... لیا جاتا تھا۔ مثلاً تین تو وہی اصحاب ہین جو اوپر لکھے گئے ہین اور کبھی ابوالدردا رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ کام لیا جاتا تھا اور کبھی اورون سے بھی گو ہوتا اور اکثر یہ کام زید بن ثابت سے لیا جاتا تھا اور لوگ ... ہین ... وحی اور کاتب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لقبون سے یاد کیا جاتا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت حکم دیا کرتے تھے کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ اور اوسکو کہو کہ قلم دوات وغیرہ ساتھ لاوے۔ براء (صحابی) رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین کہ جب یہ آیہ کریمہ (لا یستوی القاعدون من المؤمنین (الآیۃ) نازل ہوی تو اوسوقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(۲) ادع لی زیداً و لیجئ باللوح والدواۃ والکتف الحدیث (بخاری باب کاتب النبی)	کہ زید کو میرے پاس بلالاؤ اور وہ تختی اور دوات اور شانے کی ہڈی لیکر آوے ۔ اسی طرح ثابت

ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اون کو ایسا ہی فرمایا کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوا کرتی تھی اوسکو لکھا کرتا تھا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے

کن کن چیزون پر آنحضرت صلعم وحی کو لکھایا کرتے تھے

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین کاغذ کمیاب تھا اس واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اس بات کا انتظار نہ فرماتے تھے کہ ضرور کاغذ ہی ہو تو اسپر لکھا جاوے بلکہ اس وحی کے لکھانے میں اس قدر اعتنا اور اہتمام مالا کلام فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی کوئی آیت یا سورت نازل ہوا کرتی تھی تو اوسی وقت زید بن ثابت رضی اللہ کو بلایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ مل سکے وہی لیکر حاضر ہو جاوے کچھ پرواہ نہین کہ وہ کاغذ کا کوئی ٹکڑا ہو یا شانے کی کوئی ہڈی یا پکی مٹی کا کوئی طباق یا چمڑہ وغیرہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے مفصل حدیث آگے لکھی جائیگی انشاء اللہ تعالے اب صرف مسئلہ متعلقہ کے متعلق اس حدیث کا ٹکڑا لکھا جاتا ہے۔ زید بن ثابت کاتب وحی فرماتے ہین کہ مینے حسب فرمان صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ قرآن مجید کو ان اشیاء سے جنپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا نقل کیا چنانچہ

اُنکے الفاظ یہ ہین۔

فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب والرقاع واللخاف وصدور الرجال الحدیث بخاری آیا یستحب للکاتب ان یکون امینا عاقلا کتاب الاحکام

پس مین نے اس قرآن مجید کی (جو اسوقت باین ترتیب و تالیف وجمع موجود ہے) تلاش کی اور کھجور کی تختیون اور کاغذ یا چمڑہ کے ٹکڑون اور پتھر کی تختیون یا پکی مٹی کے برتنون مثلاً طباق وغیرہ اور حفاظ کے سینون سے نقل کرکے ایک جلد مین اکٹھا کردیا۔ غرضکہ اس اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بلا امتیاز کاغذ یا چمڑہ یا پتھر یا ہڈی کے اُسی دم لکھوایا کرتے تھے جس دم کوئی آیت نازل ہوا کرتی تھی۔ اب یہ بتایا جاتا ہے کہ کس کیفیت کے ساتھ آیات نازل شدہ لکھائی جاتی تھیں۔

جس ترکیب کے ساتھ جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام آسمان سے وحی لاتے تھے اوسی ترکیب کے ساتھ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو حفظ کراتے تھے جیسا کہ پہلے آیات قرآنیہ سے ثابت ہو چکا ہے پھر اُسی ترکیب کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کاتبان وحی کو لکھواتے اور دیگر حفاظ کو حفظ کراتے اور جبریل علیہ الصلوۃ والسلام سے [illegible] لکھوا [illegible] آیت کو فلان سورت کے فلان آیت کے آگے لکھدو عثمان بن عفان۔ خلیفہ سوم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین کہ رسول اللہ

قال عثمان کان النبي صلی اللہ علیہ وسلم مما تنزل علیہ الآیات فیدعو بعض من کان یکتب لہ ویقول لہ ضع ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا وتنزل علیہ الآیۃ والآیتان فیقول مثل ذلک الحدیث ابوداؤد باب من جھر بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کچھ آئتین نازل ہوتی تھین تو آپ اپنے کسی کاتب کی طلب فرمایا کرتے تے اور اسکو فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلانی سورۃ مین جہان یہ یہ ذکر ہے رکھدینے لکھ اور آپ پر ایک یا دو آئتین ہی نازل ہوا کرتی تھین تو آپ اسی طرح فرمایا اور لکھوایا کرتے تھے۔

[illegible] اس تسلیم و اعتراف چکڑالوی اور روایات واہل اسلام سے ثابت ہوا ہے کہ قرآن کو لکھنے وا[illegible] صحاب ہوتے تھے تو چکڑالوی پر بہروہی الزام جسکے مٹانے کے لیے اس نے

62

یہ جھوٹ بنایا تھا قایم ہوگیا - اور یہ جھوٹ اس کے کام نہ آیا - اب اسکو چاہیئے کہ یا تو کل اصحاب نبوی کو مومن صادق و عادل مان لے اور انکی مروی احادیث نبوی کو جو بسند صحیح اس نے محدثین کو پہنچی ہین قبول کرے اور ان اصحاب کو منافق و بے اعتبار ٹہرانے سے رجوع دتوبہ مشتہر کرے - اور اپنے مذہب باطل ردّ احادیث صحیحہ نبویہ سے تائب ہو کر تمام مسلمانوں میں شامل ہو جائے اور اگر یہ امر اس سے نہو سکے اور توبہ کرنا اسکو موت معلوم ہو تو پہر قرآن کو اور اسلام کو بہی دونو ہاتھ سے سلام کرکے کہلم کہلا کافر اور دہری بن جائے اور ذرا سی شرم اور عقل کو کام مین لاکر سوچے کہ قرآن ان ہی اصحاب نبوی سے پہنچا ہے وہ بے اعتبار ہوئے تو پہر قرآن پر کیونکر اعتبار کیا جائے - ان چار آیتون کے بعد دو آیتین قرآن کی چکڑالوی نے اور پیش کی ہین ایک وہ آیت جس میں کفار کا یہ قول نقل ہوا ہے - کہ قرآن پہلوں کے قصے ہیں

قالوا اساطیر الاولین اکتتبہا پ ۱۹ ع ۱	انکو حضرت نے لکھوا لیا ہے - چکڑالوی نے اس کا ترجمہ

لکھہ لکھوا لیتا کیا ہے - اور اس سے آنحضرت کے مخالفین معترضین (عیسائیون وغیرہ) کو اس [illegible] شخص تھے اپنی علمی لیاقت سے قرآن از خود تصنیف کیا ہے اور اس عبارت پر یہ جرأت کہ صحابہ وغیرہ سلف امت پر معترض ہو کر یہ بولا ہے - کہ اس آیت سے یقیناً ثابت ہوتا ہے - کہ کفار عرب بہی یہ جانتے تہے کہ محمد کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہے اب جو ہمارے زاہد اور مقدس مولوی کہتے ہین کہ کچھ قرآن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاریون کے سینے سے لکھا تھا - ان کی خدمت مین گذارش ہے - کہ وہ اس عقیدہ سے توبہ کریں اپنا عقیدہ کافرون کے عقیدے سے بھی بدتر نہ بنا دین -

اور دوسری آیت اس مضمون کی نقل کی ہے - جس مین ارشاد ہے

ان علینا جمعہ وقرانہ پ ۲۹ ع ۱۶	کہ قرآن کا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے -

اس آیت سے آنحضرت کا امّی نہونا ثابت کیا اور مخالفین اسلام کو اسی اعتراض سابق کا

اشاعۃ السنہ 1902

شمارہ نمبر 12 کے صفحہ نمبر

373,374,375,376

نہیں ملے۔

ہے جو اصل فتوے میں بصفحہ (۲۲۹) اور عبارت شرح فقہ اکبر میں بصفحہ (۳۰۶) گذری ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کہ شفاعت مومنوں کو نفع دیگی۔ اور اگر شفاعت سے ہر جگہ قرآن میں شہادت مراد ہوگی۔ تو اسکا کافروں کو نفع نہ دینا اور مسلمانوں کیلئے نافع ہونا کوئی معنے نہیں رکھتا۔

شہادت کا اثر اصل عمل سے بڑھکر نہیں ہوتا۔ نہ اس سے کافروں کو انکے عمل سے بڑھکر سزا ملتی ہے۔ نہ مومنوں کو اصل عمل سے بڑھکر جزا ملتی ہے۔ عمل سے بڑھکر عذاب سے نجات یا ترقی درجات کی موجب تو شفاعت ہی ہوتی ہے۔ **امر سوم**۔ (آنحضرت صلعم پر القاء شیطانی ہونے) کی ثبوت میں چکڑالوی نے وہ آیت سورۃ الحج پیش کی ہے جو بصفحہ (۳۵۴) منقول ہوئی ہے۔ اور اسکی تائید و تکمیل میں چار واقعہ قرآن سے نقل کیے ہیں۔ جنکا ذکر صفحہ (۲۹۴) میں ہوا ہے۔

الجواب چکڑالوی نے اسبات میں جو کچھ کہا ہے۔ اسمیں سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ نہ اس آیت میں یہ ذکر یا بیان ہے۔ کہ آنحضرت صلعم یا دیگر رسولوں پر شیطان کا القا و تسلط ہوتا ہے۔ نہ ان واقعات اربعہ سے آنحضرت صلعم کا شیطان کے قابو میں آنا ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اس آیت سے تو آنحضرت کی عصمت اور آپکے اقوال و افعال کی دخل شیطان سے محفوظیت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۳۵۵ میں بیان ہو چکا ہے۔ اور ان واقعات اربعہ سے آنحضرت کا محل تسلط شیطان ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

اس آیت کا ترجمہ مع تفسیر یہ ہے۔ اے نبی تجھ سے پہلے بھی جو رسول یا نبی گذرا ہے اسکی بات اور آواز میں یعنے نہ اُسکے دل پر نہ زبان پر شیطان نے کچھ ڈالا یعنے اپنی آواز کو آواز رسول میں ملا دیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے شیطان کی ملونی کو مٹا کر نبی کو آگاہ کر دیا اور نبی کے مونہ سے جو کچھ آیات و حکام نکلی اُن کو پختہ اور محفوظ کر دیا۔ یعنے شیطان کا تصرف حضرت کی کلام میں کچھ نہیں ہوا۔ صرف اسکا تصرف یہ ہوا

قال البغوی ان اکثر المفسرین قالوا معنے تمنی تلے وقرا کتاب اللہ ومعنے القی الشیطان فی اُمنیتہ ای فی تلاوتہ وقراءتہ قال ابن جریر ھذا القول اشبہ بتاویل الکلام ویؤید ھذا ما تقدم فی تفسیر قولہ لا یعلمون الکتاب الا امانی وقیل معنی تمنے حدث ومعنے فی امنیتہ فی حدیثہ

بہ: صفحہ ۳۵۴ میں کاتب کی غلطی سے سورہ حج کی جگہ سورہ نور لکھا گیا ہے۔ ناظرین اسکو درست کرلیں۔

63

روی ھذا عن ابن عباس وقیل معنے تمنے تال فحاصل معنے الآیۃ ان الشیطان اوقع فی مسامع المشرکین ذٰلک من دون ان یتکلم بہ رسول اللہ ولا جری علے لسانہ (فتح البیان صفحہ ۱۸۱ جلد اول)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ آواز نکالکر سامعین کے کانوں تک پہنچائی۔ اور وہ بھی قائم رہنے نہ پائی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی ملونی پر آنحضرت صلعم کو اطلاع کردی۔ ایسا ہی تفسیر فتح البیان۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر معالم وغیرہ میں ہے۔

اور واقعات اربعہ مذکورہ کے متعلق قرآن مجید میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے ثابت ہوا کہ شیطان کا آنحضرت صلعم پر القاء یا تسلط ہوا۔

پہلے واقعہ کے متعلق چکڑالوی نے صرف آنحضرت صلعم کا کسی حلال چیز کی نسبت قسم کھانا بیان کیا ہے۔ اور قرآن میں بھی کوئی لفظ اس سے بڑھکر نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا یہ قسم کھانا ایک خانگی مصلحت اور انسانی عقل و تجویز سے تھا۔ جسکو خدا تعالےٰ نے خلاف افضل ٹھہرا کر آنحضرت

الظاھر ان الخطاب لیس بطریق العتاب بل بطریق التنبیہ علے ان ما صدر منہ لم یکن کما ینبغی (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۳۲)

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے افضل بتایا پس اس فعل نبوی میں شیطان کا القاء تجویز کرنا شیطان ہی کا کام ہے نہ کسی انسان کا۔

دوسرے واقعہ میں چکڑالوی نے آنحضرت صلعم کا ایک عورت کو اُسکے خاوند پر حرام کرنا بیان کیا ہے۔ اسکی نسبت ہم بصفحہ (۳۵۷) بیان کر چکے ہیں کہ یہ امر نہ قرآن میں ہے نہ کسی حدیث صحیح میں

ھھنا روایتان یروی انہ قال ما عندی فی امرک شیئ وروی انہ قال لھا حرمت علیہ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۸)

الظہار کان من اشد طلاق الجاہلیۃ + + + لاکن الذین روی انہ قال لھا حرمت او قال ما اراک الا حرمت کالدلالۃ

یہ صرف تفسیروں کی ایک روایت ہے جسکے برخلاف بھی ہمیں روایت موجود ہے۔ اور اگر فرض کیا اور مان لیا جاوے کہ آپنے اس عورت کو حرام بھی کہدیا تھا تو وہ بنظر عام دستور اور رسم عرب کے تھا۔ آنحضرت نے عقل انسانی سے رواج عام کے مطابق اس عورت کو کہدیا تھا کہ میری رائے میں تو حرام ہو چکی

جسکو خدا تعالےٰ نے نسخ کردیا۔ اُس رائے انسانی | علیٰ انہ کان شرعًا (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۹)

میں القاء شیطانی تجویز کرنا بھی شیطان ہی کا کام ہے۔ نہ کسی انسان کا۔

تیسرے وقعہ کی نسبت چکڑالوی نے بیان کیا ہے۔ کہ چند لوگوں نے عذر کیا۔ کہ ہم لڑائی میں جانے سے معذور ہیں تو آپ نے اُنکو گھر رہنے کی اجازت دی۔

اس اجازت دینے سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنے انسانی عقل سے کام لیا اور انکو معذور سمجھکر اجازت دیدی۔ خدا تعالیٰ نے جو عالم الغیب اور واقف حقائق ہے۔ ان لوگونکا جھوٹ ظاہر کر کے آپکو آگاہ کردیا۔ اور جو آپ سے انسانی غلطی ہوئی تھی۔ اُسکو معاف کیا۔ اس انسانی رائے کو بھی شیطانی القاء کہنا شیطان ہی کا کام ہے نہ کسی انسان کا۔

چوتھے وقعہ میں چکڑالوی نے بیان کیا ہے۔ کہ آپ تبلیغ احکام الٰہی میں سرگرمی و توجہ سے مصروف تھے۔ کہ اندھے نے آپکی کلام کو قطع کرنا چاہا۔ اسلئے آپ نا توجہ ہوئے۔ یہ فعل نبوی انسانی عقل کے عین مطابق تھا۔ اس اندھے کو انسانی عقل اور عام اصول اخلاق کے رو سے ہرگز قطع کلام نبوی مناسب نہ تھا عقلاء کا مقولہ ہے سہ مجالِ سخن تا نہ بینی ز پیش * بہ بیہودہ گفتن مبر قدر خویش * سہ

دو چیز طیرۂ عقل است دم فرو بستن * بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس اندھے کیطرف متوجہ نہونا عقل انسانی اور عام اصول اخلاق کے عین مطابق تھا۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلےٰ درجہ اخلاق پیدا کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا ہے "وانک لعلےٰ خلق عظیم" لہٰذا خدا تعالیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام اصول اخلاق پر چلنا اور اس اندھے کی دل شکنی کرنا اور غنی کو فقیر پر مقدم کرنا جو اس عدم توجہی سے بظاہر مفہوم و متوہم ہوتا تھا۔ پسند نہ آیا۔ اور

الاول ان ابن ام مکتوم کان یستحق التادیب والزجر فکیف عاتبہ اللہ علیہ السلام الجواب الامر وان کان علےٰ ما ذکرتم الا ان ظاہر الواقعۃ یوھم تقدیم الاغنیاء علےٰ الفقراء وانکسار قلوب الفقراء ولھذا السبب وقعت المعاتبۃ ونظیرہ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۸۰) آنحضرت صلعم کو اس عدم توجہی پر متنبہ کیا گیا۔

پس اس فعل نبوی کو القاء شیطانی قرار دینا بھی شیطان ہی کا کام ہے۔ نہ کسی انسان کا۔ یہ بات مسلمانوں میں مسلّم ہے اور محتاج بیان و ثبوت نہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام تسلط شیطانی سے محفوظ و معصوم ہیں۔ جیسے نص قرآن انّ عبادی لیس لک علیہم سلطان قطعی دلیل ہے۔ چکڑالوی بہ تقلید و پیروی عیسائیوں کے اس بات کو نہیں مانتا تو کوئی اور دلیل پیش کرے۔ جو عصمت انبیاء کو باطل کرتی ہو۔ ان چاروں واقعات اور آیت سورہ حج سے اسکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ اس بحث و تفصیل سے چکڑالوی کے ایک ایک فقرہ ایک ایک حجت و عذر کا جواب و معارضہ کفر و بدعت چکڑالوی کے متعلق اسکے رسالہ میں تھے پورا ادا ہوا۔

اسنے ہمارے جواب الجواب مباحثہ کا بھی برائے نام کچھ جواب دیا ہے۔ مگر چونکہ اولاً ہم اسکو قابل خطاب و بحث نہیں جانتے۔ جو کچھ ہمنے اسوقت تک لکھا ہے۔ وہ مضمون چکڑالوی پر اقبالی ڈگری [illegible] الجواب مباحثہ کو مضمون چکڑالوی پر اقبالی ڈگری سے پورا تعلق بھی نہیں ہے۔ وہ جواب صرف احمقانہ اور جاہلانہ جواب ہے۔ لہذا ہم اس جواب جواب الجواب کے متعلق تفصیلی بحث کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف اپنے ناظرین کو اسکے مغالطات پر اجمالی اطلاع دیتے ہیں۔

مغالطہ اوّل صفحہ ۱۵ میں چکڑالوی سود قرض کا حکم قرآن سے بیان کر کے مدعی ہوا ہے کہ وہ حکم تمام معاملات سود پر حاوی ہے۔ وجہ مغالطہ قرآن میں صرف ربو قرض کا بیان ہے۔ اس سے ربو فضل (مثلاً ایک روپیہ کی ۱۹ ماشہ چاندی لینا۔ جیسا کہ آجکل نرخ ہے۔ یا ایک اشرفی کے بدلے دس تولہ سونا لینا) کا حکم کہاں نکلتا ہے۔ جسکے دماغ میں ذرا سی عقل ہو گی اور حواس قائم وہ کبھی نہ کہیگا۔ کہ آیت حکم سود قرض سے حکم سود فضل سمجھ میں آتا ہے۔

مغالطہ نمبر ۲۔ صفحہ ۱۰ وحی خفی یار لوگوں کی تراشیدہ ہے۔ وجہ حدیث نبوی کو خود چکڑالوی

(اسکا بقیہ صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۴ میں دیکھو)